Brown Book

۷۸۶

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِکُلِّ نَبِیٍّ حَوَارِیٌّ وَاِنَّ حَوَارِیَّ الزُّبَیْرُ بْنُ الْعَوَّامِ (البخاری)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نبی کا ایک مددگار ہوتا ہے اور میرا مددگار زبیر بن العوام ہے

سلسلۂ زُبیریہ

(۴)

الزُّبَیرؓ

یعنی

سیرت مبارکہ سیدنا حضرت زُبیر بن العوام رضی اللہ عنہ حواری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مؤلفہ

جناب مولوی حُسین احمد صاحب زُبیری مارہروی ثم المیرٹھی

۱۳۷۲ سنہ ہجری ۱۹۵۳ سنہ عیسوی

مطبوعہ

مطبع ابراھیمیہ

حیدرآباد دکن

قیمت فی جلد (چھ روپیہ) علاوہ محصول ڈاک

۱

فہرست مضامین کتاب سیرۃ سیدنا حضرت زبیرؓ

فہرست

تعارف

از

مولوی مقبول احمد صاحب سیوہاروی

میرے دوست جناب مولوی حسین احمد صاحب زبیری اُن لوگوں میں ہیں جنھیں اسلاف سے فقط لگاؤ نہیں بلکہ عشق ہے اور اس کا یہ تقاضہ ہے کہ وہ جس مجلس میں بیٹھ جاتے ہیں اسلاف کی تاریخ حافظہ کی الماری میں سجا کر بیٹھ جاتے ہیں جس میں کہیں ابن جریر طبری نظر آتے ہیں۔ کہیں علامہ شبلی نعمانی ہوتے ہیں کہیں ابن سعد دکھائی دیتے ہیں اور کہیں ابن اثیر۔

ان کے حافظہ کے کتب خانہ میں عربی اردو ہی کی تاریخیں نہیں ہیں بلکہ حدیث اور قرآن کا دفتر بھی ہے جس میں بخاری کا مرتبہ سب سے بڑھا ہوا ہے ساتھ ہی مسجد کے زیر سایہ جرمنی اور انگریزی کتابیں بھی ہیں۔ باتیں کرتے ہیں تو بزرگوں کی باتیں کرتے ہیں اور لکھتے ہیں تو بزرگوں کے حالات لکھتے ہیں گویا ان کا ہنسنا بولنا چلنا پھرنا سب کچھ ان بزرگوں کے لئے ہے جن کی نسبت کا انہیں فخر ہے۔ چلنا پھرنا میں نے اس لئے کہا کہ مولوی حسین احمد صاحب نے چل پھر کر نہ جانے کن کن کتب خانوں کو چھانا ہے کس کس کتاب کی ورق گردانی کی ہے کہاں کہاں سے یہ گوہر نایاب حاصل کئے ہیں جن سے زیر نظر کتاب "تذکرہ حضرت زبیرؓ" بھری ہوئی ہے یوں تو حضرت زبیرؓ کے حالات میں متعدد اہل قلم نے کچھ نہ کچھ لکھا ہے مگر جس تفصیل کے ساتھ مولوی صاحب موصوف نے پیش کیا ہے اردو زبان میں پہلی چیز ہے۔

یہ اگرچہ سوانح حضرت زبیرؓ کے نام سے موسوم ہے مگر دراصل خاندان زبیری کی مکمل تاریخ اور زبیری انسائیکلو پیڈیا ہے جس میں بیٹی بیٹے بیویاں یہاں تک کہ حضرت زبیرؓ کے وہ غلام بھی چلتے پھرتے نظر آتے ہیں جنہوں نے اسلام کی خدمات میں نمایاں حصہ لیا ہے اور ان ہی غلاموں کا حال دیکھنے سے یہ حقیقت بھی آشکار ہو جاتی ہے کہ عہد رسالت اور صحابہؓ کے زمانہ میں غلاموں کو پھٹے کپڑے پہنا کر فقط بازار میں نہیں پھرایا جاتا تھا نہ مسالے پسوائے جاتے تھے نہ روٹیاں پکوائی جاتی تھیں بلکہ ان کی زندگی سنوارنے اور انہیں انسان بنانے کی سعی بھی کی جاتی تھی جس کا نمونہ دوسرے غلامان اسلام کے ساتھ حضرت زبیرؓ کے یہ غلام ہیں جن کا کتاب میں ذکر ہے۔

اس کتاب میں حضرت زبیرؓ کے بہادرانہ کارنامے اسلام کے لئے انکی فداکاری اور جاں نثاری سخاوت اور رواداری حق شناسی اور حق گوئی ایک ایک چیز کو ایسی تفصیل سے بتایا ہے کہ زندگی کا ہر واقعہ اور حیات زبیرؓ کا ہر شعبہ پڑھنے والے کی نگاہ کے سامنے آجاتا ہے حضرت زبیرؓ ان مخصوص صحابہؓ میں ہیں جنھیں اسلام میں اوّلیت کا مقام حاصل ہے نہ فقط ثبات حق کے لحاظ سے بلکہ ان تمام عظیم الشان محاربات میں بھی جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے لے کر حضرت علیؓ کے زمانہ تک ہوئے ہیں حضرت زبیرؓ شجاعت و بسالت کا مجسم نمونہ نظر آتے ہیں اور ان کی ہر ادا دلیری پامردی اور حق پرستی کا دل کشا منظر ہے۔

خیالات اور طریق کار کا اختلاف لبا اوقات ذاتی اختلاف کی شکل اختیار کر لیتا ہے مگر حضرت زبیرؓ کی زندگی اس سے یکسر پاک تھی اور دیکھا کہ اس کتاب میں آپ دیکھیں گے کہ جب حضرت علیؓ کے مقابلہ کے وقت انہوں نے محسوس کیا کہ مجھے مقابلہ سے ہٹ جانا چاہیئے تو بغیر کسی ادنیٰ تامل کے جنگ سے کنارہ کش ہو گئے اور یہ بظاہر یہی وجہ انکی شہادت کی ہوئی۔

حضرت زبیرؓ رسول اللہ کے صحابی بھی تھے پھوپی زاد بھائی بھی اور حواری رسول اللہ بھی بشارت یافتہ بھی تھے

ل

اور صدیق اکبرؓ کے داماد بھی حضرت زبیرؓ ہر لحاظ سے بلند مرتبہ تھے، ان کی دولت و ثروت بھی اتنی تھی کہ آج جب ہم ان اعداد کو دیکھتے ہیں جس کا تاریخوں میں تذکرہ ہے اور اس کتاب میں پوری شرح و تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے تو حیرت ہو جاتی ہے اور پھر جب یہ دیکھتے ہیں کہ ساری دولت ان کی داد و دہش اور انفاق فی سبیل اللہ کے سامنے بے حقیقت ہو گئی تھی تو ان کی عالی حوصلگی کے تصور سے خاندان زبیر کا سر سب سے اونچا نظر آنے لگتا ہے۔

کثرت دولت اس وقت بُری ہوتی ہے جبکہ جَمَعَ مَالاً وَّعَدَّدَہٗ کی وعید میں آئے اور جوڑ جوڑ کر انبار لگا لئے جائیں لیکن اگر اس کی اتنی ہی حقیقت ہو کہ "کجا اندا ختم در دل مگر اندا ختم در گل" تو یہی دولت قدر استحسان سے دیکھی جاتی ہے۔ حضرت زبیرؓ کی دولت بھی ایسی ہی دولت تھی۔ ملک کو اس کتاب کی اس لئے بھی ضرورت تھی کہ زبیری خاندان کے متعلق قسم قسم کی غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں اور مولوی حسین احمد صاحب نے حضرت زبیرؓ کے حالات کے ساتھ زبیری خاندان کے ان اکابر کے حالات پر بھی روشنی ڈالی ہے جو دوسرے ناموں سے مشہور ہو گئے ہیں اور یہ کاوش ہر لحاظ سے مستحسن اور تاریخ میں قیمتی انکشاف ہے۔

مجھ سے مولوی حسین احمد صاحب نے جب کتاب کے تعارف کے لئے ذکر کیا تو میں نے سوچا کہ یہ تو وہ بات ہوئی کہ کسی زراعت پیشہ سے کہا جائے کہ تم ڈاکٹری کا نسخہ لکھو مگر محض اس لئے کہ حضرت زبیرؓ سے مجھے صدیقی ہونے کے سبب ایک نسبت خاص ہے یہ چند الفاظ لکھے ہیں تا کہ "بدان را بہ نیکاں بہ بخشد کریم" میری نجات اور بخشش کے لئے یہ چند سطریں شاید ذریعہ بن جائیں۔

مقبول احمد سیوہاروی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

دیباچہ

دُنیا کا یہ قاعدہ رہا ہے کہ وہ ہمیشہ انقلابی دَور سے گزرتی رہی ہے اور آج بھی وہ اسی حال میں مبتلا ہے۔ مگر اسوقت ہماری قوم کا جو حال ہے اور جسطرح وہ احساسِ کمتری کا شکار ہو رہی ہے۔ اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں ہے کہ اس نے اپنے بزرگوں کے حالات جاننے اور اُن کی زندگی سے فائدہ اُٹھانے کی طرف سے اپنی توجہ کو ہٹا لیا ہے۔

یہ بدیہی بات ہے کہ جو قوم بھی اپنے بزرگوں کے اُن حالات سے جنکی وجہ سے وہ بامِ ترقی پر پہنچ گئے تھے ناواقف رہ جاتی اور فائدہ نہیں اُٹھاتی ہے وہ زندگی کے دَور میں پیچھے رہ جاتی اور قعرِ مذلّت و گمنامی میں جا پڑتی ہے وہ قوم نہایت بدنصیب ہے جو اپنے بزرگوں کے یاد رکھنے کے قابل کارناموں کو بھلا دے۔

اَسلاف کے کارنامے اقوام کو اُبھارنے میں بہت کچھ معین و مددگار ثابت ہوتے ہیں بہت سی تقریروں اور تحریروں سے وہ اثر پیدا نہیں کیا جاسکتا جو شخصیتوں کی مثالوں سے پیدا ہوتا ہے۔

اگر قوم اپنے بزرگوں کے حالات سے واقف ہونے کی طرف متوجہ ہوجائے تو یقیناً وہ ایسا روشن مینار دیکھے گی جسکی روشنی میں اپنی منزلِ مقصود کو پہنچ جائے گی اور اپنی اُس گم شُدہ فوقیت و عظمت کو پھر پالے گی جس نے تمام دُنیا کو اسکے قدموں پر ڈال دیا تھا۔

پس مسلمانوں میں سے بُرائیاں اور کمزوریاں دُور کرنے کیلئے اور اُن کی شوکتِ رفتہ کو پھر واپس لانے کے لئے اسوقت سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ بزرگانِ اسلام خاص کر اصحابِ رسول اللہ صلعم کے حالات سے انھیں روشناس اور واقف کرایا جائے۔

درحقیقت صحابۂ کرام رضؓ کے حالات ہی ہمارے لئے اچھا نمونہ بن سکتے ہیں کیونکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ "میرے بعد میرے ہدایت پائے ہوئے جانشینوں کی پیروی کرو"۔ صحابۂ کرام رضؓ ہی اصل میں تعلیمِ محمدی صلعم کی عملی مثال اور آنحضرت صلعم کے اصلی نمونہ تھے۔ مہاجرین اوّلین کے متعلق خدا کا ارشاد ہے کہ "وہ لوگ جن کو اگر ہم زمین پر جگہ دیدیں گے تو یہ لوگ نماز قایم کریں گے زکواۃ دیں گے۔ نیکی کا حکم دیں گے اور بُرائی سے روکیں گے"۔

صحابۂ کرام رضؓ کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے جہالت و باطل پرستی کے قلعوں کو کن کن مشکلات اور حالات میں فتح کیا اور اُن کی تدبیر و فراست۔ ملک داری اور جہانبانی نے تاریخِ عالم کے صفحات پر کیسے کیسے نقش و نگار چھوڑے ہیں اور باوجود اس شوکت و جلالت کے اُن کی خانگی زندگی میں ایثار علی النفس کا کس قدر ظہور ہوتا تھا۔ انھوں نے سیر چشمی۔ فیاضی۔ مہمان نوازی۔ اصابتِ رائے۔ ایفائے عہد۔ پرہیزگاری۔ شجاعت اور کمالاتِ انسانی کی نہ مٹنے والی یادگاریں کس رتبہ اور پایہ کی چھوڑی ہیں، اُن میں کیسے کیسے قاید اور جنرل تھے جن کے کارناموں پر دُنیا آج تک محوِ حیرت ہے صحابۂ کرام رضؓ تنگدست تھے تب بھی حلال طیّب سے رغبت رکھتے تھے اکلِ حرام سے انھیں پرہیز تام تھا۔ تلاوتِ قرآن اور تسبیح و تہلیل اُن کا محبوب مشغلہ تھا خدا کا خوف اُن پر ایسا غالب تھا کہ اُن کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑتے تھے۔ اُن میں کا ہر فرد ایک دوسرے کی محبت کے نشہ میں سرشار تھا۔ وہ خدا کے لئے محبت کرتے تھے اور بغض رکھتے تو اللہ ہی کے واسطے۔

ان صحابہ کرامؓ میں بھی عشرہ مبشرہ کا درجہ سب سے بلند ہے کیونکہ سابقون الاسلام ہونے کی وجہ سے دین کے پھیلانے میں انہیں جس قدر تکلیفیں اور مشقتیں برداشت کرنی پڑیں وہ دوسروں کو کم تر پیش آئیں۔ یہ انہیں کے خلوص کا نتیجہ ہے کہ اسلام بحر بیکراں بن گیا اور برق و باد کی طرح اٹھ کر ساری دنیا پر چھا گیا۔

اُن کے درجات معلوم کرنے کے لیے صرف یہی ایک واقعہ کافی ہے کہ ایک موقع پر حضرت خالد بن الولیدؓ نے حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ (یکے از اصحاب عشرہ مبشرہ) سے ایک معاملہ پر اس طرح بحث کی کہ سخت کلامی تک نوبت پہنچ گئی۔ آنحضرت صلعم کو اطلاع ہوئی تو آپ نے حضرت خالدؓ سے فرمایا کہ "خالد خاموش رہو بخدا اگر اُحد کے برابر تمہارے پاس سونا ہو اور تم اُسے اللہ کی راہ میں خرچ کرو تب بھی تم میرے صحابہؓ میں سے کسی ایک کی بھی سعی فی سبیل اللہ کی اہمیت کی برابری نہیں کر سکتے۔"

اس ارشاد نبوی صلعم سے صاف ظاہر ہے کہ ان اصحاب عشرہ مبشرہ کی جانفشانیوں اور حسن اخلاص کا کیا مرتبہ ہے مگر افسوس ہے کہ ہمارے ملک میں ان اصحاب باصفاؓ کے حالات میں اول تو کتابیں ہی نہیں ہیں اور اگر کچھ ہیں بھی تو وہ اس قدر مختصر ہیں کہ اُن سے ان صحابہ کرامؓ کے حالات زندگی پر کافی روشنی نہیں پڑتی۔

ضرورت تھی کہ ان صحابہ کرامؓ کے ایسے تفصیلی حالات مسلمانوں کے سامنے پیش کئے جاتے جو اُن کی تمام زندگیوں پر محیط ہوتے جن کو پڑھ کر اُن میں خصائل پسندیدہ کے ساتھ بلند ہمتی اور مصائب کو برداشت کرنے کی قوت پیدا ہوتی۔ مگر افسوس ہے کہ انہوں نے من حیث القوم اس اہم کام کو ایسا پس پشت ڈال دیا گویا اس کی اُنہیں ضرورت ہی باقی نہیں رہی تھی۔ مسلمانوں نے بڑی بڑی سلطنتیں قائم کیں اور شان و شوکت کے عجیب و غریب مظاہرے کئے مگر روح حقیقی کی اُستواری کے لیے کوئی قدم نہ بڑھایا۔

عربوں نے اوائل اقتدار کے وقت قرآنی تعلیم اور احادیث کی تلاش و تحقیق میں کافی تگ و دو کی اور اس کے ساتھ اسماء الرجال کا ایک نیا شعبہ قائم کیا اس طرح ایک طرف تو صحابہ کرامؓ کے واقعات زندگی کو مربوط شکل میں پیش کیا اور دوسری طرف اس کو اس قدر پھیلایا کہ تابعین۔ طبع تابعین سے لے کر علماء۔ فضلا اور حکما کے حالات و کارنامے بھی ضبط تحریر میں آ گئے۔ (انہی) ان کوششوں سے انہوں نے عربی زبان کو سوانحی اور تاریخی بے مثل تصنیفات سے مالا مال کر دیا۔
مگر جب بغداد کی سلطنت پر زوال آیا اور اس پر عجمی اُمراء پورے طور سے چھا گئے تو یہ عربی شاہکار پردۂ خفا میں جا پڑے اور فارسی زبان کے پورے عروج میں ان عربی تصانیف کو فارسی زبان میں منتقل کر دینے جانے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی حالانکہ اس کی بڑی ضرورت اس وجہ سے تھی کہ مسلمانوں میں عربی کے بجائے فارسی کا سکہ رائج ہو چکا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب بجائے بزرگان متقدمین کے حالات معلوم کرنے کے جذبہ کے اُن میں تصوف اور شاعری کا بے پناہ سیلاب آ گیا جس میں وہ بہتے چلے گئے اور اُن کو دنیا و مافیہا کی کچھ خبر نہ رہی۔ حکومت کی سرپرستی۔ دولت کی فراوانی۔ شعراء کی قدر دانی نے سونے پر سہاگہ کا کام کر رہی تھی۔ اُن کی یہ بے خبری۔ نااہلی اور خدائی احکام سے لاپرواہی رنگ لائی خداوند جل و علیٰ کا قانون یہ ہے کہ جب کسی قوم کا شیوہ۔ بدحالی اور بیکاری بن جائے وہ مفلوج ہو کر رہ جائے اُس میں اوصاف حمیدہ اور خصائل پسندیدہ ناپید ہو جائیں تو اس پر ایسی قوم مسلط کر دی جاتی ہے جو ظلم و ستم میں ممتاز ہوتی ہے دور جانے کی ضرورت نہیں اس کے لئے ہندوستان کی تاریخ کے اوراق شاہد ہیں ہند کی تاریخ کا ایک مبتدی بھی اس سے واقف ہے کہ اس ملک میں مسلمانوں کے زوال کے کیا اسباب ہوئے اور مسلمانوں پر کیا کیا ستم ٹوٹے۔

سلطنت مغلیہ جب دم توڑ رہی تھی اُس وقت اردو زبان منظر عام پر آئی مگر اس کا خمیر کیونکہ بہت کچھ فارسی کا مرہون منت تھا لہذا فارسی کی فرسودیت اسکو ورثہ میں ملی مگر جب ۱۸۵۷ء میں سلطنت مغلیہ برائے نام بھی باقی نہیں رہی اور اس نے

آخری سنبھالا لے کر بالکل دم توڑ دیا اور مسلمانوں پر جو گذرنا تھا گذر گیا تو خدا کے چند بندوں نے مسلمانوں کی روی حالت سے متاثر ہو کر ان کے اُبھارنے کے جو مختلف وسایل اختیار کئے اُسوقت اُنھیں یہ خیال بھی پیدا ہوا کہ مسلمانوں کے سامنے اُن کی ابتدائی تاریخ اور بزرگوں کے سوانحات وحالات کو پیش کیا جائے تاکہ اُن سے واقف ہو کر اُن میں جذبۂ عمل پیدا ہو سکے لیکن اس کام میں اُنھیں یہ دقت پیش آئی کہ فارسی زبان میں ایسی کتابیں موجود نہیں تھیں جن سے اس طرح استفادہ کر سکے قوم کے سامنے رسول اللہ صلعم صحابۂ کرامؓ۔ بہادران اسلام۔ فاتحین اور علماء وفضلا وغیرہ کے حالات کو لا کر اُن میں قوت عمل کا جذبہ پیدا کیا جاتا اب اُن کے لئے عربی زبان کے جواہر پاروں سے استفادہ حاصل کئے بغیر آگے بڑھنا ناممکن تھا مگر اُن میں سے اکثر مسلمانوں کی لاپروائی کی وجہ سے نیست ونابود ہو چکے تھے اور کچھ اوراق پریشاں کی شکل میں اس طرح بکھرے ہوئے تھے کہ جن کی تلاش وجستجو لاحاصل سمجھ لی گئی تھی۔

اس دور ابتلا میں بھی مصر وشام۔ عرب۔ عراق عرب اور شمالی افریقہ کے دوسرے عربی ممالک دنیا میں موجود تھے مگر علم کی ناقدری اپنے ہی ہاتھوں ہر جگہ ہو رہی تھی آپس کی نااتفاقی اور سیاسی گردشوں سے یہ ممالک ایسے بدحال تھے کہ متقدمین بزرگوں کی تصانیف کی طرف اُنھیں بھی کچھ توجہ نہ تھی مگر جب خدا کو کوئی کام کرانا منظور ہوتا ہے تو وہ دشمنوں سے بھی کرا دیا کرتا ہے چنانچہ اس بارے میں بھی ایسا ہوا اگرچہ یورپ کی قومیں مسلمانوں اور اسلام کی دشمن تھیں اور اُن کے سیاسی تفوق پر ڈاکے ڈالتی چلی جا رہی تھیں مگر انہیں دشمنوں نے اور اُن میں بھی خصوصاً جرمنی نے عربی جواہر پاروں یعنی قدیم کتابوں کو تلاش اور حاصل کرنے کی کوشش کی اور وہاں مستشرقین کی ایک ایسی عالم وفاضل جماعت میدان عمل میں آگئی جس نے اپنی پوری زندگی صرف اسی مقصد کے حصول کے لئے بیچ دی۔ دنیا کے ہر حصہ میں اُنہوں نے تلاش وجستجو کا ایک لامتناہی سلسلہ قایم کر دیا اور ان گم شدہ کتابوں کو تلاش کر کے دنیا کے سامنے اسطرح بڑے بڑے علمی مقالے لکھ کر پیش کیا جن سے کتابوں کی افادیت اور حقیقت پورے طور سے آشکار ہو جائے اُن کے اس جذبہ کو خاص طور سے پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ علماء اور فضلا ہی نہیں بلکہ جرمن قوم کا شاہنشاہ تک اپنی جیب خاص سے ایک گران قدر رقم طبقات ابن سعد کی تلاش کے لئے دیتا ہے اور پھر بطور خاص اُس کی طباعت اور اشاعت کراتا ہے یہ اُسی کی کوشش اور توجہ کا سبب ہے کہ آج دنیا ابن سعد کے اس علمی کارنامے سے اسوقت روشناس ہے۔ طبری اور اسی طرح بہت سے عربی شاہکار ان یورپین اقوام کے صرف زر اور کوششوں ہی سے ہم تک پہنچے ہیں۔

ہم اوپر اشارہ کر آئے ہیں کہ ہندوستان میں زوال حکومت کے بعد جب رہبران قوم نے قوم کو اُبھارنے کی کوشش کی تو انہوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ جب تک بزرگوں کے کارناموں سے روشناس نہ کرایا جائے گا قوم میں ہمت وایثار وقربانیوں کا فقدان رہے گا۔ چنانچہ قرآن شریف۔ احادیث۔ سوانحات وغیرہ کے ترجمے ہوئے اور اس طرح مسلمانوں کے ساتھ ان کے بچھڑے ہوئے حالات خود اُن کی زبان میں پیش کئے گئے بعد ازاں یہ تراجم کا دور بھی گذر گیا اور اب ان مباحث پر مستقل تصانیف سامنے آنے لگیں۔ لکھنؤ۔ اعظم گڑھ۔ لاہور اور حیدر آباد دکن وغیرہ مقامات پر ادارے قائم ہو گئے جنہوں نے اپنے دائرہ عمل میں کارہائے نمایاں کئے اور موجودہ حالات میں بھی جسطرح ممکن ہے اس کام کو چلا رہے ہیں۔ دار المصنفین اعظم گڑھ نے سیرۃ نبوی صلعم۔ سیر الصحابہؓ۔ اسوۂ صحابہؓ اور صحابیاتؓ۔ خلفائے راشدینؓ سیر المہاجرینؓ سیر الانصارؓ وغیرہ کتابیں۔ عربی ماخذوں سے استفادہ حاصل کر کے لکھی ہیں جن سے اس بڑے مقصد کی ایک گونہ تکمیل ہوتی ہے۔ دار الترجمہ عثمانیہ حیدر آباد دکن نے طبری۔ فتوح البلدان۔ کامل ابن اثیر۔ طبقات ابن سعد مروج الذہب ومعادن الجواہر۔ تنبیہ والاشراف اور ابن ہشام وغیرہ وغیرہ کتابوں کا ترجمہ کر کے بڑا کام انجام دیا ہے اور اسی کے ساتھ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن نے عربی کی کتابوں کو جگہ جگہ سے تلاش بسیار کے بعد حاصل کر کے

بعد تصحیح شائع کیا ہے۔ جن میں الجوزی کی المنتظم اور الرازی المتوفی ۳۲۷ھ کی کتاب الجرح والتعدیل۔ امام بخاری
المتوفی ۲۵۶ھ کی التاریخ الکبیر کی متعدد جلدیں اور محمد بن حبیب المتوفی ۲۴۵ھ کی کتاب المحبر شامل ہیں۔ آخرالذکر
کتاب کا دنیا میں صرف ایک نسخہ ایک جرمن یہودی خاتون ایلزہ لیختن شٹیٹر کے پاس تھا جس نے اس کتاب کے چند ابواب
پر ایک مقالہ لکھ کر آکسفورڈ یونیورسٹی سے ۱۹۳۷ء میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی تھی۔ دائرۃ المعارف نے اس کو
بڑی جد و جہد سے حاصل کیا اور ڈاکٹر محمد حمید اللہ ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (پیرس) سے اس کی تصحیح کرا کر اسے شائع کیا۔
یہ کتاب بھی عربی میں شائع ہوئی ہے اردو داں طبقہ اس سے مستفید نہیں ہو سکتا چونکہ اس کتاب میں حضرت زبیرؓ
اور ان کے آباء و اولاد کے بھی جابجا تذکرے موجود ہیں اور ڈاکٹر صاحب موصوف ہم محلہ ہونے کی وجہ سے ہماری
اس سعی سے واقف تھے لہٰذا انہوں نے اس کتاب کا ایک نسخہ ہمیں بھی مرحمت فرمایا اور ہماری حسب خواہش ہم کو مطلوبہ
مواد کا ترجمہ بھی کر کے دیا۔ کتاب کی خوبی کو دیکھ کر ہمارے برادر خورد عزیزم امداد احمد زبیری بی۔ اے (علیگ) ڈپ ایڈ
عثمانیہ نے ڈاکٹر صاحب سے پوری کتاب کا ترجمہ کر دینے کے لئے اصرار کیا۔ بالآخر ڈاکٹر صاحب مجبور ہو گئے اور جامعہ عثمانیہ
کی ایک تعطیلات گرما میں اس کتاب کا ترجمہ اسطرح تکمیل پا گیا کہ ڈاکٹر صاحب ترجمہ کو لکھتے جاتے اور برادر عزیز اس کو
املا کرتے جاتے تھے چنانچہ یہ ترجمہ ہمارے کتب خانہ میں موجود ہے خود ڈاکٹر صاحب موصوف کو بھی رسول مقبول صلعم کے حالات
مبارکہ سے دلی لگاؤ ہے اس سلسلہ میں "عہد نبوی صلعم کے میدان جنگ" "عہد نبوی صلعم کی سیاسی دستاویزیں" اور
"رسول اکرم صلعم کی سیاسی زندگی" وغیرہ آپ کی پُر از معلومات کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

حضرات عشرہ مبشرہؓ میں سے چند پر جداگانہ کتابیں بھی لکھی گئی ہیں۔ ان میں سے ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد مرحوم
سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی کے ایما پر ایک مختصر کتاب مولوی حبیب الرحمن خاں شروانی صدر یار جنگ مرحوم نے
سیرۃ الصدیقؓ طلباء کے استفادہ کے لئے لکھی تھی۔ علامہ شبلی نے "الفاروق" تحریر فرمائی۔ حضرت عثمان غنیؓ پر بہت
معمولی قسم کے رسالے نظر سے گذرے ہیں مگر جس جامعیت کی کتاب آپ کے حالات میں ہونی چاہئے تھی وہ اسوقت تک
نہیں لکھی گئی۔ حضرت علیؓ کے حالات میں جو چند کتابیں ہماری نظر سے گذری ہیں ان کو واقعاتی نہیں بلکہ جذباتی کہنا چاہئے
مولوی فضل احمد صاحب نے "تذکرہ سیدنا حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ" اور مولانا ابو محمد امام الدین صاحب رام نگری نے
"فاتح شام" (حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کے حالات میں) لکھی ہیں۔ حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ پر بہت ہی چھوٹے
چھوٹے رسالے لکھے گئے ہیں۔ حضرت سعید بن زیدؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ان دو حضرات عشرہ مبشرہ کے حالات
مبارکہ میں علیحدہ کوئی چھوٹا سا رسالہ بھی ہماری نظر سے نہیں گذرا۔ البتہ کبھی کسی ماہوار مذہبی پرچہ میں ان کے جو مختصر حالات
چھپے ہیں انھیں تحقیق و تلاش سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں نے رسول اللہ صلعم کے ان اصحاب گرامی قدر کے حالات کی تلاش و جستجو
سے جنہوں نے رسول مقبول صلعم کے ساتھ دن رات سختیاں جھیلتے ہوئے اسلام کو پھیلانے اور بام ترقی پر پہنچانے
کی سعادت حاصل کی اور [illegible] مشن کی تکمیل کی ہے کیسی چشم پوشی برتی ہے۔ لہٰذا ہم ان اصحاب باصفاؓ میں سے
اسوقت سیدنا حضرت زبیرؓ کے ہمہ گیر حالات مبارکہ کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

سیدنا حضرت زبیرؓ کو اسلام میں سبقت کا یہ حال ہے کہ آپ مردوں میں چوتھے مسلمان ہیں۔ آپ کی پھوپی ام المومنین
حضرت خدیجہؓ جنہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا ان کو شامل کر کے اسلام لانیوالوں میں آپ کا درجہ پانچواں
ہے آپ کی پوری زندگی عہد نبوی صلعم سے لیکر خلفائے راشدین کے ادوار پر محیط ہے اور محیط بھی اس طرح پر کہ اس
سارے زمانے میں کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ہے جس میں آپ شریک نہ ہوئے ہوں۔ پندرہ یا سولہ سال کی

ف

عمر میں فدائیت اسلام کا جو عہد خدا اور اُسکے رسول صلعم سے باندھا تھا اُس کو شروع سے آخری دم تک اسطرح نبھایا کہ اسلام کے شروع میں آنحضرت صلعم پر فدائیت کیلئے جو تلوار سب سے پہلے بے نیام اور بلند کی گئی وہ آپ ہی کی تلوار تھی اور جب فرمودۂ رسول اللہ صلعم میدان جنگ میں ایسی حالت میں آپکو یاد دلایا گیا کہ آپکا پلہ ہر طرح بھاری تھا تو بلا کسی تامل کے آپ نے نہ لڑنے کی قسم کھالی اور میدان سے علیحدہ ہو کر اسطرح اپنی جان کو فدا کر دیا کہ شہادت کا درجہ حاصل فرمالیا۔ آپکی شجاعت و بسالت۔ نبرد آزمائی بیخوفی اور ثابت قدمی کے کارنامے ایسے عدیم النظیر ہیں جو اپنی مثال آپ ہی ہیں۔ آپکی جرأت و بیخوفی اور مستعدی کا ایک واقعہ ہے کہ اگرچہ اسوقت آپ سب مسلمانوں میں کم عمر یعنی صرف اٹھارہ سال کے تھے مگر آپنے تن تنہا دریائے نیل کو مشک کے ذریعہ سے پار کرکے اور میدان جنگ میں جا کر اور پھر وہاں سے واپس تشریف لاکر مسلمانوں کو شاہ نجاشی کی فتح کی خوشخبری سنائی تھی ——— **بدر** کی جنگ میں جس دھج سے آپ شریک ہوئے وہ خدائے بزرگ برتر کو ایسی پسند آئی کہ اُس نے فرشتوں کو آپ ہی کے لباس میں نازل فرما کر آپکی محبوبیت و فدویت کے شرف کو سب پر آشکارا فرما دیا۔ اسی جنگ میں آپ سے نبرد آزمائی اور شجاعت کے بڑے کارنامے ظہور میں آئے قریش کا بہادر نوفل بن شمس آپ ہی کے ہاتھ سے موت کے گھاٹ اترا اور اُس کے قتل کے بعد قریش کی باجلال فوج جو تھی پھر مسلمانوں کے سامنے اپنے مقتول و مجروح چھوڑ کر اسطرح بھاگی کہ انکی یہ شکست اسلام کے مقابلہ میں انکی ترکتازیوں کے خاتمہ کی غمازی کر رہی تھی۔

جنگ اُحد میں سب سے پہلے آپ ہی نے قریش کی فوج پر حملہ کرکے لڑائی کا آغاز کیا اور خالد ابن الولید سردار فوج قریش کو شکست فاش دی۔ اور جب تیر اندازوں کے جگہ چھوڑ دینے کیوجہ سے مسلمانوں میں ابتری پھیل گئی تو دشمنوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے سرکار دو عالم صلعم کی حفاظت کیلئے پہنچ گئے اور وہاں سے بھی دشمنوں کو پسپا کر دیا۔ پھر زخمی ہو جانیکے باوجود سترہ اصحاب کیساتھ آپ نے قریش کا ایسا تعاقب کیا کہ مکہ کو واپس لوٹ جانیکے سوا اُنہیں کچھ بن نہ پڑا ——— **جنگ خندق** میں محاصرہ اسقدر شدید تھا کہ آنحضرت صلعم نے لوگوں سے تین بار فرمایا محاصرین کی کون خبر لائیگا مگر ہر دفعہ سوائے حضرت زبیرؓ کے کوئی کھڑا نہ ہوا اور جب حضرت زبیرؓ مشکل حالات میں اکیلے جا کر انکی خبر لائے تو حضور اکرم صلعم نے آپکے فدائیانہ کارناموں کیوجہ سے آپکو اپنے **حواری** کے خطاب سے ممتاز فرمایا اور پھر جب آپ تن تنہا جا کر بنی قریظہ کی خبر لائے تو رحمت اللعالمین صلعم ایسے متاثر ہوئے کہ بے ساختہ آپکی زبان مبارک سے نکلا **"میرے ماں باپ تجھ پر قربان"**۔ اسی جنگ میں آپ نے قریش کے ایک زبردست حملہ کو روکا اور انکی جماعت کو درہم برہم کر دیا نیز قریش کے بہادر نوفل کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا ——— **خیبر** کی لڑائی میں مرحب کا بھائی یاسر جو قوت اور تنومندی اور بہادری میں ممتاز تھا آپ ہی کے ہاتھوں موت سے ہمکنار ہوا۔ **فتح مکہ** کے دن آنحضرت صلعم نے مہاجرین و انصار دونوں کی علمبرداری کے علم آپکو عطا فرمائے تھے اسلئے آپ **صاحب اللوائین** کے لقب سے ملقب ہوئے اور حجون میں رایتِ نبوی صلعم آپ ہی نے گاڑا تھا۔

جنگ حنین میں بارہ ہزار میں سے اسی اصحابؓ جو آنحضرت صلعم کیساتھ ثابت قدم رہے اُن میں ایک آپ بھی تھے اور دشمنوں کو شکست دینے میں جو شجاعت و بہادری آپسے عمل میں آئی اُسکی وجہ سے سب میں ممتاز ہوئے۔ آپنے چند صحابہؓ کیساتھ **مرتدین کے حملہ** کو مدینہ منورہ کے باہر ہی روکا اور ایسا سبق پڑھایا کہ دوبارہ انہیں حملہ کرنیکی جرأت نہیں ہوسکی اور **جنگ یرموک** میں رومیوں کی عظیم الشان فوج کے مقابلہ میں جیسے بسالت کے جوہر آپنے دکھائے اور تن تنہا دشمن کی ساری فوج کو چیر کر جسطرح پار نکل گئے اُسکی مثال دنیا کی تاریخ میں کہیں موجود نہیں ہے۔

مصر کی لڑائیوں خصوصاً **اسکندریہ فسطاط** اور دیگر بڑے قلعوں نیز علاقوں کی فتح میں آپکے کارنامے خاص درجہ رکھتے ہیں۔ فسطاط کی جنگ کا سب سے حیرت انگیز منظر وہ تھا جب آپ تن تنہا تلوار ہاتھ میں لے کر سیڑھی کے ذریعہ دشمن کے سامنے قلعہ کی فصیل پر چڑھ گئے تھے آپ کی اس بیباکی اور جرأت سے دشمن ایسے مرعوب ہوگئے اور مسلمانوں کے حوصلے اتنے بلند ہو گئے کہ وہ قلعہ جو سات ماہ کے محاصرہ کے بعد بھی فتح نہیں ہو سکا تھا آسانی کیساتھ اُسیوقت فتح ہو گیا ——— آپکا خود ارشاد ہے کہ اسلام کی نصرت اور سربلندی کے کارناموں کیوجہ سے میرا کوئی عضو ایسا نہیں ہے جو زخمی نہ ہو ہو احتیٰ کہ اس سے ستر عورت بھی نہیں بچا۔ آپ کے یہی کارنامے ہیں جنکی وجہ سے آپ بہادران اسلام کی صف اوّل میں نمایاں مقام رکھتے ہیں آپ عہدوں سے ہمیشہ کنارہ کش رہے ۳۱ ھ میں جب نکسیر کے مرض میں مبتلا ہو کر حضرت عثمان غنیؓ کو اپنی زندگی سے مایوسی ہوگئی اور آپنے حضرت زبیرؓ کو بلا کر وصیت کی کہ میرے بعد میرے قائم مقام تم ہونا تو آپ نے صاف انکار کر دیا البتہ جہاد فی سبیل اللہ آپکا محبوب مشغلہ تھا ——— مگر ان کارناموں سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہئیے کہ آپ صرف جنگ و جدال ہی کیلئے پیدا ہوئے تھے۔ ایک طرف یہ جنگیں تھیں تو دوسری طرف آپکی تجارت کا سلسلہ شام یمن مصر، عراق اور حبش وغیرہ تک پھیلا ہوا تھا۔ اسی لئے

ہر جگہ آپکے مکان موجود تھے۔ مسعودی المتوفی سنہ ۳۴۰ھ کے زمانہ تک یہ حویلیاں اچھی حالت میں موجود تھیں۔ **آپ** کے تجارتی اُصول یہ تھے کہ نہ خراب مال لیا جائے اور نہ زیادہ نفع کیلئے اُسے روکا جائے اس تجارت کیوجہ سے دولت وثروت میں آپ بہت ممتاز تھے آپکی دولت کا اندازہ پانچ کروڑ دو لاکھ کیا گیا ہے۔

آپ اپنی دولت سے بڑی فراخدلی کیساتھ غریبوں اور محتاجوں کی مدد فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپنے ایک زمین چھ لاکھ میں فروخت کی تو لوگوں نے کہا آپ نقصان میں رہے تو آپنے جواب دیا خدا کی قسم میں نقصان میں نہیں رہ سکتا اور اُسیوقت وہ چھ لاکھ راہ خدا میں دیدئے۔ تجارت کے علاوہ آپ بڑی بڑی جاگیروں کے بھی مالک تھے۔ **ایک** طرف لڑائی سے وہ شغف اور تجارت سے یہ دلچسپی تھی تو دوسری جانب آپکی انتظامی قابلیت۔ امانت اور دیانتداری کا ایسا شہرہ عام تھا کہ صحابہ کرامؓ اپنی اولاد و مال و متاع کیلئے آپ ہی کو اپنا وصی بناتے تھے اور آپ ان فرائض کو بھی ایسی خوبی سے انجام دیتے تھے جو اپنی آپ مثال ہیں۔

آپ بڑے محنتی اور جفاکش تھے باوجود بڑے باثروت صحابی ہونیکے معمولی کام بھی خود اپنے ہاتھوں سے انجام دینے میں کسر شان نہیں سمجھتے تھے محنت و ایمانداری سے اپنی روزی پیدا کرتے تھے طرز معاشرت نہایت سادہ تھا اپنے باغ اور کھیتوں میں خود پانی دیدیا کرتے اور راتوں کو جاکر اپنے املاک کی خود ہی حفاظت کرتے حالانکہ آپکے پاس ایک ہزار غلام تھے غرضکہ چھوٹے چھوٹے اور محنت طلب کاموں کے کرنے سے آپکو عار نہ تھا آپکے سب کام خدا اور رسول اللہ صلعم کے حکموں کے ہمیشہ مصلحت اسلام کیساتھ رہتے اور اپنی اصابت رائے سے خلفا اور مسلمانوں کو مستفید فرماتے تھے حق گوئی مساوات پسندی۔ فراخ حوصلگی۔ نرم دلی۔ خوف الہی تقوی و پرہیزگاری محبت و مروت۔ غیرت و حمیت اور شجاعت و بسالت میں فرد فرید تھے۔ یہی وہ فدا کاریاں اور کارگزاریاں تھیں جنکی وجہ سے آپ رسول خدا صلعم کے محبوب اور ایسے محبوب رہے کہ حواری کے خطاب سے معزز فرمائے گئے اور دو مرتبہ حضور اکرم صلعم نے اپنے ماں باپ کو آپ پر قربان کیجانیکا ارشاد گرامی فرمایا اور اپنے دست مبارک سے آپکے چہرے کو گرد وغبار سے صاف فرمایا اور اسی دنیا میں جنت کی بشارت بھی آپکو دیدی۔

حضرت زبیرؓ کے یہی اوصاف حمیدہ تھے جنکی وجہ سے ہم نے خیال کیا کہ انکو ضبط تحریر میں لایا جائے تاکہ ایک طرف عہد نبوی صلعم کے تمام حالات اور دوسری جانب خلافت راشدہ کے واقعات بیک نظر سامنے آجائیں اور اس پورے عہد میں جو پارٹ حضرت زبیرؓ نے ادا فرمایا ہے اُس سے مسلمان روشناس ہو کر بہت کچھ سبق حاصل کر سکیں کیونکہ اس حیات مبارکہ میں رزم و بزم کے گونا گون جلوے سامنے آجاتے ہیں۔ مسلمانوں کو ان واقعات کے دیکھنے سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ ان بزرگان با صفا کی لڑائیاں بھی اللہ کیلئے تھیں اور صلح و آشتی بھی اللہ ہی کیواسطے تھی۔ ہم خداوند جل وعلی سے توفیق طلب کرتے ہیں کہ وہ ہم کو اپنے ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری بگڑی گھڑی میں ان ہی کے نمونے ہمارے پیش نظر رہیں جنکی روشنی میں ہم اپنی منزل مقصود کو پاسکیں!

اے خدا صمد تو نے اپنے حبیب پاک کے صدقہ میں ان بزرگوں کو نصرت و عزت عطا فرمائی تھی اسیطرح اُمت محمدی صلعم کو بھی سربلندی و حوصلہ مندی عطا فرما اور صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق دے آمین ثم آمین۔

اپنے عزیز دوست مولوی علی رضا صاحب بی۔ اے سابق اسسٹنٹ کمشنر بائے اسکاؤٹس و ڈرانسپکٹر آف اسکولس ریاست حیدرآباد دکن کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتے ہماری اس کتاب کی طباعت کے انتظام اور نقشوں کے ترتیب دینے میں جس جوش سے امداد فرمائی وہ اُنکے اُس جذبہ اسلامی کا بیّن ثبوت ہے جس سے انھیں بہرہ وافر حاصل ہے۔ موصوف نے جس دل سوزی کیساتھ اس کام میں مدد پہنچائی ہے اُمید ہے کہ صاحب سیرۃ رضی سے انھیں ضرور اس کا صلہ ملیگا اور کیا عجب ہے کہ یہی جذبہ اُن سے انگریزی زبان میں "لائف آف الزبیرؓ" لکھوانے کی شکل میں رونما ہو۔ اسلئے اُن کیلئے اس سے زیادہ ہم اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ وہ اپنے مقاصد دلی میں کامیاب و کامران رہیں۔

ہم مولوی مقبول احمد صاحب سیوہاروی کے بھی ممنون ہیں جنہوں نے تعارف تحریر فرما کر ہم سے اپنے خلوص اور صاحب سیرۃ رض سے اپنی والہانہ عقیدت کا خاص طور سے اظہار فرمایا ہے۔

اسی ضمن میں ہمیں اپنے چھوٹے بھائی عزیز القدر میاں امداد احمد بی۔ اے علیگ ڈپ ایڈ عثمانیہ کا بھی شکریہ ادا کرنا ضروری ہے جنہوں نے ہماری اس تصنیف کیلئے مواد فراہم کرنے میں کوششیں کیں محنتیں اٹھائیں اور ہمارے لئے ایسے سامان مہیا کردیئے کہ دوسرے سب کاموں کیطرف سے بے نیاز ہو کر ہم پوری دلجمعی اور اطمینان کیساتھ اس مبارک کام میں منہمک ہوسکے یہ اُنکے خلوص نیت ہی کا ثمرہ ہے جو خداوند کریم کیطرف سے اسطرح دیا گیا ہے کہ سیدنا حضرت زبیرؓ کی (جن سے انہیں صلبی تعلق بھی ہے) سیرت مبارکہ موجودہ صورت میں منظر عام پر آگئی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ عزیز موصوف ہمارے شکریہ سے بے نیاز ہیں مگر ہمارے لئے انکا شکریہ ادا کرنا لازم ہے اور دعا ہے کہ وہ اس حیات مبارکہ کے طفیل میں ہمیشہ دین و دنیا میں کامیاب و بامراد رہیں اور صحت و تندرستی نیز خوشی و خوشحالی ہر گھڑی ان کے شامل حال رہے آمین ثم آمین۔ فقط

تحسین احمد زبیری

۱۹ شوال المکرم سنہ ۱۳۴۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حواریِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سلسلۂ نسب

سلسلۂ نسب یہ ہے نسب زبیرؓ بن العوامؓ بن خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہؓ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معدؓ بن عدنان۔

عدنان کا سلسلہ آگے چل کر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام بن حضرت ابراہیم علیہ السلام تک پہونچتا ہے۔ جن کے متعلق اہل عرب کا خیال ہے کہ آپ کے بعد جو عرب ظہور میں آئے اُن کے آپ ہی مورث اعلیٰ اور جدِ کبیر ہیں۔ چنانچہ اس بارے میں علی بن[۲] رباح لخمی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تمام عرب (حضرت) اسمٰعیلؑ بن (حضرت) ابراہیمؑ کی اولاد ہیں۔

فہر عدنان کی دسویں پشت میں فہر کو تجارتی سربلندی اور ہیبت وشوکت اور ریاست مکہ حاصل تھی۔ اور اُنہیں کی اولاد قریش کہلاتی ہے۔ چنانچہ ہشام بن محمد کے بیان کے مطابق فہر "جامع قریش" ہے۔

بعض مورخین فہر کے دادا نضر کو قریش اول اور فہر کو قریش دوم کہتے ہیں۔ کیونکہ نضر کی تمام نسل زیادہ تر فہر ہی سے چلی۔ اس لئے قریش کا خطاب بھی اُن کی طرف منتقل ہوگیا۔ اور تمام بنو فہر قریش کہلانے لگے[۳]۔

فہر کا زمانہ تیسری صدی عیسوی میں بیان کیا جاتا ہے۔

کعب فہر کے پڑپوتے کعب بن لوی بن غالب بن فہر بھی اپنے قبیلہ ہی میں نہیں بلکہ سارے عرب میں ممتاز اور صاحبِ عزّ و وقار تھے چنانچہ اہل عرب اپنے سنہ تاریخ کا شمار کعب کی وفات کے وقت سے لیا کرتے تھے۔

سوائے حضرت ابو عبیدہ بن عبد اللہ بن جراح بن اہیب بن ضمعہ بن حارث بن فہر کے جملہ حضرات عشرہ مبشرہ کے آپ ہی جدِ اعلیٰ ہیں کیونکہ ان سب کا سلسلۂ نسب آنحضرت صلعم کے سلسلۂ نسب سے مل کر آپ ہی پر منتہی ہوتا ہے۔

کلاب یہ کعب کے پوتے اور مرہؓ کے صاحبزادے ہیں۔ ان کا اصلی نام حکیم ہے۔ کلاب نام پڑنے کی وجہ یہ ہے کہ شکار دوست ہونے کی وجہ سے اُنہوں نے شکاری کُتّے بہت سے جمع کر رکھے تھے۔

---

[۱] علامہ مسعودی فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے سلسلۂ نسب میں معد سے ہم اس لئے آگے نہیں بڑھے کہ حضور صلعم نے اس کی ممانعت فرمائی ہے" آپ نے فرمایا ہے کہ نسب کی روایت کرنے والے اس سے آگے سلسلہ ملانے میں جھوٹ بولتے ہیں"۔ [۲] طبقات ابن سعد ص ۲ [۳] ترجمہ طبری جلد اوّل حصہ سوم ص ۲۵ و ۲۶۔

کلاب نہایت باوقار اور صاحب مرتبت شخص تھے اور آپ کے دونوں صاحبزادے زہرہ اور زید الملقب بہ قُصَی بہت نامور ہوئے۔

زہرہ بن کلاب

بنو زہرہ کے جد اعلیٰ ہیں۔ حضرت سعد بن وقاص رض اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رض جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اسی گھرانے کے افراد ہیں۔

عبد مناف بن زہرہ کے ایک بیٹے وہیب کی صاحبزادی ہالہ عبدالمطلب کی زوجہ اور آنحضرت صلعم کے تین چچاؤں سید الشہداء حضرت حمزہ رض، مقوم اور حجل اور ایک صاحبزادی سیدہ حضرت صفیہ رض (والدہ ماجدہ حضرت زبیر رض) کی ماں تھیں۔

عبد مناف بن زہرہ کے دوسرے صاحبزادے وہب کی صاحبزادی آمنہ آنحضرت صلعم کی والدہ ماجدہ تھیں۔

قُصَی بن کلاب

ان کو سرکار دو عالم صلعم، حضرت زبیر رض، حضرت علی رض اور حضرت عثمان رض کے جد چہارم ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ان کا اصلی نام زید تھا کعبہ کے متولی اور مکہ کے امیر حُلیل بن حُبشیہ الخزاعی نے اپنی بیٹی حُبّٰی کے ساتھ ان کی شادی کردی جس کے بطن سے ان کے چار بیٹے عبدالدار، عبد مناف، عبدالعزیٰ اور عبد قصی۔ اور دو بیٹیاں تخمر اور برّہ پیدا ہوئے۔ جب ان کے بیٹوں نے دور دراز ملکوں میں جاکر تجارت کے ذریعہ دولت وعزت حاصل کرلی تو قصی کی طاقت بہت بڑھ گئی۔

تولیت کعبہ وحکومت مکہ

تولیت کعبہ حضرت اسمٰعیل کی اولاد سے نکل کر خاندان جرہم میں آگئی تھی۔ اور بعد ازاں قبیلۂ خزاعہ نے کعبہ پر قبضہ کرلیا تھا قصی کے خسر کا تعلق آخر الذکر قبیلۂ خزاعہ سے تھا۔ جب ان کے خسر کا بغیر اولاد نرینہ انتقال ہوگیا تو انہوں نے قریش اور کنانہ سے مل کر جرہم وخزاعہ کے قبیلوں کو اندرون شہر سے نکال باہر کیا اور حضرت اسمٰعیل کی اولاد ہونے کی وجہ سے خانہ کعبہ کی تولیت اور مکہ کی امارت حاصل کرلی۔ اور[1] قریش کے تمام قبیلوں کو اکٹھا کرکے مکہ میں آباد کیا۔ اس سے بیشتر یہ قبائل شہر مکہ کے باہر وادیوں اور پہاڑوں میں سکونت پذیر تھے۔

کیونکہ قصی کی وجہ سے قریش کا نظام پایۂ تکمیل کو پہنچا تھا اس لئے قریش نے ان کا نام مُجمّع رکھا اور اُن کے اقبال سے نیک فال لیتے لگے۔ قریش کے جملہ دینی ودنیاوی امور کا تصفیہ اُن ہی کی رائے اور حکم پر منحصر ہوگیا۔ اور وہ اپنے تمام کام زندگی کے ہوں یا موت کے قصی کی سعادت، فضل اور شرافت کی وجہ سے مذہبی عقیدے کی طرح اُن کے بغیر انجام نہ دیتے۔

قصی پہلے شخص ہیں جنھیں حکومت وبادشاہت ملی اور ان کی قوم نے دل سے اُن کی اطاعت کی۔ انہوں نے

قیام دار الندوہ

ایک دار الندوہ بھی (دار المشورہ) بنایا۔ یہ قریشیوں کی پارلیمنٹ تھی۔ جہاں جملہ ملکی۔ مالی۔ مذہبی۔ جنگی اور معاشرتی معاملات طے کئے جاتے تھے۔ چالیس سال سے کم کا کوئی شخص اس کا رکن نہیں بنایا جاتا تھا۔ لیکن قصی کے چاروں صاحبزادے اس عمر کی قید سے مستثنیٰ قرار دئے گئے تھے۔ اس طرح قصی نے باقاعدہ گورنمنٹ قائم کرکے اس کے قانون اور قاعدے مقرر کئے۔ رعایا پر ٹیکس لگایا اور ہر طرح حجازی سلطنت کو مستحکم بنیادوں پر قائم کیا۔

قصی نے مرنے سے قبل یہ دیکھ کر کہ اُن کا بڑا لڑکا عبدالدار اپنے دوسرے بھائیوں عبد مناف وعبدالعزیٰ سے عزت ودولت میں کمزور ہے۔ دار المشورہ یعنی دار الندوہ۔ رفادہ (حاجیوں کے کھانے کا انتظام) سقایہ (حاجیوں کے پانی کا انتظام) کعبہ کی تولیت، لوا وغیرہ وغیرہ جملہ خدمتیں اس کے سپرد کردیں۔ قصی اور عبدالدار کی حیات میں دوسرے بھائیوں اور ان کی اولاد نے اس جانب کوئی توجہ نہیں دی۔ لیکن ان بزرگوں کے اٹھ جانے کے بعد آنحضرت صلعم کے پڑدادا ہاشم بن عبد مناف بن قصی اور حضرت زبیر رض کے پڑدادا اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی اور دوسرے قبائل نے اپنے حقوق طلب کئے۔ مکہ کے جملہ قبائل میں جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں مگر آخر کار صلح صفائی ہوگئی۔ اور اسد بن عبدالعزیٰ کو دار الندوہ کی صدارت وانتظام

---

[1] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم ص ۱۹۔

حج کے آنے والوں کی دعوت اور محتاجوں کی خبر گیری سپرد ہوئی۔ اور ہاشم بن عبد مناف کے بھائی عبد الشمس کو ٹیکس جمع کرنے اور حاجیوں کے لئے پانی مہیا کرنے کا انتظام تفویض ہوا۔ دوسرے اداروں کی تقسیم بھی عمل میں آئی۔ اور عبد الدار کی اولاد کے حوالے فوجی انتظام اور تولیت کعبہ رہی[1]۔

قصیٰ[2] کے بعد سیاسی فرائض کسی ایک فرد میں دوبارہ جمع نہ ہو سکے۔ اور ابن عبد ربہ کے مطابق قریش کے حسب ذیل دس قبائلی گھرانوں کی اعیاناتِ قائم ہو گئی تھی۔[3]
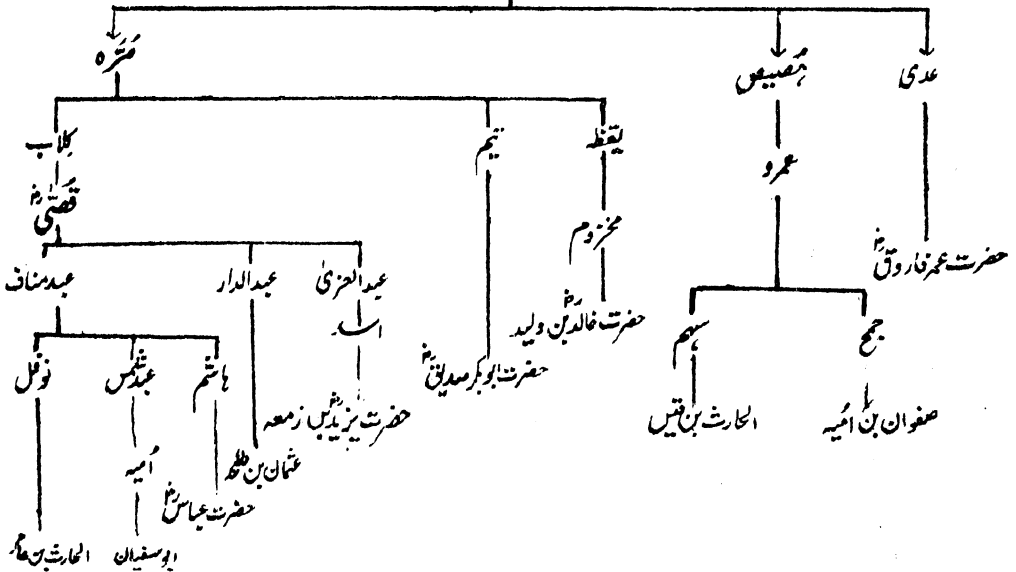
ان قبائل قریش نے ایک اچھا خاصہ ترقی یافتہ دستورِ مملکت قائم کر لیا تھا جس میں تمام اہم اور بنیادی امور کا انتظام تھا ایک دو نہیں۔ ان دس گھرانوں میں نظم ونسق کی روایتیں اور تجارب پیدا ہو گئے تھے۔

ہاشم قصیٰؓ کی اولاد خوب پھلی پھولی اور آج تک شرافت ونجابت کو اس سے شرف حاصل ہے چنانچہ ہاشم بن عبد مناف بن قصیٰ نے نام آوری حاصل کی اور بنو ہاشم کے جد اعلیٰ ہوئے آپ کے صاحبزادے عبد المطلب آنحضرت صلعم کے دادا اور حضرت زبیر رض کے نانا تھے علاوہ ازیں قصیٰ کی اولاد کا دوسرا گھرانا بنو اسد بھی بڑا نامور رہا۔ اسی خاندان میں حضرت زبیر رض شامل ہیں۔

بنو اسد بن عبد العزیٰ

اسد بن عبد العزیٰ بن قصیٰ بڑے نامور اور با وجاہت وذی حشم سردار قریش تھے۔ دار الندوہ یعنی قریشی پارلیمنٹ کی صدارت وانتظام آپ سے متعلق ہوا اور اس خدمت پر آپ کی اولاد بھی نسلاً بعد نسل متمکن رہی اس کے علاوہ آپ ایک نئے بطن اسدی[4] کے بھی اسی طرح مورث اعلیٰ ہوئے جس طرح آپ کے حقیقی چچازاد بھائی ہاشم بن عبد مناف ابن قصیٰ ہاشمی قبیلہ کے مورث اعلیٰ ہوئے۔

---

۱ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ (۹ تا ۲۳) ۲ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی صفحہ (۳۹ تا ۴۱) مولفہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب مطبوعہ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور ۱۳۶۹ ہجری مبارک

۳ اس شجرہ میں پوری تفصیل نہیں دی گئی ہے بلکہ شروع اور درمیان کے کچھ نام دیکر آخر میں ان شخصیتوں کے نام لکھے ہیں جو رسول اللہ صلعم کے زمانے میں خدمات کے حامل تھے۔

۴ عقد الفرید جلد دوم صفحہ (۲، ۳) وکتاب المحبر صفحہ (۱۶۶ و ۱۶۷) وکتاب الانساب امام سمعانی۔

آپ کو سرکار دو عالم صلعم کے اجداد میں ہونے کا شرف حاصل ہے۔ کیونکہ آپ کی صاحبزادی اُم حبیب آنحضرت صلعم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کی حقیقی نانی تھیں۔ اور سرکار دو عالم صلعم کے چچا سید الشہدا حضرت حمزہؓ اور اُن کی حقیقی بہن سیدہ حضرت صفیہؓ (والدہ محترمہ حضرت زبیرؓ) جناب اَسَدؔ کی پوتی عیلہ بنت مُطّلب بن اَسَدؔ کے نواسے اور نواسی تھے۔ آپ نے اپنے چچا زاد بھائی ہاشم بن عبد مناف بن قصیؔ کی ایک صاحبزادی خالدہ بنت ہاشم سے بھی شادی کی تھی۔

اولاد آپ کو خدا نے دو بیویوں کے بطن سے سات صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں عطا فرمائی تھیں جن کے نام عمروؓ۔ ابو صیفیؓ الحارث۔ نوفل۔ حویرثؓ۔ المطلب۔ خویلد۔ اور اُم حبیب۔ رُقیقہ[1] وارب[2] ہیں۔

عمرو آپ نے طویل عمر پائی۔ اُم المومنین بی بی خدیجہؓ کے چچا کی حیثیت سے اس لئے مشہور ہیں کہ آپ ہی نے اُن کا نکاح[3] آنحضرت صلعم سے پڑھا تھا۔

ابو صیفی آپ بھی نامور لوگوں میں تھے۔ ابن درید نے صفحہ (۱۰۱) پر آپ کا تذکرہ کیا ہے۔

وَرقہ بن نوفل پہلے شخص ہیں جنھوں نے قریش میں سُریانی اور عبرانی زبانوں کو حاصل کیا اور ان میں مہارت پیدا کی آپ ہی ہیں جنھوں نے عبرانی سے انجیل و توریت کا ترجمہ عربی زبان میں کیا۔

قریشیوں میں قبل از اسلام جن چار اشخاص نے بُت پرستی سے بیزاری کا اظہار کیا تھا اُن میں سے ایک آپ اور دوسرے آپ کے چچا زاد بھائی عثمان بن حویرث بن اَسَد تھے۔

اِس دنیا میں آپ پہلے شخص ہیں کہ جب آنحضرت صلعم پر پہلی وحی نازل ہوئی اور آپ خوف زدہ ہو گئے تھے تو آپ کی اس حالت کو دیکھ کر ام المومنین بی بی خدیجہؓ آنحضرت صلعم کو وَرقہ کے پاس لے گئیں تھیں۔ جس پر وَرقہ نے آپ کو تسلی دی اور کہا کہ تو ہی وہ[4] پیغمبر ہے جس کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ اگر میں اُس وقت تک زندہ رہا جب علانیہ طور سے مبعوث ہو تو میں تیری پُرزور حمایت کرونگا۔

وَرقہ نے اس کے بعد بھی متعدد مرتبہ آنحضرت صلعم کی تعلیم کے متعلق علانیہ طور سے اعتراف کیا ہے۔

وَرقہ ہی ہیں جنھوں نے آنحضرت صلعم کے مبعوث ہونے سے قبل سیّدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ کو آنحضرت صلعم کے مبعوث ہونے کی بشارت دی تھی۔ اور یہی وجہ تھی کہ حضرت صدیق اکبرؓ حضور اکرم صلعم کے مبعوث ہوتے ہی ایمان لے آئے اور تصدیق[5] نبوت فرمائی۔

وَرقہؓ بن نوفل کے جنّتی ہونے کی بھی سرکار دو عالم صلعم نے بشارت فرمائی ہے۔ ورقہؓ بن نوفل آنحضرت صلعم کے علانیہ طور پر مبعوث ہونے سے قبل ہی نوّے سال سے زیادہ عمر میں وفات پا گئے[6]۔

عثمان بن الحویرث بن اَسَد آپ حرب فجار[9] میں ایک مرتبہ اپنے قبیلہ کے سردار تھے[10]۔ آنحضرت صلعم کے مبعوث ہونے سے قبل قریش کے چار بزرگوں عثمان بن الحویرث ان کے چچا زاد بھائی وَرقہ بن نوفل حضرت عمرؓ کے چچا زید بن عمرو بن نفیل اور عبد اللہ بن جحش نے ایک جگہ جمع ہو کر بُت پرستی سے بیزاری ظاہر کی اور دین ابراہیمی کی تلاش میں دُور و دراز ملکوں کے سفر کئے۔ چنانچہ عثمان بن حویرث دین الٰہی کی تلاش میں شام گئے۔ اور وہاں سے قیصر رُوم کے پاس جا کر نصرانی ہو گئے۔ قیصر رُوم سے اُن کے بیحد مخلصانہ تعلقات پیدا ہو گئے تھے۔ یہ ایک باحوصلہ شخص تھے۔ قیصر ان کی

۱؎ ذاتی میلی الزبیر ۲؎ طبقات ابن سعد جلد اول صفحہ (۱۱۳ و ۱۱۴) ۳؎ ترجمہ سیرت ابن ہشام جلد اول صفحہ (۲۰۹) ۴؎ ابن درید صفحہ (۱۷۵) ۵؎ ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۹۴ ۶؎ آغانی جلد (۳) صفحہ (۱۴) و نووی صفحہ (۱۱۴) ابن اثیر جلد (۵) صفحہ (۸۸) ۷؎ ترجمہ سیرت ابن ہشام جلد (۱) صفحہ (۲۸۰) ۸؎ ترجمہ خصائص الکبریٰ سیوطی صفحہ (۵۵ و ۵۶) ۹؎ القول الجمیل مع شرح شفاء العلیل صفحہ (۹۶) مولفہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ و خصائص الکبریٰ صفحہ (۲۴۰) ۱۰؎ اسی نام کی چار لڑائیاں مختلف اوقات میں ہوئی تھیں ۱۱؎ کتاب المحبر صفحہ ۱۷۰۔

بہت عزت کرتا تھا۔ اور اس نے انہیں حکومت مکہ کا فرمان دیکر روانہ کیا تھا جس میں مکہ والوں کو حکم دیا تھا کہ ان کو اپنا بادشاہ تسلیم کرلیں۔ بقول ڈاکٹر حمید اللہ صاحب۔ عثمان کے لئے بڑے اچھے مواقع حاصل تھے۔ کیونکہ مکہ والے غلّا اور دوسری ضروریات نیز تجارتی کاروبار کے لئے مصر، فلسطین اور شام کے رُومی صوبوں کے دستِ نگر تھے۔ اس لئے وہ آسانی سے فرمانِ قیصری کو نظرانداز نہیں کرسکتے تھے۔ مگر مکہ کے ایک جلسہ میں جو اسی غرض سے منعقد کیا گیا تھا۔ عثمان ہی کے ایک رشتہ دار نے جلسہ میں اُٹھ کر اس خیال کی مخالفت کی اور کہا کہ مکہ کے آزاد باشندے بادشاہت کی بدعنوانیوں کو کسی طرح نہیں قبول کرسکتے۔ اس کی وجہ سے جلسے کی رائے بدل گئی اور عثمان محروم ہوکر شام واپس چلے گئے۔

قیصر روم نے اس کا بدلہ یوں لیا کہ اپنے قلمرو کو مکہ والوں کے لئے بند کردی۔ اور اُن کے جو تاجر اُس وقت قیصری مملکت میں موجود تھے اُنہیں قید کرلیا۔

حمید بن زُہیر بن حارث بن اُسد انکی اولاد میں عبد اللہ ابوبکر الحمیدیؒ ہیں بنو اَسد بن عبدالعزیٰ میں آپ کے نام سے ایک نیا بطن یا گھرانہ قائم ہوا جس کو الحمیدی[ا] کہا جاتا ہے۔

عبد اللہ ابوبکر الحُمیدی بن الزُّبیر بن عیسیٰ بن عبید اللہ بن الزبیر بن عبد اللہ بن حمید۔ اپنے زمانے کے فاضلین میں سے تھے۔ اور علامہ سفیان بن عُیینہ کے شاگردِ[۲] رشید تھے۔ جن کی خدمت میں آپ انیس[۳] سال تک رہ کر کسب علوم کیا آپ روایت میں بڑے ثابت قدم تھے مسلم[۴] بن خالد وکیع۔ اور امام شافعیؒ وغیرہ آپ سے روایت بیان کرتے ہیں۔ حضرت امام شافعیؒ کے ہمراہ آپ نے مصر کا سفر کیا تھا۔ اور اُن کے انتقال تک وہیں رہے۔

یعقوب بن سفیان کہتے ہیں کہ میں نے اسلام اور مسلمانوں کی بھلائی چاہنے والا عبد اللہ ابوبکر حمیدی سے زیادہ کوئی نہیں دیکھا۔ آپ کے سب سے مشہور شاگرد صحیح بخاری کے جامع محمد بن اسمٰعیل بخاری ہیں جنھوں نے صحیح[۵] بخاری کی ابتدا انہیں کی حدیث سے کی ہے۔ اور اُنہوں نے بہت سی حدیثیں آپ سے روایت کی ہیں۔

آپ کا انتقال ۲۱۹ھ میں بمقام مکہ ہوا۔

ابوالبختری عاص بن ہشام بن الحارث بن اَسد یہ آنحضرت صلعم کے دشمنوں میں تو شامل تھے مگر ان سے بُغض نہیں رکھتے تھے۔ اُنہوں نے کئی مرتبہ اُن لوگوں کی مخالفت کی تھی جو آنحضرت صلعم کو ستایا کرتے تھے[۶] چنانچہ ایک دن شعب ابوطالب میں آنحضرت صلعم کو حکیم بن حزام کچھ گیہوں پہنچانے کے لئے جا رہے تھے تو اُن کو ابوجہل نے پہنچانے سے روکا ابوالبختری وہیں ایسے موقع پر پہنچ گئے اور اس کو اس حرکت سے منع کیا پھر ابوجہل کی سخت کلامی پر اُس کو ایک ڈنڈے سے ایسی ضرب لگائی کہ وہ لہولہان اور بیدم ہوگیا[۷]۔ اور شعب ابوطالب میں سے آنحضرت صلعم اور خود ہاشم کو نکال لانے والوں میں سے ایک تھے۔ اسی لئے[۸] جنگ بدر میں جب یہ مکہ کے لشکر کے ساتھ مقابلہ کے لئے آئے تو آنحضرت صلعم نے ان کے قتل کرنے سے مسلمانوں کو منع فرما دیا تھا۔ جب لڑائی میں ایک مسلمان مجذرؓ نے ان کے مقابلہ میں آکر کہا کہ ہتھیار ڈال دو آنحضرت صلعم نے تمہارے قتل کرنے سے ہمیں منع فرمایا ہے تو ابوالبختری نے اُن سے اپنے ساتھی کے لئے پوچھا کہ اس کے لئے کیا حکم ہوا ہے۔ مجذرؓ نے جواب دیا کہ ہم اسے قتل کردیں گے۔ یہ حکم صرف تمہارے لئے ہے ابوالبختری نے یہ سنکر شعر پڑھا[۹] ایک شریف زادہ کبھی اپنے ساتھی کو دشمن کے حوالے نہیں کرتا۔ اب چاہے وہ کامیاب ہو یا مرجائے" لڑے اور مارے گئے۔

[ا] طبقات الحفاظ جلد ۸) ڈاکٹر قُصیّی الزبیر صفحہ (۱۰۱) [۲] طبقات ابن سعد جزء خامس صفحہ (۳۶۸) و طبقات الحفاظ [۳] ترجمہ اکمال فی اسماء الرجال صفحہ (۵۰۱) والمصابیح ترجمہ مشکواۃ شریف صفحہ (۱۰۳۲) [۴] طبقات الحفاظ جلد ۸۔ ڈاکٹر قُصیّی الزبیر صفحہ (۱۰۱) و ترجمہ مشکواۃ شریف صفحہ (۲) [۵] کتاب الانساب [۶] امام سمعانی جلد ا [۷] ترجمہ طبری جلد اوّل حصہ سوم صفحہ (۹۲) [۸] ترجمہ طبری جلد (ا) حصہ سوم صفحہ (۱۴۳) [۹] ترجمہ طبری جلد ا حصہ سوم صفحہ (۹۲ و ۱۹۳)۔

عمروؓ بن اُمیہ بن حارث بن اَسَد | آپؓ ابتدائے اسلام میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اور حبشہ کی طرف ہجرت کی اور بہ اتفاق رواۃ دوسری ہجرت حبشہ میں وہیں اُن کی وفات ہوئی۔[۱]

فاطمہؓ بنت ابی حُبیش قیس بن مطلب بن اَسَد | احادیث[۲] کی کتابوں میں ان کا ذکر ہوا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ انھوں نے آنحضرت[۳] سے نماز کے متعلق ایک سوال کیا تھا جس کا رسول اکرم صلعم نے جواب دیا تھا۔

یہ وہ خاتون ہیں[۴] جن سے استحاضہ کی حدیث روایت ہے اور ان سے حضرت عروہؓ بن حضرت زبیرؓ اور حضرت اُم سلمہؓ نے روایت کی ہے۔ یہ فاطمہ عبداللہ بن جحش کی بیوی تھیں اور اُم المومنین حضرت زینبؓ کی بھاوج۔ حضرت[۵] فاطمہؓ نے اُم المومنین حضرت عائشہؓ سے بہت حدیثیں روایت کی ہیں۔

سائب بن ابی حُبیش قیس | آپ جنگ بدر میں کفار قریش کی طرف سے لڑکر مسلمانوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوگئے تھے پھر آپ[۶] نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ کی پوتی فاطمہ بنت[۷] عبداللہؓ بن سائب کی شادی حضرت مصعب بن حضرت زبیرؓ سے ہوئی اور یہاں عیسی الاکبر، عکاشہ اور سکینہ پیدا ہوئے۔

الاسود بن مطلب بن اَسَد | یہ قریش کے چند بڑے نامور سرداروں میں ایک تھا۔ اس نے ہی[۸] اپنے چچازاد بھائی عثمان بن حویرث کی اس خواہش کو کہ قیصر رُوم کی مدد سے خود کو مکہ کا بادشاہ بنائیں پامال کر دیا تھا۔ خانہ کعبہ کی[۹] تعمیر کے جھگڑے میں بھی یہ سب میں پیش پیش تھا۔ اور جنگ پہ بالکل آمادہ تھا۔ لیکن اس موقع پر آنحضرت صلعم کے حسن تدبیر جس سے جنگ رُک گئی بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ لیکن یہ اسلام نہیں لایا۔ اور کفر پر شدت سے قایم رہا۔ اس کے دو بیٹے اور ایک[۱۰] پوتا جنگ بدر میں مارے گئے۔ اور باقی بیٹوں اور اُن کی اولاد نے اسلام قبول کیا۔ اور اسلام کے نامور ہیرو ہوئے۔

حضرت ہبارؓ بن اسود بن مطلب | مکہ کے عمائدین میں تھے فتح مکہ کے بعد آپ نے اسلام قبول کیا۔ اور ۱۵ھ میں[۱۱] اجنادین (ملک شام کی) لڑائی میں رومیوں کے مقابلہ میں شہید ہو گئے۔ آپ کی اولاد میں عمر بن عبدالعزیز نے سندھ میں عمران گورنر سندھ کو قتل کر کے خلیفہ متوکل کے زمانے میں ایک وسیع اور خود مختار قریشی سلطنت[۱۱] ۲۳۸ھ میں قائم کر لی تھی جس کا دار السلطنت منصورہ تھا۔ یہ سلطنت ۳۸۲ھ تک آپ کی اولاد میں متوارث رہی۔ آپ ہی کی اولاد میں شیخ الاسلام حضرت بہاؤ الدین ذکریا سہروردی ملتانی المتوفی ۶۶۶ھ ہوئے ہیں۔ اور آپ ہی کی نسل میں ایک دولت مند۔ صاحب حوصلہ۔ سمجھدار اور بوڑھے بزرگ بحر ہند ہوتے ہوئے چین تشریف لے گئے۔ اور وہاں بڑی عزت و حرمت کے ساتھ شہنشاہ چین کے مہمان رہے۔ انہوں نے چین سے متعلق جو حالات ابو زید محمد بن یزید سیرافی سے بیان کئے تھے۔ اُن حالات کو علامہ مسعودی نے اپنی کتاب مروج الذہب و معدن الجواہر میں ابو زید سے سن کر درج کیا ہے۔

ربیعہ بن الاسود بن مطلب | آپ نے مسافروں کے لئے ایک کھجور[۱۲] کا درخت وقف کر دیا تھا جسے آنحضرت صلعم نے بہت احسن کام قرار دیا تھا۔ چنانچہ قبیلہ بکر بن وائل کے ایک شخص نے شعر کہا تھا کہ "یہ ہی وہ چیز ہے کہ جس کے متعلق (حضرت امیر معاویہؓ نے کہا تھا کہ۔ کاش میں ربیعہ بن الاسود کے کھجور کا درخت والا ہوتا اور خلافت مجھے نہ ملتی"

---

[۱] طبقات ابن سعد جلد ۳ صفحہ (۸۹) و جزو اول صفحہ (۱۳۸) [۲] ابن اثیر جلد ۵ صفحہ (۵۱۸) و ابن الحجر جلد ۴ صفحہ (۳۳۷) و نووی صفحہ ۲۸۲۔ و صحیح بخاری [۳] ترجمہ اکمال فی اسماء الرجال صفحہ (۱۳۳) [۴] سیرت حضرت عائشہؓ صفحہ ۴۳ مولفہ سید سلیمان ندوی [۵] شمس التواریخ جلد اول صفحہ ۱۴۹ مطبوعہ مطبع منبع النور آگرہ ۱۳۱۵ھ [۶] طبقات ابن سعد [۷] تاریخ کر جلد ۲ صفحہ ۱۲۵ [۸] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۳ و ۹ [۹] ابن ہشام صفحہ ۱۲۶ [۱۰] الکامل ابن اثیر جلد ہشتم صفحہ ۲۰۰ [۱۱] فتوح البلدان بلاذری جزو دوم صفحہ ۳۰۳ یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۵۹۹ و ابن حوقل کی کتاب المسالک الممالک مطبوعہ بیروت۔ و ترجمہ طبری جلد سوم حصہ سوم و چہارم صفحہ ۱۵۴ و ۵۲۴ و آئینہ حقیقت نما باب ۱۰۱ صفحہ ۱۲۰ تا ۱۲۲ و عجائب الہند مولفہ بزرگ بن شہریار مطبوعہ لیڈن صفحہ ۳ و ۴ و ۳۰۳ و ۳۰۴ و التنبیہ والاشراف علامہ مسعودی و مروج الذہب و معدن الجواہر مسعودی صفحہ ۲۷۵ تا ۳۸۰ [۱۲] کتاب المحبر صفحہ (۳۴۴)۔

یزید بن ربیعہ بن اسود بن مطلب

آپ سے بھی دار الندوہ کا انتظام متعلق رہا تھا۔ قریش کے جو دس منصبوں میں ایک منصب تھا اور خاندان اسد سے تعلق رکھتا تھا۔
آپ ۶۳ھ میں جنگ حرہ میں شہید ہوئے۔

زمعہ بن الاسود بن مطلب

یہ اپنی فیاضیوں کی وجہ سے بہت مشہور تھے اور اُن تین لوگوں میں سے تھے جن کے نام کے ساتھ ذات الرقب (سفر کے لئے سہارا) بطور لقب کے استعمال کیا جاتا تھا۔ خاص کر اس وجہ سے کہ تجارتی سفر کے موقعوں پر شام کی تمام زبانوں کے ماہر ہونے کی وجہ سے سارے کاروان والوں کی ترجمانی کر سکتے تھے۔
یہ جب سفر پر جاتے تو ان کے ساتھ کا کوئی شخص کھانا نہیں پکاتا تھا۔ یہ سب کو اپنے دسترخوان پر ہی کھلاتے تھے۔
ان کی بیوی قریبۃ الکبریٰ بنت ابی امیہ۔ ام المومنین حضرت بی بی ام سلمہؓ کی بہن تھیں۔
بنی ہاشم کو شعب ابوطالب میں سے نکال کرنے آنیوالوں میں سے ایک یہ بھی تھے۔
یہ بحالت کفر جنگ بدر میں مارے گئے۔

یزید بن زمعہ بن الاسود بن مطلب

آپ کا وقار مکہ میں بہت تھا جب کبھی قریش پنچایت کرتے تو وہ فیصلہ کا انحصار آپ ہی پر رکھتے اور سارے معاملہ کو آپ ہی کے سپرد کر دیتے۔
جب آپ کبھی کسی تجویز کے موافق ہوتے تو خاموش رہتے تھے اور جب کبھی مخالف ہوتے تھے تو پوری مجلس کی رائے کے خلاف آپ کا فیصلہ قابل تسلیم ہوتا تھا۔
آپ نے ابتداء ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا اور آپ اُن لوگوں میں تھے جنہوں نے حبشہ کو ہجرت کی تھی۔
فتح خیبر کے بعد جب آپ حبشہ سے واپس ہوئے تو آپ نے سرکار دوعالم صلعم کے ساتھ شریک ہو کر تمام غزوات میں حصہ لیا۔ اور جنگ حنین میں شہید ہوئے۔ کیونکہ آپ کا گھوڑا اجناح بدک گیا جس سے آپ گر پڑے اور شہید کر دئے گئے۔ بعض لوگوں کا خیال یہ بھی ہے کہ آپ طائف کی جنگ میں شہید ہوئے تھے۔ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ آپ کی خالہ تھیں۔

عبداللہ بن زمعہ

آپ کا شمار بھی باوقار قریشیوں میں تھا۔ آپ نے شروع ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ اور آنحضرت صلعم کی خدمت میں اجنبی لوگوں کو پیش کرنے پر مامور تھے۔
حالت مرض میں جب آنحضرت صلعم نے کسی کو نماز پڑھانے کے لئے ارشاد فرمایا تو آپ ہی نے مسجد نبویؐ میں جا کر حضرت صدیق اکبرؓ کے نہ ہونے کی وجہ سے حضرت عمرؓ کو امامت کے لئے کہا تھا۔
آپ ام المومنین حضرت زینبؓ کے پہلے خاوند تھے۔ اسی لئے آپ کے بیٹے ابوعبیدہ کو ابن زینبؓ بھی کہا گیا ہے۔ آپ کا شمار اہل مدینہ میں ہوتا ہے۔ اور آپ سے حضرت عروہؓ بن حضرت زبیرؓ جیسے اصحاب نے روایت کیا ہے۔ صحیح بخاری میں بھی آپ کی حدیثیں موجود ہیں۔
حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے وقت اُن کی حفاظت کرتے ہوئے آپ خود بھی شہید ہو گئے۔ عبداللہ بن زمعہ کے صاحبزادے ابوعبیدہ بہت فراخ دل باحوصلہ اور مہمان نواز تھے۔ جن کی صاحبزادی ہند سے عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن حضرت حسنؓ کی شادی

---

[1] عقد الفرید [2] ترجمہ کامل ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۲۵۱ [3] ابن ہشام صفحہ (۵۰۸) [4] کتاب المحبر صفحہ ۱۳۰ [5] کتاب المحبر صفحہ ۱۰۲ و ۱۰۳ [6] ڈرائی فیلی الزبیرؓ صفحہ ۱۳ [7] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۱۲۳ [8] ابن ہشام صفحہ ۵۰۸ [9] کامل ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۱۰ [10] ڈرائی فیلی الزبیر صفحہ ۱۳ [11] ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۱۶۴ [12] ازالۃ الخلفاء عن خلافت الخلفاء جلد اول اردو شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی صفحہ ۲۵ [13] طبقات ابن سعد ترجمہ اردو حصہ چہارم صفحہ ۳۲ و ۳۳ [14] ترجمہ اکمال فی اسماء الرجال صفحہ ۵ [15] ڈرائی فیلی الزبیرؓ صفحہ ۱۳ [16] مشکوٰۃ المصابیح ترجمہ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۹۹۹ و ترجمہ اکمال فی اسماء الرجال صفحہ ۸۰ [17] صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۱۴۳ [18] ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۱۶۴ [19] ڈرائی فیلی الزبیر صفحہ ۱۵

ہوئی تھی اور جن کے بطن سے محمد مہدی (نفس ذکیہ) اور ابراہیم دو بیٹے تھے جنھوں نے ۱۴۵ھ میں ابوجعفر منصور عباسی کے خلاف خروج کیے تھے۔ محمد بن بشیر الحجری مشہور شاعر ابو عبیدہ ہی کے پاس مستقل مہمان کی حیثیت سے مقیم رہا کرتے تھے۔ عثمان بن حکیم سے مروی ہے کہ میں نے ابی عبیدہ بن عبد اللہ بن زمعہ کے خاندان کے پاس رسول اللہ صلعم کے چند موئے مبارک دیکھے جو حنا سے رنگے ہوئے تھے۔

خویلد بن اسد

یہ سرداران قریش میں نہایت معزز اور ممتاز درجہ رکھتے تھے۔ اور اپنے بنی عم بنو عبد الدار بن قصی کے کہ میں حلیف تھے حرب فجار دوم میں قبیلہ بنی اسد کی قیادت آپ کے ہاتھ میں تھی یہ جنگ عام الفیل سے بیس سال بعد مکہ کے قریب میدان عکاس میں ہوئی تھی۔ یہ عرب کی سب سے بڑی اور مشہور جنگ ہے۔ ابتداءً قریش پسپا ہو رہے تھے لیکن ان کے عزم و ثبات نے جنگ کا رخ بدل دیا۔ اور بنو قیس نے ہزیمت اٹھائی۔ اسی حرب فجار میں ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے والد اور حضرت زبیرؓ کے دادا خویلد بن اسد مشہور رانہ لڑتے ہوئے مارے گئے۔

محمد بن حبیب المتوفی ۲۴۵ھ نے لکھا ہے زمانہ جاہلیت میں شرف اور سرداری قریش میں قصی بن کلاب کی اولاد کو حاصل تھی۔ اس بارے میں ان سے کوئی جھگڑا نہ تھا۔ اور ان کے مقابلہ میں کسی کو فخر و ناز بھی نہ تھا ان ہی کی اطاعت ہوتی رہی اور وہ ہی سرداری کرتے رہے۔

ان کی اولاد ام المومنین حضرت خدیجہؓ حضرت ہالہؓ۔ رقیقہ۔ خالدہ۔ نوفل۔ اسد حزامؓ (والد حضرت حکیمؓ) العوام (والد ماجد حضرت زبیرؓ) اور عدی ہیں۔

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلدؓ

آپ بڑی صاحب دولت و ثروت بیوی تھیں وہ اپنا مال تجارت ملک شام و عراق و یمن میں بھیجا کرتی تھیں۔ اور وہ اتنا ہوتا تھا کہ ان کی سامان ڈھونے والی اونٹنیاں۔ تمام قریش کے سامان لے جانے والی اونٹنیوں کے برابر ہوتی تھیں۔ چنانچہ سرکار دو عالم صلعم نے بھی اس کام کو انجام دیا۔ اور جس میں پہلے سے کہیں زیادہ نفع حاصل ہوا۔

آپ بیوہ تھیں۔ حسن و جمال و عقل و دانش میں یکتا اور دولت و ثروت اور مروت و شریفانہ اخلاق میں فرد تھیں۔ آپ کے ان اوصاف نے اشراف قریش کو آپ کا گرویدہ بنا دیا تھا۔ اور آپ کو برابر پیام نکاح وصول ہوتے رہتے تھے لیکن قضا و قدر کو کچھ اور منظور تھا۔ اور آپ کو ام المومنینؓ بننے کا فخر حاصل ہونا تھا لہذا آپ سرور دو عالم صلعم کے ازدواج میں آئیں بقول طبری اس زمانہ میں آپ سب سے زیادہ نجیب۔ شریف اور دولت مند خاتون تھیں۔ پھر آپ نے جو خدمات ادا فرمائیں ان سے تاریخ اسلام بھری پڑی ہے۔ آپ ہی تھیں کہ جنھوں نے سب سے پہلے اسلام میں رسالت کی تصدیق کی۔ اور اپنی تمام دولت اسلام کی خدمت میں نثار کر دی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ آپ کے ہی دامن پر ورش میں پروان چڑھے رسالت مآب صلعم کو جو تکالیف اور شدائد برداشت کرنے پڑے ان میں آپ برابر کی شریک رہیں۔ بقول ابن ہشام آپ اسلام کے متعلق آنحضرت صلعم کی سچی مشیر کار اور ممد و معاون تھیں۔ سوائے ایک صاحبزادے حضرت ابراہیم کے جو ام المومنین حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ آنحضرت صلعم کی ساری اولاد۔ حضرت قاسم۔ حضرت عبد اللہ (الملقب بہ طاہر و طیب) اور بی بی زینبؓ بی بی رقیہؓ بی بی ام کلثومؓ اور بی بی فاطمہؓ آپ ہی کے بطن سے پیدا ہوئی۔

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ثالث صفحہ ۲۲۶ و ۲۲۷ [2] المعارف ابن قتیبہ صفحہ ۱۱۴ و کامل ابن اثیر جلد دوم صفحہ ۲۸ و جلد اول صفحہ ۳۴۴ [3] ترجمہ المعارف ابن قتیبہ صفحہ ۱۳۰ و سیرۃ الصحابہ صفحہ ۱ و شجرۂ ذاتی فیلی الزبیرؓ و طبقات ابن سعد جزو رابع صفحہ ۱۸۰ و کتاب المحبر صفحہ ۱۰۰ [4] المحبر صفحہ ۱۶۵۔

حضرت ہالہ بنت خویلد آپ کے صاحبزادے حضرت ابوالعاص بن ربیع سے رسول اللہ صلعم کی بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ کی شادی ہوئی تھی۔ حضرت ہالہؓ کی آوازؓ اپنی بہن اُم المومنین حضرت خدیجہؓ سے بہت مشابہتھی اور آنحضرت صلعم اکثر آپ کو تحائف بھیجتے رہتے تھے۔

نوفل بن خویلد یہ اپنے زمانے کے مشہور بہادر اور معزز لوگوں میں تھے۔ یہ اَسَدُ القریش یعنی قریش کے شیر کہلاتے تھے۔ اپنے بھائی العوام بن خویلد کے انتقال کے بعد اپنے بھتیجے حضرت زبیرؓ کے ولی تھے جن سے اُن کو بہت محبت تھی۔ مگر جب حضرت زبیرؓ کے مشرف بہ اسلام ہونے کی خبر اُن کو ہوئی تو وہ بھڑک اُٹھے اور حضرت زبیرؓ کو چٹائی میں لپیٹ دیتے کہ ہاتھ پاؤں نہ ہلا سکیں اور پھر اُن کی ناک میں دھواں پہنچاتے تھے کہ وہ اسلام سے پھر جائیں۔

جب حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت طلحہؓ کو اسلام لانیکی وجہ سے ان دونوں کو نوفل بن خویلد نے ایک ہی رسّی میں باندھ کر بہت ہی تکلیفیں پہنچائی تھیں تو اس واقعہ سے ان دونوں کا لقب قرینین پڑ گیا تھا۔ یعنی (باہم بندھے ہوئے) جنگ بدر میں اُمرائے قریش کے ساتھ جنگ کرنے کے واسطے گئے تھے۔ اور وہاں حضرت علیؓ کے ہاتھ سے مقتول ہوئے۔ ابن حجرؒ اور ڈاکٹر جیلی المزبیرؒ میں ہے کہ حضرت علیؓ یا خود اپنے بھتیجے حضرت زبیرؓ کے ہاتھ سے مقتول ہوئے۔

حضرت حکیمؓ ابن حزام بن خویلد آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ کی ولادت خانہ کعبہ کے اندر واقع ہوئی۔ حضرت علیؓ کی ولادت بھی خانہ کعبہ میں ہوئی لیکن حضرت حکیمؓ سے اڑتالیس برس بعد۔ زمانۂ جاہلیت میں بھی آپ قریش میں ممتاز شان رکھتے تھے اور زمانۂ اسلام میں بھی آپ کی امارت۔ صائب رائے۔ سخاوت۔ تقویٰ و طہارت مشہور تھی۔

زمانۂ جاہلیت میں آپ کو جو خلوص و الہانہ محبت آنحضرت صلعم سے تھی وہ ہر زمانہ میں قائم رہی۔ چنانچہ ہجرت کے بعد آنحضرت صلعم جب مدینہ تشریف لے آئے تب بھی یہ جذبۂ محبت و مودت برابر قایم رہا۔

اصابہ میں مذکور ہے کہ نبوت سے قبل آنحضرت صلعم کے جو تین خاص دوست تھے۔ اُن میں سے ایک آپ تھے۔ دوسرے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور تیسرے ضماد بن ثعلبہؓ تھے جو جاہلیت میں طبابت و جراحی کا پیشہ کرتے تھے بعد ازاں مکہ میں مسلمان ہوگئے تھے۔

آپ فتح مکہ کے دن اسلام لائے۔ رسول اللہ صلعم نے فتح مکہ میں اعلان فرمایا تھا کہ جو شخص حکیمؓ بن حزام اور ابوسفیانؓ بن حرب کے گھر میں پناہ لے گا اُسے امان ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ کے جنازہ کی نماز آپ ہی نے پڑھائی تھی۔ آپ نے ۵۴ھ میں ایک سو بیس برس کی عمر میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ علم نسب کے آپ بہت بڑے عالم تھے۔ (صحیح بخاری)

آنحضرت صلعم سے آپ کی محبت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ اسلام قبول کرنے سے بہت پہلے جب سردار قریش ہونے کی وجہ سے آپ بدر میں آئے تھے۔ آپ نے اس جنگ کو روکنے میں اپنے اثر سے کام لیکر سپہ سالار قریش کو جنگ نہ کرنے پر آمادہ کر لیا تھا۔ مگر جب ابوجہل کی شدید مخالفت کی وجہ سے جنگ ناگزیر ہوگئی تو آپ اس میں شریک نہیں ہوئے اور قبل جنگ مکہ کو روانہ ہوگئے۔

آپ شام سے چند غلام لائے تھے جن میں کم عمر زیدؓ بن حارثہ بھی تھے ان کے پاس ان کی پھوپھی اُم المومنین حضرت خدیجہؓ بن خویلد گئیں تو حکیمؓ نے اُن سے کہا کہ پھوپھی جان آپ ان چھوکروں میں سے جسے چاہیں منتخب فرمالیں وہ آپ کا۔

---

۱ ابن ہشام صفحہ ۴۶۲ ۲ نووی صفحہ ۱۴۴ ۳ ابن اثیر جلد ۵ صفحہ ۵۵۷ ۴ ابن حجر جلد ۴ صفحہ ۸۱۲ ۵ صحیح بخاری صفحہ ۱۶۶ ۶ ترجمہ المعارف بن قتیبہ صفحہ ۱۳۵ ۷ اسد الغابہ ۸ طبقات ابن سعد جز ثالث صفحہ ۱۵۲ ۹ ترجمہ المعارف ابن قتیبہ جلد اول صفحہ ۱۶۵ ۱۰ جلد اول صفحہ ۵۸ ۱۱ ترجمہ سیرۃ ابن ہشام حصہ اول صفحہ ۱۳۶۔

ہو گا تو اُم المومنین رضؓ نے زیدؓ کو منتخب کیا اور لے لیا۔ رسول اللہ صلعم نے انھیں اُم المومنینؓ کے پاس دیکھا تو زید رضؓ کو اُن سے مانگ لیا۔ اُم المومنینؓ نے انھیں آپ کے حوالہ کر دیا تو آنحضرت صلعم نے اُنھیں آزاد کر دیا اور متبنیٰ بنالیا۔ یہ واقعہ آپ پر وحی نازل ہونے سے پہلے کا تھا۔ حضرت زیدؓ مردوں میں اسلام لانیوالوں میں دوسرے ہیں۔

دارالندوہ[۴] کے بھی آپ مالک بن گئے تھے۔ جس کو بعد میں حضرت امیر معاویہ رضؓ کے ہاتھ ایک لاکھ درہم میں فروخت کر دیا۔ اور یہ ساری رقم غربا میں تقسیم کر دی۔ جب اس پر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنے چچا حکیمؓ بن حزام سے اپنی ناراضگی اور خفگی کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اس کے ذریعہ سے جنت میں ایک مکان حاصل کر لیا ہے۔

حرم[۵] کا منصب رفادہ (غریب حجاج کی خبر گیری) کا منصب بھی آپ ہی کے ہاتھ میں تھا۔

آپ[۶] قریش کے بہت بڑے دولت مند رئیس اور باعزت بزرگ تھے جس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں آپ نے ایک سو غلام سو اونٹوں پر سوار کر کے آزاد کئے تھے۔

اسی طرح اسلام میں بھی آپ کی سخاوت کا سلسلہ جاری رہا۔ حالت اسلام میں جب آپ نے حج کیا ہے تو اُس وقت بھی آپ کے ساتھ سو اونٹ قربانی کے تھے جن کی جھولیں بیش قیمت تھیں۔ اور گلوں میں چاندی کے ہار اور چاندی ہی کی تختیاں تھیں جن پر لکھا ہوا تھا۔ عتقاء اللہ من حکیم بن حزام (یعنی) حکیم بن حزام کے آزاد کردہ۔

اسی[۷] حج کے موقع پر آپ نے ایک ہزار بھیڑیں ذبح اور تقسیم کیں۔

ہشامؓ بن حکیمؓ بن حزام بن خویلد

بزرگ[۸] اور بہترین صحابہؓ میں سے تھے۔ اور اُن لوگوں میں سے تھے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ہمیشہ پابند تھے۔

حضرت عمرؓ بن الخطابؓ اور بہت سے اصحاب نے آپ سے روایت کی ہے۔ اپنے والد بزرگوار سے پہلے آپکا انتقال ہو گیا اور آپ کے والد ماجد نے ۵۴ھ میں انتقال کیا تھا۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی سات[۹] قراتوں میں سے ایک قرات آپ سے متعلق ہے۔

آپ مضبوط پرگو اور بڑے صاحب کردار تھے۔ حضرت عمرؓ جب کبھی یہ کہنا چاہتے تھے کہ وہ کسی چیز کو ناپسند کرتے ہیں تو فرمایا کرتے کہ جب تک میں اور ہشام زندہ ہیں یہ چیز کسی طرح واقع نہیں ہو سکتی۔

حزامؓ یا خذیمہ بن حکیم بن حزامؓ

حضور اکرم صلعم جب[۱۰] پہلی بار حضرت خدیجہؓ کا مال لے کر شام کی طرف روانہ ہوئے، تو خذیمہ بن حکیمؓ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ واپسی پر آپ نے آنحضرت صلعم کے متعلق نسطورا راہب کا حال حضرت اُم المومنین رضؓ سے بیان کیا تھا اور جو حالات آنحضرتؐ کے دیکھے تھے۔ اُن سے آگاہی بخشی ان حالات کو سن کر اور آپ کی دیانت و امانت سے متاثر ہو کر ہی حضرت اُم المومنینؓ کے دل میں رسول اللہ صلعم سے شادی کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ حضرت خدیمہؓ اپنے والد بزرگوار سے روایت کرتے ہیں آپ کے ساتھ سفر میں حضرت خدیجہؓ نے اپنے غلام میسرہ کو بھی ساتھ کر دیا تھا انہوں نے بھی حضرت خدیجہؓ سے سارے حالات بیان کر دیئے تھے

سلہ نووی صفحہ (۲۲۶) وابن حجر جلد۱ صفحہ (۱۸۷) ۔ سلہ اسد الغابہ سلہ اصابہ ذکر حکیم بن حزام سلہ اصابہ حکیمؓ بن حزام سلہ ڈائی فیملی الزبیرؓ صفحہ (۲۳) شہ اکمال فی اسماء الرجال صفحہ ۱۵۵ سلہ ڈائی فیملی الزبیرؓ صفحہ ۲۴ شہ نووی صفحہ (۶۰۵) وابن اثیر صفحہ (۶۱) شہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۱۱۴۴ و ۴۵ سلہ نووی صفحہ (۲۱۲) وابن حجر جلد اول صفحہ (۱۸۰۷)

خالد بن حکیم حزام بن خویلد آپ کا ایک روایت میں ذکر ہے کہ ایک دفعہ آپ نے حضرت ابوعبیدہ رضؓ سے بحث کی تھی جبکہ انہوں نے مال غنیمت کے سلسلہ میں چند لوگوں کو سزا دی تھی آپ نے حضرت ابوعبیدہ رضؓ سے کہا تھا کیا آپ نے نہیں سنا کہ خدا کے رسول صلعم نے کہا ہے کہ سخت ترین سزا آئندہ دنیا میں اس شخص کو ملے گی جو لوگوں کو اس دنیا میں سخت ترین سزا دے انھیں جانے بھی دیا کیجئے حضرت ابوعبیدہ رضؓ نے اُن لوگوں کو چھوڑ دیا ع۱

عبداللہ رضؓ بن حکیم حضرت زبیر رضؓ اور حضرت طلحہ رضؓ کے علم بردار تھے۔ اور جنگ جمل میں حضرت عائشہ رضؓ کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے ع۲۔

عمر بن حکیم بن حزام اپنے بھائی عبداللہ بن حکیم کی طرح اُن لوگوں میں تھے جن کے ساتھ سکینہ بنت حضرت حسین رضؓ بن حضرت علی رضؓ نے نکاح کیا تھا نا معلوم ترتیب کے ساتھ ع۳

عثمان رضؓ بن عبداللہ بن حکیم رضؓ کی شادی حضرت زبیر رضؓ کی صاحبزادی رملہ سے ہوئی تھی۔ یہ اُن لوگوں سے تعلق رکھتے تھے جنھوں نے (قصور کی پاداش میں بحکم حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ) عمرو بن حضرت زبیر رضؓ کے دُرّے لگائے تھے ع۴

عبداللہ بن عثمان بن عبداللہ بن حکیم آپ کی شادی حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ کی صاحبزادی فاطمہ سے ہوئی تھی ع۵

ابراہیم بن عثمان بن عبداللہ بن حکیم رضؓ ان کی ایک صاحبزادی خدیجہ تھیں جن کی شادی عبداللہ بن مصعب بن ثابت بن حضرت عبداللہ بن حضرت زبیر رضؓ سے ہوئی تھی ع۶

خالد رضؓ بن حزام بن خویلد ابتدائے اسلام میں آپ مکہ ہی میں مسلمان ہوئے اور حبشہ کو ہجرت کی لیکن راستہ میں جب کہ آپ حبشہ کے بالکل قریب پہنچ چکے تھے ایک سانپ نے ڈس لیا اور آپ وفات پا گئے۔ آپ کے چچا زاد بھائی حضرت زبیر رضؓ جو پہلے ہی حبشہ میں موجود تھے خوشی کے ساتھ ان کے آنے کا انتظار کر رہے تھے لیکن جب ان کی انتقال کی خبر ملی تو ان کو بہت رنج ہوا ع۷

کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی یہ آیت ان ہی کی شان میں اُتری ہے کہ من یخرج من بیتہ مہاجراً الی اللہ ورسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ ط ترجمہ (جو شخص اپنے گھر سے خدا اور رسولؐ کی طرف ہجرت کرنے کی نیت سے نکلا اور اسی حالت میں اُس کا انتقال ہو گیا اُس کا اجر (ثواب) یقینی ہے

ان کی اولاد میں ام بنت خالد ہیں اور مغیرہ بن عبدالرحمن بن عبداللہ بن خالد اور ضحاک بن عثمان بن عبداللہ اور عثمان بن ضحاک بن عثمان اور ضحاک بن عثمان بن ضحاک بن عثمان بڑے بڑے راویان احادیث نبویؐ ہیں۔

آپ کی شادی اپنے چچا العوام کی صاحبزادی اور حضرت زبیر رضؓ کی بہن ام حبیب سے ہوئی تھی

عدی بن خویلد حصین بن الحارث ابن المطلب بن عبد مناف بن قصیؔ کی اولاد میں عبداللہ شاعر تھے اُن کی والدہ اُم عبداللہ بنت عدی بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ ابن قصیؔ تھیں ع۸

اَسَد بن خویلد ابن الاثیر میں ہے کہ اَسَد بن خویلد کا ذکر اس حیثیت سے آیا ہے کہ انھوں نے آنحضرت سے ایک حدیث روایت کی ہے ع۹

ع۱ ابن اثیر جلد ۲ ص۸۶ ع۲ ابن اثیر جلد ۳ ص۱۲۵ و معارف ابن قتیبہ ص۱۱۳ و اسد الغابہ ع۳ معارف ابن قتیبہ ص۱۰۹ ع۴ آغانی جلد ۱۶ ص۱۸ ع۵ آغانی جلد ۱۲ ص۸۵ ع۶ طبقات ابن سعد ع۷ طبقات ابن سعد جز رابع ص۸۸ و ۸۹ ع۸ ترجمہ اُردو طبقات محمد ابن سعد حصہ دوم جز خامس ص۳۳ مطبوعہ مطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن در ۱۳۶۴ھ ع۹ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱ ص۶۹۔

خالدہ بنت خویلد | انکے واسطہ سے جو اُم المومنین بی بی خدیجہؓ کی بہن ہیں علاج بن ابی سلمہ بن عبدالعزیٰ بن غیرہ کے آنحضرتؐ ساڑھو ہوئے ع۱

رقیقہ بنت خویلد | کے واسطے سے عبداللہ بن بجاد بن الحارث بن حارثہ بن سعد بن تیم بن مُرہ بن کعب کے آنحضرتؐ ساڑھو ہوئے امیمہ آپکی صاحبزادی کے متعلق طبقات میں ہے کہ یہ ابتدائے اسلام میں مشرف بہ اسلام ہوئی تھیں و اسلام لانیکی وجہ سے مشرکین کیطرف سے انکو تکلیفیں پہنچی تھیں ع۲

العوام بن خویلد | آپ پدر بزرگوار حضرت زبیرؓ کے اور حقیقی بھائی اُم المومنین حضرت خدیجہؓ کے ہیں آپ سرداران قریش میں سے تھے اپنے قبیلہ کی قیادت کرتے ہوئے جنگ فجار آخری میں بہادرانہ لڑکر مُرۃ بن مُعتب کے ہاتھ سے مارے گئے خدانے آپکو سات بیٹے اور تین صاحبزادیاں عطا فرمائیں جنکے نام بجیر۔ اسود۔ اُحزم۔ یعلیٰ۔ حضرت سائبؓ۔ عبدالکعبہ (عبدالرحمن) سیدنا حضرت زبیرؓ۔ زینب۔ اُم الحبیب اور ہند ہیں۔

العوام کی ایک شادی سرکار دوعالم صلعم کی پھوپی حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب بن ہاشم سے ہوئی تھی۔ اُن کے بطن سے آپکے حضرت سائب۔ عبدالکعبہ (عبدالرحمن) اور سیدنا حضرت زبیرؓ تین فرزند پیدا ہوئے باقی اولاد آپ کی دوسری بیویوں سے ہوئی۔

ابن قتیبہ نے حضرت صفیہؓ کے بطن سے آپکے دو بیٹے حضرت سائبؓ اور حضرت زبیرؓ بتائے ہیں لیکن محمد ابن سعد نے انکے علاوہ عبدالکعبہ کو بھی بتایا ہے اور ابن اثیر نے عبدالکعبہ کی ماں کا نام اُم الخیر بنت مالک بن عُمیلہ لکھا ہے اور یہ کہ وہ قبیلہ عبداللہ بن قصی سے تھیں۔ بہر حال اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضرت سائبؓ اور حضرت زبیرؓ حقیقی ماں جائے بھائی تھے اپنے بڑے صاحبزادے کے نام پر حضرت صفیہؓ کی کنیت اُم السائب تھی ع۳

زینب بنت العوام | آپ کی شادی حضرت حکیم بن حزام سے ہوئی تھی جن سے آپکو عبداللہ۔ خالد۔ ہشام اور یحیٰ پیدا ہوئے ع۴

ام حبیب بنت العوام | آپ کی شادی حضرت خالد بن حزام سے ہوئی تھی جن سے ایک بیٹی اُم الحسن پیدا ہوئی ع۵

ہند بنت العوام | آپ کی شادی حضرت زید بن حارثہؓ سے ہوئی تھی۔ ع۶

بجیر یا بحیر بن العوام | آپکو سعد الدوسی نے قتل کیا تاکہ ابوزہیر الدوسی کا انتقام لے انکو سوق المجاز میں قتل کیا گیا یہ واقعہ زمانۂ جاہلیت میں ہوا بعض روایتوں کے متعلق جنگ بدر کے بعد پیش آیا بعض روایت کرتے ہیں کہ انکا انتقال مسیلمہ کذاب سے لڑتے ہوئے یمامہ میں ۱۲ ہجری میں ہوا ع۷

عبدالرحمن بن العوام | آپکا اصلی نام عبدالکعبہ تھا فتح مکہ کے وقت اسلام لانے پر آنحضرتؐ نے نام تبدیل کردیا آپ جنگ یرموک ۱۳ھ میں شہید ہوئے ع۸

السائب بن العوام | آپ حضرت زبیرؓ کے بڑے بھائی اور قدیم الاسلام ہیں۔ آپ اُحد اور غزوہ خندق اور بعد کے تمام غزوات میں رسول صلعم کے ساتھ شریک رہے حضرت صدیق اکبرؓ کے شروع زمانۂ خلافت میں مکہ اور طایف کے سوا تمام عرب مُرتد ہوگیا تھا اور مُسیلمہ کذاب کی سرکردگی میں سرکشی اختیار کرلی تھی جس کی وجہ سے جنگ یمامہ کی ہولناک لڑائی ۱۲ھ میں پیش آئی۔ ایک وقت ایسا آیا کہ مسلمان پسپا ہونے لگے تو اُس وقت حضرت سائب نے جوش میں آکر مسلمانوں کو للکارا کہ اے لوگو بہت بھاگ کر اپنی فرودگاہ پر آگئے ہو اور جب آدمی ہٹ کر اپنی فرودگاہ پر آجاتا ہے تو اُس کے لئے پھر کوئی جگہ نہیں رہتی جہاں وہ بھاگ کر جاسکے اس سے مسلمانوں میں پھر جوش پیدا ہوگیا اور انہوں نے مُشرکوں کو شکست دیدی اور اُن کا سردار مُسیلمہ کذاب مارا گیا۔ اُس وقت حضرت سائب نے بڑی بہادری سے جنگ جوئی کا اظہار کیا اس جنگ میں جو لوگ شہید ہوئے اُن میں سے ایک آپ بھی ہیں۔ اس معرکہ میں بارہ سو (۱۲۰۰) مسلمان شہید ہوئے جن میں قریش کے (۲۳) اور انصار کے تقریباً (۷۰) شہید تھے لیکن مسلمانوں کی اس بہادری اور شجاعت نے ارتداد کا خاتمہ کردیا ع۹

ع۱ کتاب المحبر ص ۱ ع۲ کتاب المحبر ص ۱ و طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۱۸۶ ع۳ ترجمہ المعارف ابن قتیبہ و طبقات ابن سعد جلد ۶ ص ۲۷ و کامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۳۱۳ و ڈرائی فیملی الزبیرؓ ص ۲۷ و آغانی جلد ۱۹ ص ۱۸۱ ع۴ نووی ص ۶۰۵ و ابن الاثیر جلد ۵ ص ۲۶۹ ع۵ ابن حجر جلد ۴ ص ۸۵۲ تا ۸۵۵ ع۶ طبقات ابن سعد حصہ دوم جز خامس ص ۲۵ ع۷ ابن درید ص ۵۷ و ابن حجر جلد ۴ ص ۲۸۱ ع۸ ابن اثیر جلد ۳ ص ۳۱۳ و ڈرائی فیملی الزبیرؓ ص ۲۷ ع۹ ترجمہ المعارف ابن قتیبہ جلد ۱ ص ۱۳۵ و ص ۱۳۶ و طبقات ابن سعد جز رابع ص ۸۸ و ترجمہ تنبیہ و اشراف مسعودی ص ۱۲۸ و فتوح البلدان بلاذری جزو اوّل ص ۱۴۴ تا ص ۱۴۸ ۔

سیدنا حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابن العوامؓ بن خویلد بن اسد

ولادت صبح صادق کے وقت ہجرت نبوی صلعم سے اٹھائیس ۲۸ سال قبل مکہ میں پیدا ہوئے۔

نام کنیت لقب نام زبیرؓ کنیت ابو عبداللہ اور لقب حواری رسول اللہ صلعم وصاحب اللوائین تھا۔ [۱]

آپ کا نام آپ کی والدہ ماجدہ حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب بن ہاشم نے اپنے جری اور بہادر بھائی زبیرؓ بن عبدالمطلب کے نام پر جو جنگ فجار دوم میں تمام بنی ہاشم کے سردار اور علم بردار تھے رکھا تھا۔

رشتہ داریاں رسول مقبول صلعم سے (۱) آپ کی والدہ ماجدہ حضرت صفیہؓ سرور کائنات صلعم کی پھوپھی تھیں۔ اسلئے آپ آنحضرت صلعم کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔

(۲) آپ کی نانی اور آنحضرت صلعم کی والدہ ماجدہ چچازاد بہنیں تھیں۔

(۳) آنحضرت صلعم کی زوجہ محترمہ ام المومنین بی بی خدیجہؓ آپ کی سگی پھوپھی تھیں۔

(۴) آنحضرت صلعم سے آپ کا جدی سلسلۂ نسب پانچویں پشت میں جناب قصیؒ پر مل جاتا ہے۔

(۵) حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بڑی صاحبزادی حضرت اسماءؓ آپ سے اور منجھلی صاحبزادی ام المومنین حضرت عائشہؓ رسول اللہ صلعم سے منسوب تھیں۔ اس طرح آپس میں دونوں ساڑھو بھی تھے۔

آپ کو اس طرح آنحضرت صلعم سے متعدد نسبتیں حاصل تھیں اور اس قدر نسبتیں ذات نبوی صلعم سے کسی دوسرے کو حاصل نہ تھیں۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ المتوفی ۱۲۳۹ھ تحفہ اثنا عشریہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ علمائے نسب نوشتہ اند کہ کثرت جہات قرابت با رسول اللہ صلعم کہ زبیرؓ را میسر آمدہ ہیچکس را نبودہ۔ اول۔ اجتماع نسب او۔ در قصیؒ بن کلاب۔ کہ جد پنجم رسول اللہ صلعم است۔ دیگر آنکہ مادر او صفیہؓ عمہ رسول اللہ صلعم است۔ وجدہ وے خالہ حقیقۂ رسول اللہ است۔ ہالہ بنت وہب بن عبد مناف وعمہ پدرش ام حبیب بنت اشد جدہ رسول صلعم است۔ ونیز زوجہ رسول صلعم خدیجہؓ عمہ حقیقی اوست۔ ونیز وے ہمزلف رسول صلعم است۔ اسماء بنت ابی بکرؓ خواہر عائشہ صدیقہؓ زوجۂ اوست۔

اب ہم ایک شجرہ پیش کرتے ہیں جس سے بیک نظر آپ کی رشتہ داریوں کا حال واضح ہو جاتا ہے۔

---

[۱] آنحضرت صلعم کا علم فتح مکہ کے دن حضرت زبیرؓ کے ہاتھ میں تھا اور انصار کا علم بھی آنحضرت صلعم نے آپ ہی کے ہاتھ میں دیدیا تھا۔ اسی وجہ سے آپ کا لقب صاحب اللوائین یعنی دو علم والے ہوا۔

۱۴
کلاب
قصی
زہرہ
عبد مناف
عبد الدار
عبد مناف
عبد العزیٰ
عبد قصی
عثمان
ہاشم آنحضرت صلعم کے پردادا
حضرت زبیر کے پرنانا
عبد المطلب
حضرت آمنہ (والدہ ماجدہ آنحضرت صلعم)
حضرت عبد اللہ
حضرت ابی طالب
حضرت حمزہ
حضرت صفیہ
حضرت عباس
رسول مقبول صلعم
حضرت علی
حضرت زبیر
فاطمہ
ام الحسن
حسن
حسین
سکینہ
سلمہ
ام الحسن
ام حبیب رسول مقبول صلعم کی پرنانی
مطلب
خویلد حضرت زبیر کے دادا
برہ آنحضرت صلعم کی نانی
حضرت آمنہ آنحضرت صلعم کی والدہ ماجدہ
حضرت رسول مقبول صلعم
حضرت حمزہ
حجل
العوام
حضرت صفیہ (والدہ ماجدہ حضرت زبیر)
حضرت خدیجہ
حضرت ہالہ
العوام
حزام و دیگر اولاد
حضرت حکیم
زوجہ رسول مقبول صلعم
حضرت زبیر
حضرت ابو العاص زوج حضرت زینب بنت رسول مقبول
حضرت علی
حضرت امامہ
یحیٰ (از شوہر دوم)
محمد اوسط (از شوہر اول)
حضرت قاسم
حضرت عبد اللہ
حضرت زینب
حضرت رقیہ
حضرت ام کلثوم
حضرت فاطمہ
زوجہ حضرت علی ابن ابی طالب
حضرت امامہ
حضرت علی
محمد اوسط (حضرت علی سے)
یحیٰ (حضرت مغیرہ بن نوفل سے)
حضرت حسن
حضرت حسین
زینب زوجہ عبد اللہ بن حضرت جعفر بن ابی طالب
ام کلثوم (زوجہ حضرت عمر فاروق)
دیگر اولاد

تعلیم و تربیت

جب آپ کی عمر پانچ سال کی ہوئی تو آپ کو عربی علم ادب کی تعلیم دی گئی۔ پھر آپ فنِ حرب کی طرف متوجہ ہوئے۔ کیوں کہ آپ کا رجحان اِس فن کی طرف زیادہ تھا۔ آپ نے فنِ حرب کی طرف ایسی محنت اور ذہانت صرف کی کہ جس کی وجہ سے شجاعانِ عرب میں آپ ایک امتیازِ خاص کے مالک بن گئے۔

آپ کی والدہ ماجدہ حضرت صفیہؓ بن عبد المطلب کو ابتدا ہی سے یہ خیال تھا کہ آپ کی ایسی تربیت کی جائے کہ جوان ہوکر آپ ایک عالی حوصلہ بہادر اور اولو العزم مرد مردانہ ثابت ہوں۔ چنانچہ وہ بچپن میں معمولی چشم نمائی کے علاوہ آپ کو مارنے سے بھی دریغ نہ فرماتیں تھیں۔ اور محنت ومشقت کے کاموں کا عادی بناتی تھیں۔ جس کی وجہ سے ایک دفعہ نوفل بن خویلد بن اسد جو اپنے بھائی عوام بن خویلد کے انتقال کے بعد اپنے بھتیجے حضرت زبیرؓ کے ولی تھے۔ حضرت صفیہؓ پر نہایت خفا ہوئے اور کہا کہ تم اس بچے کو مارتے مارتے مار ڈالوگی۔ اور بنو ہاشم سے کہا کہ تم لوگ صفیہؓ کو سمجھاتے کیوں نہیں۔

حضرت صفیہؓ عرب کی شاعرہ تھیں۔ انھوں نے حسب ذیل اشعار میں انکی خفگی کا اس طرح جواب دیا کہ:-

من قال انی ابغضہ فقد کذب انما اضرب لکے یلب و یھزام الجیش ویاتی السلب۔

(ترجمہ:- جس نے کہا کہ میں اس سے بغض رکھتی ہوں۔ اُس نے جھوٹ کہا۔ میں اس کو اس لئے مارتی ہوں کہ عقلمند ہو، فوج کو شکست دے اور مالِ غنیمت حاصل کرے۔[1]

بچپن کی جرأت اور شہزوری کا ایک واقعہ

اس تربیت کا یہ اثر تھا کہ آپ بچپن ہی میں بڑے بڑے مردوں کا مقابلہ کرنے لگے تھے۔ ایک دفعہ مکہ میں ایک جوان آدمی سے مقابلہ پیش آیا۔ حضرت زبیرؓ نے لڑکر اُس کا ہاتھ توڑ ڈالا۔ لوگ اُسے لادکر شکایتہً حضرت صفیہؓ کے پاس لائے تو انھوں نے معذرت اور عذرخواہی کے بجائے سب سے پہلے یہ پوچھا کہ تم نے زبیرؓ کو کیسا پایا۔ یہ بہادر ہے یا بُزدل۔[2]

آپ کی خوش خطی

ظہور اسلام کے بعد صحابہ کرامؓ میں جو لوگ خوش خطی میں دوسروں سے ممتاز تھے وہ مہاجرین میں پانچ ہیں۔ (۱) حضرت زبیرؓ (۲) حضرت علیؓ (۳) حضرت عمرؓ (۴) حضرت عثمان رضؓ (۵) حضرت طلحہؓ اور انصارؓ میں سیدنا اُبی ابن کعبؓ سیدنا زید بن ثابتؓ ان کے علاوہ اور بھی تھے۔

محمدؒ حسن البول کہتے ہیں کہ مصر میں جو تواریخ اور آثار محفوظ ہیں اُن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت کی کتابت ایسی تھی کہ "حروف مہمل و معجم" میں کوئی فرق نہ تھا۔ اب جن حروف کو منقوط دیکھ رہے ہو یہ فرق خلافت سلیمان بن عبد الملک بن مروان سے پیدا ہوا ہے۔[3]

حلیہ یا شکل وشمایل

ابن زنادؒ ہشام بن عروہؓ سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے والد عروہؓ بن حضرت زبیرؓ سے کہ حضرت زبیرؓ بہت لمبے تھے۔ جب وہ سواری پر سوار ہوتے تو اُن کے پیر زمین سے لگ جاتے تھے۔ گربہ چشم تھے۔ اور اُن کے بدن پر بال بہت تھے۔ میں لڑکپن میں اُن کے مونڈھے کے بال پکڑ کر کھڑا ہوا کرتا تھا۔[4]

کہا محمد بن عمر نے کہ مجھ سے عبد الرحمٰن بن ابی الزناد نے بیان کیا۔ انہوں نے ہشام بن عروہؓ سے سنا جنھوں نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ حضرت زبیرؓ بن العوام نہ بہت زیادہ لانبے تھے اور نہ بہت پستہ قد بہت زیادہ پُرگوشت نہ تھے۔

---

[1] طبقات ابن سعد و اصابہ تذکرہ زبیرؓ [2] طبقات ابن سعد جز ثالث صلہ و اصابہ تذکرہ زبیرؓ [3] الخط الاسلامی مولفہ سید محمد یوسف الدین صوبہ دار صوبہ گلبرگہ مطبوعہ مطبع نظام المطابع چھتہ بازار حیدرآباد دکن ۱۳۲۷ھ [4] ترجمہ معارف ابن قتیبہ جلد اول مولفہ مسلم ابن قتیبہ الکاتب المتوفی ۲۷۶ھ مطبوعہ تسیم پریس لکھنؤ۔

بلکہ جسم نہایت مناسب تھا۔ ڈاڑھی زیادہ گھنی نہ تھی۔ اور اُن کے بالوں کا رنگ سرخی مائل سیاہ تھا۔ بدن پر بال بہت تھے۔ رنگ گندم گون تھا۔ کبھی آپ کے سر کے بال کاندھوں تک آجاتے تھے۔ بسا اوقات میں حضرت زبیرؓ کے سر کے بالوں کو اُن کے کاندھوں پر سے پکڑتا اور اُن کی پیٹھ پر لٹک جاتا تھا جب کہ میں بچہ تھا۔ مدت العمر آپ نے ڈاڑھی میں خضاب نہیں کیا۔ [۱]

لباس لباس عموماً سادہ زیب تن فرماتے تھے۔ عمامہ رنگین باندھتے تھے۔ حالتِ جنگ میں ریشمین کپڑا بھی استعمال فرمایا ہے۔ جس کی حضور اکرم صلعم نے اجازت دیدی تھی۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت زبیرؓ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ کو خارشت تھی۔ اس لئے حضور صلعم نے اُن کو ریشم پہننے کی اجازت دیدی تھی۔ [۲]

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیرؓ نے جوؤں کی شکایت کی تو انہیں آپ نے (آنحضرت صلعم نے) ریشمی کپڑے پہننے کی اجازت دیدی۔ چنانچہ ایک جہاد میں میں نے اُن کے جسم پر ریشمی کپڑا دیکھا۔ [۳]

عارم بن الفضل نے سعید ابن زید سے اور انہوں نے علی بن زید سے اور انہوں نے سعید بن المسیّب سے روایت کیا ہے کہ حضرت زبیرؓ کو ریشمی کپڑے پہننے کی اجازت تھی۔

عبدالوہاب بن عطاؔ نے روایت کیا ہے کہ سعید بن ابی عروبہ نے کسی سے ریشم کے متعلق سوال کیا۔ پس انہوں نے قتادہؓ سے اور اُنہوں نے انس بن مالکؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے صرف حضرت زبیرؓ کو ریشم کی قمیص پہننے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ [۴]

صحت و تندرستی محمد بن کعب القرظی سے مروی ہے کہ حضرت زبیرؓ میں تغیر نہیں ہوا تھا یعنی بڑھاپے کا۔ [۵]

آغوشِ اسلام اور اس میں آپ کا درجہ آنحضرت صلعم نے سب سے پہلے اپنے گھر سے تبلیغ شروع کی (۱) سب سے پہلے آپ کی بیوی اُم المومنین بی بی خدیجہؓ بنت خویلد بن اسد ایمان لائیں۔ ابن سعد واقدی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ہماری تمام جماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اہلِ قبیلہ میں سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ بنت خویلد رسول اللہ صلعم پر ایمان لائیں اُن کے بعد اِن تین صاحبوں۔ ابوبکرؓ علیؓ اور زیدؓ بن حارثہ کے متعلق اربابِ سیر و تاریخ میں اختلاف رائے ہے کہ ان میں پہلے کون اسلام لایا۔ [۶]

(۲) حضرت علیؓ کو پانچ برس کی عمر میں آنحضرت صلعم اپنے چچا ابو طالب کے گھر سے لے آئے تھے وہیں حضرت علیؓ نے آپ کے اور بی بی خدیجہؓ کے آغوشِ تربیت میں پرورش فرمائی۔ اسلام لانے کے وقت آپ کم عمر تھے آپ کی عمر صرف آٹھ سال کی تھی۔

(۳) حضرت زیدؓ بن حارث پہلے اُم المومنین بی بی خدیجہؓ کے غلام تھے جنھیں اُن کے بھتیجے حضرت حکیم بن حزامؓ نے چار سو درہم میں خریدا تھا۔ اور اپنی پھوپی کے نذر کر دیا تھا۔ اُم المومنین بی بی خدیجہؓ نے بعد میں حضرت زید بن ثابتؓ کو آنحضرت صلعم کو ہبہ کر دیا تھا اور آپ نے انہیں اپنا متبنّی بنا لیا تھا۔ اس لئے اُن کو زید بن محمدؐ کہنے لگے تھے۔

(۴) حضرت ابوبکرؓ اپنی قوم میں مقبول اور محبوب تھے۔ مشہور اور با اخلاق تھے۔ قریش کے انساب کے ماہر اور تجارت کیا کرتے تھے۔ تجارت اور حسنِ صحبت کی وجہ سے اُن کے تمام قوم والے اُن کے پاس آیا کرتے تھے۔ اسلام لانے کے بعد اُنہوں نے اپنی قوم والوں کو جن پر اُنکو بھروسہ تھا اور جو اُنکے پاس آکر شریکِ مجلس ہوتے تھے اسلام کی دعوت دینی شروع کی۔

اس سلسلہ میں حضرت عروہؓ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ حضرت زبیرؓ بن العوام حضرت عثمانؓ بن عفان حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضرت سعد بن وقاصؓ اور حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ اُن کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوے۔ [۷] اور جب انہوں نے

---

[۱] طبقات ابن سعد جز ثالث۔ ص۷۲ مؤلفہ محمد بن سعد المتوفی ۲۳۰ھ مطبوعہ لیدن جرمن [۲] ترجمہ صحیح بخاری جلد اول ص۵۰ ترجمہ مولوی سید عبدالدایم جلالی مطبوعہ حمیدیہ پریس دہلی [۳] ترجمہ صحیح بخاری جلد دوم ص۲۳۱ تا ۲۶۷ مترجمہ مرزا حیرت دہلوی [۴] طبقات ابن سعد جز ثالث ص۷۲ [۵] ترجمہ طبقات ابن سعد حصہ دوم جزو خامس ص۱۴ [۶] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم ص۴۰ ۔

حضرت ابوبکرؓ کی دعوت قبول کرلی تو وہ اُن کو رسول اللہ صلعم کے پاس لائے اور یہ باقاعدہ اسلام لے آئے اور نماز پڑھی۔

یہ وہ آٹھ آدمی ہیں جو اول اول اسلام لائے۔ نماز پڑھی۔ رسول اللہ صلعم کی تصدیق کی اور جو پیام اللہ کی جانب سے رسول اللہ صلعم لائے تھے۔ اُس پر ایمان لائے۔

اس کے بعد متواتر بہت سے لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ (حضرت عُبیدہ بن الجراحؓ حضرت ابوسلمہؓ حضرت ارقمؓ مخزومیؓ حضرت ابوعبیدہ بن حارثؓ اور حضرت سعید بن زیدؓ نے اسلام قبول کیا۔ [۱]

ابوالاسود محمد بن عبدالرحمن بن نوفل سے مروی ہے کہ زبیرؓ نے ابوبکرؓ کے چار یا پانچ دن بعد اسلام قبول کیا۔ [۲]

یزیدؒ بن رومان سے مروی ہے کہ عثمان بن عفانؓ اور طلحہؓ بن عبیداللہ۔ زبیرؓ بن العوام کے نشانِ قدم پر نکلے۔ دونوں رسول اللہ صلعم کے پاس گئے آپ نے دونوں پر اسلام پیش کیا۔ انہیں قرآن پڑھ کر سنایا حقوق اسلام سے آگاہ کیا اور اللہ کی جانب سے بزرگی کا وعدہ کیا تو دونوں ایمان لے آئے اور تصدیق کی۔

چوتھے یا پانچویں مسلمان سے یہ مطلب ہے کہ صرف مردوں میں حضرت زبیرؓ چوتھے مسلمان ہیں اور اُم المومنین بی بی خدیجہؓ کو ملا کر پانچویں مسلمان ہیں۔ [۳]

عمر بوقت قبول اسلام قبول اسلام کے وقت آپ کی عمر صرف پندرہ[۱۵] یا سولہ[۱۶] سال کی تھی۔

استقامت و استقلال آپ کے چچا نوفل بن خویلد بن اسد نے اسلام سے منحرف کرنے کے لئے آپ پر بڑی بڑی سختیاں کیں وہ آپ کو چٹائی میں لپیٹ دیتے تھے کہ آپ حرکت نہ کرسکیں پھر ناک میں اس قدر دُھونی دیتے کہ دَم گھٹنے لگتا۔ مگر آپ یہ ہی کہے جاتے کہ چچا جو چاہو کرلو لیکن میں اب کافر نہیں ہوسکتا۔

صحیح بخاری میں ہے کہ آپ کی والدہ صفیہؓ بنت عبدالمطلب رسول اللہ صلعم کی پھوپھی تھیں [۱۱] اور آپ قدیم الاسلام ہیں سولہ[۱۶] سال کی عمر میں اسلام لائے تھے۔ قبول اسلام کی وجہ سے آپ کے چچا نے آپ کو دھوئیں کی سزا دی تھی۔

عبداللہ بن نمیر نے ہشام بن عروہؓ سے اور اُنہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ تمہارے والد اُن لوگوں میں تھے جنہوں نے سخت مصائب ہونے کے باوجود بھی اللہ اور رسول اللہ صلعم کی دعوت کو لبیک کہا تھا۔ [۸]

اسلام کی پہلی تلوار جو بے نیام ہوئی کم سنی ہی میں ایک روز یہ سنکر کہ سرکارِ دو عالم صلعم کو مشرکین نے گرفتار کرلیا ہے آپ نے بیخودی سے تلوار کو بے نیام کرلیا اور برہنہ شمشیر ہاتھ میں لئے ہوئے مجمع کو چیر کر دَرِ اقدس پر پہنچے۔ خبر غلط تھی۔ حضور اکرم صلعم مقام بلند پر تشریف فرما تھے اس طرح حضرت زبیرؓ کو ملاحظہ فرما کر استفسار فرمایا کہ اے زبیرؓ کیا بات ہے۔ آپ نے عرض کیا کہ مجھے خبر ملی تھی کہ آپ گرفتار کرلئے گئے ہیں۔ اس لئے عنانِ صبر میرے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ سرکارِ دو عالم صلعم آپ کی اس جاں نثاری سے بہت خوش ہوئے اور آپ کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ یہ ہی تلوار تھی جو اسلام کے لئے سب سے پہلے دفعہ کھینچی گئی یا اُٹھائی گئی۔

زبیرؓ بن العوام۔ ابوعبداللہ قریشی کر کے مشہور ہیں اُن کی والدہ کا نام صفیہؓ بنت المطلب تھا۔ سب سے پہلے فی سبیل اللہ آپ ہی نے تلوار کھینچی تھی۔ [۶]

حضرت زبیرؓ وہ شخص ہیں جنھوں نے سب سے پہلے خدا کے راستہ میں تلوار اُٹھائی حضرت سعید بن مسیبؓ فرماتے ہیں کہ

---

[۱] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم ص۵۴ و طبقات ابن سعد جز ثالث ص۱۰۷ و سیرۃ النبی جلد اول ص۱۲۱ و موفقیات ص۲۸۳ الدر ذائی نیلی الزبیرؓ ص۲۸ و ۲۹ [۲] ترجمہ طبقات ابن سعد حصہ دوم جز و خامس ص۵۵ [۳] طبقات ابن سعد حصہ اول جز خامس ص۱۱۶ و ۱۱۷ [۴] ترجمہ بخاری جلد اول ص۲۷ ترجمہ سید وائم جلالی [۵] طبقات ابن سعد جز ثالث ص۱۰۳ [۶] المصابیح ترجمہ مشکوٰۃ شریف ص۹۸۵۔

پہلا وہ شخص ہے جس نے خدا کے لئے تلوار بے نیام کیا وہ حضرت زبیرؓ ہے۔
واقعہ یہ ہے کہ ایک دن مکہ میں انہوں نے یہ آواز سنی کہ سرکار دو عالم صلعم مقتول ہوگئے۔ یہ سنتے ہی آپ ننگے بدن اپنے گھر سے نکلے آپ کے ہاتھ میں چمکیلی تلوار تھی۔ گھر سے نکلنے کے بعد سرکار دو عالم صلعم سے آپ کی ملاقات ہوگئی۔ جب سرکار دو عالم صلعم نے آپ کو حالتِ عریانی میں اس طرح دیکھا تو فرمایا۔ زبیرؓ تم کو کیا ہوگیا ہے کہ ننگے تلوار ہاتھ میں لئے نکلے ہو۔ آپ نے عرض کیا کہ میں نے ایسی ایک آواز سنی ہے کہ آپ قتل کر دئے گئے۔ اس پر آنحضرت نے دریافت فرمایا کہ تمہارا ارادہ کیا تھا۔ حضرت زبیرؓ نے عرض کیا کہ میں نے ارادہ کرلیا تھا کہ اہلِ مکہ سے اس بارے میں لڑوں گا۔ اس کے بعد آنحضرت صلعم نے حضرت زبیرؓ کے لئے دعا فرمائی۔ [1]

اشاعتِ اسلام میں کوشش اور بے مثل خطابت

جس زمانے میں آپ کو دولت اسلام نصیب ہوئی وہ ایک اضطراب آفریں زمانہ تھا۔ ہر طرف جہالت کی حکمرانی تھی۔ بُت پرستی کا بازار گرم تھا اور بتوں کے خلاف ایک حرف زبان سے نکالنا ہولناک جُرم تھا۔
اِن حالات کی پرواہ نہ کرکے آپ نے اشاعتِ اسلام میں خوب خوب کوشش کی۔
آپ کا معمول تھا کہ مختلف قبایل کے پاس جاکر اسلام کی خوبیاں اور بُت پرستی کے نقصانات ظاہر فرماتے۔
۸ھ نبوی صلعم میں قبیلہ بنو قیس کے سردار کے سامنے آپ نے جو تقریر کی اُس کا ترجمہ یہ ہے:-
"ہر طرح کی تعریف اللہ کے لئے ہے جو تمام جہان کا خالق و مالک ہے۔ واحد و یکتا ہے۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ غنی ہے۔ بے نیاز ہے اُس کا کوئی شریک نہیں۔ ہر چیز اُسی نے پیدا کی ہے اور وہ ہی تمام نعمتوں کا سرچشمہ ہے۔
برادرانِ وطن سُنو۔ بتوں کو خدائی کاموں میں ذرّہ برابر بھی اختیار نہیں۔ وہ مجبور محض ہیں۔ اُن کی پرستش کرنا بدترین حماقت ہے۔ ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد صلعم بُت پرستی سے منع کرتے ہیں۔ وہ اللہ کے مقدس رسول ہیں۔ اُن کی زندگی تمام دنیا کے لئے شمع ہدایت ہے۔ وہ بے انتہا انصاف پسند۔ نہایت خلیق۔ نہایت رحمدل اور ہمدرد رحیم غریب نواز ہیں۔ وہ عدل و انصاف کے بادشاہ ہیں۔ رحم و کرم کے آفتاب ہیں اور صداقت کے حامی ہیں۔ اُن کو غریبوں سے محبت ہے۔ وہ اُن کے رنج و غم میں شریک ہوتے ہیں اور اُن کی خدمت کرتے ہیں۔ اُن کی مسکین پروری کا یہ عالم ہے کہ کبھی کوئی سایل اُن کے دَر سے محروم نہیں جاتا۔ میں تمکو دعوت دیتا ہوں کہ آپکے پیام کو قبول کرو۔"
حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ:-
حضرت زبیرؓ ایک سرگرم داعیٔ اسلام تھے۔ اُن کی دعوت و تبلیغ سے تقریباً ساٹھ آدمی اسلام میں داخل ہوئے۔
حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت زبیرؓ صرف ایک جانباز مجاہد و سرفروش سپاہی ہی نہیں۔ بلکہ ایک بے مثل خطیب بھی تھے۔

اشاعتِ اسلام میں بے خوفی

ایک مرتبہ شعب ابو طالب میں قبیلۂ بنو قیس کے ایک فتنہ انگیز سردار نے حضرت زبیرؓ سے کہا کہ تم ہمارے قبیلہ کو اسلام کی دعوت نہ دو۔ ورنہ تم کو ہلاک کر دیں گے۔
حضرت زبیرؓ نے کہا۔ اگر تم قتل کی دھمکی نہ دیتے تو میں شاید تمہارے مشورہ پر غور کرتا لیکن اب جب کہ تم قتل کی دھمکی دیتے ہو تو میں اپنا اوّلین فرض سمجھتا ہوں کہ تمہارے قبیلہ کے سامنے بُت پرستی کے نقصانات ظاہر کردوں۔ اور اسلام کے فضائل بیان کردوں۔ اس کے بعد حضرت زبیرؓ نے ایک پُرجوش تقریر کی جس کا خلاصہ یہ ہے۔

---

[1] موفقیات از ذوالفیل الزبیرؓ صفحہ ۲۸ و ۲۶

"یا عباد اللہ۔ تم جن بتوں کی پرستش کرتے ہو وہ بالکل مجبور ہیں۔ میں اُن کو ہر لحہ پامال کر سکتا ہوں وہ ایک ذرہ کے برابر بھی کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

بھائیو۔ لائق عبادت صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ تمام جہاں کا خالق و مالک ہے۔ اُس کا کوئی شریک نہیں وہ ہم کو رزق عطا فرماتا ہے۔ اور سارے جہاں کو پالتا ہے۔ یہ عظیم الشان آسمان۔ یہ وسیع زمین یہ چمکتے ہوئے ستارے۔ اور یہ آفتاب و ماہتاب اور طرح طرح کے درخت اور آدمی بتوں نے پیدا نہیں کئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں۔ پس وہ ہی لائق عبادت ہے۔

ہمارے آقا اسلام کے داعی محترم حضرت محمد مصطفیٰ صلعم ہمارے خاندان کے آدمی ہیں ہم اُن کے حالات سے پورے طور پر واقف ہیں۔ وہ امین ہیں۔ صادق ہیں۔ اور غریب پرور ہیں۔ اور وہ سچے نہ ہوتے تو ہم ہرگز اُن پر ایمان نہ لاتے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں:

حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ:۔

اس حقیقت آفریں تقریر کو سن کر قبیلہ بنو قیس کے آٹھ[8] آدمی آغوش کفر سے نکلکر آغوش اسلام میں آئے۔

سردار قبیلہ کو یہ جسارت ناگوار گذری لیکن وہ حضرت زبیرؓ کو نقصان نہ پہنچا سکا۔

ہجرت حبشہ

تین برس کی خفیہ تبلیغ سے تقریباً سوا سو[125] افراد نے اسلام قبول کر لیا تھا بعثت میں کفار نے اپنے قہر و غضب کی بجلیاں گرانی شروع کر دی تھیں۔ آگ برسایا۔ جلتی ریت پر سلایا۔ اوپر سے بھاری بھاری پتھر رکھ دیئے ہر طرح کی توہین و تذلیل اور ظلم و زبردستی شروع کر دی۔ معزز بھی نہ بچ سکے۔

حضرت صدیق اکبرؓ خاص عمر کے اور معزز تھے۔ کسی نے آنحضرت صلعم کی حمایت پر اُن کی ڈاڑھی نوچ لی۔

حضرت عثمانؓ کا چچا حکم بن ابو العاص اُن کو رسی سے باندھتا اور کہتا کہ اس نئے دین کو چھوڑ دو۔

حضرت زبیرؓ کو اُن کا چچا چٹائی میں لپیٹ کر ناک میں دھواں دیتا کہ وہ اس دین کو چھوڑ دیں۔

مظلوم مسلمان کفار کی سختیاں سہتے سہتے عاجز آ گئے تھے۔ نہ خوف سے کہیں چل سکتے تھے نہ عبادت کر سکتے تھے اس لئے اُن کو ایسی جائے پناہ کی ضرورت تھی جہاں اطمینان و سکون حاصل کر سکیں۔ اس لئے آنحضرت صلعم نے مشورہ دیا کہ تم لوگ فی الحال حبش کو ہجرت کر جاؤ۔ وہاں کا بادشاہ رحمدل اور منصف ہے۔ وہ تمکو آرام سے رکھیگا۔

حکم پاتے ہی مسلمان ہجرت پر آمادہ ہو گئے۔

عروہ بن حضرت زبیرؓ نے اس سلسلہ میں عبد الملک بن مروان کو لکھا تھا کہ جب رسول اللہ صلعم نے اپنی قوم کو اس ہدایت اور نور کی طرف جسے دیکر اللہ نے آپ کو مبعوث فرمایا تھا دعوت دی تو ابتدا میں وہ آپ سے کنارہ کش نہیں ہوئے بلکہ قریب تھا کہ آپ کی بات مان لیتے۔ مگر جب آپ نے اُن کے جھوٹے معبودوں کا ذکر کیا اور قریش کی ایک جماعت جو صاحب املاک تھی طائف سے مکہ آئی تب اُنہوں نے آپ کی بات کا برا سمجھا اور آپ کے سخت مخالف ہو گئے۔ اور اُنہوں نے آپ کے فرماں برداروں کو آپ کے خلاف برانگیختہ کیا۔ اس طرح اکثر آدمی آپ کا ساتھ چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے۔ البتہ صرف تھوڑے سے وہ لوگ آپ کے ساتھ رہ گئے جن کو اللہ نے اسلام پر قائم رکھا۔ کچھ عرصہ اسی طرح گذرا پھر قریش کے رؤساء نے مشورہ کر کے اس بات کا تہیہ کر لیا کہ اُن کے بیٹے۔ بھائی یا قبیلہ والوں میں سے جو مسلمان ہو گئے ہیں اُن کو کسی نہ کسی طرح سے اسلام سے برگشتہ کیا جائے۔

یہ رسول اللہ صلعم کے پیرو مسلمانوں پر بڑی تکلیف اور سخت آزمائش کا وقت تھا۔ جو اُن کے بھگانے میں

آگئے وہ مرتد ہوگئے۔ اور جن کو اللہ نے اس فتنہ سے بچانا چاہا وہ بدستور اسلام پر قایم رہے۔ جب مسلمانوں کے ساتھ یہ شرارت کی گئی۔ رسول اللہ صلعم نے اُن کو حبشہ چلے جانے کا حکم دیا۔ کیونکہ اس وقت حبشہ کا بادشاہ نجاشی نہایت عادل اور نیک فرماں روا تھا۔ اُس کی حکومت کی تعریف کی جاتی تھی۔ اس سے پہلے سے حبشہ۔ قریش کی تجارت گاہ تھا۔ جب یہ تجارت کی غرض سے وہاں جاتے تو وہاں خوراک کی فراوانی اور امن پاتے اور تجارت میں فائدہ کماتے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ صلعم نے مسلمانوں کو حبشہ جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ جب مکہ میں مسلمانوں پر جبر ہونے لگا اور رسول اللہ صلعم کو خوف ہوا کہ یہ فتنوں میں مبتلا ہو جائیں گے۔ آپ نے ان کو حبشہ بھیجدیا۔ مگر خود آپ وہیں رہے کہیں نہ گئے۔ اس عہد میں چند سال مسلمانوں پر سخت گزرے۔ یہاں تک کہ آپ نے مکہ میں اسلام کا اعلان فرمایا۔ اور قریش کے کچھ اشراف اسلام لے آئے۔ [۱]

حارث بن الفضیل سے مروی ہے کہ اس پہلی ہجرت میں جن مسلمان مہاجرین نے خفیہ طور پر متفرق حالت میں ہجرت کی اُن کی تعداد گیارہ مرد اور چار عورتیں تھیں۔ اُن کے سوار اور پیدل شعیبہ آئے۔ اللہ نے اُن کی مدد کی کہ عین اُسی ساعت میں دو تجارتی جہاز بندر گاہ آئے۔ یہ اُن کو نصف دینار کرایہ میں حبشہ لے گئے۔ رسول اللہ صلعم کی نبوت کے پانچویں سال ماہ رجب میں مسلمانوں نے یہ ہجرت کی۔ قریش نے ساحلِ سمندر تک اُن کا تعاقب کیا۔ مگر اُن کے آنے سے پہلے یہ لوگ جہازوں میں سوار ہو چکے تھے۔ اس لئے وہ کسی کو نہ پاسکے۔ ان مسلمانوں نے بیان کیا ہے کہ ہم بخیریت حبشہ پہنچے۔ وہاں بادشاہ نے ہم سے بہت اچھا سلوک کیا۔ ہمیں اپنے دین کے بارے میں قطعی آزادی اور امن ملا۔ ہم نے اللہ کی عبادت کی۔ نہ ہم ستائے گئے اور نہ کوئی ناگوار بات سنی۔

مہاجرین حبشہ کے نام

اس پہلی ہجرت میں حضرت زبیرؓ شامل تھے۔ اُن مہاجرین کے ناموں کی تفصیل یہ ہے:۔ (۱) عثمان بن عفانؓ اُن کے ساتھ اُن کی بیوی رقیہؓ بنت رسول اللہ صلعم بھی تھیں۔ (۲) ابو حذیفہؓ بن عتبہ بن ربیعہ ان کے ساتھ ان کی بیوی سلمہؓ بنت سہیل بن عمرو بھی تھیں۔ (۳) زبیرؓ بن العوّام بن خویلد بن اسد (۴) عبدالرحمٰنؓ بن عوف بن عبد عوف بن الحارث بن زہرہ (۵) ابو سلمہؓ بن عبدالاشد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخذوم ان کے ساتھ ان کی بیوی اُم سلمہؓ بنت ابی اُمیہ بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخذوم بھی تھیں۔ (۶) عثمان بن مظعونؓ (۷) عامرؓ بن ربیعہ العنزی یہ قبیلہ عنزہ بن وائل سے تھے نہ کہ اُس قبیلہ عنزہ سے جو بنی عدی بن کعب کے حلیف تھے۔ ان کے ساتھ ان کی بیوی لیلیٰ بنت ابی حشمہ بھی تھیں۔ (۸) مصعبؓ بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار (۹) ابو سبرہؓ بن ابی رُہم بن عبدالعزیٰ العامری (۱۰) حاطبؓ بن عمرو بن عبد شمس (۱۱) سہیلؓ بن بیضا جو بنی الحارث بن فہر سے تھے۔ (۱۲) اور عبداللہؓ بن مسعود بنی زہرہ کے حلیف [۲]

اس قافلہ کی روانگی کے بعد حضرت جعفرؓ بن ابو طالب روانہ ہوئے۔ اور پھر یکے بعد دیگرے مسلمان حبشہ جانے لگے۔ ان میں وہ بھی تھے جو اپنے اہل کو لے کر گئے تھے۔ اور وہ بھی تھے جو تنہا گئے تھے۔ ان سب کی تعداد پہلے قافلہ والوں کو ملا کر بیاسی ہوگئی۔ ان میں وہ بھی ہیں جن کے ساتھ اُن کے بیوی بچے گئے تھے۔ یا جن کی اولاد حبشہ میں پیدا ہوئی یا جو تنہا گئے تھے۔ [۳]

مسلمانوں کے خلاف قریش مکہ کا وفد شاہ حبش کی خدمت میں

قریش مسلمانوں کا آرام و سکون کب گوارا کر سکتے تھے۔ اس لئے انہوں نے نجاشی کے پاس ایک وفد تحفہ و ہدایہ دیکر بھیجا اور درخواست کی کہ وہ مسلمانوں کو حبش سے نکال دے۔ اور اُن کے سپرد کردے۔ نجاشی نے مسلمانوں کو بلاکر اُن سے استفسار حال کیا اور مسلمانوں کی طرف سے مطمئن ہو کر سفارت کو ناکام لوٹا دیا۔

۱؎ ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم ص ۸۴ تا ۹۱ ۔ ۲؎ ترجمہ طبری ص ۸۵ تا ۸۹ ۔ ۳؎ الفا ص ۴۸

مستعدی اور عبور دریائے نیل

اس اثنا میں کسی دشمن نے نجاشی کے ملک پر حملہ کیا جس کی مدافعت کے لئے نجاشی کو خود جانا پڑا۔ صحابہ مہاجرینؓ نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم میں سے ایک شخص جائے اور میدان جنگ سے جو دریائے نیل کے پار تھا خبر بھیجتا رہے۔ کہ اگر ضرورت ہو تو ہم بھی نجاشی کی مدد کے لئے جائیں۔
حضرت زبیرؓ اگرچہ سب سے کم سن تھے لیکن انہوں نے اس ضرورت کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا۔ اور مشک کے ذریعہ سے دریائے نیل کو پار کر کے میدان جنگ میں پہنچ گئے۔ ادھر تمام صحابہؓ نجاشی کی فتح کی دعا مانگتے تھے۔ چند روز کے بعد حضرت زبیرؓ واپس آئے اور خوشخبری سنائی کہ نجاشی کو خدا نے فتح دی۔ [1]

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہے تھے کہ نجاشی اپنے دشمن پر غلبہ پائے اور اپنے ملک میں اس کو پوری قدرت حاصل رہے۔ اسی حالت میں ہونے والی بات کے منتظر تھے کہ ایکا ایکی حضرت زبیرؓ نکلے اور وہ دوڑتے چلے آرہے تھے اور اپنی چادر سے اشارہ کر رہے تھے کہ خوش ہو جاؤ نجاشی نے فتح پائی اور اللہ تعالیٰ نے دشمن کو برباد کر دیا۔ اور اس کو اس کے ملکوں میں اقتدار حاصل ہو گیا۔ اس وقت کی سی خوشی مسلمانوں میں کبھی نہیں دیکھی گئی۔ مسلمان نجاشی کے پاس بڑی عزت سے رہے۔ [2]

واپسی از حبشہ

مہاجرین حبش ابھی تھوڑے عرصہ ہی آرام سے رہنے پائے تھے کہ ان کو اہل مکہ کے اسلام قبول کر لینے کی غلط خبر ملی۔ اس خبر سے ان کو فطرتاً وطن لوٹنے کا شوق پیدا ہوا کہ اب وہاں بھی امن نصیب ہوگا۔ اس خیال سے اکثر صحابہؓ مکہ روانہ ہو گئے۔ مگر مکہ کے قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی۔ اب یہ اصحابؓ بڑی کشمکش میں پڑ گئے۔ نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن۔ لیکن بالآخر کسی نہ کسی کی امان ہی میں داخل ہو کر مکہ آ گئے۔ البتہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ دو ایک دن ٹھہر کر واپس حبش چلے گئے۔ [3]

حضرت زبیرؓ کی دوبارہ ہجرت حبشہ

لوگوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت زبیرؓ نے ملک حبشہ کی طرف دونوں ہجرتیں کیں۔ [4]

مہاجرین از خاندان حضرت زبیرؓ

خاندان اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی میں سے (۱) سعید بن عبد قیسؓ (۲) خالد بن حزامؓ (۳) اسود بن نوفلؓ (۴) عمرو بن امیہؓ (۵) یزید بن زمعہؓ (۶) مالک بن زمعہؓ (۷) سلیط بن عمروؓ (۸) سکران ابن عمروؓ اس دوسری ہجرت میں شامل تھے۔ [5]

نجاشی کا تحفہ

مسلمانوں کے ساتھ نجاشی کے تعلقات نہایت اچھے رہے۔ اس نے تین عدد نیزے حضور صلعم کی خدمت میں حضرت زبیرؓ بن العوامؓ کے توسط سے گزرانے جن کو آپ نے مکہ میں آ کر حضور اکرم کی خدمت بابرکت میں پیش کر دیا۔

مکہ میں شغل معیشت

مکہ کی واپسی کے بعد حضرت زبیرؓ نے اپنا قومی اور آبائی پیشہ تجارت اختیار کر لیا جس کی وجہ سے آپ کو شام و یمن و عراق۔ وغیرہ دور دراز مقامات کے سفر کرنے پڑتے تھے۔
چنانچہ جس وقت آنحضرت صلعم نے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی تو اس وقت آپ ملک شام سے تجارتی مال لے کر مکہ معظمہ واپس تشریف لا رہے تھے۔ اور حضور اکرم صلعم سے راستہ میں ملاقی ہوئے تھے۔

آنحضرت صلعم کی پیش گوئی

حضور اقدس صلعم نے مکہ کے قیام کے زمانہ ہی میں حضرت زبیرؓ کی شہادت کی خبر دی تھی۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک بار رسول پاک صلعم اور ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و طلحہؓ اور زبیرؓ کوہ حرا پر تھے کہ پہاڑ کو جنبش ہوئی حضرت صلعم نے فرمایا ٹھہر جا کیونکہ تیرے اوپر صرف نبی صدیق اور شہید ہیں۔ [6]

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۲۰۲ و ابن ہشام و طبری و ابن سعد [2] ترجمہ سیرت ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۲۰۵ و ۲۰۶ [3] طبقات ابن سعد و سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۲۲۱ [4] طبقات ابن سعد جزو اول صفحہ ۵۰ [5] طبقات ابن سعد جزو اول صفحہ ۵۰ [6] المصابیح ترجمہ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۲۹۰۔

بنو ہاشم کا مقاطعہ اور محاصرہ

سنہ ۶ میں جب حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ بھی اسلام لے آئے اور علانیہ تبلیغ ہونے لگی تو کفار قریش کا غصہ اور بھی بھڑکا۔

جب آنحضرت صلعم کو آپ کے شفیق چچا ابو طالب نے تبلیغ سے نہیں روکا اور ہر قسم کی ترغیب و تحریص تیز دیکھی بھی کارگر نہ ہوئی اور سیلاب اسلام بڑھتا ہی چلا تو قریش نے جلسہ کرکے یہ بات طے کی کہ نہ صرف آنحضرت صلعم بلکہ تمام خاندان بنی ہاشم کو محصور و مقید کرکے اُس سے جملہ تعلقات منقطع کرلئے جائیں۔ اور محاصرہ اس احتیاط و نگرانی کے ساتھ کیا جائے کہ رزق کا ایک دانہ اور پانی کا ایک قطرہ تک اُن کے حلق میں نہ پہنچنے پائے۔ آنحضرت صلعم کے قتل میں بنو ہاشم کے انتقام کا خوف تھا۔ قید کرنے میں بھی جنگ کا اندیشہ تھا لیکن اُس کی یہ تدبیر کی گئی کہ معاہدہ میں تمام قبائل مکہ شرکت کریں کیونکہ بنو ہاشم تنہا سب کا مقابلہ نہیں کرسکتے تھے۔

جب معاہدہ مکمل ہو کر سب قبائل کے سرداروں کے دستخط ہوگئے تو اُسے در کعبہ پر لٹکا دیا گیا۔

اُس معاہدہ کے دفعات یہ تھے:۔

(۱) اُن لوگوں سے میل جول قطعی نہ رکھا جائے۔ (۲) جو اُن سے تعلق رکھے اُس کا بھی مقاطعہ کردیا جائے۔ (۳) اُن تک خورد و نوش کا سامان نہ پہنچنے دیا جائے۔ (۴) ان کے ساتھ خرید و فروخت کسی قسم کی نہ رکھی جائے۔ (۵) اس وقت تک یہ مقاطعہ برابر قائم رکھا جائے جب تک یہ لوگ رسول اللہ صلعم کو اپنی مرضی کے ساتھ قتل کے لئے قریش کے حوالہ نہ کردیں۔

جناب ابو طالب کو اس معاہدہ کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنے تمام خاندان کو لے کر دامن کوہ کے اپنے ایک وسیع مکان میں پناہ گزین ہوئے۔ قریش خود اس فکر میں تھے۔ انھوں نے فوراً مکان کو محصور کرلیا۔ اور ہر چہار طرف پہرہ لگادیا۔ (اسی پناہ گاہ کا نام شعب ابو طالب ہے یہ واقعہ سنہ ۷ نبوی کا ہے) کچھ دن تو جوں توں گزر گئے مگر پھر تو مصیبت و تکلیف کی ایک قیامت برپا ہوگئی محاصرہ کی طوالت کی وجہ سے گھاس اور پتے بھی کھانے کے لئے نہیں رہے تھے۔ حضرت سعد بن وقاصؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات کو کہیں سے سوکھا ہوا چمڑہ ہاتھ آگیا اُسی کو دھو کر آگ پر بھونا اور پانی ملا کر کھایا۔ اکثر طلح کے پتے کھانے پڑتے تھے۔

تاہم اس زمانے میں بھی اُم المومنین حضرت خدیجہؓ اسدی کے اثر سے جو حضور اکرم صلعم کے ساتھ شعب ابو طالب میں تھیں کبھی کبھی باہر سے کھانا پہنچ جاتا تھا۔ جس کو اُن کے خاندان والے چھپا کر کسی نہ کسی طرح بھیجدیا کرتے تھے۔

اسی اثناء میں ایک دن ابوجہل کی حکیمؓ بن حزام بن خویلد بن اسد۔ حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے سے مڈبھیڑ ہوگئی اُن کے ہمراہ ایک غلام تھا جس پر گیہوں بار تھا اور وہ اُسے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہؓ کے پاس شعب ابو طالب میں لوا کرلے جارہے تھے۔ ابوجہل نے اُنہیں پکڑ کر کہا کہ تم بنی ہاشم کے لئے کھانا لے جارہے ہو۔ بخدا تم اسے لیکر نہیں بڑھ سکتے ورنہ میں تم کو تمام مکہ میں رسوا کردوں گا۔ اتنے میں ابوالبختری عاص بن ہشام بن الحارث بن اسد وہاں پہنچ گئے۔ اُنھوں نے ماجرا دریافت کیا تو ابوجہل نے کہا یہ دیکھو حکیمؓ بنی ہاشم کی خوراک لے کر جارہے ہیں۔ ابوالبختری اسدی کہنے لگے یہ تو اپنی پھوپھی کے لئے جو محمد (صلعم) کے ساتھ ہیں خوراک لے کر جارہے ہیں۔ جنھوں نے آدمی بھیجکر اُن سے منگوائی ہے۔ تم کیوں روکتے ہو۔ جانے دو۔ مگر ابوجہل نے کسی طرح نہ مانا اور سخت کلامی کرنے لگا تو ابوالبختری نے ابوجہل کے ایسی ضرب لگائی کہ وہ لہولہان و بیدم ہوگیا۔ [۱]

---

[۱] طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۹۳ و ۹۲۔

حضرت زبیرؓ کی کوشش اور بنو ہاشم کی رہائی

بنی ہاشم سخت مصیبت میں تھے کہ آخر کار اُن کی رہائی کا سامان اس طرح ہوا کہ ایک روز ہشام مخزومی نے جو خاندان بنی ہاشم کا قریبی رشتہ دار تھا۔ حضرت زبیرؓ کے پاس (جو اُم المومنین حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے تھے) جاکر کہا۔ کیوں زبیرؓ تم کو یہ پسند ہے کہ تم کھاؤ پیو اور ہر قسم کا لطف اُٹھاؤ اور تمہارے ماموں ابوطالب کو ایک دانہ تک نصیب نہ ہو حضرت زبیرؓ نے کہا۔ کیا کروں تنہا ہوں اگر ایک شخص بھی میرا ساتھ دے تو میں اس ظالمانہ معاہدہ کو پھاڑ کر پھینکدوں ہشام نے کہا۔ میں موجود ہوں۔ دونوں ملکر مطعم بن عدی کے پاس گئے اُنہوں نے بھی ساتھ دیا اور ابوالبختری اسدی وزمعہ بن الاسود اسدی نے بھی امداد کا وعدہ کیا۔ دوسرے دن یہ سب ملکر حرم میں گئے۔ حضرت زبیرؓ نے سب لوگوں کو مخاطب کرکے کہا "اے اہلِ مکہ یہ کیا انصاف ہے کہ ہم لوگ آرام سے بسر کریں اور بنو ہاشم کو آب ودانہ نصیب نہ ہو۔ خدا کی قسم جب تک یہ ظالمانہ معاہدہ چاک نہ کردیا جائے گا میں باز نہ آؤں گا" ابوجہل برابر سے بولا۔ کوئی اس معاہدہ کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ زمعہ اسدی نے کہا تو جھوٹ بکتا ہے جب یہ لکھا گیا تھا اُس وقت بھی ہم راضی نہ تھے۔ غرض مطعم نے ہاتھ بڑھا کر دستاویز چاک کردی۔ پھر مطعم بن عدی۔ عدی بن قیس۔ زمعہ بن الاسود اسدی۔ ابوالبختری عاص اسدی اور حضرت زبیرؓ سب ہتھیار باندھ کر بنو ہاشم کے پاس گئے اور اُن کو درّہ یعنی شعب ابوطالب سے نکال لائے۔ یہ واقعہ سنہ ۱۰ نبوی کا ہے۔

اسی محاصرے کے زمانے میں معراج ہوئی اور نماز پنجگانہ فرض ہوئی۔ اور محاصرہ اُٹھنے کے تھوڑے ہی دنوں بعد اُم المومنین بی بی خدیجہؓ اور جناب ابوطالب کا انتقال ہوگیا۔[1]

شادی

مکہ معظمہ ہی میں حضرت زبیرؓ کی شادی حضرت اسماءؓ سے ہوئی۔ جن کا لقب ذات النطاقین ہے۔ اور جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بڑی صاحبزادی اور اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بہن ہیں۔ حضرت زبیرؓ کی شادی حبشہ سے واپس آنے پر ہوئی۔ لیکن شادی کے بعد ہی حضرت زبیرؓ بغرض تجارت شام تشریف لے گئے تھے جہاں سے اُس وقت اُن کی واپسی ہوئی جب کہ آنحضرت صلعم اور آپ کے یار غار حضرت ابوبکر صدیقؓ مکہ سے مدینہ کو روانہ ہو چکے تھے اور راستہ میں آنحضرت صلعم کی خدمت میں کپڑے پیش کرنے کی عزت حاصل کی تھی۔

آنحضرت صلعم کی ہجرت مدینہ اور راستہ میں حضرت زبیرؓ کی بیش بہا کپڑوں کی نذر

اُم المومنین بی بی خدیجہؓ اور جناب ابوطالب کے اثرات مکہ میں بہت تھے۔ دونوں آنحضرت صلعم کے سچے ہمدرد اور پشت و پناہ تھے سنہ ۱۰ نبوی میں دونوں کے انتقال کرجانے سے قریش کے لئے میدان صاف ہوگیا۔ اور اُنہوں نے حضور اکرم صلعم کو دل کھول کر ستانا شروع کیا۔ طرح طرح کے ستانے کے طریقے ایجاد کئے۔ کوئی کوڑہ پھینکتا۔ کوئی راستہ میں کانٹے بچھا دیتا۔ کوئی گالیاں دیتا۔ لڑکوں کے غول پیچھے رہتے ہر موقع پر ہلاکت کا خطرہ تھا۔ اور تبلیغ نہیں ہوسکتی تھی۔ اس لئے حضور صلعم طایف تشریف لے گئے۔ اس لئے کہ اگر وہاں کے رؤسا نے اسلام قبول کرلیا تو دشواری باقی نہیں رہے گی۔ مگر وہاں آپ کے ساتھ مکہ سے بھی زیادہ بدتر سلوک ہوا تو آپ واپس تشریف لے آئے۔ اور مایوس ہوکر قریش کو تبلیغ کرنا چھوڑ دیا۔

اب آپ صرف اُن قبائل کو جو حج وغیرہ کے لئے آتے تھے دعوت اسلام فرماتے ہیں۔ لیکن یثرب (مدینہ)

---

[1] ابن ہشام و ابن اثیر و طبقات ابن سعد و سیرۃ النبیؐ جلد اوّل صفحہ ۲۲۷ تا ۲۳۰۔

کے چھ آدمیوں کے سوائے کسی کو قبول اسلام کی توفیق نہیں ہوئی۔

مدینہ واپس جاکر ان لوگوں نے اپنی قوم سے رسول اللہ صلعم کا ذکر کیا۔ اور انہیں اسلام کی دعوت دی جو ان میں بہت مقبول ہوئی۔ اگلے سال سنہ ۱۲ نبوی میں مدینہ کے اور بارہ اشخاص نے آکر اسلام قبول کر لیا۔ انہوں نے عقبہ میں رسول اللہ صلعم سے ملاقات کرکے آپ سے ان امور پر بیعت کی کہ:-

"ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔ چوری۔ زنا۔ اور اولاد کا قتل نہ کریں گے۔ کسی پر بہتان نہیں باندھیں گے۔ نہ کسی کے لئے غلط بات کہیں گے۔ کسی نیک بات میں رسول اللہ صلعم کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کریں گے"، جہاد اس وقت فرض نہیں ہوا تھا۔

اس بیعت کے بعد آنحضرت صلعم نے ان کے ہمراہ حضرت مصعب بن عمیر رض کو ان کی تعلیم اور اشاعت اسلام کے لئے مدینہ منورہ بھیجدیا۔ جن کی تبلیغ سے خزرج و اوس کے قبیلے مسلمان ہوگئے۔ یہود۔ وائل۔ واقف۔ اور قبیلہ خطیمہ کے سواء مدینہ کا ہر گھر مسلمان اور اسلام کا شیدائی بن گیا۔

تیسرے سال سنہ ۱۳ نبوی میں مدینہ کے بہتر آدمیوں نے آکر خفیہ طور پر عقبہ ہی میں پھر بیعت کی۔ (پہلی بیعت کو عقبۂ اولیٰ اور دوسری کو بیعت عقبۂ ثانیہ کہتے ہیں)۔

جب مشرکین کی طرف سے اذیتوں کی کوئی انتہا نہیں رہی تو آنحضرت صلعم نے حکم دیا کہ جن لوگوں کو کفار کے ستم سے نجات نہیں مل سکتی وہ مدینہ کو ہجرت کر جائیں۔ سب سے پہلے ابوسلمہ رض عبداللہ اشہل رض پھر حضرت بلال رض اور حضرت عمار بن یاسر رض نے ہجرت کی ان کے بعد حضرت عمر رض نے بیس آدمیوں کے ساتھ ہجرت کی۔

مدینہ منورہ کی وسعت کم تھی۔ اس لئے مہاجرین زیادہ تر قبا میں جو مدینہ سے دو تین میل ہے قیام کرتے تھے۔

سنہ ۱۳ نبوی میں خود جناب رسالت مآب صلعم نے مکہ چھوڑا تو حضرت صدیق اکبر رض کے ہمراہ تین روز تک تعاقب کے خوف سے غار ثور میں چھپے رہے۔

غار ثور مکہ سے تین میل جانب جنوب ہے۔ پہاڑ کی چوٹی قریباً ایک میل بلند ہے۔ چڑھائی بہت سخت ہے۔ وہاں سے سمندر دکھائی دیتا ہے۔

جہاں حضرت زبیر رض کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء رض بنت حضرت ابوبکر صدیق رض بعد مغرب کھانا پہنچا دیتیں۔ اور ان کے بھائی حضرت عبداللہ رض دن بھر کی خبریں پہنچا دیا کرتے تھے۔ حضرت صدیق اکبر رض کے غلام عامر بن فہیرہ رات کے وقت بکریوں کا ریوڑ چراتے ہوئے وہاں آجاتے اور دودھ پلاکر روانہ ہو جاتے۔ اس انتظام سے حضرت اسماء رض اور حضرت عبداللہ کے پاؤں کے نشان بھی ریوڑ گزرنے کی وجہ سے مٹ جاتے تھے۔

غار ثور سے مدینہ کو روانگی کے وقت ستوؤں کا تھیلا لٹکانے کے لئے کوئی تسمہ یا رسی نہ ہونے کی وجہ سے حضرت اسماء رض نے اپنے کمر بند۔ (وہ کپڑا جو عورتیں قمیص پر کمر سے باندھا کرتی تھیں) کے دو حصے کرکے ایک تو اپنی کمر میں باندھ لیا۔ اور دوسرے سے ستو کا تھیلا باندھ دیا۔ اس برمحل تدبیر سے آنحضرت صلعم نے خوش ہوکر حضرت اسماء رض کو ذات النطاقین یعنی دو کمر بند والی خطاب عطا فرمایا۔

مدینہ کے راستہ میں حضرت زبیر رض شام کے سفر سے تجارتی قافلہ لئے ہوئے مکہ کو واپس آتے ہوئے آنحضرت صلعم سے ملے۔ حضرت زبیر رض نے اس موقع پر حضور اقدس صلعم کی خدمت میں کپڑے یعنی لباس پیش کیا اور عرض کیا کہ مکہ پہنچکر اور سب کی امانتیں دے کر جلد مدینہ آپہنچتا ہوں۔ [۱]

---

[۱] ترجمہ طبری جلد اوّل حصہ سوم ص ۱۳۵۔

علامہ شبلیؒ لکھتے ہیں کہ حسنِ اتفاق یہ کہ حضرت زبیرؓ شام سے تجارت کا سامان لے کر آ رہے تھے۔ اُنہوں نے آنحضرتؐ اور حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں چند بیش قیمت کپڑے پیش کئے جو اس بے سروسامانی میں غنیمت تھے۔ [۱]

بخاری میں ہے کہ زہریؒ کہتے ہیں مجھے عروہ بن زبیرؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلعم کو اثنائے راہ میں زبیرؓ معہ چند مسلمان سواروں کے جو تاجر تھے اور شام سے لوٹتے ہوئے آ رہے تھے ملے۔ تو حضرت زبیرؓ نے رسول خدا صلعم کو اور ابوبکرؓ کو سپید کپڑے پہننے کے لئے دئے۔ [۲]

ہجرت مدینہ منورہ

رسولِ مقبول صلعم کے مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد مکہ معظمہ کی فضا حضرت زبیرؓ کے لئے بے کیف ہو گئی اور آپ بھی روانہ ہو کر تھوڑے ہی دن کے بعد مکہ معظمہ کے لوگوں کی تمام امانتیں دیکر حضور اکرم صلعم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور پھر آپ کے وصال تک کبھی آپ سے جُدا نہیں ہوئے۔

مدینہ منورہ میں اوّلین جائے قیام

محمد بن عمر سے محمد بن صالح نے اور اُن سے عمر بن قتادہؓ نے روایت کی ہے کہ جب حضرت زبیرؓ نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی تو وہ المنذر بن محمد بن اصیحہ بن الجلاح کے مکان پر اُترے یا ٹھہرے۔ [۳]

مواخات مابین مہاجرینؓ و انصارؓ

رسول اللہ صلعم قبا میں جو مدینہ منورہ سے دو تین میل ہے۔ بنی عمرو بن عوف کے یہاں دوشنبہ، منگل، بدھ اور جمعرات کو مقیم رہے۔ یہاں آپ نے مسجد کی بنیاد رکھی۔ جمعہ کے دن آپ وہاں سے روانہ ہو گئے۔ بعض صاحبوں نے یہ بھی کہا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ۱۴ دن قبا میں قیام فرمایا۔ پھر مدینہ تشریف لا کر آپ نے حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے یہاں قیام فرمایا۔ آپ دوشنبہ کے دن مکہ سے روانہ ہوئے تھے۔ اور دوشنبہ ہی کے دن ۱۲ ربیع الاول کو مدینہ منورہ تشریف لائے۔ مدینہ میں داخل ہونے کے وقت حضور اکرم صلعم رئیس قوم مقنن اور حاکم اعلیٰ وہاں کے ہو گئے تھے۔ قبائل اوس و خزرج کے قدیمی تفرقے سب مٹ گئے تھے۔

اب وہ لوگ جنہوں نے اسلام کی مصیبت کے وقت اعانت کی انصارؓ کے لقب سے ملقب ہوئے اور جنہوں نے اپنے وطن اور اعزا کو خیرباد کہہ کر رسول اللہ صلعم کا ساتھ دیا وہ مہاجرینؓ کے پیارے لقب سے پکارے جانے لگے۔ نیز یثرب کا قدیم نام بدل کر مدینۃ النبیؐ ہو گیا۔

اُس وقت جو اصحابؓ مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں چھپ کر اور لُٹی کھُٹی حالت میں پہنچے تھے۔ اُن میں بلا شبہ بڑے بڑے ارباب جاہ و ثروت اور دولت مند بزرگ بھی تھے۔ مگر اُن کو کسی چیز کے ساتھ لانے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اور اب وہ ضرورت مند تھے۔ اس لئے انصارؓ کے گھر مہمان خانے بن گئے تھے۔

آنحضرت صلعم ہر چیز میں نظم و تربیت دیکھنے کے آرزومند اور ساعی تھے۔ اس وجہ سے آپ نے پہلی فرصت میں مہاجرینؓ کی کفالت کا ایسا سہل و منظم طریقہ جس سے مہاجرین کے جذبات عزت کو بھی ٹھیس نہ لگے۔ اور اُن کی بیکاری کا بھی خاتمہ ہو جائے۔ سوچ لیا اور اپنی حیرت انگیز قوت تنظیم اور فقید المثال دماغ سے کام لے کر مہاجرینؓ و انصارؓ میں باہم رشتۂ اخوت قائم فرما دیا۔

اس کام کے لئے آپ نے انصارؓ و مہاجرینؓ کو حضرت انسؓ بن مالکؓ کے مکان میں جمع کیا۔

---

[۱] سیرۃ النبیؐ جلد اول ص ۲۵۴ و ۲۵۵ [۲] ترجمہ صحیح بخاری ص ۱۸ [۳] طبقات ابن سعد جز ثالث ص ۷۱۔ [۴] طبقات ابن سعد و کتاب المحبر و تاریخ الکبیر کے مطابق ہجرت سے قبل نبی صلعم نے حضرت زبیرؓ اور حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے درمیان مکہ میں مواخات کرا دی تھی۔ اس ضمن میں حضرت طلحہؓ کا نام بھی لیا جاتا ہے۔

ایک طرف انصارؓ کو اور دوسری طرف مہاجرینؓ کو بٹھایا۔ جن کی تعداد اُس وقت پینتالیس[۴۵] تھی۔ (یعنی انصارؓ و مہاجرینؓ نوّے آدمی تھے جن میں مواخات کرائی)۔

اس کے بعد انصارؓ سے فرمایا کہ یہ مہاجرینؓ تمہارے بھائی ہیں۔

پھر آپ ایک ایک انصارؓ اور مہاجرؓ کو بلاتے اور دونوں سے فرماتے کہ آج سے تم دونوں بھائی بھائی ہو۔ ایسے بھائی جنھیں آج کے بعد دنیا کی کوئی قوت جدا نہیں کرسکتی۔

اس رشتہ کے بعد وہ حقیقی بھائی بن گئے۔ ایسے بھائی جن کے سامنے حقیقی رشتہ کوئی چیز نہیں رہا۔ حالت یہ ہوگئی تھی کہ کوئی انصارؓ مرجاتے تو اُن کا مال ان کے مہاجر بھائی کو ملتا۔ اقربا محروم رہتے تھے۔ یہ جو کچھ ہوا وہ ذیل کے حکم ربانی کے ماتحت ہوا۔

"جو لوگ ایمان لائے۔ ہجرت کی۔ اور اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ لوگ جنھوں نے اُن لوگوں کو پناہ دی اور اُن کی امداد کی باہم بھائی بھائی ہیں۔" (سورۂ انفال)۔

لیکن غزوۂ بدر کے بعد جب مہاجرینؓ کو نصرت و امداد کی ضرورت باقی نہ رہی تو حکم بھی بدل گیا اور یہ وحی نازل ہوئی۔

"قرابتدار ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں"۔

حضرت زبیرؓ کے انصاری بھائی

حضرت زبیرؓ کے بھائی۔ اس مواخات میں حضرت سلامہؓ بن سلامہ انصاری بنے۔ اسی ضمن میں حضرت کعبؓ بن مالک کا نام بھی بعضوں نے تحریر کیا ہے۔[۵]

اب جو اس مجلس سے انصارؓ اُٹھے تو ہر انصارؓ نے اپنے مہاجر بھائی کو لے جاکر اپنی اپنی املاک اور گھر کی ہر چیز دکھائی۔ شمار کرائی اور کہا کہ اس میں سے بحیثیت بھائی کے آدھا آپ کا ہے۔

مہاجرین بہت غیرتمند اور خوددار تھے۔ انھوں نے اپنے بھائی انصارؓ پر اپنا بوجھ ڈالنا گوارا نہیں کیا۔ تجارت سے بعض مزدوری سے اپنی معاش پیدا کرتے تھے۔[۱]

مہاجرینؓ کی غیرت

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ انصارؓ نے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ حضورؐ ہمارے اور مہاجرین کے درمیان کھجوروں کے درخت تقسیم کردیں۔ حضور صلعم نے فرمایا نہیں۔ انصارؓ نے اس پر یہ عرض کیا کہ اچھا مہاجرینؓ ہماری طرف سے محنت کریں اور پیداوار میں شریک ہوجائیں۔ مہاجرینؓ نے کہا۔ ہاں اس کو ہم بسروچشم مانتے ہیں۔[۲]

حضرت زبیرؓ کی غیرت کے متعلق روایات

حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ حضرت زبیرؓ بڑے غیرت دار آدمی ہیں۔[۳]

تعمیر مکان زمین و جاگیر عطیۂ رسول اللہ صلعم

مہاجرینؓ نے اُس وقت تو بے سروسامانی کے عالم میں رشتہ مواخات منظور کرلیا تھا۔ اُن کی گذر اوقات کا سامان بھی ہوگیا تھا۔ مگر وہ انصارؓ کے مکانات میں رہنا پسند نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ عرب میں اس کو ایک گونہ برا سمجھا جاتا تھا۔ اور اس سے تکلیف کا بھی امکان تھا۔

اس لئے انصار کرامؓ نے اپنی آراضی جو اُن کے مکانات کے گردونواح میں افتادہ حیثیت میں تھی وہ انھیں دیدی تھی۔

[۱،۲] ترجمہ صحیح بخاری جلد اول ص ۱۱۳ [۳] ترجمہ صحیح بخاری جلد سوم ص ۲۱۲ [۵] طبقات ابن سعد جزو ثالث ص ۲۰، و کتاب المحبر ص ۷۱، ۲۰۲۔

چنانچہ حضرت زبیر بن العوامؓ کو ایک اچھی اور وسیع زمین مل گئی جس میں انہوں نے اپنی رہائش کے لئے ایک کشادہ اور بہتر مکان تعمیر کرلیا۔

بعد ازاں سرکار دو عالم صلعم نے آپ کو اس مکان سے پون کوس کے فاصلہ پر کچھ زمین جاگیر میں عطا فرمائی تھی[۱]۔ محمد بن عمر نے محمدؒ بن عبداللہ سے انہوں نے زہریؒ سے اور انہوں نے عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے حضرت زبیرؓ کو مدینہ میں ایک بڑا وسیع قطعہ زمین عطا فرمایا تھا۔

رسول اللہ صلعم کا عطیہ باغ خرما

ہشام بن عروہؓ نے اپنے والد اور انہوں نے اپنی والدہ حضرت اسماءؓ بنت حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت کی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلعم نے حضرت زبیرؓ کو ایک خرمے کا باغ جاگیر میں عطا فرمایا تھا۔[۲]

مہاجرینؓ کے فضائل

انسان کے لئے تھوڑے عرصہ تک مصائب برداشت کرلینا زیادہ دشوار نہیں ہے۔ کچھ دنوں کے لئے وہ مالی نقصان اور جسمانی اذیتیں برداشت کرسکتا ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر ایک مرتبہ وہ جان بھی دے سکتا ہے۔ مگر جیتے جی ہمیشہ کے لئے خویش واقارب اہل وعیال اور مال و دولت سب کو چھوڑ کر جلاوطنی کی مصیبت نہیں سہہ سکتا۔

مہاجرینؓ کا سب سے بڑا ایثار، سب سے بڑی قربانی اور سب سے بڑا شرف۔ یہی ہے کہ وہ صرف خدا اور رسول صلعم کی خوشنودی کے لئے اپنے وطن اپنے اہل وعیال اور اپنے مال و جائداد سب کو چھوڑ کر بے خانماں ہوئے۔ یہ وہ جذبۂ فدویت ہے جس کی مثال مذاہب عالم کے تاریخی مضمون میں نہیں مل سکتی۔

جب وہ گھر سے بے گھر ہوئے تو اُن کی جیب و دامن مال و دولت کے ذخیروں سے خالی تھے۔ کھانے پینے تک کا سہارا نہ تھا۔ وہ ہر قسم کی مادی دولت سے تہی دامن تھے۔ لیکن اُن کے دل۔ ایمان۔ خدا و رسول صلعم کی محبت اور ولولہ مذہب کی دولت سے معمور تھے۔ اور اُس نے تمام مزخرفاتِ دُنیوی سے اُن کو بے نیاز کردیا تھا۔

خدا نے اُن کے یہ تمام صفات قرآن شریف میں خود بیان فرمائے ہیں۔ چنانچہ سورۂ حشر میں مہاجرینؓ کی یہ خصوصیات شمار کرائی گئیں ہیں۔

مالِ غنیمت میں اِن محتاج مہاجرینؓ کا بھی حق ہوتا ہے جو اپنے وطن سے نکالے گئے اور اپنی جائدادوں اور دولت سے محروم کردیئے گئے۔ اور خدا کے فضل اور اُس کی رضامندی کے متلاشی ہیں۔ اور اُس کے رسول صلعم کی مدد کرتے ہیں۔ یہ ہیں راست باز لوگ (حشر ع ۱)

ان کے اقوال وافعال یہ تھے۔

وہ لوگ اپنے گھروں سے ناحق اس جرم میں نکالے گئے کہ وہ کہتے ہیں ہمارا پروردگار اللہ ہے اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ہاتھ سے دھٹوا دیتا تو کلیسے اور گرجے اور عبادت خانے اور مسجدیں جن میں کثرت سے خدا کا نام لیا جاتا ہے گرا دیئے جاچکے تھے۔ اور جو اللہ کی مدد کرے گا اللہ اُس کی ضرور مدد کرے گا بیشک اللہ قوت والا اور غالب ہے۔

یہ لوگ (مہاجرینؓ) اگر ہم ان کو حکومت دیکر زمین پر قادر کردیں تو یہ نمازیں پڑھیں گے۔ زکوٰۃ دیں گے۔ اور لوگوں کو اچھے کام کے لئے کہیں گے۔ اور بُرے کاموں سے منع کریں گے اور انجام خدا ہی کے لئے ہے۔ (حج ع ۶)۔

---

[۱] ترجمہ صحیح بخاری جلد اوّل صفحہ ۲۱۲ [۲] طبقات ابن سعد جزو ثالث صفحہ ۷۲

ان قربانیوں کے صلہ میں دنیا اور آخرت کی سب سے گراں بہا نعمت ان کو حاصل تھی۔ یعنی رضائے الٰہی اور اس کی رحمت۔ درجات اور مراتب کے اعتبار سے بھی وہ خدا کے نزدیک سب سے بلند تر تھے۔

جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جان و مال سے اللہ کے راستہ میں جہاد کیا یہ لوگ اللہ کے نزدیک بہت بلند مرتبہ ہیں اور یہ ہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ ان کا رب ان کو اپنی خوشنودی اور رحمت اور ایسے باغوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں اُن کو دائمی آسایش ہے۔ اور یہ لوگ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ (توبہ ع ۳)۔

اس دُوسری آیت میں نہ صرف مہاجرین رض کے لئے بلکہ مہاجرین رض کے نقش قدم پر چلنے والوں کے لئے بھی اس خوشنودی کا مژدہ سنایا گیا ہے۔ (دیکھو توبہ ع ۱۳)۔

غرض کہ مہاجرین رض کے حالات قرآن شریف میں بہت جگہ ہیں (بقرع ۲۷۔ آلِ عمران ع ۲۰۔ نحل ع ۶۔ نحل ع ۱۴۔ حج ع ۸۔ توبہ ع ۱۴۔ نور ع ۳۔ انفال ع ۱۰)۔

عبداللہ رض بن حضرت زبیر رض کی پیدایش

آنحضرت صلعم کے مدینہ منورہ میں تشریف لے جانے کے ایک سال تک مہاجرین رض میں سے کسی کے اولاد پیدا نہیں ہوئی تو یہودیوں نے مشہور کر دیا کہ مسلمانوں کے انقطاعِ نسل کے لئے اُنہوں نے جادو کر دیا ہے۔ اس شہرت کے زمانے میں ان اوہام باطلہ کی تردید کے لئے عبداللہ بن حضرت زبیر رض پیدا ہووے۔

مسلمانوں کو اُن کے پیدا ہونے سے بڑی ہی خوشی اور مسرت ہوئی۔ اور اُنہوں نے اس خوشی میں ایسے نعرہ تکبیر بلند کئے جس سے مدینہ منورہ کے در و دیوار گونج اُٹھے۔ اور یہ صاحبزادے اسلام کے پہلے فرزند مشہور ہو گئے۔

عبداللہ رض بن حضرت زبیر رض کی بیعت

حضرت عبداللہ رض کی عمر جب آٹھ سال کی ہوئی تو ایک دن حضرت زبیر رض نے اُن کو رسول اللہ صلعم کی خدمت بابرکت میں پیش کیا۔ حضور صلعم اُن کو دیکھ کر مُسکرائے اور اس چھوٹے سے مسلمان سے بیعت لی۔

غزوات اور حضرت زبیر رض

حضرت زبیر رض اُن لوگوں میں سے تھے جو بہادری میں بے مثل مانے گئے ہیں۔ وہ آنحضرت کے زمانے میں تمام غزوات میں شریک رہے اور اُن کے بعد بھی برابر لڑائیوں میں شریک رہے۔ شام اور مصر کی فتوحات میں اُن کے بڑے کارنامے ہیں۔ حماد بن اسامہ رض نے ہشام بن حضرت عروہ رض سے روایت کی ہے کہ حضرت زبیر رض کی عمر اسلام کے وقت سولہ سال تھی اور تمام غزوات رسول اللہ صلعم میں آپ اُن کے شریک و سہیم تھے۔ [۱]

روایت کی گئی ہے۔ (متفق البیان) کہ حضرت زبیر رض جنگ بدر و اُحد اور تمام غزوات میں حاضر اور رسول اللہ صلعم کے ساتھ شریک رہے۔ اور یوم اُحد میں ثابت قدم رہے۔ اور موت کی بیعت کی (حدیبیہ) میں فتح مکہ میں تین جھنڈوں میں سے ایک جھنڈا اُن کے پاس تھا۔ [۲] بعد میں انصار کا جھنڈا بھی آپ کو حاصل ہو گیا تھا۔

حاشیہ نوٹ۔ مدینہ منورہ میں تشریف لاکر آنحضرت صلعم کے لئے یہ ضروری ہوا کہ مہاجرین رض و انصار رض اور مدینہ منورہ کی حفاظت قریش کی مخالفت سے فرمائیں۔ کیونکہ قریش نے تمام قبائل عرب میں مسلمانوں کے خلاف ایک آگ بھڑکا کر مدینہ منورہ اور مسلمانوں کی تباہی و بربادی کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس لئے اول یہ تدبیر کی گئی کہ قریش کی شام سے جو تجارت ہوتی تھی اور جس کا راستہ مدینہ منورہ کے قریب سے ہو کر گزرتا تھا اُسے رُوک دیا جائے تاکہ قریش صلح کرنے پر مجبور رہیں۔ دوسرے قریش مکہ کے مسلمانوں کے خلاف منصوبوں

---

[۱] و [۲] طبقات ابن سعد جزو ثالث ص ۷۱ و ۷۲۔

غزوۂ بدر العظمیٰ (رمضان ۲ھ)

ہجرت کے دوسرے سال تک کوئی اہم واقعہ پیش نہیں آیا۔ صرف اس قدر ہوا کہ دو تین دفعہ قریش چھوٹے چھوٹے گروہوں میں مدینہ منورہ کی طرف بڑھے تھے لیکن آنحضرت صلعم نے خبر پا کر اُن کے رُوکنے کے لئے تھوڑی تھوڑی سی فوجیں بھیجدی تھیں اور وہ وہیں رُک گئے تھے۔

حضرت عروہ بن زبیرؓ نے جنگ بدر کے متعلق عبدالملک بن مروان کو حسب ذیل بیان لکھ کر بھیجا تھا کہ "ابوسفیان بن حرب قریش کے تقریباً ستر سواروں کے ساتھ جو سب تجارت کے لئے شام گئے ہوئے تھے اور وہاں سے واپس آرہے تھے اُس کے ساتھ اُن کا تمام روپیہ اور سامانِ تجارت تھا۔ جب یہ حجاز واپس آنے لگے تو اس کی خبر رسول اللہ صلعم اور اُن کے صحابہؓ کو ملی۔ اس سے پہلے سے اُن میں لڑائی جاری تھی جس میں کئی آدمی مقتول ہو چکے تھے۔ ابن الحضرمی بھی کئی آدمیوں کے ساتھ نخلہ میں قتل ہو چکا تھا اور قریش کے چند آدمی قید بھی کر لئے گئے تھے۔ اُن ہی سے بعض مغیرہ کے بیٹے تھے۔ نیز اُن میں اُن کا مولیٰ ابن کیسان بھی تھا۔ اب مسلمانوں کی ایک جماعت ابوسفیان اور اُس کے قافلہ پر قبضہ کرنے کی غرض سے مدینہ سے چلی۔ جن کا خیال تھا کہ بلا لڑے بھڑے وہ اُن کے قبضہ میں آجائے گا۔ ابوسفیان کو جب یہ معلوم ہوا کہ اصحاب رسول اللہ صلعم اس کا راستہ رُوکنا چاہتے ہیں تو اُس نے قریش کے پاس آدمی بھیجکر درخواست کی کہ تم اپنے اسباب تجارت کو بچاؤ۔ قریش کو اُس کی اطلاع ہوئی تو اس خبر کے ملتے ہی مکہ والے دوڑے جب تک نبی صلعم بدر نہ آگئے اُن کو اور اُن کے صحابہؓ کو قریش کی اس جمعیت کی اطلاع نہیں ملی تھی۔ ابوسفیان نے اس خوف سے کہ بدر پر دشمن گھات میں ہوگا اُس سمت سے بچ کر ساحل کی راہ پکڑ لی۔" [1]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸) واقفیت حاصل کی جائے۔

تیسرے جو مسلمان بہ مجبوری مکہ میں رہ گئے تھے۔ اُن کی حفاظت کے سامان پیدا کئے جائیں۔

چوتھے قریش کی حملہ آوری کی مدافعت کی جائے۔

پانچویں مدینہ منورہ اور اُس کے قرب وجوار کے قبایل سے امن وآشتی کے معاہدے کئے جائیں تاکہ وہ قریش کی مدد نہ کرسکیں۔ اگر وہ ان معاہدات کی پابندی نہ کریں تو اُن سے جنگ کی جائے۔

ان ہی اسباب کی بنا پر ہجرت کے بعد دس سال تک آنحضرت صلعم سریوں اور غزوات میں مشغول رہے۔

(ا) سریہ اُس فوج کشی کو کہتے ہیں جس میں سرکار دوعالم صلعم نے بذات خود شرکت نہیں فرمائی بلکہ فوج پر صحابۂ کرامؓ میں سے کسی ایک کو سردار بنا کر بھیجا۔

بقول بعض سریوں کی تعداد تینتالیس[۴۳] ہے۔ اُن کی تعداد میں اختلاف ہے۔ عبداللہ بن حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ مدینہ منورہ میں تشریف لانے کے بعد سے وفات تک رسول اللہ صلعم نے پینتیس[۳۵] مہمات جہاد کے لئے روانہ فرمائیں۔

(ب) غزوات اُن کو کہتے ہیں کہ جن افواج کے ساتھ حضور اکرم صلعم بذات خاص شریک ہوئے۔

ابو جعفر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے چھبیس[۲۶] غزوات میں شرکت فرمائی جن لوگوں نے آپ کے غزوات کی تعداد چھبیس[۲۶] بیان کی ہے اُنھوں نے غزوۂ خیبر اور وہاں سے جو آپ مدینہ منورہ آئے بغیر وادی القریٰ کے لئے گئے تھے اس کو ایک غزوہ قرار دیا ہے۔ کیونکہ وہ ایک ہی سلسلہ میں ہوئے۔ اور جو آپ کے غزوات کی تعداد ستائیس[۲۷] کہتے ہیں وہ دونوں واقعوں کو علیحدہ علیحدہ ایک غزوہ کہتے ہیں۔ (بقیہ صفحہ ۳۰)

---

[1] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم ص ۱۶۳۔

علامہ مسعودی لکھتے ہیں کہ ماہ رمضان کی تین شبیں گزر چکی تھیں کہ تین سو گیارہ مہاجرینؓ و انصارؓ کے ساتھ آنحضرت صلعم مدینہ سے روانہ ہوئے تھے۔ جن میں چوہتر مہاجرینؓ اور باقی انصارؓ تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ تین سو تیرہ تھے۔ یا تین سو چودہ تھے لیکن خبر مستفیض یہ ہے کہ تین سو اور کئی آدمی تھے۔

قریش کی جانب نو سو پچاس جنگجو تھے۔ جن میں چھ سو زرہ پوش تھے۔ اُن کے ساتھ سو گھوڑے تھے۔ یعنی سو سوار اسلحہ بند۔ تین سو کے پاس نامکمل اسلحہ اور پانچسو پورے ہتھیاروں سے آراستہ تھے۔ ؎۱

براء روایت کرتے ہیں کہ میں اور ابن عمرؓ بدر میں خورد سال خیال کئے گئے (یعنی لڑائی میں نہیں شریک کئے گئے۔ اور جنگ بدر میں کچھ اُوپر ساٹھ آدمی مہاجرؓ اور کچھ اُوپر دو سو چالیس آدمی انصارؓ تھے۔ ؎۲

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹) عبداللہ بن ابی بکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ (۱) پہلا غزوہ جس میں آپ نے شرکت فرمائی وہ غزوۂ ودّان ہے۔ اور یہی غزوۂ الابواء ہے جو صفر ۲ھ میں ہوا۔ (۲) اس کے بعد غزوۂ بواط ہوا جو کوہ رضویٰ کی سمت میں پیش آیا۔ (۳) پھر غزوۂ العشیرہ ہے جو ینبوع کے شکم میں وقوع پذیر ہوا۔ (۴) اس کے بعد بدر کا پہلا غزوہ ہے جس میں آپ کرز بن جابر کے تعاقب میں گئے تھے۔ (۵) اس کے بعد بدر کا وہ غزوہ ہوا جس میں قریش کے اشراف و عمائد مارے گئے۔ اور اسیر کئے گئے۔ (۶) اس کے بعد سُلیم کا غزوہ ہوا جس میں آپ الکدر تک پہنچے تھے جو بنی سُلیم کا چشمہ ہے۔ (۷) غزوۂ بنی قینقاع شوال ۲ھ میں ہوا۔ (۸) اس کے بعد ذی الحجہ ۲ھ میں غزوۂ السویق ہوا جس میں ابو سفیان کے تعاقب میں قرقرۃ الکدر تک پہنچے تھے (۹) اس کے بعد غزوۂ غطفان ہوا جس میں آپ نے نجد کی طرف یورش کی تھی اور اسی کو غزوۂ امرّ بھی کہتے ہیں (۱۰) اس کے بعد غزوۂ بحران ہے یہ فرع کے اُوپر حجاز میں ایک کان ہے۔ (۱۱) اس کے بعد اُحد کا غزوہ ہوا (۱۲) اس کے بعد حمراء الاسد کا غزوہ ہوا (۱۳) اس کے بعد بنی النضیر کا غزوہ ہوا (۱۴) اس کے بعد نخلستان میں ذات الرقیع کا غزوہ ہوا (۱۵) اس کے بعد بدر کا تیسرا غزوہ ہوا (۱۶) اس کے بعد غزوۂ دومۃ الجندل ہوا (۱۷) اس کے بعد غزوۂ خندق ہوا (۱۸) اس کے بعد بنی قریظہ کا غزوہ ہوا (۱۹) اس کے بعد خزاعہ کے بنی المصطلق کا غزوہ ہوا (۲۰) اس کے بعد غزوۂ حدیبیہ ہوا اس میں آپ کا ارادہ لڑائی کا نہ تھا اور مشرکین نے آپ کو مکہ جانے سے رُوک دیا (۲۱) اس کے بعد غزوۂ خیبر ہوا (۲۲) اس کے بعد آپ عمرہ کی قضا کے لئے مکہ گئے (۲۳) اس کے بعد فتح مکہ کا غزوہ ہوا (۲۴) اس کے بعد غزوۂ حنین جسے اوطاس و ہوازن بھی کہتے ہیں ہوا۔ (۲۵) اس کے بعد غزوۂ طایف ہوا (۲۶) اس کے بعد غزوۂ تبوک ہوا۔

ان غزوات میں سے بدر۔ اُحد۔ خندق۔ قریظہ۔ مصطلق۔ خیبر۔ فتح۔ حنین اور طایف۔ ایسے ہوئے کہ اُن میں رسول اللہ صلعم نے لڑائی میں حصہ لیا۔

واقدی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم گیارہ غزوات میں خود لڑے ان میں نو وہی ہیں جو اُوپر بیان ہوئے۔ ان کے علاوہ اُنہوں نے غزوہ وادی القریٰ کو شمار کیا ہے جس میں آپ خود لڑے اور آپ کے غلام دہم کو تیر لگا اسیطرح غابہ کے واقعہ میں بھی آپ خود لڑے اور آپ نے کئی مشرکین کو قتل کیا اور اسی واقعہ میں محرز بن نضلہ قتل ہوئے۔ (ترجمہ طبری جلد اوّل حصہ سوم صفحہ ۵۳۵ و ۵۳۶)۔

ابو اسحٰق کہتے ہیں کہ میں زید بن ارقمؓ کے برابر بیٹھا تھا۔ کسی نے اُن سے پوچھا کہ نبی صلعم نے کفار پر کتنی مرتبہ چڑھائی کی۔ اُنہوں نے جواب دیا اُنیس مرتبہ پھر سائل نے پوچھا کہ آپ کتنی مرتبہ آنحضرت صلعم کیساتھ جنگ میں شریک ہوئے۔ فرمایا۔ سترہ مرتبہ ابو اسحٰق نے کہا پہلے کونسی لڑائی ہوئی تھی۔ زید بن ارقمؓ نے بجواب اسحٰق کہا عشیرہ یا عسیرہ (شک راوی ہے) حضرت قتادہؓ سے (جو اُس کے دوسرے اُستاد ہیں) پوچھا۔ انہوں نے کہا عشیرہ۔ (ترجمہ صحیح بخاری صفحہ ۱۸۶)۔

؎۱ ترجمہ تنبیہ و اشراف مسعودی صفحہ ۳۳۲ و ۳۳۳ ؎۲ ترجمہ صحیح بخاری ص ۱۸۹۔

دُوسری روایت میں حضرت براءؓ کہتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے سے بیان کرتے تھے کہ بدری کچھ اُوپر تین سو دس تھے۔ مطابق اصحاب طالوت۔ کے جو اُن کے ساتھ نہر کے پار اُتر گئے۔ اور وہ سب مومن ہی تھے۔ [1]

تمرکائے بدر میں سے اُنچاس[49] نام لکھے ہیں۔ رسُول پاک محمدؐ بن عبداللہ ہاشمی۔ ایاس بن بکیر۔ بلال بن رباح حمزہ بن عبدالمطلب۔ حاطبؓ ابی بلتعہ۔ ابوحذیفہؓ بن عتبہؓ بن ربیعہ قریشی۔ حارثہؓ بن رُبیع انصاری۔ (یہ بدر میں شہید ہوئے تھے۔ صرف دیکھنے گئے تھے۔ لڑنے کے واسطے نہیں نکلے تھے) حبیب بن عدی۔ خُنیس بن حذافہ۔ رفاعہ بن رافع۔ رفاعہ بن عبدالمنذر۔ ابو لبابہ انصاری۔ زبیر بن العوام۔ زید بن سہل۔ ابوطلحہ انصاری۔ ابوزید انصاری سعد بن مالک زہری۔ سعد بن خولہ۔ سعید بن زید۔ سہل بن حنیف۔ ظہیر بن رافع۔ ظہیر کا بھائی۔ حضرت ابوبکر۔ عبداللہ بن عثمان۔ عبداللہ بن مسعود۔ عبدالرحمٰن بن عوف۔ عبیدہ بن حارث۔ عبادہ بن صامت۔ عمر بن خطاب۔ عثمان بن عفان (ان کو رسُول اللہ صلعم نے اپنی صاحبزادی کی تیمار داری کے لئے پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ لیکن مالِ غنیمت کا حصہ اِن کو دیا گیا)۔ علی بن ابی طالب۔ عمرو بن عوف۔ عقبہ بن عمرو۔ عامر بن ربیعہ۔ عاصم بن ثابت۔ عویم بن ساعدہ۔ عتبان بن مالک۔ قدامہ بن مظعون۔ قتادہ بن نعمان۔ معاذ بن عمرو۔ معوذ بن عفراء۔ معوذ کا بھائی عوف بن حارث۔ مالک بن ربیعہ۔ مرارہ بن ربیع۔ معن بن عدی۔ مسطح بن اثاثہ۔ مقداد بن عمرو۔ ہلال بن اُمیہ۔ [2]

لشکرِ اسلام میں صرف دو گھوڑے سوار

حاکم اور بیہقی نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ ہمارے ساتھ جنگ بدر میں صرف دو گھوڑے تھے۔ ایک گھوڑا زبیرؓ کا تھا اور ایک گھوڑا مقداد بن الاسودؓ کا تھا۔ حضرت زبیرؓ کے گھوڑے کا نام یعسُوب تھا۔ [3]

مہاجرینؓ و انصارؓ کے پاس سوائے ان دو بزرگوں کے گھوڑوں کے اور کسی کے پاس کوئی گھوڑا نہ تھا۔ صرف ستّر اونٹ تھے۔ پُورے اسلحہ بھی نہیں تھے۔ نیزہ تھا تو تلوار نہ تھی۔ اور تلوار تھی تو نیزہ نہ تھا۔

ابواسامہ نے ہشام بن حضرت عروہؓ سے روایت کی ہے کہ جنگ بدر میں صرف دو گھوڑے تھے۔ جن میں سے ایک پر حضرت زبیرؓ سوار تھے۔ [4]

حضرت زبیرؓ کی قیادت میں قریش کے سقّہ کی گرفتاری

رسُول اللہ صلعم مدینہ منورہ سے چل کر بدر کے قریب آکر شب باش ہوئے۔ آپ نے حضرت زبیرؓ کو صحابہؓ کی ایک چھوٹی سی جماعت کے ساتھ بدر کے ایک چشمۂ آب کو بھیجا۔

مسلمانوں کو اس بات کا قطعی علم نہ تھا کہ قریش اُن کے مقابلہ کے لئے آگئے ہیں۔ آنحضرت صلعم نماز پڑھنے کھڑے ہوئے۔ آپ نماز ہی میں تھے کہ قریش کے بعض سقّے بدر کے اُس چشمے پر پانی لینے آئے۔ اُن میں بنی الحجاج کا ایک حبشی غلام بھی تھا۔ اُسے مسلمانوں کی ایک جماعت نے جسے رسُول اللہ صلعم نے حضرت زبیرؓ کی قیادت میں چشمہ پر بھیجا تھا۔ گرفتار کرلیا۔ اُس غلام کے دوسرے ساتھی بھاگ کر قریش کے پاس چلے گئے۔ اور مسلمان اُسے رسُول اللہ صلعم کی خدمت میں لائے جو اپنی خوابگاہ میں تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے اُس سے ابوسفیان اور اُس کی جماعت کی خبر پُوچھی۔ اُس نے بیان کیا کہ قریش کی اس جماعت میں جو مقابلہ پر آئی ہے۔ فلاں فلاں قبیلے اور سردار ہیں۔ [5]

---

[1] ترجمہ صحیح بخاری صفحہ ۱۸۹ [2] صحیح بخاری جلد دوم پارہ ۱۴ کتاب المغازی صفحہ ۳۰ [3] خصایص الکبریٰ صفحہ ۵۳۱ [4] طبقات ابن سعد جزو ثالث صفحہ [5] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۱۶۳ تا ۱۶۵۔

اب نبی صلعم اپنے مقام سے اُٹھ کر اُس چشمے پر آکر فروکش ہوے۔ آپ نے بچھالیں پانی سے بھرلیں۔ اور پھر اُسی چشمے کے اُوپر اپنے صحابہؓ کی صف بندی کی۔ [1]

جب سب لوگ ٹھہر گئے تو قریش کے چند آدمی جن میں حکیم بن حزام اسَدی اپنے گھوڑے پر سوار ساتھ تھے۔ بڑھ کر رسول اللہ صلعم کے ساختہ حوض پر آئے۔ آپ نے فرمایا ان کی مزاحمت نہ کرو آنے دو۔ جس شخص نے بھی اُس حوض کا پانی پیا وہ مرگیا۔ البتہ حکیم بن حزام (حضرت زبیرؓ کے چچازاد بھائی) قتل سے بچ گئے۔ اور اپنے وجیہہ گھوڑے کی وجہ سے بھاگ گئے۔ اس کے بعد وہ اسلام لے آئے۔ اور مخلص مسلمان ہوے۔ [2]

حضرت حکیم بن حزام کی کوشش جنگ کے روکنے میں

جب بدر میں دونوں لشکر خیمہ زن ہووے تو آنحضرت صلعم نے حضرت عمرؓ کو قریش کے پاس بھیجا۔ اُنھوں نے لشکر قریش میں تشریف لے جاکر کہا کہ "ہم تم ایک جَدّی ہیں اور ایک ہی خون ہے۔ ہماری تمہاری لڑائی نہایت مذموم ہے۔ بہتر ہے کہ وطن واپس ہو جاؤ۔ حکیم بن حزام اَسَدی نے حضرت عمرؓ کی تائید کی۔ اور کہا کہ یہ شخص اچھی کہتا ہے۔ مناسب ہے کہ اس کی بات مانو اور گھر چلو۔

ابوجہل تڑاق سے بول اُٹھا کہ ہم اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیں گے۔ جب تک مسلمانوں سے اپنا عوض نہ لے لیں نہ جائیں گے۔

اِس موقع پر بھی جب کہ دونوں فوجیں مقابلہ پر کھڑی تھیں تو اُس وقت بھی حکیم بن حزام اَسَدی حضرت زبیرؓ کے چچا زاد بھائی نے جو قریش کے ساتھ تھے خونریزی کو رُوکنے کی ایک بار اور کوشش کی۔ اُنھوں نے سردار فوج عُتبہ سے جاکر کہا کہ آپ چاہیں تو آج کا دن آپ کی نیک نامی کی اَبدی یادگار رہ جائے گا۔ عُتبہ نے کہا کیونکر حکیم بن حزام نے کہا کہ قریش کا جو کچھ مطالبہ ہے وہ صرف حضرمی کا خون ہے۔ وہ آپ کا حلیف تھا۔ آپ اُس کا خون بہا ادا کر دیجئے۔ عُتبہ نیک نفس آدمی تھا اُس نے نہایت خوشی سے منظور کر لیا۔ لیکن کیونکہ ابوجہل کا اتفاق رائے ضروری تھا۔ حکیم۔ عُتبہ کا پیغام لے کر اُس کے پاس گئے۔

ابوجہل نے سُن کر کہا کہ عُتبہ کی ہمت نے جواب دیدیا ہے۔ عُتبہ کے فرزند حضرت ابو حذیفہؓ اسلام لاچکے تھے۔ اور اِس معرکہ میں آنحضرت صلعم کے ساتھ آئے تھے۔ ابوجہل کو یہ بدگمانی ہوئی کہ عُتبہ اس لئے جی چراتا ہے کہ اُس کے بیٹے پر آنچ نہ آئے۔

پھر اُس نے حضرمی کے بھائی عامر کو بلا کر کہا کہ دیکھتے ہو۔ تمہارا خون بہا تمہاری آنکھوں کے آگے آکر نکلا جاتا ہے۔ عامر نے عرب کے دستور کے مطابق اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور گرد اُڑا کر واہ عمراہ۔ واہ عمراہ۔ کا نعرہ مارنا شروع کیا۔ اس واقعہ نے فوج میں آگ لگادی۔

عُتبہ نے ابوجہل کا طعنہ سُنا تو غیرت سے نہایت برہم ہوا۔ اور کہا کہ میدانِ جنگ بتادے گا کہ کون مرد ہے۔ اور لڑائی کے لئے ہتھیار باندھ لئے۔

چونکہ آنحضرت صلعم اپنے ہاتھ خون سے آلودہ کرنا نہیں پسند فرماتے تھے۔ صحابہؓ نے میدان کے کنارے ایک جھپّر کا سائبان تیار کیا کہ آپ اُس میں تشریف رکھیں۔

---

[1] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۱۶۲ [2] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۱۸۳ تا ۱۸۶)۔

حضرت سعد بن معاذؓ دروازے پر تیغ بکف کھڑے ہوئے کہ کوئی اُدھر بڑھنے نہ پائے۔

آنحضرت صلعم نے اُصولِ جنگ کے مطابق فوجیں مرتب کیں۔ مہاجرین کا علم حضرت مصعب بن عمیرؓ کو عنایت فرمایا۔ خزرج کے علم بردار حباب بن منذرؓ اور اوس کے سعد بن معاذؓ مقرر ہوئے صبح ہوتے ہوتے صف آرائی شروع کی۔ دستِ مبارک میں ایک تیر تھا۔ اُس کے اشارے سے صف قائم فرماتے تھے کہ کوئی شخص آگے پیچھے نہ رہنے پائے۔ اور منع فرمادیا کہ کسی کے مُنہ سے آواز نہ نکلنے پائے۔

اب دونوں صفیں سامنے مقابل تھیں۔ آنحضرت صلعم پر سخت خضوع کی حالت طاری تھی۔ دونوں ہاتھ پھیلا کر فرماتے تھے کہ خدایا تُو نے مجھ سے جو وعدہ فرمایا ہے اُسے آج پورا کر۔ محویت اور بیخودی کے عالم میں چادر کندھے پر سے گر گر پڑتی تھی اور آپ کو خبر تک نہ ہوتی تھی۔ کبھی سجدے میں گرتے اور فرماتے تھے کہ خدایا اگر یہ چند نفوس آج مٹ گئے تو پھر قیامت تک تو نہ پوجا جائے گا۔ اس بیقراری پر بندگانِ خاص کو رقت آگئی حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا۔ حضورؐ خدا اپنا وعدہ پورا کرے گا۔ آخر روحانی تسکین کے ساتھ سَیُهۡزَمُ الۡجَمۡعُ وَیُوَلُّوۡنَ الدُّبُرَ (قمر) (فوج کو شکست دی جائے گی۔ اور وہ پشت پھیر دیں گے) پڑھتے ہوئے لبِ مبارک فتح کی بشارت سے آشنا ہوئے۔

قریش کی فوجیں اب بالکل قریب آگئیں۔ تاہم آپ نے صحابہؓ کو پیش قدمی سے روکا۔ اور فرمایا کہ جب دشمن پاس آجائیں تو تیروں سے روکو۔

لڑائی کا آغاز یوں ہوا کہ سب سے پہلے عامر حضرمی جس کو بھائی کے خون کا دعویٰ تھا آگے بڑھا اور مہجعؓ حضرت عمرؓ کا غلام اُس کے مقابلہ پر نکلا مارا گیا۔ اسود بن عبد الاسد مخزومی جو ایک تند خو آدمی تھا۔ فوج سے برآمد ہو کر حضرت حمزہؓ کے ہاتھ سے مارا گیا۔

عُتبہ سردارِ لشکر جو ابوجہل کے طعنہ سے سخت برہم تھا۔ اپنے بھائی اور بیٹے کو لے کر میدان میں نکلا لیکن شیبہ بن ربیعہ حضرت حمزہؓ کے اور ولید بن عُتبہ حضرت علیؓ کے مقابلہ میں مارا گیا۔ عُتبہ بن ربیعہ نے حضرت عبیدہؓ بن الحارث کو زخمی کیا اور خود بھی زخمی ہوا۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ نے پلٹ کر ایک ساتھ عُتبہ پر تلواریں ماریں اور قتل کر دیا۔ اور عُبیدہؓ بن الحارث کو جن کا پاؤں قطع ہوگیا تھا اپنی فوج میں اُٹھا لائے۔ [1]

حضرت زبیرؓ کے ہاتھوں سے چچا کا قتل

یہ معرکہ ایثار و جانبازی کا سب سے بڑا حیرت انگیز معرکہ تھا۔ دونوں فوجوں میں باہم قرابتیں تھیں۔ جگر کے ٹکڑے تلوار کے سامنے تھے۔ اس جنگ میں باپ نے بیٹے کو بیٹے نے باپ کو اور بھائی نے بھائی کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کیا۔ کفارِ قریش کے لشکر میں حضرت زبیرؓ کے چچا نوفل بن خویلد بن اسد اور دوسرے قریبی بھائی بند بہر رشتہ وار تھے۔ ابن جریر و زرقانی فی الزبیر میں ہے کہ نوفل بن خویلد بن اسد حضرت علیؓ یا اپنے بھتیجے حضرت زبیرؓ کے ہاتھ سے مقتول ہوا۔ [2]

حضرت زبیرؓ کا ابوکرش سے یادگار مقابلہ

سعید بن العاص کا بیٹا عبیدہ سر سے پاؤں تک لوہے میں ڈوبا ہوا تھا۔ صف سے نکلا اور پکارا کہ میں ابوکرش ہوں۔ اس کی دلیری مشہور تھی۔ ہر کسی شخص کو یارا نہ تھا کہ اس سے مقابل ہوتا۔ حضرت زبیرؓ اس کے مقابلہ کو بڑھے۔ چونکہ اس کی آنکھوں کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ آپ نے تاک کر ایسی زور سے برچھی ماری کہ دونوں آنکھیں پر گر کر مر گیا۔ برچھی اس درجہ پیوست ہو گئی تھی حضرت زبیرؓ نے اس کی لاش پر پاؤں اڑا کر کھینچا تو بڑی مشکل سے نکلی۔ لیکن اس کے دونوں سرے مڑ گئے تھے۔

---

[1] زرقانی و طبری جلد اوّل حصہ سوم ص ۱۲۲ و ۱۸۲ [2] ابن جریر جلد اوّل صفحہ ۵۸ و زرقانی فی الزبیر ص ۲۶۔

حضرت زبیرؓ اور ابو کرش کے واقعہ کو جناب حفیظ صاحب جالندھری نے شاہنامہ اسلام میں صفحات ۱۰۳ تا ۱۰۶ پر ان پرزور و پراثر الفاظ میں نظم کیا ہے۔ جس کو شکریہ کے ساتھ درج کیا جاتا ہے۔

زبیرؓ اس رنگ سے گھس کر لڑے گھمسان کے اندر
زمیں پر لگ گئے کشتوں کے پشتے آن کے اندر

اگرچہ شانہ و بازو پہ کھائے زخم بھی کاری
اگرچہ چلتے چلتے بن گئی تلوار بھی آری

مگر بپھرے ہوئے تھے دشمنوں کے طعن سن سن کر
خدا کے دشمنوں کو مارتے جاتے تھے چن چن کر

اچانک ایک مشرک پہلواں للکار کر نکلا
اکڑ کر بلبلا کر اور نعرے مار کر نکلا

کہ نادانو مسلمانو۔ شجاعت پر نہ اتراؤ
میں ہوں بوکرش تم سب مل کے میرے سامنے آؤ

نظر آیا کہ یہ۔ انساں نہیں۔ پتلا ہے آہن کا
کوئی حصہ بجز آنکھوں کے نظر آتا نہیں تن کا

بشر تھا یا کہ تھا بے ڈول سا ایک ڈول لوہے کا
چڑھا رکھا تھا جس نے تن کے اوپر خول لوہے کا

کوئی حربہ ہو کیسے کارگر اس مرد آہن پر
کہ از سر تا بپا فولاد کا ملبوس تھا تن پر

یہ کل آہن کی شاید ڈھل کے آئی تھی جہنم سے
زمیں پر اپنے پیروں چل کے آئی تھی جہنم سے

بڑھا سوئے مسلماناں جو کافر رجز پڑھ پڑھ کر
تو پھرتی سے زبیرؓ اس کے مقابل ہو گئے بڑھ کر

مزاحم پا کے اپنی راہ میں اللہ والے کو
اٹھایا مرد آہن پوش نے دیو زاد بھالے کو

مگر ہشیار دیکھا کہ دست تھا اللہ والا بھی
تھا خوش بختی سے اس کے ہاتھ ایک چھوٹا سا بھالا بھی

ادھر نیزہ چلا اس کا ادھر سے مرد غازی کا
لگے کرنے وہ لشکر اب نظارہ نیزہ بازی کا

بہم رد و بدل سے برچھیاں دو سمت گرمائیں
چھڑیں چنگاریاں دونوں سنانیں مل کے ٹکرائیں

پیاپے بار نیزہ تھا بند کندھے توڑنے والا
مگر اس سے زیادہ مستعد تھا کھولنے والا

بلا کے طعن تھے۔ پر پیچ چوٹیں تھیں۔ نگاہیں تھیں
سنانیں تھیں کہ دو ہیبت دار سانپوں کی زبانیں تھیں

جما کر پینترا۔ کرکے اشارہ مرد غازی نے
انی رکھتے ہی ایک مکہ جو مارا مرد غازی نے

ہوائی کر دیا۔ باطل کے نیزے باز کا نیزہ
زمیں پر سر کے بل آیا۔ غرور و ناز کا نیزہ

دکھائی کچھ کمی دشمن کے حیلے نے نہ طاقت نے
مگر نیزہ اڑا ڈالا۔ زبیرؓ بالیاقت نے

نظر آئی جو شکل مرگ اس افتاد کے اندر
لرز کر رہ گیا دل سینۂ فولاد کے اندر

قریشی پہلواں کے ہاتھ سے جب اڑ گیا بھالا
تو ہٹ کر ہاتھ اس نے قبضۂ شمشیر پر ڈالا

مگر اب جاں نثار احمد مرسل کی باری تھی
کہ برچھی ہاتھ میں تھی اور قضا کی سازگاری تھی

جھپٹ کر شیر نے ایک وار دشمن پر کیا کاری
جہاں آنکھوں کے دو سوراخ تھے برچھی وہاں ماری

سناں اس زور سے آہن کا چہرہ توڑ کر گذری
گھسی چشم عدو میں کاسۂ سر پھوڑ کر گذری

سر خود سر نے حق سے سرکشی کرنے کا پھل پایا
کہ پھل برچھی کا سر میں دوسری جانب نکل آیا

گرا فولاد کا پتلا زمیں پر سرنگوں ہو کر
نکل کر بہہ گیا آنکھوں کے رستے موج خوں ہو کر

قفس کے ٹوٹنے سے طائر جان اڑ گیا آخر
ادھر کھینچی جو برچھی زور سے پھل مڑ گیا آخر

مگر ہاں یادگار ضرب اسلامی رہی برچھی
بوقت جنگ دست راست کی حامی رہی برچھی

دو لشکر کر رہے تھے برسر میداں یہ نظارہ
کہ آہن پوش انساں ایک اشارے میں گیا مارا

صدائے نعرۂ تکبیر سے پھر گونج اٹھی وادی
کہ جس نے مشرکوں میں غیظ کی ایک لہر دوڑا دی

حضرت زبیرؓ کی یادگار برچھی

یہ برچھی جس سے حضرت زبیرؓ نے ابو کرش کو مارا تھا۔ یادگار رہی۔ اُسے حضرت زبیرؓ سے رسُول مقبول صلعم نے مانگ لیا۔ پھر وہ چاروں خلفا کے پاس اُن کی اجازت سے منتقل ہوتی رہی۔ بعدہٗ وہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس آئی۔

حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں۔ میں بدر کے دن عُبیدہ بن سعید بن العاص سے ملا۔ وہ ہتھیاروں کو اِس طرح لگائے ہُوئے تھا کہ اُس کا جسم بجز آنکھوں کے نہ دکھائی دیتا تھا۔ اُسے ابُو ذات الکرش کہتے تھے۔ اُس نے کہا میں ابُو ذات الکرش یعنی دلاور ہوں۔ میں نے اُس پر نیزے سے حملہ کیا۔ اُس کی آنکھ میں میں نے نیزہ مارا اور وہ مرگیا۔

ہشامؒ کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ حضرت زبیرؓ نے کہا میں نے اپنا پاؤں اُس کے اُوپر رکھ کر اپنے ہاتھ کو انگڑائی لینے والے کی طرح اُس نیزے کے نکالنے کے واسطے دراز کیا اور مجھے اُس کے نکالنے میں بہت ہی کوشش کرنی پڑی۔ پھر بھی اُس کی دو طرفین ٹیڑھی ہوگئیں۔

عروہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ رسُول خدا صلعم نے وہ نیزہ (حضرت) زبیرؓ سے مانگا۔ اُنہوں نے رسُول خداؐ کو دیدیا۔ جب رسُول خُدا صلعم نے وفات پائی تو (حضرت) زبیرؓ نے لے لیا۔ پھر (حضرت) زبیرؓ سے وہ نیزہ (حضرت) ابوبکرؓ نے مانگا تو اُنہیں دیدیا۔ پھر جب (حضرت) ابوبکرؓ نے انتقال فرمایا تو وہ نیزہ (حضرت) عمرؓ نے (حضرت) زبیرؓ سے مانگا۔ اُنہیں دے دیا۔ جب (حضرت) عمرؓ نے اِس جہاں سے رحلت کی تو (حضرت) زبیرؓ نے وہ نیزہ لے لیا۔ پھر اُسے (حضرت) عثمانؓ نے مانگا تو وہ نیزہ اُنہیں دے دیا۔ جب (حضرت) عثمانؓ شہید کئے گئے تو وہ نیزہ (حضرت) علیؓ اور ان کے اولاد کے ہاتھ آگیا۔ بالآخر (حضرت) عبداللہ بن زبیرؓ نے اس کو لے لیا اور وہ اُنہیں کے پاس ان کے شہید ہونے تک رہا۔[1]

حضرت زبیرؓ کا ایک دوسرے مُشرک سے مقابلہ اور ارشاد نبوی صلعم

ایک اور مُشرک نے ٹیلے پر کھڑے ہوکر مبارزت چاہی حضرت زبیرؓ فوراً اُٹھے اور اُس سے لپٹ گئے۔ پھر دونوں قلابازیاں کھاتے ہوئے نیچے آنے لگے تو سب کی نظریں اُن دونوں کی طرف لگ گئیں سرکارِ دو عالم صلعم نے صحابہؓ سے فرمایا کہ دونوں میں جو سب سے پہلے گرے گا وہ مقتول ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وہ مشرک پہلے زمین پر گر کر حضرت زبیرؓ کے ہاتھ سے واصلِ بہ جہنم ہوا۔

شجاعت و سپہ گری

حضرت زبیرؓ جنگ بدر میں سخت زخمی ہو جانے پر بھی برابر شمشیر زنی کرتے رہے مشرکین کو قتل کرتے کرتے آپ کی تلواروں میں دندانے پڑ گئے تھے۔ لیکن آپ نے اُس وقت تک تلوار ہاتھ سے نہ رکھی جب تک کہ اللہ کی مدد اور مسلمانوں کی شجاعت و ثابت قدمی سے حق کو غلبہ اور باطل کو شکست نہ ہوگئی۔

حضرت زبیرؓ کے ایک کاری زخم

جنگ بدر میں حضرت زبیرؓ کے کاندھے پر زخم لگنے کی وجہ سے جو گڈھا پڑ گیا تھا۔ اُس کے متعلق حضرت عروہ بن زبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں بچپن میں اُس میں اُنگلیاں ڈالا کرتا تھا۔[3]

---

[1] ترجمہ صحیح بخاری ص۱۹۲ [2] کنز العمال ص۱۶۱ [3] ترجمہ صحیح بخاری ص۱۹۔

حضرت زبیرؓ کی شہرہ آفاق تلوار

حضرت عروہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ جب میرے بھائی عبداللہ بن زبیرؓ شہید کئے گئے۔ اور ان کا مال جس میں حضرت زبیرؓ کی تلوار بھی تھی۔ حجاج نے لے لیا۔ اس وقت مجھے عبدالملک بن مروان نے کہا۔ اے عروہؓ تم زبیرؓ کی تلوار پہچانتے ہو۔ میں نے کہا ہاں۔

عبدالملک نے کہا اس کی نشانی بتاؤ۔ میں نے کہا اس میں دندانے ہیں جو بدر کے دن کثرتِ جنگ سے پڑ گئے تھے۔

عبدالملک نے کہا۔ تم سچ کہتے ہو۔ اور یہ مصرع پڑھا ؎ بھن فلول من قراع الکتائب۔

یعنی وہ تلواریں لشکروں کے مارنے سے کند ہو گئی ہیں۔ پھر عبدالملک نے وہ تلوار عروہؓ کو دیدی۔

حضرت عروہؓ سے روایت ہے کہ حضرت زبیرؓ کی تلوار پر چاندی کا کام کیا ہوا تھا۔ ہشام بن عروہؓ کہتے ہیں کہ حضرت عروہؓ کی تلوار پر بھی چاندی کا کام تھا۔[۱]

تلوار کی قیمت

ہشام بن عروہ بن حضرت زبیرؓ کہتے ہیں کہ بوقت تقسیم ترکہ وغیرہ اس تلوار کے تین ہزار درہم یا دینار قیمت لگائی اور اسے بعض ورثاء میں سے عثمان بن عروہؓ نے اپنے حصہ میں لے لیا۔ میرا دل چاہتا تھا کہ میں اسے لوں۔[۲]

تلوار کی خوبی یا خاصیت

جعفر بن الحسین اللہبی بیان کرتا ہے کہ جس رات کو رشید نے جعفر (برمکی) کو قتل کیا۔ اس کی دوسری صبح کو انس بن ابی الشیخ ان کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ رشید اور اس کے درمیان کچھ مکالمہ ہوا۔ پھر رشید نے اپنی مسند کے نیچے سے ایک تلوار نکالی اور حکم دیا کہ ابھی اس سے اس کی گردن اڑا دی جائے۔ اس وقت انہوں نے اپنی مثال میں انس کے قتل سے پہلے یہ شعر پڑھا۔ ؎

"تلمظ السیف من شوق الی انس ٭ فالسیف یلحظ والاقدار منتظر"

یعنی تلوار نے بیتابی سے انس کی جانب اپنی زبان دراز کی۔ اب تلوار غور سے دیکھ رہی ہے اور موت منتظر ہے۔ انس کو قتل کر دیا گیا۔ مگر

اس کے قتل سے پہلے ہی تلوار پر خون دوڑ گیا تھا۔ رشید کہنے لگے۔ اللہ۔ عبداللہ بن مصعب (بن ثابت بن عبداللہ بن حضرت زبیرؓ) پر رحم کرے۔ ان کی تلوار کیسی تیز ہے۔

مگر تمام دوسرے لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ تلوار حضرت زبیرؓ بن العوام کی تھی۔[۳]

فرشتے حضرت زبیرؓ کے لباس میں

حضرت زبیرؓ جنگ بدر میں زرد رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ اور جس کو بطور نقاب منہ پر ڈال رکھا تھا۔ حضرت زبیرؓ کی یہ ایک ایسی قابل رشک اور شاندار فضیلت ہے کہ فرشتے بھی اس جنگ میں اسی لباس میں تھے۔

محمد بن عمر نے موسیٰ بن ابراہیم سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ بدر میں حضرت زبیرؓ فرشتوں کے زرد لباس میں تھے۔

یہی روایت وکیع نے ہشام بن عروہؓ سے کی ہے۔ اور یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن حضرت زبیرؓ سے بھی یہ روایت مروی ہے۔ اور مرّہ نے حمزہ بن عبداللہ بن حضرت زبیرؓ سے روایت کی ہے۔

عمرو بن اصم الکلامی نے ہمام سے اور انہوں نے ہشام بن عروہؓ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی

---

[۱] ترجمہ صحیح بخاری صفحہ ۱۱ [۲] ترجمہ تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۷۹ [۳] کنز العمال صفحہ ۲۱۶۔

ہے کہ سرکارِ دو عالم صلعم نے ارشاد فرمایا ہے۔ وہ ان الملائکۃ نزلت علی سماء الزبیرؓ،، یعنی فرشتے اُترے تھے۔ حضرت زبیرؓ کی علامت پر۔ لہ

عباد بن حمزہ بن حضرت زبیرؓ سے روایت ہے کہ فرشتے بدر کے دن زرد رنگ کی پگڑی پہنے ہوئے اُترے تھے۔ اور حضرت زبیرؓ بھی اسی قسم کے لباس میں ملبوس تھے۔ لہ

غزوۂ بدر میں (حضرت زبیرؓ) ایک زرد رنگ کی چادر سے عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ اور لشکرِ اسلام کے میمنہ پر تھے۔ آپ جس قسم کے لباس میں ملبوس تھے۔ فرشتے اسی قسم کے لباس میں اُترے تھے۔ ۳ھ

وہ اشخاص جن کے قتل نہ کرنے کے متعلق ارشادِ نبویؐ ہوا تھا

آنحضرت صلعم نے لڑائی سے پہلے جن لوگوں کے متعلق ارشاد فرمایا تھا کہ وہ قتل نہ کئے جائیں اُن میں حضرت زبیرؓ کے چچا زاد بھائی ابوالبختری اور حضرت عباسؓ بھی تھے۔

(۱) ابوالبختری اسدی کے قتل سے رسول اللہ صلعم نے اس لئے منع فرمایا تھا کہ اُنہوں نے تمام مکہ کے زمانے میں کبھی آپ سے بدسلوکی نہیں کی۔ کبھی ایذا نہیں دی۔ اور کبھی ایسی بات نہیں کی۔ جو آنحضرت صلعم کو ناگوارِ خاطر ہوئی ہو۔ اس کے علاوہ یہ بھی منجملہ اُن لوگوں کے تھے جنہوں نے بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کے خلاف جو معاہدہ قریش نے لکھ کر کعبہ میں آویزاں کیا تھا۔ اُسے فسخ کر دیا تھا۔ (یعنی اُس معاہدہ کو چاک کر کے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ جا کر شعب ابوطالب سے آنحضرت صلعم اور آپ کے خاندان کو نکال لائے تھے)۔ لیکن اب ابوالبختری نے شرافت کے ماتحت مارا جانا گوارا کیا اور جان بخشی اپنے ہمراہی کو چھوڑ کر قبول نہیں کی۔

واقعہ یہ ہوا کہ بدر کی جنگ میں۔ عدی کے مُجذرؓ بن زیاد البلوی انصار۔ کے حلیف کی اُن سے مڈبھیڑ ہوئی تو مجذرؓ نے ابوالبختری سے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے تمہارے قتل سے منع فرمایا ہے۔ ابوالبختری نے اپنے زمیل کے متعلق دریافت کیا کہ اُس کے متعلق کیا حکم ہے۔

مجذرؓ نے کہا کہ ہم اُسے نہیں چھوڑنے کے۔ صرف تمہارے واسطے حکم ہے۔ ابوالبختری نے جواب دیا کہ اگر ایسا ہے تو میں اور وہ دونوں ساتھ جان دیں گے۔ تاکہ مکہ کی قریش عورتیں میرے متعلق یہ نہ کہیں کہ میں نے اپنی جان بچانے کے لئے اپنے رفیق کو قربان کر دیا اور یہ رجز پڑھتے ہوئے۔

،، لم یسلم ابن حرۃ اکیلہ حتی یموت او یری دونہ،،

یعنی۔ ایک شریف زادہ کبھی اپنے ساتھی کو دشمن کے حوالے نہیں کرتا۔ اب چاہے وہ مر جائے یا کامیاب ہو مُجذرؓ پر حملہ آور ہوئے اور مارے گئے۔ لہ

مقتولؔ اسیر اور شہید

ابوالبختری کے علاوہ قریش کے اور بڑے بڑے سردار ابوجہل۔ عتبہ بن ربیعہ۔ نوفل بن خویلد بن اسد۔ شیبہ۔ منبہ۔ عاص بن ہشام عقیل بن اسود بن عبدیغوث زمعہ بن الاسود بن عبدیغوث۔ اُمیہ بن خلف وغیرہ قتل ہوئے۔ اور قریش نے ہتھیار ڈال دی۔

(۲) مسلمانوں نے بہت سوں کو گرفتار کر لیا۔ جن میں حضرت عباسؓ۔ عقیل (حضرت علیؓ کے بھائی) نوفل اسود بن عامر۔ عبداللہ بن زمعہ۔ اور بہت سے بڑے بڑے معزز لوگ تھے۔ (نیز قیدیوں میں حضرت زینبؓ

لہ طبقات ابن سعد جز ثالث ص۲۷ لہ طبقات ابن سعد جز ثالث ص۲۷ ۳ھ فدائی نبیؐ الزبیرؓ ص۲۹ و ۲۵ ۴ھ ترجمہ تاریخ طبری جلد اول حصہ سوم ص۱۹۲ تا ۱۹۳۔

بنت رسول اللہ صلعم کے شوہر ابوالعاص بن ربیع بن عبدالعزیٰ بن عبدالشمس بھی تھے)۔

خاتمہ جنگ پر معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں سے صرف چودہ شخصوں نے شہادت پائی۔ جن میں چھ مہاجر اور باقی انصار تھے۔ قریش کے ستر آدمی قتل اور اسی قدر گرفتار ہوئے۔ [1]

علامہ مسعودی لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت عمرؓ بن خطاب سے روایت کی ہے کہ جب بدر کے دن ہم نے مقابلہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو شکست دی۔ اُن میں سے ستر قتل اور ستر قید ہوئے۔

(الف) یہ بھی کہا گیا ہے کہ قریش کے اور اُن کے حلیفوں کی جانب سے جو قتل ہوئے اُن کی تعداد سینتالیس اور جو قید ہوئے اُن کی تعداد اُنچاس ۴۹ تھی۔

(ب) اُس روز مقتولین قریش کی تعداد بیتنالیس تھی اور اتنے ہی قید ہوئے۔ مسلمانوں میں چودہ ۱۴ آدمی شہید ہوئے۔ [2]

جنگ بدر کیلئے مدینہ سے غیر حاضری کے ایام

غزوۂ بدر میں رسول اللہ صلعم کے تشریف لیجانے سے مدینہ میں واپس آنے کے دن تک اُنیس ۱۹ روز آپ باہر رہے۔ ماہ رمضان میں آٹھ شبیں باقی رہی تھیں کہ مدینہ میں آپ واپس تشریف لائے۔

مدینہ میں آپ نے ابن اُم کلثومؓ کو جو نابینا تھے۔ اپنا قایم مقام مقرر فرمایا تھا۔ ان کا نام عمرو بن قیس تھا۔ اور اُن کا تعلق بنی عامر بن لوی بن غالب کے خاندان سے تھا۔ [3]

ماہ رمضان کے اُنیس ۱۹ دن ہوئے تھے کہ جمعہ کی صبح کو لڑائی ہوئی۔ یہ روایت عبداللہ بن اسودؓ نے اپنے باپ سے اور اُنہوں نے عبداللہ بن مسعودؓ سے اور خارجہؓ بن زید الانصاری نے اپنے باپ زید سے کی ہے۔

علقمہ بن زید نے ابن مسعودؓ سے دُوسری روایت کی ہے کہ سترہویں رمضان کی صبح لڑائی ہوئی۔

عبدالرحمٰنؓ بن سلمی کا بیان ہے کہ حسن بن علیؓ بن ابی طالب سے یہی مروی ہے۔ اور محمد بن عمر (واقدی) صاحب مغازی وسیر بھی اسی جانب گئے ہیں۔ [4]

ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ اُنیس ۱۹ رمضان کو لیلتہ القدر کی تلاش کرو۔ کیونکہ یہ ہی بدر کی رات ہے۔

دوسرے راوی کہتے ہیں کہ بدر کی لڑائی جمعہ کے دن سترہویں رمضان کو ہوئی۔

اس کے متعلق دوسرا سلسلہ ہے۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ لیلتہ القدر کو سترہویں رات میں تلاش کرو۔ اور یہ آیت پڑھی۔ "یوم التقی الجمعان"، اور یہ بدر کی صبح ہے۔ پھر کہا اُنیس ۱۹ کو اور یا اکیس ۲۱ کو تلاش کرو۔

ایک اسیر جنگ کو اُم المومنین حضرت سودہؓ کا طعنہ

اسیران جنگ جب مدینہ منورہ میں آنحضرتؐ کے سامنے آئے تو اُم المومنین حضرت سودہؓ بھی تشریف رکھتی تھیں۔ ان قیدیوں میں اُن کے عزیز سہیل بن عمرو بھی تھے۔ اُن پر نگاہ پڑی تو بے ساختہ بول اُٹھیں کہ تم نے عورتوں کی طرح خود بیڑیاں پہن لیں۔ یہ نہ ہو سکا کہ لڑ کر مر جاتے۔ [5]

اسیران جنگ کے متعلق مشورہ اور فیصلہ

آنحضرت صلعم نے مدینہ منورہ تشریف لا کر صحابہؓ سے مشورہ کیا کہ اسیران جنگ کے ساتھ کیا کیا جائے۔ حضرت ابوبکرؓ

---

[1] سیرۃ النبی جلد اول ص ۳۰۳ و ۳۰۴ [2] تا [4] ترجمہ تنبیہ والاشراف ص ۳۴۳ تا ۳۴۶ [5] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم ص ۱۶۲ [6] ابن ہشام و ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم ص ۲۰۱۔

نے عرض کیا کہ سب اپنے ہی عزیز قریب ہیں۔ فدیہ لے کر چھوڑ دئے جائیں۔ حضرت عمرؓ نے یہ رائے دی کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے عزیز کو قتل کر دے۔ علیؓ اپنے بھائی عقیل کو حمزہؓ اپنے بھائی عباس کو اور میں اپنے عزیز کو قتل کر دوں۔ اسی طرح سب کریں۔ آنحضرت صلعم نے حضرت صدیق اکبرؓ کی رائے کو پسند فرما کر اور فدیہ لیکر چھوڑ دیا۔[1]

اسیران جنگ سے چار چار ہزار درہم فدیہ لیا گیا۔ مگر جو لوگ نادار تھے وہ یوں ہی چھوڑ دئے گئے اُن میں جو لکھنا جانتے تھے اُن کو حکم ہوا کہ دس دس لوگوں کو لکھنا سیکھانے پر چھوڑ دئے جائیں گے۔[2]

آنحضرت صلعم کے بڑے داماد حضرت ابو العاصؓ بن ربیع حضرت زینبؓ کے شوہر اور حضرت زبیرؓ کے پھوپھی زاد بھائی بہت بڑے تاجر و مالدار تھے۔ لیکن اُن کے پاس فدیہ کی رقم موجود نہ تھی۔ اُم المومنین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرت زینبؓ نے مکہ سے اپنے شوہر کے فدیہ کے لئے کچھ مال بھیجا اُس میں وہ ہار بھی تھا جو اُم المومنین بی بی خدیجہؓ نے اُن کو جہیز میں دیا تھا۔ آنحضرت صلعم اُس ہار کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور صحابہؓ سے فرمایا کہ اگر مناسب سمجھو تو زینبؓ کی خاطر اُس کے اسیر شوہر کو رہا کر دو۔ اور اس ہار کو واپس دیدو۔ سب نے عرض کیا کہ ہم بخوشی اس کے لئے تیار ہیں۔ چنانچہ ابو العاص کو چھوڑ دیا گیا۔ مگر حضور صلعم نے اس موقع پر ابو العاص سے یہ شرط کر لی یا خود انہوں نے رسول اللہ صلعم سے وعدہ کیا کہ وہ حضرت زینبؓ کو آپ کے پاس بھیجدیں گے۔ مگر بظاہر نہ اس بات کو اُنہوں نے کہا اور نہ خود رسول اللہ صلعم نے اُس وقت اس کا اظہار کیا۔[3]

حضرت عباسؓ اور اُن سے فدیہ کی وصولی

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب عباسؓ مدینہ پہنچے تو رسول اللہ صلعم نے اُن سے فرمایا کہ چونکہ تم دولتمند ہو۔ تم اپنا اور اپنے دونوں بھتیجوں عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن الحارث اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو بن مجذم متعلقہ بنی الحارث بن فہر کا زرِ فدیہ ادا کرو۔ عباسؓ نے کہا۔ یا رسول اللہ صلعم میں مسلمان تھا مجھے کو میری قوم نے بہ جبر اس مہم میں شریک کر لیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تمہارے اسلام سے اللہ زیادہ واقف ہوگا۔ اگر تمہارا بیان سچا ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو اس کی جزائے خیر دے گا۔ مگر بظاہر تو تم ہم پر چڑھ کر آئے تھے۔ لہذا فدیہ دیدو۔ اس سے پہلے رسول اللہ صلعم نے اُن کے پاس کا بیس اوقیہ سونا لے لیا تھا۔ عباسؓ نے کہا۔ آپ اُس سونے کو زرِ فدیہ سمجھ لیں۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا اُس سے کیا تعلق وہ تو اللہ نے ہم کو بطور غنیمت دیا ہے۔ عباسؓ نے کہا میرے پاس روپیہ نہیں ہے (غریب ہوں) آپ نے فرمایا۔ مکہ سے چلتے وقت تم نے جو مال (اپنی زوجہ) اُم الفضل کے پاس رکھوایا تھا۔ اور تم نے وصیت کی تھی کہ اگر میں اس مہم میں مارا جاؤں تو اس میں سے فضل کو اتنا عبداللہ کو اتنا۔ قثم کو اتنا۔ عبید اللہ کو اتنا دینا۔ وہ مال کیا ہوا۔ عباسؓ نے کہا۔ قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ کو نبی برحق مبعوث کیا ہے۔ اس بات سے سوائے میرے اور میری بیوی کے اور کوئی واقف نہ تھا۔ میں جانتا ہوں آپ بلاشبہ اللہ کے رسولؐ ہیں۔ پھر عباسؓ نے اپنا اور اپنے دونوں بھتیجوں کا اور حلیف کا زرِ فدیہ ادا کر دیا۔[4]

اس موقع پر جو اسیرانِ جنگ کے حالات لکھے ہیں اس سے مقصود اُن صحابۂ کرامؓ کا جو جنگ بدر میں شریک ہوئے اور وہ جو اس موقع پر اُن کے مقابلہ میں آئے اور پھر بعد میں اسلام لائے۔ فرق مراتب ظاہر کرنا ہے۔

---

[1] سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۳۰۶ و ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۲۱۰ [2] مسند ابن حنبلؒ جلد اول صفحہ ۲۴۶ [3] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۲۰۸ و ۲۰۹
[4] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۲۰۵ و ۲۰۶۔

حضرت زبیرؓ کی عمر جنگ بدر میں محمد بن عمر سے روایت ہے کہ انہوں نے مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن حضرت زبیرؓ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت زبیرؓ جنگ بدر میں شریک تھے تو ان کی عمر اس وقت انتیس ۲۹ سال کی تھی۔ اور جب شہید ہوئے تو انکی عمر چونسٹھ ۶۴ برس کی تھی۔[۱]

جنگِ بدر میں حصہ پانیوالوں کی تعداد حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ قریش میں سے جتنے لوگ جنگ بدر میں شریک ہوئے اور ان کو مالِ غنیمت میں سے حصہ دیا گیا تھا ان کی تعداد کل اکیاسی تھی۔

لیکن حضرت عروہؓ بروایت حضرت زبیرؓ کہتے ہیں کہ جن لوگوں کو حصہ دیا گیا تھا ان کی تعداد ایک سو تھی۔

حضرت زبیرؓ کہتے ہیں کہ بدر کے دن مہاجرینؓ کے سو حصے مقرر کئے گئے تھے۔[۲]

رسول اللہ صلعم نے مالِ غنیمت میں گھوڑے کے دو حصے اور سوار کا ایک حصہ لگایا۔[۳]

کیونکہ جنگ بدر میں سوائے حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ کے مسلمانوں میں سے اور کسی کے پاس گھوڑے نہ تھے اس لئے ان دونوں بزرگوں کو تین تین حصے اور باقی سب کو ایک ایک حصہ ملا۔

اصحاب بدر کا درجہ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ آیت (لا یستوی القاعدون۔ ثم کاٹے بدر کے حق میں نازل ہوئی ہے)۔ مطلب یہ ہے کہ جو جنگ بدر میں شریک ہونے سے بیٹھ رہے اور وہ مسلمان جو جنگ بدر میں جاکر شریک ہوئے باہم برابر نہیں ہیں۔[۴]

غزوۂ بدر کا امتیاز غزوۂ بدر کو دیگر غزوات پر جو امتیازات حاصل ہیں۔ ان میں ایک یہ بھی ہے کہ خود خدا نے اپنے کلام پاک میں اس کا مفصل ذکر کیا ہے۔ (دیکھو سورۂ انفال)

قرآن مجید میں ایک اور آیت اسی بدر کے واقعہ کے متعلق نازل ہوئی ہے اس وقت جب کہ آپ مدینہ میں تشریف رکھتے تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری تفسیر سورۂ انفال میں تصریحاً مذکور ہے۔ آیت یہ ہے:-

وَلَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِیْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَی الْقَاعِدِیْنَ دَرَجَةً (نساء) ترجمہ۔ بجز معذروں کے وہ لوگ جو بیٹھ رہے اور وہ لوگ جو خدا کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرتے ہیں برابر نہیں ہوسکتے۔ خدا نے ہی مجاہدین کو جو مال اور جان سے جہاد کرتے ہیں درجہ میں فضیلت دی ہے۔ صحیح بخاری میں یہ بھی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو پہلے غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ کا جملہ نہ تھا۔ یہ آیت سن کر حضرت عبداللہ ابن کلثومؓ (جو نابینا تھے اور جن کو جنگ بدر کے زمانے میں مدینہ منورہ میں آنحضرت صلعم نے اپنا قایم مقام بناکر چھوڑا تھا)۔ آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے اندھے پن کا ذکر کیا۔ اُسی جگہ وہیں یہ جملہ نازل ہوا۔ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ یعنی معذروں کے سوا۔

کفار قریش اور قرآن شریف کفار قریش جو مکہ سے لڑنے کے لئے بدر میں آئے ان کی نسبت قرآن مجید میں ہے۔ وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بَطَرًا وَّ

---

[۱] طبقات ابن سعد جزو ثالث ص۹ [۲] ترجمہ صحیح بخاری جلد دوم ص۱۲ [۳] تیسیر الباری تالیف علامہ مسعودی ص۳۵ [۴] ترجمہ صحیح بخاری جلد اول ص۱۳۴ [۵] سیرۃ النبی جلد اول ص۳۱۰ -

رئاء الناس ویصدون عن سبیل اللہ ۵

ترجمہ (ان لوگوں کی طرح نہ ہو) جو اپنے گھروں سے مغرورانہ نمائش کیساتھ خدا کی راہ سے رُوکتے ہوئے نکلے۔
چونکہ درحقیقت وہ (کفار قریش) مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے نکلے تھے جس سے مقصود اپنے زُور و قوت کا اعلان و نمائش اور اسلام کی ترقی کا انسداد تھا۔ اس لئے خدا نے اس کو غرور و نمائش اور صد عن سبیل اللہ کہا۔

شرکائے بدر کے مدارج

خدا نے تمام شرکائے بدر کے گناہ معاف کر دئے۔ بدر کے صحابہؓ کی یہ عزت تھی کہ حضرت عمرؓ کے عہد میں اُن کے وظائف سب سے زیادہ تھے۔ کسی صحابیؓ کے نام کے ساتھ بدری کہنا خاص امتیاز کا سبب تھا۔ دیکھو بخاری و مسلم۔ [1]

حضرت قیسؓ کہتے ہیں کہ اہل بدر میں سے ہر شخص کو پانچ پانچ ہزار درہم سالانہ وظیفہ ملتا تھا۔ اور حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ ہم بدریوں کو دوسرے لوگوں پر فضیلت دیں گے۔ [2]

جو لوگ غزوہ بدر میں شریک ہوئے اُن سے غلطی ہو جاتی تب بھی حضور اکرم صلعم درگزر فرماتے کہ یہ شرکائے بدر میں سے ہیں ان کے لئے جنت یقینی ہے۔

حضرت حاطبؓ کے کفار قریش کو کمہ خط بھیجنے کے واقعہ میں ہے کہ فرمایا (رسول اللہ صلعم نے) کیا یہ بدر والوں میں سے نہیں ہے۔ اور خدا بدر والوں کی حالت پر آگاہ ہو چکا ہے۔ اس کے بعد فرمایا تم جو چاہو کرو تمہارے لئے جنت واجب ہو چکی ہے۔ یہ سُن کر حضرت عمرؓ کی آنکھیں اشک آلود ہو گئیں۔ اور عرض کیا۔ خدا اور اُس کا رسولؐ ہی خوب واقف ہے۔ [3]
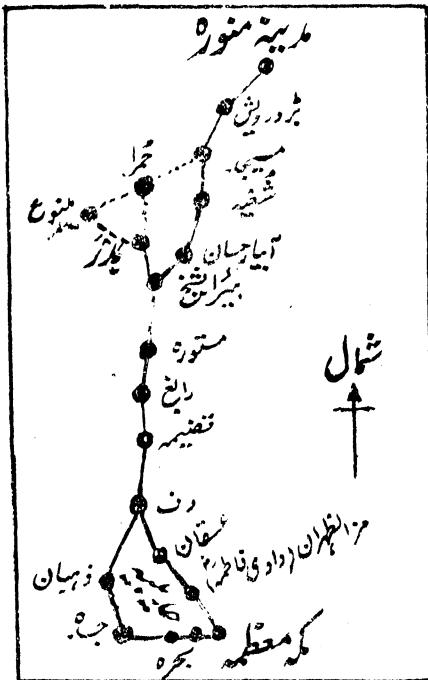
نوٹ: - بدر ایک گاؤں کا نام تھا۔ جہاں ہر سال میلہ لگا کرتا تھا۔ اور اُس خطہ کے قریب مدینہ منورہ سے اسّی میل کے فاصلہ پر ہے جہاں تمام سے مدینہ منورہ جانے کا راستہ دشوار گزار گھاٹیوں میں ہو کر گزرتا ہے۔ ابن جبیر اندلسی لکھتے ہیں کہ آدھی رات کو روانہ ہو کر دن نکلتے نکلتے ہم بدر میں داخل ہوئے۔ اس موضع میں خرمے کے باغ بہت ہیں۔ اور آب رواں کا ایک چشمہ ہے۔ موضع کا قلعہ بلند ٹیلہ پر ہے۔ اور قلعہ کا راستہ پہاڑوں کے بیچ میں ہے۔ وہ قطع زمین نشیب میں ہے جہاں اسلامی لڑائی ہوئی تھی۔ آج کل اُس زمین میں خرمے کا باغ ہے۔ اور اُس کے بیچ میں گنج شہیدان ہے۔ اس آبادی میں داخل ہوتے وقت بائیں طرف جبل رحمت ہے۔

لڑائی کے دن اس پہاڑ پر فرشتے اُترے تھے۔ اس پہاڑ کے سامنے جبل الطبول ہے۔ اُس کی قطع ریت کی سی ہے کہتے ہیں کہ ہر شب جمعہ کو اس پہاڑ سے نقارے کی آواز آتی ہے۔ اس لئے جبل الطبول نام رکھا ہے۔ یہاں سے مدینہ منورہ تین منزل ہے۔ [4]

---

[1] سیرۃ النبی جلد اول ص ۳۲۲، ۳۲۴ [2] ترجمہ صحیح بخاری جلد دوم ص ۱۱۴ [3] ترجمہ صحیح بخاری جلد دوم ص ۱۳۶ [4] سفرنامہ ابن جبیر اندلسی ص ۱۶۲۔

یہودی اور غزوۂ بنی قینقاع شوال ۲ھ

یہودیوں کے تین قبیلے۔ قینقاع۔ نضیر۔ اور قریظہ تھے جو مدینہ کے اطراف اور حوالی میں آباد تھے۔ اور عموماً زمیندار تھے، دولت مند تجار و صناع تھے۔ قینقاع زرگری کا پیشہ کرتے تھے۔ اور سب میں بہادر تھے۔ اُن کے پاس اسلحہ جنگ کے ذخیرے مہیا رہتے تھے[1]

یہودیوں کے اندیشے

بدر کی فتح نے یہودیوں کو زیادہ اندیشہ ناک کر دیا۔ اُن کو نظر آیا کہ اسلام ایک طاقت بنا جاتا ہے۔ قینقاع چونکہ سب سے زیادہ بہادر تھے۔ اس لئے اُنھوں نے اعلان جنگ کی جراءت کی آنحضرت صلعم سے جو معاہدہ اُنھوں نے کیا تھا اُسے توڑ دیا۔[2]

یہودیوں سے معاہدہ

جب آنحضرت صلعم مدینہ تشریف لائے تھے تو آپ کا یہودیوں سے جو وہاں قابض تھے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ وہ (۱) مسلمانوں کے دشمنوں کی مدد نہیں کریں گے۔ (۲) مدینہ کی حفاظت میں مسلمانوں کی مدد کریں گے۔

ابن سعد نے لکھا ہے کہ واقعہ بدر میں یہودیوں نے شورش اور حسد ظاہر کیا اور عہد کو توڑ دیا۔ عاصم بن قتادہؓ سے مذکور ہے کہ بنی قینقاع پہلے یہود ہیں جنھوں نے اُس معاہدہ کی جو اُن کے اور رسول صلعم کے مابین طے پایا تھا خلاف ورزی کی اور اُن کی آپ سے بدر اور اُحد کے درمیان جنگ ہوئی۔[3]

موجودہ شہر بدر

اس کے متعلق ڈاکٹر حمیداللہ صاحب لکھتے ہیں کہ آج کل یہ ایک بڑا گاؤں ہے کچی سو پختہ مکانات پتھر کے بنے ہوئے ہیں۔ جن کو مقامی اصطلاح میں قصر (جمع قصور) کہتے ہیں۔ شہر میں دو مسجدیں ہیں۔ ایک پنج وقتہ نماز کے لئے ہے جس میں ایک منارہ یا اذان دینے کا ماذنہ بھی ہے۔ دوسری مسجد جسے مسجد غمامہ اور مسجد عرش بھی کہتے ہیں۔ یہاں کی جامع مسجد ہے یعنی اس میں جمعہ کی نماز بھی ہوتی ہے۔ یہ ایک نہایت اہم تاریخی مسجد ہے کیونکہ یہ اس جگہ تعمیر ہوئی ہے۔ جہاں غزوہ بدر کے موقع پر جناب رسالت مآب صلعم کے لئے عرش یا جھونپڑی تیار کی گئی تھی۔ یہ ایک چھوٹی سی پہاڑی پر واقع ہے۔ جہاں سے میدان جنگ دیکھ سکتے ہیں۔ مگر آج کل باغوں اور کھجور کے اونچے پیڑوں کی وجہ سے وہاں سے بدر کا میدان کارزار نہیں دیکھ سکتے۔ پانی کا چشمہ جو زمین دوز نہر کی صورت میں ہے۔ ان ہر دو مسجدوں کے صحن میں گزرتا اور وضو کے حوضوں کا کام دیتا ہے۔ آبادی سے ملا ہوا دُور تک کئی میل کے رقبہ پر پھیلا ہوا نخلستان کا سلسلہ چلا گیا ہے جس میں کچھ ترکاری بھی کاشت ہوتی ہے۔ ہر جمعہ کو یہاں بازار لگتا ہے جس میں دُور دُور سے بدو آتے اور خرید و فروخت یا تبادلۂ اشیا کرتے ہیں۔ بدو عموماً گھی، کھالیں، روغن بلسان، اونٹ بکریاں اور اُونی کمبلیں یا عبائیں فروخت کے لئے لاتے ہیں۔ قبل اسلام بدر میں سالانہ ہفتہ بھر ایک بڑا میلہ لگتا تھا۔ اور غالباً یہاں ایک بڑا بت خانہ بھی تھا۔ اس کے آثار تو اب نہیں ہیں۔ لیکن بیر الشیخ سے بدر کو جائیں تو بدر کے قریب کوئی میل بھر پہلے سڑک کے قریب عجیب شکل کی ایک چٹان ملتی ہے جو بالکل بیٹھے ہوئے اونٹ کی طرح نظر آتی ہے۔ زمانہ جاہلیت میں عرب ہر ایسی عجیب چیز کی پوجا شروع کر دیتے تھے۔ کوئی تعجب نہیں۔ جو یہ بھی ایک بت رہا ہو۔ بدر ایک بیضوی شکل کا میدان ہے۔ کوئی ساڑھے پانچ میل لمبا اور چار میل چوڑا۔ اطراف بلند پہاڑ ہیں۔ مگر شام اور مدینہ جانے کے رستے جو وادیوں میں سے گزرتے ہیں یہیں ملتے ہیں ترکی دور میں شریف عبدالمطلب نے اس میدان میں ایک مضبوط قلعہ تعمیر کیا تھا۔ مگر اب وہ ٹوٹ پھوٹ گیا ہے۔ یہ میدان سنگلاخ یا ریتیلا ہے۔ مگر جنوب مغربی حصہ کی زمین نرم ہے جنگ بدر کے دن بارش ہوئی تھی تو یہ مقام جہاں قریش کا پڑاؤ تھا دلدل بن گیا تھا۔ مگر اب یہاں ایک سرسبز نخلستان ہے۔ بدر کے اطراف جو پہاڑ ہیں اُن کے مختلف حصوں کے مختلف نام ہیں۔ آج بھی ان سفید پہاڑیوں میں سے ایک کا نام العدوۃ الدنیا۔ اور دوسری کا نام العدوۃ القصویٰ ہے۔ ان دونوں کے مابین جو اونچا پہاڑ ہے اسے جبل اسفل کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کے پیچھے دس بارہ میل پر سمندر ہے۔ اور ابو سفیان کا قافلہ راستہ کترا کر ساحل کے کنارے کنارے گزر گیا تھا۔ قرآن میں اس کا ذکر والرکب اسفل منکم کے الفاظ میں کیا گیا ہے۔ (عہد نبوی کے میدان جنگ ص ۱۲)

---

[1] سیرۃ النبی جلد اول ص ۳۶۳ [2] طبقات ابن سعد، ابن ہشام [3] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم ص ۲۲۔

(ماخوذ از "عہد نبوی کے میدان جنگ" مولفہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ)

سبب جنگ

اب ایک سبب بھی اتفاقاً پیش آگیا جس نے اِس آگ کو اور زیادہ بھڑکایا۔ ایک انصاری عورت بازار میں یہودیوں کی دُکان پر آئی۔ یہودی نے اُس کی بے حرمتی کی تو ایک مسلمان نے غیرت میں آکر اُس یہودی کو قتل کر دیا۔ یہودیوں نے مسلمان کو مار ڈالا۔

آنحضرت صلعم یہ حالات معلوم کر کے یہودیوں کے پاس تشریف لے گئے۔ اور اُن کو سمجھایا۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم قریش نہیں ہیں ہم سے معاملہ پڑے گا تو ہم دکھا دیں گے کہ لڑائی اس کا نام ہے۔ چونکہ اُن کی طرف سے نقض عہد اور اعلان جنگ ہو گیا تھا مجبور ہو کر آنحضرت صلعم نے لڑائی کی۔ آخر وہ قلعہ بند ہو گئے اور پندرہ دن کے محاصرہ کے بعد اِس بات پر راضی ہو گئے کہ آنحضرت صلعم جو فیصلہ کریں گے اُسے مان لیں گے۔ [1]

علامہ مسعودی لکھتے ہیں کہ ماہ شوال کے نصف دن گزرے تھے کہ بنی قینقاع کے یہودیوں سے رسول اللہ صلعم غزوہ آرا ہوئے اُن یہودیوں کی تعداد چار سو تھی۔ آنحضرت صلعم نے اُن کا محاصرہ کر لیا۔ جو ہلالی ماہ ذیقعدہ تک محصور رہے آخر آپ کے حکم پر بغیر کسی شرط کے اُنہوں نے ہتھیار ڈال دئے۔ آپ نے ملک شام کے علاقہ اذرعات میں اُنکو جلا وطن کر دیا۔ [2]

طبری میں ہے کہ عاصم بن عمرو بن قتادہؓ سے مروی ہے کہ آپ نے پندرہ دن اُن کا محاصرہ رکھا۔ اِس اثنا میں اُن کا کوئی آدمی مقابلہ پر آمد نہیں ہوا۔ پھر اُنہوں نے رسول اللہ صلعم کے حکم پر ہتھیار رکھدئے اور اپنے آپ کو حوالے کر دیا۔ اُن سب کی مشکیں باندھ لی گئیں۔ آپ اُن سب کو قتل کر دینا چاہتے تھے۔ مگر عبداللہ بن اُبی (منافق) نے اُن کی سفارش کی۔ اِس بیان کے سلسلہ میں یہ بات بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ اچھا ان کو چھوڑ دو۔ اُن پر اور اُس پر جو اُن کے ساتھ ہے اللہ کی لعنت ہو۔ پھر آپ نے اُن کو جلا وطن کر دیا اور اُن کی املاک کو بطور غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ یہ زمیندار نہ تھے۔ صرف کاشتکار تھے۔ آپ کو اُن کے پاس سے اسلحہ اور آلات کشاورزی کی ایک بڑی مقدار ہاتھ لگی۔

اسلام میں پہلا خمس

ابو جعفر نے کہا ہے کہ اسی غزوہ میں اسلام میں پہلا خمس نکالا گیا۔ آپ نے اپنا خاص خمس لیا اور عام حصہ لیا۔ بقیہ چار حصوں کو صحابہؓ میں تقسیم فرما دیا۔ یہ پہلا خمس ہے جو رسول اللہ صلعم نے لیا ہے۔ اِس غزوے میں آپ کا علم سفید حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کے پاس تھا۔ اور کوئی نشان نہ تھے۔

پہلی نماز عید

آپ مدینہ منورہ واپس تشریف لائے۔ عید قربان آگئی۔ آپ نے اور خوش حال صحابہؓ نے ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو قربانی کی۔ آپ صحابہؓ کے ساتھ عیدگاہ تشریف لے گئے۔ اور وہاں آپ نے عید کی نماز پڑھائی۔

عید کی یہ پہلی نماز ہے جو آپ نے مدینہ میں صحابہؓ کو پڑھائی۔ اور وہیں عیدگاہ میں آپ نے اپنے ہاتھ سے دو بکریاں یا جیسا بیان کیا گیا ہے ایک بکری ذبح کی۔ [3]

حضرت زبیرؓ کا بھالا اور پہلی نماز عید

۲ھ میں مسلمانوں کو زکوٰۃ فطر کا حکم ہوا۔ بیان کیا گیا ہے آپ نے فطر سے ایک یا دو دن قبل مسلمانوں کو خطاب کیا اور فطرہ کا حکم دیا۔ اس سال آپ نماز عید کے لئے شہر سے باہر عیدگاہ تشریف لے گئے۔ اور آپ نے سب کو نماز پڑھائی

---

[1] سیرۃ النبی جلد اول ص۳۷۱ [2] ترجمہ تنبیہ والاشراف مسعودی ص۳۷ [3] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم ص۲۲۰ و ۲۲۱۔

پہلا موقع تھا کہ آپ نمازِ عید کے لئے عیدگاہ تشریف لے گئے۔
اسی سال لوگ آپ کے لئے بھالا لے گئے۔ اور آپ نے اُس کی سمت کھڑے ہوکر نماز پڑھی۔ یہ بھالا حضرت زبیرؓ بن العوام کا تھا۔ جو نجاشی شاہِ حبش نے اُن کو دیا تھا۔
اس کے بعد تمام عیدوں میں یہ آپ کے لئے عیدگاہ لے جایا جاتا تھا۔ طبری لکھتے ہیں کہ جہاں تک ہمیں معلوم ہے یہ بھالا اب بھی مدینہ میں موجود ہے۔ [1]
ڈائی فیملی الزبیرؓ میں ہے کہ نجاشی نے حضرت زبیرؓ کو ایک چھوٹا نیزہ تحفہ دیا تھا۔ جس کو آپ نے بعد میں رسولِ خدا کو اس وقت پیش کیا جب آپ مدینہ میں عید کا خطبہ پڑھنے گئے تھے۔ [2]
رسول اللہ صلعم نے انصار کے دو یتیم لڑکوں سہل اور سہیل سے دس دینار میں زمین خرید کر مسجد بنائی جس کے کھمبے کھجور کے تنے کے تھے اور چھت کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی تھی۔ کچی اینٹوں کی دیواریں بنائی گئیں تھیں۔ آپ کے اصحابؓ نے اور آپؐ نے خود اُس کی تعمیر کی تھی۔ قبلہ بیت المقدس کی طرف رکھا تھا۔ اُس میں آپ مع اپنے اصحابؓ کے نماز پڑھا کرتے تھے۔ آپ نے سولہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی۔ آپ چاہتے تھے کہ آپ کو کعبہ کی طرف پھیر دیا جائے۔ اور خدا سے دعا فرماتے تھے۔ آپ نے اپنی مسجد میں دو رکعت نماز ظہر پڑھائی تھی کہ آپ کو حکم دیا گیا کہ مسجد حرام کی طرف منہ کرلیں۔ آپ اس کی طرف گھوم گئے۔ ساتھ ہی تمام مسلمان بھی گھوم گئے۔ ہجرت کے اٹھارویں مہینے قبلہ کی طرف پھیرے جانے کے ایک مہینہ بعد ماہ رمضان کا فرض روزہ نازل ہوا۔ اسی سال آپ نے صدقہ فطر کا حکم دیا۔ یہ زکوٰۃ فرض ہونے سے پہلے کی بات ہے۔ آپ عید کی نماز خطبے سے پہلے بغیر اذان و اقامت پڑھا کرتے تھے۔ آپ کے آگے ایک ٹیڑھی موٹھ کی لکڑی دستوہ کے لئے اٹھا کر لگا دی جاتی تھی کہ گزرنے والوں کی نمازیں سامنا نہ ہو۔ یہ لکڑی حضرت زبیرؓ بن العوام کی تھی۔ جس کو وہ ملک حبشہ سے لائے تھے۔ اور اُن سے رسول اللہ صلعم نے لی تھی۔ [3]

رسول اللہؐ کا عصائے مبارک اور حضرت امیر معاویہؓ

سنہ ۵۰ھ میں حضرت امیر معاویہؓ نے حکم دیا کہ رسول اللہ صلعم کا ممبر مدینہ سے شام میں منتقل کردیا جائے۔ فرمایا کہ ممبر اور رسول اللہ صلعم کا عصا مدینہ میں نہیں چھوڑے جاسکتے۔ کیونکہ ان لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے عصا بھی طلب کیا۔ جو اُن دنوں سعد القرظ کے پاس تھا۔
اس کے متعلق ایک اور روایت یہ ہے کہ حضرت جابرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ نے حضرت امیر معاویہؓ سے عرض کیا کہ اے امیرالمومنین یہ مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ آپ رسول اللہ صلعم کے ممبر کو اس جگہ سے ہٹاتے ہیں۔ جہاں خود حضور اکرم صلعم نے اسے رکھدیا تھا۔ اور اگر آپ ان کا عصائے مبارک بھی شام کو لے جانا چاہتے ہیں۔ تو بہتر ہے کہ خود مسجد کو بھی منتقل کردیجئے۔ اس لئے حضرت امیر معاویہؓ نے ان کو دہیں چھوڑ دیا۔
عبدالملک اور اُس کے بیٹے ولید اور سلیمان نے بھی اپنی اپنی حکومتوں کے زمانوں میں ممبر اور عصا کو منتقل کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر بعد میں باز آگئے۔ [4]

رسول اللہؐ کا عصا، مہر اور چادر

علامہ مسعودی لکھتے ہیں کہ مروان بنی اُمیہ کا آخری خلیفہ جب سنہ ۱۳۲ھ میں عباسیوں کے مقابلہ میں مارا گیا تو اُس کے ایک غلام نے رسول اللہ صلعم

---

[1] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم [illegible] [2] ڈائی فیملی الزبیرؓ [3] ابن سعد اردو جزو ثالث ص ۳۴ و ۳۵ [4] ترجمہ کامل ابن اثیر جلد سوم صفحہ ۶۲۔

کا عصا۔ چادر۔ اور پھر اُس کے حکم سے گاؤں کے باہر ریت میں دفن کردیں۔ مروان کا یہ غلام مروان کے قتل کے بعد چھپ گیا۔ عامر بن اسمٰعیل جب اس گرجا کی طرف بڑھا جہاں مروان کی بیٹیاں اور بیویاں تھیں۔ وہیں وہ غلام بھی ملگیا۔ جب اُسے گرفتار کرلیا گیا تو اُس نے ان تینوں چیزوں کی نشاندہی کردی جنھیں مروان نے اس لئے دفن کردیا تھا کہ بنی عباس کے ہاتھ نہ آئیں۔ عامر نے ریت میں سے نکال کر ان کو عبداللہ بن علی کے پاس بھیجدیا۔ اُس نے ابوالعباس سفاح کے پاس بھیجدیا۔ یہ چیزیں خلفائے بنی عباس میں ایک سے دوسرے کو وراثت میں ملتی رہیں۔ مقتدر کے عہد تک موجود تھیں۔ بلکہ بیان کیا جاتا ہے کہ مقتدر کے قتل کے دن چادر نبویؐ اُس کے بدن پر تھی۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ آیا یہ سب چیزیں آج یعنی ۳۳۲ھ میں المتقی باللہ کے پاس جب کہ وہ رقہ میں جاکر فروکش ہوئے تھے موجود ہیں یا ضائع ہوگئیں۔[۱]

حضرت زبیرؓ کے نیزے کی منزلت خلیفہ متوکل عباسی کی نظروں میں

خلیفہ متوکل علی اللہ عباسی کے حالات میں طبری نے حضرت زبیرؓ کے متذکرۂ بالا نیزے کا دوبارہ اِس طرح حال لکھاہے کہ اِسی سال ۲۳۴ھ میں جیسا کہ بیان کیا گیا متوکل کو وہ نیزہ دیا گیا جو نبی صلعم کا تھا۔ اور جس کا نام عنزہ تھا۔ بیان کیا گیا ہے کہ وہ نجاشی شاہِ حبشہ کا تھا۔ اُس نے حضرت زبیرؓ بن العوام کو دیا۔ اور حضرت زبیرؓ نے رسُول اللہ صلعم کی خدمت میں پیش کیا۔ پھر وہ مؤذنوں کے پاس رہتا تھا۔ اور عیدین میں رسُول اللہ صلعم کے آگے لایا جاتا تھا۔ اور میدان میں لاکر سامنے گاڑ دیا جاتا تھا۔ آپ اُس کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ متوکل نے اُسے اپنے آگے لے چلنے کا حکم دیا۔ پولیس افسر اُسے اُس کے آگے لے جاتا تھا اور خود اُس کا نیزہ نایب پولیس افسر لئے چلتا تھا۔[۲]

بدر کا ردعمل غزوۂ سویق ذی الحجہ ۲ھ

ابوسفیان نے منت مانی تھی کہ جب تک مقتولانِ بدر کا انتقام نہ لیگا غسل جنابت نہ کرے گا۔ نہ سر میں تیل ڈالیگا۔ چنانچہ وہ دو سو شتر سواروں کے ساتھ مدینہ پر بڑھا۔ یہود کے متعلق معلوم تھا کہ وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں مدد دیں گے۔ یہود بنی نضیر کے سردار سلیم بن مشکم نے ابوسفیان کو مدینہ کے مخفی راز بتائے۔ صبح کو ابوسفیان نے عریض پر جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے حملہ کیا اور ایک انصاری سعدؓ بن عمرو کو قتل کرکے چند مکانوں اور گھاس کے انبار میں آگ لگادی۔ آنحضرت صلعم کو خبر ہوئی تو آپ نے (صحابہؓ کے ساتھ) تعاقب کیا۔ ابوسفیان کے پاس رسد کا سامان صرف ستّو تھے۔ گھبراہٹ میں وہ ستّو کے بورے پھینکتا گیا۔ جو مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔

عربی میں ستّو کو سویق کہتے ہیں۔ اِس لئے غزوہ کا نام غزوۂ سویق پڑا۔[۳]

غزوۂ اُحد شوال ۳ھ

بدر کی جنگ نے اگرچہ قریش کا زور گھٹادیا۔ لیکن وہ شکست کھاکر جوش سے بیتاب تھے۔ اس ہزیمت کے بعد وہ برابر تیاریوں میں مشغول رہے۔ انہوں نے شعراء کے ذریعہ سے قبایل میں جوش پھیلا دیا۔ ذی الحجہ ۲ھ میں دو سو شتر سواروں کے ساتھ مدینہ کے قریب پہنچکر دھوکے سے دو مسلمانوں کو پکڑکر قتل کردیا۔ رسُول اللہ صلعم کو خبر ہوئی تو جیسا ابھی اوپر بیان ہوا ہے ابوسفیان بچ کر نکل گیا۔ اور بھی ایسے چھوٹے چھوٹے واقعات پیش آتے رہے۔

بنی قینقاع کی گرفتاری اور جلاوطنی کی وجہ سے یہودیوں کی دشمنی اور لڑائیوں کا بھی سلسلہ شروع ہوگیا۔

---

[۱] ترجمہ مروج الذہب مسعودی صفحہ ۲۱۳ [۲] ترجمہ طبری جلد سوم حصہ سوم و چہارم صفحہ ۵ [۳] سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۳۳۶۔

شوال ۳ھ میں اُحُد کا مشہور واقعہ پیش آیا۔[1]

قریش اچھی طرح تیار ہو کر بدر کی شکست کا بدلہ لینے کے لئے مدینہ کو روانہ ہوئے۔ ایک روز عکرمہ بن ابی جہل اور دوسرے سرداروں نے جن میں صفوان بن اُمیہ بھی تھا۔ ابوسفیان سے جا کر کہا کہ محمدؐ نے ہماری قوم کا خاتمہ کر دیا ہے۔ مکہ جوشِ انتقام سے لبریز ہے۔ آپ کو اس کا انتقام لینا چاہیئے۔ تجارت کا تمام منافع مصارف جنگ کے لیئے الگ رکھا ہے۔ اس پر ابوسفیان نے شعراء کے ذریعے سے تمام قبائلِ عرب میں جوش پیدا کیا۔ پھر ایک عظیم لشکر کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ جس کے ہمراہ کامل ساز و سامان کے ساتھ حبیوش بنی کنانہ بن خزیمہ اور اہلِ تہامہ نیز عورتیں بھی تھیں جو اس لڑائی میں جوشِ جنگ بڑھانے کا بڑا ذریعہ تھیں۔ کیونکہ جس لڑائی میں عورتیں ہوتی تھیں تو عرب اُن کی بے حرمتی کے خیال سے جانوں پر کھیل جاتے تھے۔ لیکن اس لڑائی میں وہ خود جوشِ انتقام سے لبریز تھیں۔ اُن کی اولاد جنگ بدر میں قتل ہو چکی تھی۔ اس لئے وہ تہیہ کر کے آئیں تھیں کہ اولاد کے قاتلوں کا خون پیکر دم لیں گی۔ بڑے بڑے معزز گھرانوں کی عورتوں کے نام جو فوج میں شامل ہوئیں یہ ہیں۔

(۱) ہند زوجہ ابوسفیان (عُتبہ کی بیٹی اور امیر معاویہؓ کی ماں)۔
(۲) اُم حکیم (زوجہ عکرمہ بن ابی جہل)۔
(۳) برزہ (المسعود ثقفی طائف کے رئیس کی بیٹی)۔
(۴) فاطمہ (خالد بن الولید کی بہن)۔
(۵) ریطہ (عمرو بن العاص کی زوجہ)۔
(۶) سلافہ۔ طلحہ بن ابوطلحہ بن عبداللہ بن عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار کی بیوی)
(۷) خناس (حضرت مصعب بن عمیرؓ کی ماں)۔
(۸) عمرہ بنت علقمہ بنی الحارث بن عبد مناۃ بن کنانہ۔

قریش بدھ کے دن جبل اُحد میں آکر اُترے تھے۔ یہ اُس دن اور جمعرات و جمعہ وہیں ٹھیرے رہے۔[2] نماز جمعہ پڑھ کر رسول اللہ صلعم اُن کے مقابلہ پر بڑھے۔ صبح آپ نے اُحد کی گھاٹی میں کی اور ہفتہ کے روز نصف شوال میں جنگ اُحد ہوئی۔[3]

آنحضرت صلعم ایک ہزار آدمیوں کیساتھ غزوۂ اُحد کے لئے روانہ ہوئے مگر عبداللہ بن ابی بن سلول اِس جمعیت میں سے ایک ثلث آدمیوں کے ساتھ آنحضرت صلعم سے الگ ہو گیا۔ قریش اور اُن کے حلیفوں کی جماعت تین ہزار تھی۔ جن میں سات سو زرہ پوش اور دو سو گھوڑے تھے۔ نیز پندرہ عورتیں تھیں۔[4]

واقدی نے بیان کیا ہے کہ مقام شیخین سے عبداللہ بن اُبی (منافق) تین سو آدمیوں کے ساتھ رسول اللہ

نوٹ۔ اُحد مدینہ منورہ سے تین ساڑھے تین میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑ ہے۔ جو شرقاً غرباً پھیلا ہوا ہے۔[5]

---

[1] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۲۳۳ [2] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم ص ۲۴۱ [3] ترجمہ تنبیہ و اشراف مسعودی ص ۲۴۶ [4] عہد نبویؐ کے میدان جنگ ص ۱۹۔

کے ساتھ صرف سات سو مسلمان رہ گئے۔ سرِشام طلوعِ شفق کے ساتھ آنحضرت صلعم شیخین روانہ ہوئے۔ اس مقام پر دو حجرے تھے۔ جہاں دو اندھے یہودی مرد اور عورت کھڑے ہو کر لوگوں سے سلف کے واقعات بیان کرتے تھے۔ اس وجہ سے اُن کا نام شیخین ہو گیا۔ یہ جگہ مدینہ کے اطراف میں ہے۔

مشرکین تین ہزار تھے۔ اُن میں دو سو سوار اور پندرہ عورتوں کے محمل تھے۔ اُن میں سات سو زرہ پوش تھے۔ اُن کے مقابلہ میں صرف ایک سو مسلمان زرہ پوش تھے۔[۱]

حضرت زبیرؓ افسر میمنہ

آنحضرت صلعم نے اُحد کو پُشت پر رکھ کر صف آرائی شروع کی۔ اُس کے دامن میں دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں۔

آنحضرت صلعم نے حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کو پچاس تیر اندازوں کے ساتھ فوج کے عقب پر متعین کیا کہ اُدھر سے کفار حملہ نہ کرنے پائیں۔ آنحضرت صلعم نے حضرت زبیرؓ بن العوام کو میمنہ پر اور منذر بن عمرو کو میسرہ پر مامور فرمایا۔

عبداللہ بن جحشؓ کو داہنے اور ابو سلمہؓ بن الاسد مخزومی کو بائیں طرف ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو اور حضرت سعد بن وقاصؓ کو لشکر کے آگے اور مقداد بن عمرو کو پیچھے قایم کیا۔ حضرت حمزہؓ کو مقدمۃ الجیش مقرر فرمایا اور حضرت مصعب بن عمیرؓ کو علم دیا۔

حضور صلعم کی تلوار کا حق ادا کرنے کیلئے حضرت زبیرؓ کی سبقت اور مستعدی

جب رسول اللہ صلعم نے اپنی تلوار کھینچکر فرمایا کہ اِس کا حق کون ادا کرے گا تو حضرت زبیرؓ نے تین دفعہ اپنے آپ کو پیش کیا۔ لیکن آنحضرت صلعم نے وہ تلوار حضرت ابو دجانہؓ کو دی۔[۲] حضرت زبیرؓ سے مروی ہے کہ جنگ اُحد کے دن رسول اللہ صلعم ایک تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے اُسے بغور دیکھ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ کون ہے جو اس کو لے کر اس کا حق ادا کرے۔ میں نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ میں اس کا مستحق ہوں۔ آپ نے میری طرف سے منھ پھیر لیا۔ اور پھر فرمایا۔ کون اِس تلوار کو اس کے حق کے لئے لیتا ہے۔ میں نے پھر کہا۔ یا رسول اللہ صلعم میں اس کا مستحق ہوں۔ آپ نے منھ پھیر لیا۔ اور پھر فرمایا۔ کون اس تلوار کو لیتا ہے۔ اس مرتبہ ابو دجانہؓ نے آگے بڑھ کر عرض کیا کہ میں اس کا حق ادا کروں گا۔ آپ نے فرمایا۔ اس تلوار کا حق یہ ہے کہ اس سے کسی مسلم کو قتل کیا جائے اور کوئی کافر اس سے بھاگ کر بچنے نہ پائے۔ پھر آپ نے وہ تلوار ان کو دیدی۔[۳]

حضرت زبیرؓ کا حملہ اور دشمن کے میمنہ کی شکست

جب رسول اللہ صلعم کے دن لڑائی شروع ہوئی۔ سب سے پہلے حضرت زبیرؓ نے اپنی رکاب کی فوج سے حملہ کیا اور قریش کے میمنہ کو شکست دی۔ پھر عام جنگ شروع ہو گئی۔ مسلمانوں نے دشمنوں کی صفوں کو اُلٹ دیا۔[۴]

طبری میں ہے کہ قریش نے اپنے دو سو سواروں کو اصل جماعت سے ہٹا کر خالد ابن الولید (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) کی قیادت میں اپنے میمنہ پر متعین کیا تھا۔ عکرمہ بن ابی جہل اُن کے میسرہ پر تھے۔

رسول اللہ صلعم نے اپنے قادر اندازوں پر بنی عمرو بن عوف کے عبداللہ بن جبیرؓ کو جو اُس روز پیادہ سے

---

[۱] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۱۴۴۳۔ [۲] زرقانی صفحہ ۵۲۔ [۳] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۱۴۲۔ [۴] زرقانی صفحہ ۵۳۔

ماخوذ از "عہد نبوی کے میدان جنگ" مولفۂ ڈاکٹر محمد حمید اللہ

سفید کپڑوں کی وجہ سے نمایاں تھے۔ مقرر فرمایا۔ اُن کی تعداد پچاس تھی۔ حضور صلعم نے اُن سے فرمایا کہ چاہے لڑائی کا رنگ ہمارے موافق ہو یا مخالف تم اپنی جگہ سے مت ہٹنا۔ اور ہمارے عقب سے دشمن کو کسی طرح ہم پر یورش نہ کرنے دینا۔ اِس موقع پر آنحضرت صلعم دو زرہیں زیب تن فرما کر معرکہ میں برآمد ہوئے تھے۔

حضرت زبیر رضؓ امیر رسالہ ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ ابو سفیان ۳ رشوال کو اُحد آکر فروکش ہوا۔ رسول اللہ جنگ کے لئے برآمد ہوئے۔ آپ نے جنگ کے لئے مسلمانوں کو دعوت دی۔ وہ جمع ہو گئے۔

آپ نے (حضرت) زبیرؓ کو رسالہ کا امیر مقرر فرمایا۔ اُس روز اُن کے ساتھ مقدادؓ بن اسود الکندی بھی تھے۔ آپ نے علَم۔ قریش کا مصعب بن عمیرؓ کو دیا اور حضرت حمزہؓ کو آپ نے اپنے آگے بھیجدیا۔ یہ لشکر آئے۔ ؎۱

جب حریفوں کا مقابلہ ہوا اور ایک دوسرے کے قریب آ گئے تو ہندہ بنت عتبہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مردوں کے عقب میں کھڑی ہوگئی۔ وہ سب دَف بجانے لگیں اور اُن کے حوصلے بڑھانے لگیں۔ اس موقع پر ہندہ یہ شعر گا رہی تھی۔ نحن نبات طارق۔ نمشی علی النمارق۔ ان تقبلوا نعانق۔ او تدبروا نفارق۔ فراق غیر وامق۔

یعنی "ہم آسمان کے تاروں کی بیٹیاں ہیں۔ ہم قالینوں پر چلنے والیاں ہیں۔ اگر تم بڑھ کر لڑو گے تو ہم تم سے گلے ملیں گے۔ اور پیچھے قدم ہٹایا تو تم سے ہم الگ ہو جائیں گے۔" نیز اُس نے کہا۔ ویھاً بنی عبدالدار۔ ویھاً حماۃ الادبار۔ ضرباً بکل تبار۔

یعنی "اے بنی عبدالدار۔ اے پشت بچانے والو۔ شمشیر بُرّان سے مارو"۔ اب عام جنگ شروع ہوگئی۔

حضرت زبیرؓ کا حملہ اور خالد ابن الولید کو شکست

مشرکین کے سمت سے خالد ابن الولید جس کے ہمراہ عکرمہ بن ابی جہل تھا۔ لڑنے کے لئے سامنے آئے۔

آپ نے (حضور صلعم نے) حضرت زبیرؓ کو بھیجا اور فرمایا کہ خالد ابن الولید کے سامنے جا کر میرے حکم تک ٹھیرے رہو۔ دوسرے سوار دل کو آپ نے دوسری سمت بھیجا اور تا حکم ٹھیرنے کا حکم دیا۔

ابو سفیان۔ لات وعزیٰ کو ساتھ لئے ہوئے میدان میں آیا۔ آپ نے (حضور صلعم نے) حضرت زبیرؓ کو حملہ کا حکم بھیجا۔ اُنھوں نے خالد ابن الولید پر حملہ کیا۔ اللہ نے اُسے اور اُس کے ساتھیوں کو شکست دی۔ اِس موقع پر رسُول اللہ صلعم نے ولقد صدقکم اللہ وعدہ۔ اور اس کے بعد اراکم ما تحبون۔ تک تلاوت فرمایا۔ اور یہ بھی ارشاد ہوا کہ "اللہ عز وجل نے مومنوں سے اپنی نُصرت کا وعدہ کیا ہے"۔ ؎۲

خالد ابن ولید کو شکست دے کر (حضرت) زبیرؓ بن العوام اور حضرت مقدادؓ بن الاسود نے مشرکین پر دوبارہ حملہ کیا۔ اور اُن کو مار بھگایا۔ اسی طرح رسُول اللہ صلعم اور آپ کے صحابہؓ نے حملہ کیا۔ اور ابو سفیان کو مار کر بھگا دیا۔ ؎۳

حضرت زبیرؓ کا ایک مُشرک سے اُونٹ پر مقابلہ

ابن اسحٰق نے کہا ہے کہ ابن شہابؓ اور عاصم بن عمر ابن قتادہؓ اور محمد بن یحییٰ بن حبّان وغیرہم نے جو ہمارے علماء سے ہیں مجھ سے حدیث بیان کی ہے کہ یُوم اُحد میں ایک مرد مشرکین سے نکلا اور اُس نے جنگ کے واسطے کسی کو بلایا۔ اور وہ اُونٹ پر سوار تھا۔ اُس کی طرف زبیرؓ گئے اور اُس کی طرف جست کی۔ وہ مرد اپنے اونٹ پر تھا۔ زبیرؓ اُس کے ساتھ اُس کے اُونٹ پر چڑھ گئے۔ پھر اُس کی گردن پر چپٹ گئے اور اونٹ پر لڑنے لگے۔ رسُول اللہ صلعم نے فرمایا۔ جو مرد زمین کی پستی پر ہوگا وہ مقتول ہوگا۔ مشرک زمین پر گرا اور مشرک کے اُوپر زبیرؓ گرے۔ زُبیرؓ نے اُسی کی تلوار سے اُسے ذبح کر ڈالا۔ اس حدیث کی روایت بیہقی نے کی ہے۔ ؎۴

؎۱ تا ؎۳ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۲۴۶ تا ۲۴۸ ؎۴ خصائص الکبریٰ صفحہ ۲۰۵

تیراندازوں کی غلطی سے مسلمانوں کی شکست

جب مشرکین کو شکست ہو گئی تو خالد ابن الولید مشرکین کے رسالے کے افسر نے لڑائی کا یہ رنگ دیکھ کر اسلامی فوج کے عقب پر جا کر حملہ کر دیا۔ قادر اندازوں نے تیروں سے اُس کی خبر لی جس سے خالد رُک گیا۔
مگر اس کے بعد قادر اندازوں نے رسول اللہ صلعم کے صحابہؓ کو مشرکین کے پڑاؤ کے عین وسط میں مال غنیمت کی لوٹ میں مشغول دیکھا تو وہ بھی لوٹنے کے لئے دوڑے (وہ سمجھے کہ اب معرکہ فتح ہو چکا)۔ مگر اُن میں سے بعض نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلعم کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرتے اور یہیں ٹھیرتے ہیں۔ مگر اُن کا بیشتر حصہ لوٹنے کے لئے اصلی فوج میں جا ملا۔
خالد نے جب دیکھا کہ اب بہت کم قادر انداز رہ گئے ہیں۔ اُس نے پھر حملہ کر کے قادر اندازوں کو قتل کر دیا۔ اور اُن سے فارغ ہو کر نبی صلعم کے صحابہؓ پر (پشت سے) حملہ کیا۔ مشرکین نے جب دیکھا کہ اُن کا رسالہ جنگ میں مصروف ہے اُنھوں نے جنگ کے لئے ایک دوسرے کو للکارا۔ اب سب نے مل کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اور اُن کو شکست دی اور بے دریغ قتل کیا۔ [۱]

حضرت زبیرؓ کی روایت

حضرت زبیرؓ سے مروی ہے کہ میں نے ہند بنت عتبہ کے خادموں اور اُس کے ساتھیوں کو تیزی سے میدان سے بھاگتے ہوئے دیکھا۔ اُس کے پکڑ لینے میں کوئی شئے مانع نہ تھی۔ اتنے میں جب کہ ہم نے دشمن کو مقابلہ سے ارھ بھگایا تھا ہمارے تیرانداز لوٹنے کے لئے دشمن کی فرودگاہ چلے آئے اور اُنھوں نے دشمن کے رسالہ کے لئے ہمارے عقب کو غیر محفوظ چھوڑ دیا۔ چنانچہ دشمن کے رسالہ نے پیچھے سے (بے خبری میں) ہمیں آلیا۔ اسی وقت کسی نے چلا کر کہا کہ (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم مارے گئے۔ اُس کے سنتے ہی ہمارے حوصلے پست ہو گئے۔ اور دشمن کے حوصلے ہم پر بڑھ گئے۔ حالانکہ ہم دشمن کے علم برداروں کو ختم کر چکے تھے اور اُن میں سے اب کسی کو اپنے جھنڈے کے پاس آنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ [۲]

اِبتلا کیوقت حضرت زبیرؓ کی ثابت قدمی

تیراندازوں کے اپنی جگہ سے ہٹتے ہی خالد بن ولید نے دفعتہً عقب سے سخت حملہ کیا۔ مسلمان کیونکہ ہتھیار ڈال کر غنیمت میں مصروف ہو چکے تھے۔ اس ناگہانی زد کو نہ روک سکے۔ مسلمانوں نے مڑ کر دیکھا تو تلواریں برس رہی تھیں۔ بدحواسی میں دونوں فوجیں اس طرح مل گئیں کہ خود مسلمان مسلمانوں کے ہاتھوں سے مارے گئے بڑے بڑے دلیروں کے پاؤں اُکھڑ گئے رسول اللہ صلعم نے دیکھا تو صرف گیارہ یا چودہ جان نثار جن میں حضرت زبیرؓ بھی تھے۔ ہم رکاب تھے۔
رسول اللہ صلعم پر پتھروں اور تیروں کی بوچھار ہو رہی تھی۔ یہاں تک کہ آپ کے دندان مبارک شہید ہوئے۔ پیشانی پر زخم آیا۔ اور رخساروں میں مغفر کی کڑیاں چبھ گئیں۔ اُس کے ساتھ آپ ایک گڑھے میں گر گئے۔ اور لوگوں کی نظر سے چھپ گئے۔ اور ایسی برہمی میں یہ غل مچ گیا کہ رسول اللہ صلعم شہید ہو گئے۔ اِس خبر نے مسلمانوں کے استقلال کو اور متزلزل کر دیا۔ اور جو جہاں تھا وہیں سراسیمہ ہو کر رہ گیا۔ بعض تو

---

[۱] طبری جلد اول حصہ سوم ص۲۴۰ [۲] طبری جلد اول حصہ سوم ص۲۵۱ و ۲۵۲۔

ایسے سراسیمہ ہوئے کہ اُنھوں نے مدینہ پہنچ کر دم لیا۔ کچھ لوگ جان پر کھیل کر لڑتے رہے۔ بعضوں نے مایوس ہو کر سپر ڈال دی۔ کہ اب لڑنے سے کیا فائدہ ہے۔

حضرت عمرؓ بھی اِسی تیسرے گروہ میں تھے مگر میدان سے گئے نہ تھے۔

اس وقت جب کہ کفار کی پوری طاقت آنحضرت صلعم کی ذاتِ مبارک پر حملہ میں صرف ہونے لگی تو حضرت ابو دجانہؓ نے اپنی پشت کو سپر بنا لیا۔ حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ حضرت سعد بن وقاصؓ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ آنحضرت کی حفاظت کے لئے دیوار آہنیں بن گئے۔ برابر دشمن کے مقابلہ پر ڈٹے رہے۔ اور تیر و تلوار چلا کر اُن کو روکتے رہے۔ حضرت طلحہؓ نے عقب سے آپ کو بچایا۔ ایک تیر اُن کے ہاتھ پر آکر لگا جس سے اُن کا ہاتھ خشک ہو گیا۔

گڑھے سے نکل کر آنحضرت صلعم پہاڑ پر تشریف لے گئے تو اُس وقت آپ کے ساتھ تیئس ۲۳ صحابہ موجود تھے جن میں حضرت زبیرؓ شریک اور شامل تھے۔

ابو جعفر نے کہا ہے کہ جب مسلمانوں کو اُن کے عقب سے آلیا گیا۔ وہ بھاگے۔ مشرکین نے اُن کو بیدریغ قتل کیا۔ اِس مصیبت کی وجہ سے مسلمانوں کے تین حصے ہو گئے تھے۔ ایک مارا گیا۔ ایک زخمی ہوا۔ اور ایک شکست کھا کر بھاگ گیا۔ خود رسول اللہ صلعم جنگ کی وجہ سے اس قدر تھک گئے تھے کہ آپ کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کریں آپ کے سامنے کے جبڑے میں سے نیچے کے دانت ٹوٹ گئے۔ آپ کا منھ شق ہو گیا۔

رُخسار اور بالوں کی جڑ کے پاس پیشانی زخمی ہوئی۔ ابن قمیئہ نے آپ کے سر کے بائیں حصہ پر تلوار ماری۔ اور عتبہ بن ابی وقاص نے آپ کو زخمی کر دیا۔ ؎۱

اُحد میں خالد ابن الولید کے پُشت کے حملہ سے مسلمانوں میں ایسا تلاطم ہوا کہ آنحضرت صلعم کے پاس سات مہاجر اور سات انصارؓ کل چودہ ۱۴ آدمی رہ گئے تھے۔

مہاجرین میں حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت علیؓ حضرت زبیرؓ بن العوّام حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضرت سعد بن وقاصؓ حضرت طلحہ بن عُبیداللہؓ اور حضرت ابو عُبید بن الجراحؓ تھے۔

انصار میں حضرت حباب بن المنذرؓ حضرت ابو دجانہؓ حضرت اُسید ابن خُضیرؓ حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت حارث ابن ضمہؓ رہ گئے۔ ؎۲

غزوۂ اُحد کے دِن حضرت زبیرؓ ثابت قدم رہے۔ ؎۳

ابن الشہاب الزہریؒ سے مروی ہے کہ شکست اور رسول اللہ صلعم کی شہادت کی خبر مشہور ہو جانے کے بعد سب سے پہلے بنو سلمہ کے کعبؓ بن مالک نے آپ کو شناخت کیا۔ خود اُن سے مروی ہے کہ میں نے آپ کی آنکھوں کو جو خود کے نیچے چمک رہی تھیں پہچانا۔

پھر اپنی انتہائی بلند آواز میں اعلان کیا کہ اے مسلمانوں بشارت ہو۔ رسول اللہ صلعم یہ موجود ہیں۔ اس پر آپ نے مجھ کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ جب مسلمانوں نے آپ کو پہچانا کہ آپ موجود ہیں وہ آپ کے پاس آگئے۔ آپ درّہ کی طرف چلے۔ آپ کے ہمراہ حضرت ابو بکرؓ حضرت زبیرؓ حضرت طلحہؓ حضرت علیؓ حضرت عمرؓ اور حارثؓ بن السلمہ مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت تھی۔ ؎۴

؎۱ ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۲۵۴ و ۲۵۵ ؎۲ زرقانی ص ؎۳ موفقیات از ذائی فیلی الزبیرؓ صفحہ ۲۹۰ ؎۴ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۲۵۵ و ۲۵۶۔

رسول اللہ صلعم پہاڑ کی ایک بڑی چٹان پر چڑھنے کے لئے اُٹھے۔ مگر آپ تھکے ہوئے تھے۔ دُوسرے دُہری زرہیں پہن رکھی تھیں۔ اس لئے آپ اپنی جگہ سے اُٹھ نہ سکے۔
حضرت طلحہ رضؓ بن عبید اللہ آپ کے لئے بیٹھ گئے۔ تب آپ اُٹھ کر اُن پر سوار ہو گئے۔

اس روز کے ارشاد نبویؐ کے متعلق حضرت زبیرؓ کی روایت

حضرت زبیرؓ سے مروی ہے کہ میں نے اس روز رسول اللہ صلعم کو کہتے سنا کہ اللہ کے رسولؐ کے ساتھ اِس خدمت گزاری کی وجہ سے طلحہؓ نے اپنا حق واجب کر لیا۔ [۱]

حضرت زبیرؓ کے حملہ سے خالد ابن الولید کی دُوبارہ پسپائی

جب آنحضرت صلعم پہاڑ پر تشریف لے گئے اُس وقت خالد ابن الولید اپنے دستہ فوج کے ساتھ آنحضرت صلعم کی طرف بڑھا تو آپ نے خالد کو آتا ہوا دیکھ کر فرمایا۔ اے خدا یہ لوگ یہاں تک نہ آنے پائیں۔ حضرت زبیرؓ نے چند مہاجرینؓ و انصارؓ کے ساتھ آگے بڑھ کر حملہ کیا اور اُن لوگوں کو پسپا کر دیا۔ [۲]
ابو سفیان سالار قریش درّہ کے قریب پہنچ کر پکارا کہ اِس گروہ میں (حضرت) محمدؐ ہیں یا نہیں۔ آنحضرتؐ نے اشارہ کیا کہ کوئی جواب نہ دے۔ اُسے کسی نے جواب نہ دیا تو بولا ضرور مارے گئے۔ اور کہا۔ اعلیٰ ھبل یعنی اے ہبل بلند ہو جا۔ رسول اللہ صلعم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ جواب دو۔ اللہ اعلیٰ واجل یعنی خدا بلند و برتر ہے۔ [۳]
ابو سفیان پہاڑ سے پلٹ کر جانے لگا تو اُس نے بلند آواز میں مسلمانوں سے کہا کہ اب آیندہ سال پھر بدر میں تم سے مقابلہ ہوگا۔ رسول اللہ صلعم نے اپنے کسی صحابیؓ سے فرمایا کہ کہدو۔ ہاں ضرور۔

حضرت زبیرؓ ابو سفیان کے تعاقب میں

دونوں فوجیں میدان جنگ سے علیحدہ ہوئیں تو مسلمان زخموں سے چُور تھے۔ تاہم اِس خیال سے کہ ابو سفیان مسلمانوں کو مغلوب سمجھ کر دُوبارہ حملہ آور نہ ہو۔ آپ نے (حضور صلعم نے) مسلمانوں کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ کون اُن کا تعاقب کریگا۔
حضرت زبیرؓ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے آپ کو پیش کیا اور ستّرہ آدمیوں کی جماعت سے تعاقب کے لئے روانہ ہو گئے۔ [۴]

آیت جو اُحد والوں کی شان میں نازل ہوئی

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ:۔
آیت۔ الذین استجابوا للہ والرسول من بعد ما اصابھم القرح للذین احسنوا منھم واتقوا اجر عظیم ۝ جنگ اُحد والوں کی شان میں اُتری ہے۔
ترجمہ آیت۔ جن لوگوں نے زخمی ہو جانے کے بعد بھی خُدا و رسولؐ کے احکام کی تعمیل کی اُن میں اُن لوگوں کے لئے بڑا ثواب ہے۔ جو نیک و پرہیزگار تھے۔
حضرت عائشہؓ نے (حضرت) عروہؓ (ابن الزبیرؓ) سے کہا کہ اے میرے بھانجے۔ تیرے والد زبیرؓ بھی انہی (حکم قبول کرنے والوں) میں سے تھے۔ جب جنگ اُحد کے دن نبی صلعم کو جو کچھ پہنچنا تھا پہنچا۔ اور

---

[۱] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۲۶ [۲] زرقانی ص [۳] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۲۶۱، ۲۶۲ [۴] زرقانی ص ۵۳۲۔

مشرک واپس چلے گئے۔ آپ نے اُن کے دوبارہ آجانے کے خیال سے فرمایا۔ کون ہے جو اُن کفار کے پیچھے جاوے۔ اُن میں سے ستّرہ آدمیوں نے قبول کیا۔

حضرت عروہؓ کہتے ہیں ان ہی میں سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت زبیرؓ تھے۔ [۱]

جس وقت عروہ بن زبیرؓ نے اس آیت الذین استجابوا کے معنی دریافت کئے تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ یہ تمہارے باپ زبیرؓ اور ابوبکرؓ کی شان میں ہے۔ اس آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت عروہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے مجھ سے فرمایا۔ خدا کی قسم تیرے باپ ان لوگوں میں تھے جنھوں نے زخمی ہونیکے بعد بھی۔ خدا و رسول اللہ صلعم کی آواز پر لبیک کہی تھی۔ [۲]

شہادت سیدنا حضرت حمزہؓ

جنگ اُحد کا سب سے دردناک واقعہ سید الشہداء حضرت حمزہؓ کی شہادت ہے۔ کافروں نے حضرت حمزہؓ کا مثلہ کیا ناک کان وغیرہ کاٹ لئے۔ سینہ چاک کر ڈالا۔ کلیجہ کا ٹکڑا چبایا جسکی وجہ سے آنحضرت صلعم کو بے حد صدمہ ہوا۔ اور ارشاد فرمایا کہ (حضرت) صفیہؓ (والدہ ماجدہ حضرت زبیرؓ) کی پریشانی کا اگر مجھے خیال نہوتا تو میں اُنھیں چڑیوں کے کھانے کے لئے چھوڑ دیتا۔ کہ قیامت کے روز مختلف جگہوں سے اُن کی تخلیق ہوتی۔ [۳]

محمد بن جعفر بن الزبیرؓ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلعم نے حضرت حمزہؓ کو اس حال میں مقتول پایا تو آپ نے فرمایا کہ اگر صفیہؓ کو رنج نہ ہو۔ یا میرے بعد یہ بات سنت نہ ہوجائے تو میں ان کو بغیر دفن کئے اسی طرح یہاں چھوڑ دوں تاکہ درندے اور پرندے ان سے اپنی شکم پُری کریں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے کسی جگہ بھی مجھے قریش پر فتح عطا کی تو اُن کے تیس مقتولوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردوں گا۔

مسلمانوں نے جب دیکھا کہ آپ کو آپ کے چچا کے ساتھ جو برتاؤ کیا گیا اُس پر اس قدر رنج اور غصہ ہے تو اُنھوں نے عرض کیا کہ اگر ہمیں ابد الآباد تک کسی دن ان مشرکین پر فتح ہوئی تو ہم اُن کے اس طرح ٹکڑے ٹکڑے کردیں گے کہ آج تک کسی عرب کے ساتھ نہ کیا ہو۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم کے اِس ارشاد اور پھر صحابہؓ کے اس قول کے متعلق اللہ عزّ و جل نے قرآن میں۔ وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به ولئن صبرتم لهو خير للصابرين ٥ آخر سورۃ تک نازل فرمایا۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ۔

"اگر تم عذاب دو جیسا تمہیں دیا گیا۔ (تو کرو) اور البتہ اگر تم صبر کرو تو صبر کرنے والوں کے لئے وہ بہتر ہے"

اس وحی کی بناء پر رسول اللہ صلعم نے مشرکین کو معاف کردیا۔ اور خود صبر کرلیا۔ اور مقتول کے جسم کو قطع برید کرنے کی ممانعت فرمادی۔

ابن اسحٰق کا بیان ہے کہ صفیہؓ بنت عبد المطلب اپنے حقیقی بھائی حمزہؓ کو دیکھنے آئیں تو رسول اللہؐ نے اُن کے بیٹے (حضرت) زبیرؓ بن العوام سے کہا کہ تم اُن کے پاس جاؤ اور اُنھیں لوٹا دو۔ تاکہ جو کچھ اُن کے بھائی کے ساتھ ہوا ہے وہ اُسے نہ دیکھنے پائیں۔

حضرت زبیرؓ اُن کے پاس گئے اور کہا اماں جان آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ آپ واپس چلی جائیں۔

---

[۱] ترجمہ صحیح بخاری ص۲ [۲] ترجمہ صحیح بخاری ص۵ [۳] ترجمہ صحیح مسلم جلد دوم ص۲۹ [۴] طبقات ابن سعد جزء ثالث ص۲۹

انھوں نے پوچھا کہ کیوں پھر کہا مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ میرے بھائی کے اعضاء کو قطع بُرید کیا گیا ہے۔ اللہ کی راہ میں یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔

اگر محض اسی وجہ سے ممانعت کی گئی ہے تو میں اس ممانعت سے خوش نہیں ہوئی۔ انشاء اللہ میں صبر و ضبط سے کام لوں گی۔

حضرت زبیرؓ نے رسول اللہ صلعم سے آکر ان کا قول بیان کیا۔ آپ نے فرمایا اچھا انھیں آنے دو۔

وہ حمزہؓ کے پاس آئیں ان کو خوب دیکھا۔ ان پر رحمت بھیجی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور ان کے لئے طلب مغفرت کیا۔

پھر رسول اللہ صلعم کے حکم سے دفن کر دیئے گئے۔ [۱]

حضرت صفیہؓ اپنے بھائی کی تدفین کے لئے دو کپڑے لے کر آئیں پس آپ دو کشادہ کپڑوں میں دفن کئے گئے۔ [۲]

حضرت صفیہؓ کا بھائی کی موت پر استقامت و صبر

لڑائی کے ختم پر حضور اکرم صلعم اور دوسرے صحابہؓ شہیدوں کی نعشیں تلاش فرما کر ان کی تجہیز و تکفین کا انتظام فرما رہے تھے کہ حضرت حمزہؓ کو اس حالت میں دیکھا نہایت صدمہ ہوا اور ایک چادر سے ان کو ڈھانک دیا۔ اتنے میں حضرت حمزہؓ کی حقیقی بہن حضرت صفیہؓ تشریف لائیں کہ اپنے بھائی کی حالت کو دیکھیں۔ حضورؐ نے اس خیال سے کہ آخر عورت ہیں ایسے ظلموں کے دیکھنے کا تحمل مشکل ہو گا۔ ان کے صاحبزادہ حضرت زبیرؓ سے ارشاد فرمایا کہ اپنی والدہ کو دیکھنے سے منع کر دو۔ انھوں نے والدہ سے عرض کیا کہ حضورؐ نے دیکھنے کو منع فرمایا ہے انھوں نے کہا کہ میں نے یہ سُنا ہے کہ میرے بھائی کے ناک کان وغیرہ کاٹ دیئے گئے ہیں۔ اللہ کے راستہ میں یہ کونسی بڑی بات ہے۔ ہم اس پر راضی ہیں۔ میں اللہ سے ثواب کی اُمید رکھتی ہوں اور انشاء اللہ تعالیٰ صبر کروں گی۔ حضرت زبیرؓ نے حضورؐ سے جا کر اس کلام کا ذکر کیا۔ تو حضورؐ نے اس جواب کو سُن کر دیکھنے کی اجازت عطا فرما دی۔ آکر دیکھا۔ انا للہ پڑھی اور ان کے لئے استغفار اور دُعا کی۔ ایک روایت میں ہے کہ غزوہ اُحد میں جہاں نعشیں رکھی ہوئی تھیں ایک عورت تیزی سے آرہی تھی حضورؐ نے فرمایا دیکھو عورت کو روکو حضرت زبیرؓ کہتے ہیں میں نے پہچان لیا کہ میری والدہ ہیں۔ میں جلدی سے روکنے کے لئے بڑھا مگر وہ قوی تھیں۔ ایک گھونسا میرے مارا اور کہا پرے ہٹ۔ میں نے کہا کہ حضور صلعم نے منع فرمایا ہے تو فوراً کھڑی ہو گئیں۔ اس کے بعد دو کپڑے نکالے اور فرمایا کہ میں اپنے بھائی کے لئے لائی تھی کہ میں ان کے انتقال کی خبر سن چکی تھی۔ ان کپڑوں میں ان کو کفنا دینا۔

اسلامی مساوات کا بے مثل واقعہ

حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت صفیہؓ کے دیئے ہوئے کپڑے لیکر حضرت حمزہؓ کو کفناتے لگے کہ برابر میں ایک انصاریؓ شہید پڑے ہوئے تھے جن کا نام حضرت سہیلؓ تھا۔ ان کا بھی کفار نے ایسا ہی حال کر رکھا تھا۔ جیسا حضرت حمزہؓ کا تھا۔ ہمیں اس بات سے شرم آئی کہ حضرت حمزہؓ کو دو کپڑوں میں کفن دیا جائے اور انصاریؓ کے پاس ایک بھی نہ ہو۔ اس لئے ہم نے دونوں کے لئے ایک ایک کپڑا تجویز کر دیا۔ مگر ایک کپڑا ان میں بڑا تھا۔ دوسرا چھوٹا تو ہم نے قرعہ ڈالا کہ قرعہ میں جو کپڑا جن کے حصہ میں آجائے گا وہ ان کے کفن میں لگایا جائے۔ قرعہ میں بڑا کپڑا حضرت سہیلؓ کے حصہ

---

[۱] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۲۶۴ و ۲۶۵ [۲] طبقات ابن سعد جزء ثالث صفحہ ۹

میں آیا۔ اور چھوٹا حضرت حمزہؓ کے حصہ میں آیا جو اُن کے قد سے بھی کم تھا کہ اگر سر کو ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں کی طرف کیا جاتا تو سر کھل جاتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سر کو کپڑے سے ڈھانک دو اور پاؤں پر پتے وغیرہ ڈالدو۔ [۱]

یہ دو جہاں کے بادشاہ کے چچا کا کفن ہے وہ بھی اس طرح کہ حضرت صفیہؓ اپنے بھائی حضرت حمزہؓ کے لئے دو کپڑے دیتی ہیں مگر یہ گوارا نہیں کہ دوسرا انصاریؓ بھائی بے کفن رہے۔ لہذا ایک ایک کپڑا بانٹ دیا جاتا ہے اور پھر چھوٹا کپڑا اس شخص کے حصہ میں آتا ہے جو کوئی وجہ سے ترجیح کا استحقاق بھی رکھتا ہے۔ غریب پروری اور مساوات کا اس سے بہتر و عملی اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔

شہداء اور مقتولین اُحد مسلمانوں کی طرف جنگ اُحد میں ستر آدمی شہید ہوئے جن میں زیادہ تر انصارؓ تھے۔ حضرت حمزہؓ (آنحضرت صلعم کے چچا اور حضرت زبیرؓ کے ماموں) حضرت عمرو بن الجموعؓ حضرت مصعب بن عمیرؓ حضرت عبداللہ بن جحشؓ (حضرت زبیرؓ کے خالہ زاد بھائی) عبداللہ بن عمرو بن حزام (حضرت زبیرؓ کے چچا زاد بھائی تھے) مہاجرینؓ میں اسی جنگ میں شہید ہوئے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اُن لوگوں کو جن میں بہت محبت تھی۔ ایک ہی قبر میں دفن کر دو۔ چنانچہ حضرت حمزہؓ اور اُن کے بھانجے عبداللہؓ بن جحش ایک ہی قبر میں دفن کئے گئے۔ عبداللہؓ بن عمرو بن حزام اور عمروؓ بن الجموع ایک قبر میں دفن ہوئے۔ [۲]

عبداللہ ابن حمید اسدی مشرکین میں ایک نامی گرامی آدمی تھا۔ اسی اُحد کی لڑائی میں مارا گیا۔

اُحد کے دن تیئیس ۲۳ مشرک مقتول ہوئے۔ جن میں عبداللہ بن حمید بن زہیر بن حارث بن اسد بن عبد العزیٰ بھی تھا۔ [۳]

اُحد کی لڑائی میں چار مہاجرؓ اور باقی انصارؓ شہید ہوئے۔ [۴]

حضرت زبیرؓ کی دفن میں شرکت ان چار مہاجرینؓ شہداء میں حضرت حمزہؓ (حضرت زبیرؓ کے ماموں) اور عبداللہ بن جحشؓ بھی تھے۔ حضرت حمزہؓ عبداللہ بن جحشؓ کے ماموں تھے۔ یہ دونوں ایک قبر میں دفن کئے گئے۔ حضرت حمزہؓ کی قبر میں ابوبکرؓ عمرؓ علیؓ اور زبیرؓ اترے۔ رسول اللہ صلعم اُن کی قبر پر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا کہ میں نے ملائک کو دیکھا کہ وہ حضرت حمزہؓ کو غسل دیرہے ہیں اس لئے کہ وہ اُس روز حالت جنابت میں تھے۔ [۵]

ابوسُفیان کا دوبارہ تعاقب ابوسفیان اُحد سے روانہ ہو کر جب مقام روحا میں پہنچا تو اُسے خیال آیا کہ کام ناتمام رہ گیا۔ آنحضرت صلعم کو پہلے ہی سے گمان تھا دوسرے ہی دن آپ نے اعلان کرا دیا کہ کوئی واپس نہ جائے۔ چنانچہ حمرالاسد تک جو مدینہ سے آٹھ میل ہے آپ تشریف لے گئے۔

معبد خزاعی نے آنحضرت صلعم سے ملکر اور واپس جاکر ابوسفیان سے کہا کہ محمدؐ اس سرو سامان سے آرہے ہیں کہ

---

[۱] خمیس بحوالہ حکایات صحابہؓ ص ۶۱ و ۶۲ [۲] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم ص [۳] طبقات ابن سعد جزو اول ص ۳۰ [۴] طبقات ابن سعد جزو ثالث ص ۹ [۵] طبقات ابن سعد اردو حصہ دوم جزو خاص ص ۹

اُن کا مقابلہ ناممکن ہے یہ سُن کر ابوسفیان واپس گیا

مدینہ کو واپسی | ابوجعفر نے کہا ہے کہ تیسرے دن کے بعد آنحضرت صلعم مدینہ تشریف لے گئے[1]

قرآن اور جنگ اُحد | قرآن مجید میں سورۂ آل عمران میں غزوۂ اُحد کا مفصّل ذکر موجود ہے۔

سنہ ۲ھ کے احکام | اس سال وراثت کا قانون نافذ ہوا اب تک وراثت میں ذوی الارحام کا کوئی حصہ نہ تھا اُن کے حقوق کی تفصیل کی گئی۔

واقعہ شہادت حضرت خبیبؓ اور حضرت زبیرؓ | ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول صلعم نے ایک چھوٹا سا لشکر (سنہ ۴ ہجری) جاسوسی کے طور پر بھیجا۔ اور اس پر عاصمؓ ابن ثابت کو امیر کیا وہ لوگ چلے گئے۔ یہاں تک کہ جس وقت وہ عسفان اور مکہ کے درمیان تھے۔ ہذیل کے ایک قبیلہ سے لوگوں نے اُن کا ذکر کیا۔ چنانچہ قریب ایک سو تیر اندازوں نے اُن کا پیچھا کیا۔ اُن کے قدموں کے نشانوں کو دیکھتے ہوئے چلے گئے۔ یہاں تک کہ وہ لوگ اُن کے پاس جا پہنچے جب کہ عاصمؓ اور عاصم کے اصحابؓ کے قریب پہنچ گئے تو انہوں نے کہا کہ تمہارے واسطے عہد اور میثاق ہے اگر تم لوگ ہمارے پاس اترو گے تو ہم تم لوگوں میں سے کسی کو بھی قتل نہ کریں گے۔

عاصمؓ نے سن کر کہا۔ میں کافر کے ذمہ میں نہیں اُترتا۔ اُن لوگوں نے یہاں تک تیر مارے کہ عاصمؓ کو مع سات آدمیوں کے مار ڈالا۔ خبیبؓ۔ زیدؓ بن دثنہ اور ایک مرد باقی رہ گئے۔ اُن تینوں نے ان سے عہد و پیمان کیا یہ تینوں لوگ اُن کے پاس اُتر گئے۔ جب اُن لوگوں کو اُن پر قابو مل گیا تو انہوں نے اپنی کمانوں کے چلّوں کو اتار کر اُن تینوں کو باندھ لیا۔ تیسرا مرد جو مسلمانوں میں سے تھا اس نے اُن کے ساتھ جانے سے انکار کیا اور کہا کہ یہ اوّل ہی کی بیوفائی ہے۔ انہوں نے اسے گھسیٹا اور ساتھ لے چلنے کی بہت کوشش کی وہ نہیں گیا تو انہوں نے اُسے قتل کر ڈالا۔ خبیبؓ بن عدی انصاری اور زید بن دثنہ کو لے کر چلے گئے اور مکہ پہنچ کر بیچ ڈالا۔ حضرت خبیبؓ کو حارث بن نوفل کے بیٹوں نے خرید لیا۔ (خبیبؓ وہ تھے جنہوں نے یوم بدر میں حارث کو قتل کیا تھا) اور چند روز اسیری کی حالت میں رکھ کر اُن کے قتل پر اتفاق کر لیا۔ جب حضرت خبیبؓ کو لوگوں نے قتل کے لئے باہر نکالا تو انہوں نے کہا کہ مجھ کو چھوڑ دو میں دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ انہوں نے نماز ادا کی[2] اور پھر یہ دعا مانگی۔ اے میرے اللہ اُن کو گن گن کر [illegible] اور متفرق طور پر اُن کو قتل کر ڈال اور ان میں سے کسی کو باقی نہ رکھ۔ اور میرے [illegible] کی خبر آنحضرت صلعم کو پہنچا دے۔ نماز کے بعد دشمنوں نے انکو سولی پر چڑھا کر نیزوں سے چھید ڈالا۔ [illegible] اللہ تعالیٰ نے اُن کی دعا قبول فرمائی اور اُنکی خبر آنحضرت صلعم کو پہنچی

حضرت زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے اپنے اصحابؓ فرمایا کہ کون ہے جو میرے خبیبؓ کی لاش کو دار پر

عا قبیلہ قارہ و عضل کے لوگوں نے رسول اللہ صلعم کی جناب میں حاضر ہو کر درخواست کی تھی کہ کچھ ایسے لوگ ان کے ہمراہ کر دیئے جائیں جو انہیں دین اسلام کی تعلیم دیں اور اس کے مطالب سمجھائیں۔ اسی درخواست کی بنا پر رسول اللہ صلعم نے دس آدمیوں کی جماعت کو بھیجا تھا جن سے غداری کی گئی۔

عا۲ مسلمانوں میں قتل ہونے سے پہلے جو دو رکعت نماز پڑھنے کا دستور ہے یہ حضرت خبیبؓ کی ہی سنت ہے۔

---

[1] ترجمہ طبری جلد اول حصہ دوم صفحہ ۲۴۰ تا ۲۴۲ [2] سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۳۵۶ [3] ترجمہ تجرید و اشرف مسعودی ص ۲۵

اُتار لائے سیدنا حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم ہمارے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ ہم اس حق کو بجا لائیں گے۔[1]

ابو یوسف نے کتاب اللطائف میں ضحاکؓ سے یہ روایت کی ہے کہ نبی صلعم نے حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ کو بھیجا کہ حضرت خبیبؓ جس لکڑی سے لٹک رہے ہیں اُن کو اُس پر سے وہ اُتار لیں۔ یہ دونوں صاحب مکہ معظمہ پہنچے۔ حضرت خبیبؓ کے اطراف انہوں نے چالیس مردوں کو ایسے حال میں پایا کہ وہ نشے میں تھے۔ ان دونوں صاحبوں نے اُن کو اُتار لیا اور حضرت زبیرؓ نے اپنے گھوڑے پر خبیبؓ کی لاش کو رکھ لیا۔ خبیبؓ تر و تازہ تھے۔ اُن کی کوئی شئے گلی سڑی نہ تھی۔ جب مشرکین کو لاش لے جانے کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت زبیرؓ کا پیچھا کیا۔ جب ان بزرگوں نے دشمن کو قریب آتے دیکھا تو حضرت زبیرؓ نے لاش کو زمین پر رکھ دیا اور کہا اے زمین یہ آنحضرت صلعم کی امانت ہے تو اس کو احتیاط سے رکھ۔ زمین نے حضرت خبیبؓ کی لاش کو نگل لیا اسی وجہ سے آپ کا لقب بلیع الارض (زمین کا نگلا ہوا) ہو گیا اور پھر سیدنا حضرت زبیرؓ نے مستعد بہ جنگ ہو کر دشمن کے سواروں کو ڈانٹا اور فرمایا کہ میں زبیر بن العوام ہوں اور یہ میرے رفیق مقدادؓ بن الاسود ہیں۔ اگر لڑنے کی ہمت ہو تو سامنے آؤ نہیں تو واپس جاؤ۔ یہ سنکر دشمنوں کے حواس باختہ ہو گئے اور سب واپس چلے گئے اور حضرات زبیرؓ و مقدادؓ نے مدینہ منورہ پہنچکر دربار رسالتؐ میں سارا واقعہ عرض کر دیا۔

غزوۂ بنی نضیر ۴ھ

۴ھ میں بنی نضیر کا واقعہ پیش آیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ عمرو بن اُمیہ ضمری نے قبیلہ عامر کے اُن دو شخصوں کو قتل کر دیا۔ جن کو رسول اللہ صلعم نے وعدہ حفاظت دلا دیا تھا۔ عامر بن الطفیل نے رسول اللہ صلعم کو لکھا کہ باوجود عہد و پیمان کے آپ کے آدمی نے ہمارے دو آدمی مار ڈالے ان کی دیت ادا کرو۔ آنحضرت صلعم قبا تشریف لے آئے اور وہاں سے بنو النضیر کی طرف مڑ گئے تا کہ اس دیت کی ادائی میں اُن کی مدد لیں کیونکہ بنو النضیر اور بنو عامر ایک دوسرے کے دوست اور حلیف تھے۔

آپ کے ساتھ بہت سے مہاجرؓ اور انصارؓ تھے جن میں حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت زبیرؓ بن العوام حضرت طلحہؓ حضرت سعد بن معاذؓ حضرت اُسید بن حضیرؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ تھے۔[2]

جب آنحضرت صلعم دیت ادا کرنے کے لئے بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے تو یہودیوں نے آپ پر بالا خانہ سے پتھر گرانا چاہا۔ آپ کو اُن کے اس ارادے کا حال معلوم ہو گیا اور آپ فوراً مدینہ منورہ کو واپس تشریف لے آئے موسیٰ بن عقبہ۔ مولیٰ خاندان حضرت زبیرؓ کی روایت ہے کہ اِن لوگوں نے قریش سے در پردہ سازش کی اور اُنکو آمادہ جنگ کیا۔ نیز اُن کو مخفی مواقع بتائے۔[3]

اُحد کے واقعہ کی وجہ سے اُنہیں پروپگنڈہ کا موقع مل گیا تھا۔ اور منافقین و یہود کے حوصلے بڑھ گئے تھے یہودیوں نے مسلمانوں کو پریشان کرنا شروع کر دیا۔ وہ یہ چاہتے ہی نہ تھے کہ مسلمان مدینہ منورہ میں رہیں۔ السلام علیکم کے بجائے وہ سام علیکم۔ یعنی موت تمہیں آئے کہتے تھے۔ یہاں تک کہ بنو نضیر نے آنحضرت صلعم کو اوپر سے پتھر لڑھکا کر شہید کر دینے کا ارادہ کر لیا۔ اس پر آنحضرت صلعم نے اُن کو ترک سکونت کرنے کو کہلا بھیجا تو انہوں نے آنحضرت صلعم کے حکم کو نہ مانا۔ حیی بن اخطب کو رسول اللہ صلعم کے پاس اس پیام کے ساتھ بھیجا کہ ہم اپنے وطن سے نہیں نکلتے۔ اب جو تم سے ہو سکے کر لو۔ اس پیام کو سنکر رسول اللہ صلعم نے تکبیر کہی

---

[1] خصائص الکبریٰ ۵۹۲ تا ۵۹۳ [2] ابن ہشام و زرقانی و ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۲۸۶ [3] ابن ہشام و زرقانی

(آپ کے ساتھ مسلمانوں نے بھی تکبیر کہی) اور فرمایا کہ یہودیوں نے لڑائی منظور کرلی۔ [1]

بنو نضیر نے آنحضرت صلعم کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ تیس[30] آدمیوں کو لیکر آئیں۔ ہم اپنے احبا کو لے کر آئیں گے۔ چونکہ وہ بغاوت کی تیاری قریش کے اُن کو آمادہ کرنے پر کر چکے تھے۔ حضور اکرم صلعم نے اُن کو کہلا بھیجا کہ جب تک تم ایک معاہدہ نہ لکھ دو میں تم پر اعتماد نہیں کرسکتا۔ لیکن وہ اِس پر راضی نہیں ہوئے۔

آپ یہود یعنی بنی قریظہ کے پاس تشریف لے گئے۔ اور اُن سے تجدید معاہدہ کی درخواست کی۔ انھوں نے تعمیل نہ کی۔ بنو نضیر کی طرح یہ بھی معاہدے پر راضی نہ ہوئے۔

بالآخر انھوں نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ آپ تین آدمی لے کر آئیں ہم بھی تین عالم ساتھ لیکر آتے ہیں۔ یہ علما اگر آپ پر ایمان لائیں گے تو ہم بھی لائیں گے۔ آپ نے منظور فرمایا۔ لیکن راہ میں آپ کو ایک صحیح ذریعہ سے معلوم ہوا کہ یہود تلواریں باندھ کر تیار رہیں کہ جب آپ تشریف لائیں تو آپ کو قتل کردیں۔ [2]

بنو نضیر کی سرکشی کے مختلف اسباب تھے۔ وہ نہایت مضبوط قلعوں میں پناہ گزین تھے۔ جن کا فتح کرنا آسان نہ تھا۔ اسی کے ساتھ عبداللہ بن اُبی منافق نے اُنھیں کہلا بھیجا تھا کہ تم اطاعت نہ کرنا۔ بنی قریظہ تمہارا ساتھ دیں گے۔ اور میں دو[2] ہزار آدمی لے کر تمہاری اعانت کو آؤں گا۔

قرآن مجید میں ہے کہ "تم نے دیکھا کہ منافق اپنے کافر بھائیوں سے کہتے ہیں کہ تم نکلوگے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے۔ اور ہم تمہارے باب میں کسی کا کہنا نہ مانیں گے۔ اور اگر تم سے کوئی لڑا تو ہم بھی تمہاری مدد کو آئیں گے۔"

لیکن بنو نضیر کے تمام خیالات غلط نکلے۔ بنو قریظہ نے اُن کا ساتھ نہیں دیا۔ اور منافق علانیہ اسلام کے مقابلہ میں نہیں آسکتے تھے۔ آنحضرت صلعم نے پندرہ[15] دن تک اُن کا محاصرہ کیا۔ قلعہ کے گرد جو نخلستان تھے اُن کے چند درخت کٹوادئے۔

قرآن مجید میں بھی اس کا ذکر ہے کہ "تم نے لینۃ[1] کے جو درخت کٹوادئے اور جس قدر قایم رہنے دئے۔ سب خدا کے حکم سے تھا تاکہ خدا فاسقوں کو رسوا کرے"۔ [3]

ابن عباس رضہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے بنی نضیر کا پندرہ[15] دن تک محاصرہ کیا۔ اور اس زمانے میں اُن کو بالکل بے بس اور مجبور کردیا۔ آخر کار انھوں نے آپ کے مطالبہ کو منظور کرلیا۔ اور اس شرط پر صلح کی کہ اُن کو قتل نہ کیا جائے گا۔ مگر اُن کے وطن اور زمینوں سے اُن کو بیدخل کرایا جائے گا۔ اور اُن کو شام کے بیابانوں میں جلاوطن کردیا جائے گا۔

رسول اللہ صلعم نے اُن کے ہر تین شخصوں میں ایک اونٹ اور ایک مشک پانی کی دی۔

زہری رحمہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اس قبیلہ سے جنگ کی اور جلاوطنی کی شرط پر اُن سے صلح کی۔ لہذا آپ نے شام کی طرف اُن کو جلاوطن کردیا۔ اور اجازت دی کہ اسلحہ کے علاوہ جتنا بار اونٹ لاد سکے وہ لیجائیں۔

ابن اسحق کے سابق سلسلہ بیان کے مطابق بنو عوف بن الخزرج میں، عبداللہ بن اُبی بن سلول (منافق) ودیعہ مالک بن ابی نوفل۔ سوید۔ اور داعس۔ ایسے لوگ بھی تھے جنھوں نے بنو نضیر سے کہلا بھیجا تھا کہ تم اپنی جگہ ثابت قدم رہو۔ اور مقابلہ کرو۔ ہم تمہارا ساتھ دیں گے۔ اور اگر تم جلاوطن کردئے جاؤگے تو ہم بھی تمہارے ساتھ

---

[1] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۲۸۸ و ۲۸۹ [2] فتح الباری غزوہ بنو نضیر جلد سابع صفحہ ۲۵۵ و صحیح بخاری [3] سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۳۷۷ و ۳۷۸

[1] ایک خاص قسم کی کھجور۔

چلین گے۔ لہذا ابھی تم انتظار کرو۔ مگر انھوں نے اس مشورہ پر عمل نہیں کیا۔ اللہ نے اُن کے دلوں میں ایسا رُعب ڈالا کہ خود انھوں نے رسُول اللہ صلعم سے درخواست کی کہ آپ ہمیں قتل نہ کریں۔ جلا وطن کر دیں۔ اس شرط پر کہ اسلحہ کے علاوہ جس قدر سامان اُونٹ اُٹھا سکے وہ ہم ساتھ لے جائیں۔

رسُول اللہ صلعم نے اُن کی درخواست منظور فرمائی۔ اور انھوں نے تمام وہ سامان جو اُونٹ پر لادا جا سکا ساتھ لے لیا۔ چنانچہ یہ لوگ اپنے گھروں کے دروازے تک۔ چوکھٹ کے ساتھ نکال کر اُونٹوں پر بار کرکے لے گئے۔ یہ خیبر گئے۔ اور پھر وہاں سے شام چلے گئے۔

اُن کے شرفاء میں سے جو خیبر آئے وہ سلام بن ابی الحقیق۔ کنانہ بن الربیع بن ابی حقیق اور حیی بن اخطب تھے۔ جب یہ وہیں رہ پڑے تو اہلِ خیبر نے اُن کی اطاعت قبول کر لی۔[۱]

علامہ مسعودی لکھتے ہیں کہ ۴ھ کے ماہ ربیع الاول میں رسُول اللہ صلعم نے بنو نضیر کے یہودیوں سے غزوہ فرمایا تھا۔ کہا گیا ہے کہ (۱) بنی نضیر اور بنی قریظہ حضرت ہارون بن عمران رضؓ برادر حضرت موسیٰؑ کی اولاد میں تھے۔ (۲) بنی نضیر عرب کے قبیلہ جذام کے لوگ تھے۔ جو عمالقہ کے مذہب و بت پرستی سے بیزار ہو کر شریعت موسوی کے پیرو ہو گئے تھے۔ اور شام سے حجاز کی طرف نقل مقام کر کے چلے آئے تھے۔

بنی نضیر کا علاقہ نواح غرس ومضافات مقبرۂ بنی خطیمہ میں تھا۔

رسُول اللہ صلعم کی اُن سے صلح تھی۔ کچھ روز بعد انہوں نے آپ کے ساتھ غدر کرنا چاہا۔ مگر آپ کو خبر ہو گئی اور جنگ پر مستعد ہو گئے۔ چنانچہ رسُول اللہ صلعم نے خود تشریف لے جا کر اُن کا محاصرہ کر لیا۔ جو پندرہ روز تک رہا۔ آخر مقامات فدک اور خیبر میں اُن کو جلا وطن کر کے جس قدر اُونٹ گائے۔ بیل۔ بھیڑ۔ بکریاں تھیں لے لیں۔[۲]

حضرت زبیرؓ کو عطائے جاگیر از اموال بنو نضیر

ابو ضمرہؓ ہشامؓ سے اور وہ اپنے والد (حضرت عروہ بن الزبیرؓ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسُول اللہ صلعم نے حضرت زبیرؓ کو بنی نضیر کے اموال میں سے ایک زمین دی تھی۔[۳]

انس بن عیاضؒ اور عبداللہؓ بن نمیر الہمدانی نے ہشام بن عروہؓ اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلعم نے حضرت زبیرؓ کو بنی النضیر کے اموال میں ایک زمین عطا فرمائی۔ جس میں خرمے کے درخت تھے۔[۴]

آنحضرت صلعم نے الزبیرؓ بن العوام کو بنی نضیر کی اراضی میں سے ایک نخلستان عطا فرمایا۔[۵]

جاگیر کا فاصلہ مدینہ منورہ سے

حضرت اسماءؓ بنت حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتی ہیں کہ میں حضرت زبیرؓ کی اس زمین میں سے جو رسُول اللہ صلعم نے اُن کو بطور جاگیر عطا فرمائی تھی کھجوروں کی گٹھلیاں اُٹھا کر لاتی تھی۔ زمین مذکور میرے مکان سے ۲/۳ فرسخ پر تھی۔[۶]

غزوہ بدر ثالثہ ذیقعدہ ۴ھ

ذیقعدہ میں رسُول اللہ صلعم ایک ہزار پانچ سو کی جمعیت سے نکلے جس میں دس گھوڑے بھی تھے (یعنی دس سوار ان ہی میں ایک حضرت زبیرؓ بھی تھے) اور باقی پیدل تھے۔ باعث یہ تھا کہ ابوسفیان صخر بن حرب نے اُحد سے واپس جاتے ہوئے

---

[۱] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم ص ۲۸۹، ۲۹۰ [۲] ترجمہ تنبیہ واشراف ص ۵۰ [۳] ترجمہ صحیح بخاری ص ۹ [۴] طبقات ابن سعد جزو ثالث ص ۷۵ [۵] فتوح البلدان جزو اول ص ۲۰ [۶] ترجمہ صحیح بخاری ص ۲۷

واپس آنے کا وعدہ کیا تھا۔ آنحضرت صلعم نے وہاں آٹھ دن قیام فرمایا۔ اس غزوہ کا نام غزوۂ بدر ثانیہ ہے۔ ابو سفیان نے قریش کی جماعت کو لے کر مکہ سے عسفان کا رُخ کیا۔ اُس کی جماعت کی تعداد دو ہزار تھی جس میں پچاس گھوڑے سوار تھے۔ مگر اُس نے قیام نہ کیا۔ اور واپس مکہ چلا گیا۔ رسول اللہ صلعم بھی مدینہ منورہ واپس آ گئے۔ جہاں آپ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ انصاری کو اپنا قائم مقام فرمایا تھا۔

اس غزوہ میں آپ سولہ ۱۶ دن مدینہ سے باہر رہے۔ ۱۵

غزوۂ دومۃ الجندل ۵ھ

یہ پہلا غزوہ ہے۔ جو رومیوں کے مقابلہ میں آپ نے فرمایا۔ مقام دومۃ الجندل اور دمشق کے درمیان پانچ راتوں کا فاصلہ ہے۔ اور مدینہ منورہ اور دومۃ الجندل کے درمیان پندرہ ۱۵ راتوں کی مسافت ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ (صرف) تیرہ ۱۳ راتوں کا فاصلہ ہے۔

دومۃ الجندل کا حاکم اُکیدر بن عبدالملک تھا جو مذہباً نصرانی اور ہرقل بادشاہ روم کا فرماں بردار تھا۔ مدینہ منورہ سے جو لوگ اُدھر کو جاتے اور تجارت کو نکلتے وہ اُن سب سے تعرض کیا کرتا تھا۔ اُکیدر کو آنحضرت صلعم کی تشریف آوری کی خبر ملی تو وہ بھاگ گیا اور دومۃ الجندل میں جتنے لوگ تھے منتشر ہو گئے۔ رسول اللہ صلعم وہاں پہنچے تو کسی کو نہ پایا۔ چند روز مقیم رہے اور پھر مدینہ منورہ مراجعت فرمائی۔

اسی سال رسول اللہ صلعم نے عیینہ ابن حصن بن حذیفہ بن بدر فزاری سے مصالحہ فرمایا۔ ۱۵

غزوۂ ذات الرقاع محرم ۵ھ و غزوۂ مریسیع یا بنی مصطلق شعبان ۵ھ

شعبان کی دو شبیں گذری تھیں کہ رسول اللہ صلعم نے بنی المصطلق بن سعد بن عمرو سے غزوہ فرمایا۔ انھیں لوگوں کو خزاعہ کہتے ہیں جس کی درمیانی شاخیں یہیں سے نکلی ہیں۔ چنانچہ یہ مصطلق بن سعد بن عمرو بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو بن عامر ہے۔

خزاعہ ان کا نام اس لئے پڑا کہ مارب سے نکلتے وقت قبیلہ ازد سے کہ یہ ہی اُن کا قبیلہ تھا۔ الگ ہو کر مقام بطن مُر کی جانب منخزع ہو گئے تھے۔

(منخزع وہ لوگ جو الگ ہو جائیں۔ خزاعہ کے بھی یہ ہی معنی ہیں)۔

بنی مصطلق کا قیام ایک آبگیر پر تھا۔ جو انھیں کی ملکیت تھی۔ اور جس کا نام مریسیع تھا۔ یہ آبگیر مقام فرع کی سڑک پر واقع تھی جو مدینہ منورہ سے آٹھ چوکیوں کے فاصلہ پر ہے۔ جنگ چھڑی تو انھیں لوگوں کو ہزیمت ہوئی اور اُن کے بہت آدمی قتل و قید ہوئے۔ لڑکے بالوں کو لونڈی غلام بنا لیا گیا اور مال و اسباب غنیمت میں داخل ہوا۔ ۱۵

غزوۂ ذات الرقاع

قریش اور یہود کی متفقہ سازش نے اب مکہ سے لیکر مدینہ تک آگ لگا دی۔ جس قدر قبایل تھے سب نے مدینہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ سب سے پہلے انمار اور ثعلبہ نے یہ ارادہ کیا۔ آنحضرت صلعم کو خبر ہو گئی تو آپ دس محرم ۵ھ کو مدینہ سے چارسو صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر نکلے اور ذات الرقاع ۱ تک تشریف لے گئے۔

---

۱ نوٹ۔ ذات الرقاع یہ ایک پہاڑی ہے جو مقام نخیل کے قریب اور مقامات سعد و شقرہ کے متصل واقع ہے اُس کے پتھر کے مختلف و گوناگون رنگ ہیں کچھ سرخ ہیں کچھ سفید کچھ سیاہ یہ ہی وجہ ہے جو اس کو ذات الرقاع کہتے ہیں یعنی رقع پیوند والی پہاڑی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس غزوہ کا نام ذات الرقع اس لئے پڑا کہ فوج کے جھنڈوں میں رقع پیوند لگے ہوئے تھے۔ (ترجمہ تنبیہ اشراف مسعودی ۱۵)

---

۱۵ ترجمہ تنبیہ و اشراف مسعودی صفحہ (۵۱ تا ۵۴)۔

لیکن آپ کی آمد کی خبر سُن کر وہ پہاڑوں میں بھاگ گئے۔ [۱]
اِس غزوۂ ذات الرقاع میں رسُول اللہ صلعم نے نماز خوف پڑھی۔ کیونکہ دشمن قریب اور نگران تھا لیکن اس امر میں دنیائے اسلام کے قدیم فقہا مختلف ہیں کہ یہ نماز کیسی تھی۔ اور اُس کی کیفیت و ہئیات کیا تھی۔ رسُول اللہ صلعم اس کے بعد مدینہ واپس آ گئے۔ جہاں آپ نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو اپنا قایم مقام مقرر فرمایا تھا۔ پندرہ ۱۵ شب آپ باہر رہے تھے۔ [۲]

غزوۂ بنی مُصطلق

قبیلہ خزاعہ قریش کا حلیف اور ہم عہد تھا۔ اور خزاعہ کا ایک خاندان بنو مُصطلق کہلاتا تھا۔ وہ مقام مریسیع میں جو مدینہ منورہ سے نو منزل ہے۔ آباد تھا۔ اُس نے قریش کے اشارے سے از خود مدینہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کیں۔
آنحضرت صلعم بعد تصدیق ۲ شعبان کو مدینہ سے فوجیں لے کر روانہ ہوئے۔ مریسیع میں خبر پہنچی تو بنو مُصطلق کے رئیس کی جمعیت منتشر ہوگئی۔ اور وہ بھی کسی طرف نکل گیا۔ لیکن مریسیع میں رہنے والوں نے صف آرائی کی اور دیر تک جم کر تیر برساتے رہے۔ مسلمانوں نے حملہ کیا تو وہ بھاگ گئے۔ اُن کے دس آدمی تو مارے گئے اور چھ ۶ سو گرفتار ہوئے۔ غنیمت میں دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں ہاتھ آئیں۔ [۳]
آنحضرت صلعم نے بنو مصطلق پر اس حالت میں حملہ کیا کہ وہ بے خبر اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے تھے۔ [۴]
واقعہ افک یعنی حضرت عائشہؓ پر جو منافقین نے تہمت لگائی تھی وہ اسی لڑائی سے واپسی میں پیش آیا۔

غزوۂ خندق یا احزاب شوال ۵ ہجری

بنو نضیر پر رسُول اللہ صلعم نے تو یہ کرم فرمایا کہ اُنھیں مال و دولت سمیت نکل جانے دیا۔ مگر ان بدبختوں نے خیبر پہنچتے ہی ایک نہایت عظیم الشان سازش کی اور وہ آگ لگائی جس کا نتیجہ جنگ احزاب کی شکل میں ظاہر ہوا۔ خود تو مرد میدان نہ تھے لیکن سازش و فساد کا پورا ملکہ رکھتے تھے۔ قبایل میں دورہ کر کے اُنھوں نے ہر جگہ جوش جنگ تازہ کر دیا۔
اصل واقعہ یہ ہوا کہ چند یہودیوں نے جن میں سلام بن ابی حقیق النضری۔ حُیَیّ بن اخطب النضری۔ کنانہ بن ربیع بن ابی حقیق النضری۔ ہوذہ بن قیس الوائلی اور ابو عمار الوائلی وغیرہ بنی النضیر اور بنی وائل کے لوگوں نے رسُول اللہ صلعم کے خلاف مختلف قبایل کو جنگ کے لئے اُبھارا۔ یہ قریش کے پاس مکہ آئے۔ اور اُن کو بھی رسول اللہ صلعم سے جنگ کی دعوت دی۔ اور اس وقت تک ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔ جب تک کہ مسلمانوں کا استیصال نہ ہو جائے۔ [۵]
قریش کے بعد یہ لوگ دوسرے قبایل غطفان وغیرہ کے پاس آئے اور اُن کو خیبر کے محاصل کے نصف حصہ کا لالچ دے کر ساتھ ملا لیا۔ بنو اسد غطفان کے حلیف تھے۔ بنو سعد یہود کے حلیف تھے۔ بنو تمیم قریش سے قرابت رکھتے تھے۔ اور یہ قبایل عرب کے کثیر التعداد نامور جری۔ با اثر اور ذی اقتدار تھے۔ نتیجہ اس تگ و دو کا یہ ہوا کہ ان تمام قبایل کے ایک عظیم الشان لشکر نے پورے طنطنہ۔ جلال اور شان و شوکت کے ساتھ ابو سفیان کی قیادت میں مدینہ کی طرف کوچ کیا۔ اس لشکر کا شمار دس ہزار سے چوبیس ہزار تک کیا گیا ہے۔

---

[۱] طبقات ابن سعد ص ۴۲ [۲] ترجمہ تنبیہ و اشراف مسعودی ص ۵۲-۵۳ [۳] طبقات ابن سعد ص ۴۵ [۴] سیرۃ النبیؐ جلد اول ص ۳ [۵] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم ص ۳ — [۶] یہ بنو اسد یہودی ہے اور قریش کے بنو اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی سے جدا گانہ ہے۔

فتح الباری میں تصریح ہے کہ اُن کی تعداد چوبیس[۲۴] ہزار تھی۔ علامہ مسعودی لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے مقابلے کو قبایل (۱) قریش (۲) غطفان (۳) سُلیم (۴) اَشد (۵) اشجع (۶) قریظہ (۷) نضیر اور اُن کے علاوہ دوسرے یہودی بھی چلے تھے۔ ان سب کی مجموعی تعداد چوبیس[۲۴] ہزار تھی۔ جن میں قریش اور اُن کے پیرو چار ہزار تھے۔ جن کے ساتھ تین سو گھوڑے اور ایک ہزار چار سو اُونٹ بھی تھے۔ ابوسفیان صخر ابن حرب کو سپہ لشکری حاصل تھی۔

مسلمانوں کی تعداد صرف تین ہزار کے قریب تھی۔ یہ واقعہ ماہ شوال کا ہے۔ اور بقول بعض ذیقعدہ کا۔

حضرت سلمان فارسیؓ نے اس موقع پر رسول اللہ صلعم کو خندق کی صلاح دی۔ جس پر آپ کا رضا مند ہوئے اور گرداگرد خندق کھدوائی۔ [۱]

محمدؐ بن عمرؓ کے قول کے مطابق سلمانؓ نے آپ کو خندق بنانے کا مشورہ دیا تھا اور یہ ہی پہلی جنگ ہے جس میں وہ آزاد کی حیثیت سے رسول اللہ صلعم کے ساتھ شریک ہوے۔

اُنھوں نے آپ سے عرض کیا کہ ہم ایران میں تھے۔ جب کبھی گھر جاتے تو اپنے گرد خندق بنا لیتے تھے۔ [۲]

تمام لوگوں نے اس رائے کو پسند کیا اور خندق کھودنے کے آلات مہیا کئے۔ مدینہ میں تین جانب مکانات اور ایک جانب نخلستان کا سلسلہ تھا۔ جو شہر پناہ کا کام دیتا تھا۔ صرف شامی رُخ کھلا ہوا تھا۔ آنحضرتؐ نے تین ہزار اصحابؓ کے ساتھ شہر سے باہر نکل کر اُسی مقام میں خندق کھودنے کی تیاری شروع کی۔ یہ ذیقعد ۵ھ کی آٹھ تاریخ تھی۔ آنحضرت صلعم نے خود و خود قایم کئے۔ اور داغ بیل ڈال کر دس دس آدمیوں پر دس دس گز زمین تقسیم کی۔ خندق کی گھرائی پانچ گز رکھی گئی۔ یہ خندق بیس[۲۰] دن میں انجام کو پہنچی۔ [۳]

ابن اسحٰقؓ کے سلسلہ بیان کے مطابق مسلمانوں کو ثواب کی ترغیب دینے کے لئے خود رسول اللہ صلعم نے خندق کے کھودنے میں شرکت کی۔ دوسرے مسلمانوں نے بھی نہایت محنت و جانفشانی سے اُس میں کام کیا۔ البتہ منافقین نے مسلمانوں اور رسول اللہ صلعم کا اس کام میں ساتھ نہیں دیا۔ کچھ ناقابلیت کا بہانہ کر کے شریک ہی نہیں ہوئے۔ اور کچھ ایسے تھے کہ بغیر آپ کے علم اور اجازت کے اپنے گھروں کو چلے جاتے تھے۔ مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ اُن میں سے اگر کسی کو نہایت ضروری کام پیش آجاتا تو وہ آپ سے اجازت لے کر ضرورت کو پورا کرنے چلا جاتا۔ اور پھر ضرورت پوری کر کے واپس آجاتا کہ نیک کام میں شرکت کرے۔

اسی موقع پر اللہ عزوجل نے یہ کلام نازل فرمایا ہے۔ انما المومنون الذین آمنوا باللہ و رسولہ واذا کانوا معہ علی امر جامع لم یذھبوا حتی یستاذنوہ۔ نیز یہ کہ واستغفر لھم اللہ ان اللہ غفور رحیم ۔ ترجمہ (وہ مومن جو اللہ اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لائے ہیں وہ جب اُس کے ساتھ کسی مشترکہ کام میں لگتے ہیں تا وقتیکہ اُس سے اجازت نہ لے لیں نہیں جاتے تم اُن کے لئے اللہ سے طلب مغفرت کرو بیشک اللہ معاف کرنے والا اور مہربان ہے)۔

---

[۱] نوٹ۔ عراق کے شہر مدائن میں جو آج کل بالکل برباد ہو چکا ہے اس میں اسلامی فتح کے وقت کی ایک خوبصورت جامع مسجد بھی تھی جس کے قریب حضرت سلمانؓ کا مزار تھا۔ (جغرافیہ خلافت مشرقی باب دوم ص ۴۶)۔

---

[۱] تنبیہ و اشراف مسعودی ص ۵ [۲] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم ص ۳۰ [۳] سیرۃ النبی جلد اول ص ۴۳۸۔

یہ کلام اُن ہی مسلمانوں کی شان میں نازل ہوا ہے۔ جو اس کو کارِ خیر سمجھ کر نہایت خوشی اور مستعدی سے اُس میں عملاً شریک تھے۔ تاکہ اُس میں اللہ اور اُس کے رسُولؐ کی اطاعت کرکے مستحق اجر ہوں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ اُن منافقین کے لئے جو رسُول صلعم کی اجازت کے بغیر کام سے کھسک جاتے تھے فرماتا ہے۔

لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضها ۔ اپنے قول قد یعلم ما انتم علیہ

تک (ترجمہ۔ تم ہرگز رسُولؐ کے بلانے کو ایسا نہ سمجھو جیسا کہ تم میں سے کوئی کسی کو بلائے۔ بیشک وہ جانتا ہے جو تمہارا اصلی منشاء ہے)۔ یعنی وہ جانتا ہے کہ تم میں صداقت کتنی ہے اور کذب کتنا ہے۔ ؎۱

کثیرؓ بن عبد اللہ بن عمرؓو بن عوف المزنی اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا کی روایت بیان کرتا ہے کہ جنگ احزاب میں رسُول اللہ صلعم نے خندق کا نشان اُجم الشیخین سے بنی حارثہ کی طرف ندا آ ذنک ڈالا ہر چالیس ہاتھ گز خندق کے لئے دس آدمی مقرر کئے۔ ؎۲

مہاجرینؓ و انصارؓ کے حق میں خندق کھودتے وقت آنحضرت صلعم کی دُعا

مہاجرینؓ غزوۂ خندق کے موقع پر علی الصباح کڑکڑاتے جاڑوں میں خالی پیٹ خندق کھودتے تھے۔ چنانچہ اسی موقع پر ایک دن صبح سویرے آنحضرتؐ تشریف لائے تو یہ منظر دیکھا کہ مہاجرینؓ و انصارؓ سردی کی صبح میں خندق کھود رہے ہیں اور اُن کے پاس کوئی نوکر چاکر نہیں کہ اس کام کو کردے۔

اُس وقت اُن کی تھکن و بھوک کو دیکھ کر یہ دُعا فرمائی۔

"خدایا اصل عیش آخرت کا عیش ہے۔ مہاجرینؓ و انصارؓ کی مغفرت فرما۔" ؎۳

مہاجرینؓ و انصارؓ بھی اپنے اُوپر لاد لاد کر ملبہ نکالتے اور جوش میں ہم آواز ہو کر شعر پڑھتے جاتے تھے۔

خندق کھودتے وقت مہاجرینؓ و انصارؓ کے اشعار اور حضور اکرم صلعم کی طرف سے اُن کا جواب۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مہاجرینؓ و انصارؓ مدینہ کے آس پاس خندق کھودتے جاتے تھے اور اپنی کمر پر رکھ کر مٹی باہر نکالتے جاتے تھے۔ اور کہتے جاتے تھے۔ "ہم ہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے تابقائے حیات رسُول اللہ صلعم سے جہاد کرنے پر بیعت کی ہے"۔ اور حضور صلعم بطور جواب فرماتے تھے "سچی زندگی تو درحقیقت آخرت ہی کی ہے۔ الٰہی تو انصارؓ و مہاجرینؓ کو برکت عطا فرما"۔ ؎۴

جنگ خندق کے دنوں میں مسلمانوں کی غذا

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک لپ جَو بُو دار چربی میں ملا کر مسلمانوں کے آگے رکھے جاتے تھے۔ چربی بھی بُو دار تھی جو حلق کو ناگوار معلوم ہوتی تھی۔ لیکن لوگ کیونکہ بھوکے تھے وہ ہی کھا لیتے تھے۔ ؎۵

خندق کو کھودتے کھودتے ایک سخت چٹان آگئی۔ سلمانؓ خندق کے اندر سے چڑھ کر رسُول اللہؐ کے پاس آئے۔ آپ اُس وقت ترکی خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ حضرت سلمانؓ نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر نثار ہوں۔ خندق میں ایک بڑا سفید سخت اور چکنا پتھر نکل آیا ہے۔ اُس سے ہمارے اوزار ٹوٹ گئے۔ ہم اُس کے کھودنے سے تنگ آگئے ہیں۔ اُس پر

؎۱، ؎۲ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۳۰۱ تا ۳۰۳ ؎۳ ترجمہ صحیح بخاری جلد دوم ص ؎۴ ترجمہ صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۱۵۰۔
؎۵ ترجمہ صحیح بخاری جلد دوم ص ۱۵۱۔

کچھ اثر ہی نہیں ہوتا۔ اب جیسا ارشاد عالی ہو۔ ہم حضور کے خط سے ہر موتجاوز نہیں کرنا چاہتے۔ رسُول اللہ صلعم حضرت سلمانؓ کے ساتھ خود خندق میں اُترے اور کُدال ہاتھ میں لیکر اُس پتھر پر تین ضربیں ماریں جس سے وہ ریزہ ریزہ ہوگیا۔ [۱]

ابن اسحٰقؒ کہتے ہیں کہ اہلِ خندق تین ہزار تھے۔ جب رسُول اللہ صلعم خندق کی تیاری سے فارغ ہو چکے۔ قریش مدینہ کے سامنے آئے اور غار کے درمیان اُومہ کے پاس جہاں تمام پہاڑی وادیاں مل جاتی ہیں فروکش ہوئے۔ اُن کی تعداد دس ہزار تھی جس میں اُن کے حبشی اور کنانہ اور تہامہ کے دوسرے توابع ساتھ تھے۔ پھر غطفان اپنے نجدی پیروؤں کے ساتھ مدینہ آئے اور اُحد کے پہلو میں ذنب نقمیٰ میں فروکش ہوئے۔ رسُول اللہ صلعم تین ہزار مسلمانوں کے ساتھ مقابلہ پر برآمد ہوئے۔ آپ نے کوہ سلع کو اپنی پشت پر چھوڑا۔ وہاں آپ نے پڑاؤ قایم کیا۔ اور خندق کو اپنے اور دشمن کے مابین رکھا۔

بچوں اور عورتوں کے متعلق آپ نے حکم دیا کہ ان کو قلعوں میں حفاظت کے لئے بھیجدیا جائے۔ چنانچہ وہ سب وہاں منتقل کردئے گئے۔ [۲]

مُشرکین کی بدعہدی

اُوپر بتایا جا چکا ہے کہ مشرکین کے لشکر کا شمار چوبیس ہزار تک کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے عرب میں غالباً اس سے بڑا کوئی لشکر میدان میں نہیں آیا تھا۔ مسلمانوں کی نہایت نازک حالت تھی۔ باہر کی طرف سے یہ سیلاب اُمڈا چلا آرہا تھا۔ اور اندر منافقین و قریظہ موقع کی تاک میں تھے بنو نضیر کا سردار حُیَیّ بن اخطب (حضرت صفیہؓ اُم المومنین کا باپ) جو خدا کو ضامن دیکر مسلمانوں کے خلاف کسی معاندانہ کارروائی میں شریک نہ ہونے کا اقرار کر گیا تھا۔ خفیہ طور پر بنی قریظہ کے سردار کعب بن اسد القرظی کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا کہ میں تمام عرب کو مدینہ پر چڑھا لایا ہوں۔ اب اسلام کا خاتمہ ہے۔ دیکھو اس موقع پر نہ چوکو پھر یہ موقع ہاتھ نہ آئے گا۔ کعب نے پہلے تو کہا کہ (حضرت) محمدؐ کے بارے میں مجھ سے کچھ نہ کہو میرے اُن سے دوستانہ تعلقات قایم ہیں۔ اور اُنھوں نے اب تک معاہدہ دوستی کی پوری پابندی کی ہے۔ اس طرح کہ مجھے کسی شکایت کا موقع نہیں دیا۔ لیکن آخرکار حُیَیّ کی خوشامد و چاپلوسی اور وعدوں کی وجہ سے کعب نے اپنے اُس عہد کو جو رسُول اللہ صلعم سے کیا تھا۔ توڑ ڈالا۔

آنحضرت صلعم کو خبر ہوئی تو آپ نے چند صحابہؓ کو بنو قریظہ کے پاس بھیجکر اُن کے اس طرزِ عمل کی تصدیق چاہی۔ صحابۂ کرامؓ نے کعب کے یہاں جاکر دیکھا کہ جو اطلاع نقضِ عہد اور مخالفت کی مسلمانوں کو ملی ہے وہ اُس سے کہیں زیادہ خباثت اور شرارت پر آمادہ ہیں۔ جب اُن کو معاہدہ کی یاددہانی کرائی تو اُنھوں نے مغرورانہ جواب دیا۔ ہم نہیں جانتے کیا معاہدہ ہم میں اور (حضرت) محمدؐ میں کوئی عہد و پیمان نہیں ہے۔ اور رسُول اللہ صلعم کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کئے۔ صحابۂ کرامؓ نے واپس آکر حضور اکرم صلعم کی خدمت میں یہ بات بتادی کہ بیشک اُنہوں نے معاہدۂ دوستی توڑ دیا ہے۔ اور وہ آمادۂ پیکار ہیں۔ اور وہ اصحابِؓ رسُول صلعم کے ساتھ وہ ہی کرنا چاہتے ہیں جو اصحابِ رجیع نے خبیبؓ بن ربیع کے ساتھ کیا تھا۔ رسُول اللہ صلعم نے تکبیر کہی اور فرمایا اے مسلمانوں بشارت ہو۔

اس وقت مسلمانوں کی مصیبت بہت زیادہ ہوگئی۔ اور وہ بہت فکرمند ہوئے۔ دشمن نے اُن کو ہر طرف سے نشیب و فراز سے آلیا۔ [۳]

---

[۱] تا [۳] طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۳۰۳ تا ۳۰۸۔

حالات کی نزاکت

اس وقت کی تصویر خود خدا نے جس شان سے کھینچی ہے وہ یہ ہے۔
إِذْ جَاءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا (سورۃ الاحزاب پارہ (۲۱) رکوع آٹھ سورۃ ۹)

ترجمہ۔ جب کہ دشمن اوپر کی طرف اور نشیب کی طرف سے آپڑے۔ اور جب آنکھیں ڈگمگانے لگیں اور کلیجے منہ میں آگئے اور تم خدا کی طرف طرح طرح کی بدگمانی کرنے لگے۔ تب مسلمانوں کی جانچ کا وقت آگیا۔ اور وہ زور سے لرزنے لگے۔

بعض منافقین کا اس موقع پر نفاق بھی کھل گیا۔ بنو عمرو بن عوف کا معتب بن قشیر کہنے لگا کہ محمدؐ ہم سے وعدے کرتے تھے کہ ہم کسریٰ اور قیصر کے خزانوں کو اپنے تصرف میں لائیں گے۔ یہ تو کچھ ہوا نہیں۔ اس کے برخلاف اب یہ نوبت آگئی ہے کہ ہم قضائے حاجت کو باہر نہیں جاسکتے۔ بنو حارثہ بن الحارث کے اوس بن قیظی نے کہا اے رسول اللہ صلعم ہمارے گھر دشمن کی زد میں ہیں۔ یہ بات اس نے اپنی قوم کی ایک جماعت کی جانب سے کہی تھی۔ آپ ہمیں اجازت دیں کہ اپنے گھروں کو چلے جائیں کیونکہ وہ شہر مدینہ کے بیرون میں واقع ہیں۔ [1]

قرآن میں ان منافقین کی ارادوں کو جن الفاظ میں بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہیں۔
کہتے ہیں کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں اور وہ کھلے نہیں ہیں بلکہ ان کو بھاگنا مقصود ہے (سورۂ احزاب)۔
یہی وقت تھا جب کہ کھرے اور کھوٹے پرکھے جا رہے تھے۔ اور جان نثاران اسلام کے ایمان کا امتحان تھا۔ خدا کی کسوٹی پر طلائے اخلاص آزمانے کی گھڑی آگئی تھی۔

مخلص اور جان نثار مسلمانوں کی حالت قرآن نے اس طرح بیان کی ہے۔ وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَٰذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا [2]
ترجمہ۔ جب مسلمانوں نے قبائل کی فوجیں دیکھیں تو بول اٹھے کہ یہ وہی ہے جس کا وعدہ خدا اور اس کے رسولؐ نے کیا تھا۔ اور خدا اور اس کا رسولؐ دونوں سچے تھے۔ اور اس بات نے ان کی اطاعت و یقین کو اور بھی بڑھا دیا۔ (احزاب)
تقریباً ایک مہینہ تک محاصرہ قایم رہا۔ آنحضرت صلعم اور صحابہ کرامؓ پر تین تین فاقے گزر گئے۔
ایک دن صحابہؓ نے بیتاب ہوکر آنحضرت صلعم کے سامنے اپنے شکم کھول کر دکھائے کہ پتھر بندھے ہیں لیکن جب آپ نے شکم مبارک کھولا تو ایک کے بجائے دو پتھر بندھے تھے۔ (شمائل ترمذی)
عرب کی عادت تھی کہ سخت بھوک میں پتھر باندھتے تھے۔ جس سے کمر جھکنے نہیں پاتی تھی۔
محاصرین نے ادھر تو خندق کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ ادھر دوسری طرف اس غرض سے مدینہ پر حملہ کرنا چاہا کہ آنحضرت صلعم اور صحابہؓ کے اہل و عیال یہیں قلعوں میں پناہ گزیں تھے۔ مشرکوں کی طرف سے قریش کے مشہور جنرل۔ ابوسفیان اور دوسرے باری باری سے ایک ایک دن فوج لے کر لڑتے اور باہر سے تیر و پتھر برساتے تھے۔ کیونکہ خندق کو عبور نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے اس طریقہ سے انہیں کامیابی نہیں ہوئی۔ اس لئے جہاں سے خندق کم عریض تھی انہوں نے عام حملہ کر دیا۔ اور ان کے کچھ لوگ خندق اتر آئے۔ حملہ کا یہ دن بہت سخت تھا۔ تمام دن لڑائی رہی۔ جس کا حدیث میں ذکر ہے کہ آنحضرت صلعم کی چار نمازیں قضا ہوئیں۔ کیونکہ پیہم تیراندازی اور

---

[1] طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۳۰ ۔ [2] رکوع (۱۲) سورۃ (۲۱)۔

سنگ باری کی وجہ سے جگہ سے ہٹنا ممکن نہ تھا۔[1]

والدہ ماجدہ حضرت زبیرؓ کے ہاتھوں یہودی کا قتل اور قلعہ کی حفاظت

مستورات جس قلعہ میں تھیں وہ بنی قریظہ کی آبادی سے متصل تھا۔ یہودیوں نے یہ حالت دیکھ کر کہ تمام جمعیت آنحضرت صلعم کے ساتھ ہے۔ قلعہ پر حملہ کیا۔ ایک یہودی قلعہ کے پھاٹک تک پہنچ گیا۔ وہ قلعہ پر حملہ کرنے کا موقع ڈھونڈ رہا تھا کہ حضرت صفیہؓ (آنحضرت صلعم کی پھوپھی اور حضرت زبیرؓ کی والدہ معظمہ) نے دیکھ لیا۔ آپ نے حضرت حسانؓ بن ثابت (شاعر) سے جو مستورات کی حفاظت کے لئے متعین کئے گئے تھے کہا کہ اتر کر اسے قتل کر دو۔ ورنہ یہ جا کر دشمنوں کو پتہ دیگا۔

حضرت حسانؓ کو ایک عارضہ ہو گیا تھا جس کی وجہ سے انکی آنکھ میں چیمپن پیدا ہو گئی تھی کہ وہ لڑائی کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اس بنا پر انہوں نے اپنی معذوری ظاہر کی۔ اور کہا کہ میں اس کام کا ہوتا تو یہاں کیوں ہوتا۔ یہ سن کر حضرت صفیہؓ نے خیمہ کی ایک چوب اٹھائی اور اتر کر یہودی کے سر پر اس زور سے ماری کی اس کا سر پھٹ گیا۔ حضرت صفیہؓ چلی آئیں اور حضرت حسانؓ سے فرمایا کہ یہودی کے کپڑے اور ہتیار چھین لاؤ۔ حضرت حسانؓ نے کہا جانے دیجئے مجھ کو ان کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت صفیہؓ نے فرمایا۔ اچھا جاؤ اس کا سر کاٹ کر قلعہ کے نیچے پھینکدو کہ یہودی مرعوب ہو جائیں۔ لیکن یہ کام بھی حضرت صفیہؓ ہی کو کرنا پڑا۔ جس سے یہودیوں کو یقین ہوا کہ قلعہ میں کچھ فوج متعین ہے۔ اس لئے پھر انہوں نے حملہ کی جراءت نہیں کی۔[2]

بارگاہِ رسالت پناہ سے حضرت زبیرؓ کو حواریٔ (رسول اللہ صلعم) کا لقب

محاصرہ اس قدر شدید تھا کہ ایک دفعہ آنحضرت صلعم نے لوگوں سے خطاب کر کے فرمایا کہ کوئی ہے جو باہر نکل کر محاصرین کی خبر لائے۔ تین دفعہ آپ نے یہ الفاظ فرمائے۔ لیکن ہر بار سوائے حضرت زبیرؓ کے کسی کی کوئی صدا نہیں آئی۔ اسی موقع پر آنحضرت صلعم نے حضرت زبیرؓ کو حواری کا لقب عطا فرمایا۔

قال رسول اللہ صلعم من یاتینا بخبر القوم۔ فقال الزبیرؓ۔ انا ثم قال من یاتینا بخبر القوم۔ فقال الزبیرؓ۔ انا ثم قال من یاتینا بخبر القوم فقال الزبیرؓ۔ انا قال ان لکل نبی حواریا وان حواری الزبیرؓ۔

جابرؓ بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلعم نے بروز جنگ (احزاب) فرمایا۔ کون شخص ہے جو قوم قریش (کفار) کی مجھے خبر لادیگا۔ حضرت زبیرؓ بولے میں ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا۔ کون ہے جو ہمیں قوم کی خبر لا کر دیگا۔ حضرت زبیرؓ نے کہا میں ہوں۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا۔ کون ہے جو ہمیں قوم کی خبر لا کر دے گا حضرت زبیرؓ نے کہا میں ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ ہر نبی صلعم کے مددگار ہوتے ہیں۔ اور میرا مددگار (حضرت) زبیرؓ ہے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلعم نے ارشاد فرمایا تھا کہ ہر نبی (صلعم) کا کوئی خالص یار ہوتا ہے۔ اور

---

[1] سیرۃ النبیؐ جلد اول ص ۳۹۰ تا ۳۹۴ [2] زرقانی جلد دوم ص ۱۲۹ و ابن ہشام و طبری جلد اول حصہ سوم ص ۱۴۱۳ [3] ترجمہ صحیح بخاری ص ۲۱۳۔

میرا خالص مددگار (حضرت) زبیرؓ ہے ۔ ؎۱

یحییٰ بن عبادؒ کے سلسلہ سے بھی حضرت جابرؓ کی یہ ہی روایت درج ہے ۔ اور دوسرے سلسلوں سے بھی حواری کے لقب کے متعلق روایتیں طبقات میں مندرج ہیں۔

ماخوذ از "عہد نبویؐ کے میدان جنگ" مولفہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ

؎۱ ترجمہ صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۱۰۹

خبر دی۔ انسؓ بن عیاض لیثی نے ہشام بن عروہؓ سے اور اُنہوں نے اپنے باپ سے کہ فرمایا رسُول اللہ صلعم نے ہر اُمت کے لئے ایک حَوارِی ہوتا ہے اور میرا حواری میرا پھوپھی زاد بھائی زُبیرؓ ہے۔

یزید بن ہارونؓ نے ہشام بن حسانؓ سے اور اُنہوں نے حسنؓ (ابن حضرت علیؓ) سے روایت کی ہے کہ سرکارِ دو عالم نے فرمایا۔ ہر نبی کے لئے ایک حَواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیرؓ ہے۔

عاصم بن بہلہؓ نے زرین بن حبیش سے روایت کی ہے کہ ابن جرموز حضرت علیؓ سے ملنے آیا۔ حضرت علیؓ کے خادم نے کہا کہ ابن جرموز قاتلِ زبیرؓ آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ پس حضرت علیؓ نے فرمایا۔ ابن صفیہؓ کا قاتل داخلِ دوزخ ہوگا۔ کیونکہ میں نے رسُول اللہ صلعم سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حُواری زبیرؓ ہے۔ [1]

لقبِ حَوارِیٔ رسُول اللہؐ کی خصوصیت صِرف حضرت زبیرؓ کے لئے

یزید بن ہارونؓ نے کہا کہ میں نے سعیدؓ بن ابی عروبہ سے اور اُنہوں نے نافعؓ سے سُنا تھا۔ کہا۔ نافع نے کہ ابن عمرؓ نے سُنا کہ ایک شخص کہہ رہا تھا کہ میں سرکارِ دو عالم صلعم کے حواری کا بیٹا ہوں۔ تو فرمایا۔ ابن عمرؓ نے اگر تم حضرت زبیرؓ کی اولاد سے ہو تب تو ٹھیک ہے۔ ورنہ نہیں۔

عمروؓ بن عاصم نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حمامؓ بن یحییٰ نے اور اُنہوں نے سُنا ہشام بن عروہؓ سے کہ ایک لڑکا حضرت ابن عمرؓ کے پاس گیا۔ اُس لڑکے سے ابن عمرؓ نے پُوچھا۔ تم کون ہو۔ اُس نے کہا میں رسُول اللہ صلعم کے حَواری کا بیٹا ہوں۔ پس فرمایا۔ ابن عمرؓ نے اگر تم حضرت زبیرؓ کی اولاد سے ہو۔ تب تو ٹھیک ہے۔ ورنہ نہیں۔

راوی نے کہا کہ کسی نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ اصحابِ رسُول اللہ صلعم میں ایسا کوئی اور بھی تھا جس کو حَوارِی رسُول اللہ صلعم کہا جاتا سوائے حضرت زُبیرؓ کے آپ نے فرمایا میں نہیں جانتا۔ [2]

حَوارِی کا درجہ اور تعریف

شاہ ولی اللہؒ دہلوی تحریر فرماتے ہیں کہ مقامِ قلب میں دو مقام اُن نفوس کے ساتھ مخصوص ہیں۔ جن کو پیغمبروں کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے۔ گویا یہ دونوں مقام بمنزلہ صدیقیت و محدثیت کے ہیں۔ والذین آمنوا باللہ ورسولہ اولئک ھم الصدیقون والشھداء۔

البتہ فرق یہ ہے کہ صدیقیت و محدثیت کا تعلق نفس کی قوت عقلیہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور یہ قلب کی قوت عملیہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ شہیداور حَوارِی کے مقامات ہیں۔ اِن دونوں میں فرق یہ ہے کہ شہید کُفار پر غصہ اور سختی کرتا ہے۔ اور مواطن ملکوت میں سے کسی موقع پر جس میں خُدا سرکشوں سے اِمتحان لینا چاہتا ہے۔ دین کی مدد کرتا ہے۔ اور حَواری وہ ہے جو پیغمبر سے مخلصانہ محبت رکھتا ہے۔ یہ توں اُس کی صحبت میں رہتا ہے اور اُس کو تعلقات قرابت ہوتے ہیں۔

یا ایھا الذین آمنوا کونوا انصار اللہ کما قال عیسیٰ بن مریم للحواریین من انصاری الی اللہ قال الحواریون نحن انصار اللہ ۔ رسُول اللہ صلعم نے حضرت زُبیرؓ کو بشارت دی کہ وہ شہید بھی اور حواری بھی ہیں۔ [3]

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت زبیرؓ رسُول اللہ صلعم کے خالص یار تھے۔

امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ حَوارِی سفید کپڑے والوں کو کہتے ہیں۔ کیوں کہ حضرت عیسیٰؑ کے مددگاروں کے کپڑے سفید تھے۔ اِس لئے اُن کو حواری کہا جاتا ہے۔ [4]

---

[1] طبقات ابن سعد جزو ثالث صفحہ ۷۴، ۷۳، و موفقیات از ڈاکٹر فیلی الزبیرؓ صفحہ ۲۸ و ۲۹ [2] طبقات ابن سعد جزو ثالث صفحہ ۷۴، [3] حجۃ البالغہ جلد دوم مقامات احسان [4] ترجمہ صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۱۰۸۔

آنحضرت صلعم کا حضرت زبیرؓ سے ارشاد کہ میرے ماں اور باپ تجھ پر قربان۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ جنگ خندق کے دن کمسن ہونے کی وجہ سے میں اور عمر بن سلمہ عورتوں میں داخل کر دئیے گئے۔ (یعنی لڑائی میں نہیں شریک کئے گئے تھے) میں نے دیکھا کہ میرے والد حضرت زبیرؓ کفار بنی قریظہ کی طرف دو یا تین مرتبہ آتے جاتے رہے جب میں لوٹ کر آیا تو دریافت کیا۔ ابّا میں نے آپ کو بنی قریظہ کی طرف آتے جاتے دیکھا۔ (کیا وجہ تھی) فرمایا۔ کیا تم نے اے میرے بیٹے مجھے دیکھا تھا۔ میں نے کہا جی ہاں۔ فرمایا بات یہ تھی کہ رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا تھا کہ کون جا کر بنی قریظہ کی خبر مجھے لا کر دیگا۔ میں یہ سن کر چلا گیا۔ جب میں واپس آیا تو حضور صلعم نے میرے لئے اپنے والدین کو جمع کر کے فرمایا۔ میرے ماں باپ تجھ پر قربان۔ [۱]

عفان بن مسلمؒ سے روایت ہے کہ مجھ سے حماد بن سلمہؒ نے بیان کیا کہ ہشام بن عروہؒ نے اور سنا تھا انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا میں نے اپنے والد ماجد سے غزوۂ احزاب کے دن کہ پدر مہربان میں نے آپ کو ایک گھوڑے اشقر پر (اشقر یعنی سیاہ و زرد رنگ کے گھوڑے پر) سوار دیکھا۔ فرمایا انہوں نے کیا میرے بیٹے تم نے مجھے دیکھا۔ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ پس فرمایا حضرت زبیرؓ نے کہ رسول اللہ صلعم نے ماں باپ دونوں کا نام لیا اور فرمایا کہ میرے ماں اور باپ تم پر فدا ہوں۔

فان رسول اللہ جمع لی ابویہ یقول فداک ابی و امی ۔ [۲]

حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلعم نے فرمایا تھا کہ بنی قریظہ کی خبر مجھے کون لا کر دیگا۔ میں نے عرض کیا میں۔ یہ کہہ کر خدمت مفوضہ پر روانہ ہو گیا۔ جب (کام کر کے) واپس آیا تو حضور صلعم نے فرمایا۔ تجھ پر میرے ماں باپ قربان۔ حضور اکرم صلعم نے اس کلام میں ماں باپ دونوں کو جمع کیا۔ [۳]

اس نازک وقت میں حضرت زبیرؓ کی اس طرح بے خطر تنہا آمد و رفت سے اور آپ کی اس جانبازی سے آنحضرت صلعم اس قدر متاثر تھے کہ فرمایا۔ فداک ابی امی۔ یعنی میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔ [۴]

خورد سال عبداللہ بن الزبیرؓ اور جنگ کا ہولناک منظر۔

جنگ خندق میں حضرت زبیرؓ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو جن کی عمر اس وقت چار اور یا پانچ سال کے درمیان تھی۔ ایک ٹیلہ پر جہاں سے جنگ کا عام سماں نظر آتا تھا۔ گھوڑے پر سوار کر کے ایک غلام کی ہمراہی میں کھڑا کر دیا تھا۔ تاکہ ہولناک مناظر دیکھ کر وہ قوی دل ہوں۔ [۵]

کفار کا حملہ اور حضرت زبیرؓ سے شکست

حضرت زبیرؓ اس حصہ پر تعینات تھے۔ جہاں عورتیں تھیں۔ جس وقت کافروں نے حملہ کیا تو اس وقت حضرت زبیرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے حملہ کو روکا اور کفار کی جماعت درہم برہم کر دی۔ [۶]

دشمنوں پر خدائی مار اور آپس میں پھوٹ

محاصرے کی طوالت کی وجہ سے محاصرہ کرنے والے ہمت ہارتے جاتے تھے۔ چوبیس ہزار آدمیوں کو رسد پہنچانا آسان

---

[۱] ترجمہ صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۱۰۹۔ [۲] طبقات ابن سعد جزو ثالث صفحہ ۷۴ [۳] المصابیح ترجمہ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۰۹ [۴] مسند صفحہ ۱۶۴۔
[۵] مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۵۵۵ [۶] الفاروق ۴۹۔

کام نہ تھا۔ایک دن باوجود سردی کے موسم کے اِس زور سے ہوا چلی کہ خیموں کی طنابیں اُکھڑ گئیں۔ اور کھانے کے دیگچے چولھوں پر سے اُلٹ گئے۔ اِس اتفاقی طوفان نے فوجوں سے بڑھ کر کام دیا۔ اِسی بنا پر سورۂ احزاب میں قرآن مجید نے اِس بادِ صرصر کو عسکر الٰہی سے اِن الفاظ میں تعبیر کیا ہے کہ:۔

"مسلمانو خدا کے اس احسان کو یاد کرو جب کہ تم پر فوجیں آپڑیں تو ہم نے اُن پر آندھی بھیجی اور فوجیں بھیجیں جو تم کو دکھائی نہیں دیتی تھیں" (سورۂ احزاب)

بہر حال موسم کی سختی۔ محاصرے کی طوالت۔ آندھی کا زور۔ رسد کی قلت۔ اور یہود کی علیحدگی سے مکہ کے قریشیوں اور یہودیوں میں پھوٹ[1] پڑ گئی تھی۔ اس لئے ابوسفیان نے طبل بازگشت بجنے کا حکم دیا۔ غطفان بھی اُسی کے ساتھ روانہ ہوگئے۔ بنو قریظہ محاصرہ چھوڑ کر اپنے قلعوں میں چلے آئے۔ مدینہ پر محاصرے کی سختی بیس یا بیس[1] یوم رہی۔ پھر مطلع صاف ہوگیا۔ اس معرکہ میں فوج اسلام کا جانی نقصان کم ہوا۔ لیکن حضرت سعد بن معاذ[2] جو قبیلہ اوس کے سردار تھے۔ تیر سے زخمی ہوئے۔ اور پھر جانبر نہ ہوسکے۔

علامہ مسعودی رح لکھتے ہیں کہ اس امر میں اختلاف ہے کہ مشرکین و کفار کتنے دن تک خندق کا محاصرہ کئے رہے۔ بعض تو محاصرے کی مدت ایک مہینہ بتاتے ہیں اور بعض پندرہ[5] دن۔ اس کے علاوہ اور دوسرے ضعیف اقوال بھی ہیں۔[3]

ابن اسحٰق کے قول کے مطابق خندق کی لڑائی میں مسلمانوں میں سے صرف چھ آدمی شہید ہوئے اور مشرکین میں سے تین قتل کئے گئے۔[4]

غزوۂ بنی قریظہ

آنحضرت صلعم نے جنگ احزاب یا خندق سے فارغ ہوتے ہی فوراً اپنے نقیب کو حکم دیا کہ وہ تمام مدینہ میں کوچ کا اعلان کردے۔ چنانچہ اُس نے اِعلان کردیا کہ جو اللہ اور رسول کے رسول صلعم کا مطیع اور فرماں بردار ہو وہ بنی قریظہ میں پہنچکر عصر کی نماز پڑھے۔[5] جنگ احزاب سے واپس آکر بنی قریظہ کا محاصرہ کیا گیا۔[6]

علامہ مسعودی رح لکھتے ہیں کہ ذی قعدہ کی سات شبیں باقی تھیں کہ خندق سے واپس ہوتے ہوئے اُدھر آنحضرت نے نہضت فرمائی اور بنی قریظہ جہاں مقیم تھے وہ مقام مدینہ سے کچھ کم ایک دن کی مسافت پر واقع تھا۔[7]

آنحضرت صلعم نے آغاز قیام مدینہ میں یہودیوں کے ساتھ معاہدہ کرکے اُن کو جان و مال۔ مذہب اور ہر چیز میں امن و آزادی بخشی تھی۔ لیکن جب قریش کی تحریص و تحدید سے وہ آمادۂ بغاوت ہوگئے۔ تو آپ نے اُن سے معاہدے کی تجدید کرنی چاہی۔ بنو نضیر نے انکار کیا تو وہ جلاوطن کئے گئے۔

لیکن بنو قریظہ نے نئے سرے سے معاہدہ کرلیا۔ اس لئے ان کو امن دیا گیا۔ (صحیح مسلم بیان حضرت عبداللہ بن عمر رض)

بنو نضیر جب جلاوطن ہوئے تو اُن کے رئیس الاعظم حیی بن اخطب اور ابو رافع سلام بن ابی الحقیق خیبر میں جاکر

---

[1] **نوٹ**۔ نعیم بن مسعود نے جو اسلام لاچکے تھے اور کافروں کو اُن کے اسلام لانے کی خبر نہ تھی۔ جوڑ توڑ سے یہودیوں اور قریش میں پھوٹ ڈلوادی تھی۔ مدینہ میں ابن اُم کلثوم رض کو آنحضرت صلعم نے اپنا قایم مقام مقرر فرمایا تھا۔

---

[1] سیرۃ الحلبی جلد اول صفحہ ۳۹۳ تا ۳۹۷ [2] ترجمہ تنبیہ و اشراف مسعودی صفحہ ۵۸ [3] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۳۴۲ [4] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۳۱۹ و ۳۲۰ [5] ترجمہ صحیح بخاری صفحہ ۲۱۲ [6] ترجمہ تنبیہ و اشراف مسعودی صفحہ ۵۸۔

آباد ہوئے۔ اور اُنہوں نے وہاں ریاست عام حاصل کرلی۔ جنگ احزاب یا خندق اُن ہی کی کوششوں کا نتیجہ تھی۔ وہ بھی قریش و دیگر قبایل کے ساتھ مل کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے تھے۔ اُس وقت تک قریظہ معاہدہ پر قایم تھے۔ لیکن حیی بن اخطب نے اُن کو بہکا کر توڑ لیا اور اُن سے وعدہ کیا کہ خدانخواستہ اگر قریش حملہ سے دست بردار ہو کر چلے گئے تو میں خیبر چھوڑ کر یہیں آ رہوں گا۔ چنانچہ اُس نے یہ عہد وفا کیا۔

قریظہ نے جنگ احزاب میں قریش کی علانیہ شرکت کی (مستورات کے قلعہ پر چڑھائی کرتے گئے) مگر جب شکست کھا کر ہٹ آئے تو اسلام کے بڑے دشمن حیی بن اخطب کو ساتھ لائے۔ [۵۱]

اب اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ اُن کا آخری فیصلہ کیا جائے۔ علامہ مسعودیؒ لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم پندرہ[۱۵] روز تک اور کہا گیا ہے کہ اس سے بھی زیادہ اُن لوگوں کا محاصرہ کئے رہے۔ [۵۲]

رسول اللہ صلعم نے ایک ماہ یا پچیس[۲۵] دن بنی قریظہ کا محاصرہ رکھا۔ جب محاصرے کے مصایب سے وہ عاجز آ گئے تو کسی نے اُن سے کہا کہ رسول اللہ صلعم کے حکم پر ہتیار رکھ دو۔ مگر ابولبابہ بن عبدالمنذر نے حلق پر ہاتھ رکھ کر اشارے سے بتایا کہ اگر ایسا کرو گے تو سب ذبح کر دئے جاؤ گے۔ اس وجہ سے ہتیار رکھدینے کے لئے اُنہوں نے یہ شرط کی کہ حضرت سعد بن معاذؓ ہمارے متعلق جو فیصلہ کریں گے ہم کو وہ منظور ہوگا۔

رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ اچھا اُنہیں کے حکم پر سہی۔ اُنہوں نے ہتیار رکھدیئے اور آنحضرت صلعم نے حضرت سعدؓ کے لانے کے لئے ایک گدھا بھیجا جس پر کھجوروں کے پتوں کا پالان تھا۔ حضرت سعدؓ کو اُس پر سوار کرا دیا گیا اُس وقت تک اُن کا زخم مندمل ہو کر خفیف سا رہ گیا تھا۔ [۵۳]

جب حضرت سعدؓ آ گئے تو اُن سے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ سعدؓ بنو قریظہ کا تصفیہ کر دو۔ اُنہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ان میں جو لوگ لڑائی کے قابل ہوں وہ قتل کر دیئے جائیں۔ اور اُن کا تمام مال تقسیم کر دیا جائے۔ رسول اللہ صلعم نے اِس فیصلہ کو سُن کر فرمایا کہ سعدؓ تم نے اس بارے میں اللہ اور اُس کے رسولؐ کے منشا کے مطابق تصفیہ کیا ہے۔ [۵۴]

صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں یہ واقعہ تفصیل سے مذکور ہے اور حضرت سعدؓ کا یہ فیصلہ مطابق توراۃ کتاب تثنیہ صحاح بیس آیت دس کے ہے۔

حضرت سعدؓ بن معاذ اور اُن کا قبیلہ اُوس۔ قریظہ کا حلیف اور ہم عہد تھا۔ عرب میں یہ تعلق ہم نسبی سے بڑھ کر تھا۔ اُنہوں نے توریت کے اُس حکم و آیت کی بنا پر کہ جب کسی شہر پر حملہ کرتے جاؤ تو پہلے صلح کا پیغام دو۔ اگر وہ تسلیم کریں اور دروازے کھولدیں تو وہ سب تیرے غلام ہو جائیں گے۔ اگر وہ صلح نہ کریں تو اُن کا محاصرہ کرلو۔ اور جب تیرا خدا تجھ کو اُن پر قبضہ دلا دے تو جس قدر مرد ہوں سب کو قتل کر دے۔ باقی جتنے بچے۔ عورتیں۔ جانور۔ اور جو چیزیں شہر میں موجود ہوں سب تیرے لئے مال غنیمت ہوں گی۔ فیصلہ کر دیا۔ یہودی کیا اعتراض کر سکتے تھے۔ اُن کی کتاب کے مطابق اُن کے حلیف کا فیصلہ تھا۔

بنی قریظہ کو قلعہ سے اُتار کر رسول اللہ صلعم نے بنی النجار کی ایک عورت کے گھر میں جو حارث کی اولاد میں تھی قید کر دیا۔ اور پھر خود اُس مقام پر آئے۔ جہاں اب مدینہ منورہ کا بازار ہے۔ اور یہاں آپ نے چند کھائیاں کھدوائیں۔

---

[۵۱] ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۱۴۶ و طبری [۵۲] ترجمہ تنبیہ و اشراف مسعودی صفحہ ۵۸ [۵۳] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۳۲۱ تا ۳۲۷۔

اور پھر بنی قریظہ کو بلا کر اُن کی گردنیں ماردیں۔ یہ چھوٹی چھوٹی جماعت میں آپ کے پاس بھیجے جاتے تھے۔ اور آپ اُن کو قتل کرادیتے تھے۔ ان میں اللہ کے دشمن حیی بن اخطب اور کعب بن اسد اس جماعت کے سرغنے بھی تھے۔ یہ چھ سو یا سات سو آدمی تھے۔ جو لوگ اُن کی تعداد زیادہ بتاتے ہیں انہوں نے آٹھ سو سے نو سو تک تعداد لکھی ہے۔[1]

علامہ مسعودیؒ لکھتے ہیں کہ بنی قریظہ کے سات سو آدمی قتل کئے گئے۔[2]

علامہ شبلیؒ لکھتے ہیں کہ مقتولین کی تعداد ارباب سیر نے چھ سو لکھی ہے۔ لیکن صحاح میں چار سو ہے۔[3]

حضرت زبیرؓ کے ہاتھوں بنی قریظہ کا قتل

ابن اسحٰق لکھتے ہیں کہ بنی قریظہ کی فتح ذیقعدہ یا ابتدائے ذی الحجہ میں ہوئی۔ البتہ واقدی کا خیال ہے کہ ماہ ذی قعدہ کے ختم ہونے میں ابھی چند راتیں باقی تھیں۔ جب کہ رسول اللہ صلعم نے بنی قریظہ پر چڑھائی کی۔ اور پھر آپ نے اُن کے لئے نالیاں کھدوائیں اور آپ بیٹھ گئے۔ حضرت زبیرؓ اور حضرت علیؓ آپ کے سامنے اُن کو قتل کرتے تھے۔ جس عورت کو آپ نے اُس روز قتل کرایا تھا اُس کا نام بنانہ تھا۔ یہ حکم القرظی کی بیوی تھی۔ اور اُسی نے بنی قریظہ کی جنگ میں خلاد بن سوید الخزرجی کو اُن پر چکی پھینک کر قتل کیا تھا۔ آپ نے اُس کو طلب کرکے خلادؓ کے عوض میں قتل کر دیا۔[4]

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ نضیر اور قریظہ نے رسول اللہ صلعم سے جنگ کی۔ حضور صلعم نے نضیر کو تو جلاوطن کردیا اور قریظہ کو احسان رکھ کر برقرار رکھا۔ لیکن جب قریظہ نے حضورؐ سے جنگ کی تو آپ نے اُن کے مردوں کو قتل اور بیوی بچوں کو مسلمانوں میں تقسیم کردیا۔ صرف بعض لوگ جو رسول اللہ صلعم سے آکر مل گئے تھے۔ اُن کو امن عطا کیا۔ اور وہ لوگ مسلمان بھی ہو گئے تھے۔ حضورؐ نے مدینہ منورہ سے تمام یہودیوں کو نکال دیا تھا۔ یعنی بنی حارثہ اور بنی قینقاع وغیرہ کو۔ بنی قینقاع حضرت عبداللہ بن سلامؓ کا قبیلہ تھا۔

یہ پہلی قوم تھی۔ جس کو آنحضرت صلعم نے جلاوطن کردیا تھا۔ جس پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔ هُوَ الَّذِیْ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِیَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ (۲۹:۳۔ وہی ہے جس نے اہل کتاب میں سے کفران نعمت کرنیوالوں کو ان کے گھروں سے نکال دیا کہ وہ اپنے ساتھیوں سے جا ملیں جو ان سے پہلے جلاوطن کئے جا چکے ہیں)۔[6]

بنو قریظہ کی املاک وغیرہ کی تقسیم

رسول اللہ صلعم نے بنی قریظہ کی املاک عورتوں اور بچوں کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ اور آج کے دن آپ نے سوار اور پیدل کے حصوں میں تفریق کر دی۔ نیز آپ نے اُس میں سے خمس نکال لیا۔ سوار کے تین حصے۔ دو گھوڑے کے اور ایک خود سوار کا مقرر کیا۔ اور پیدل کا ایک حصہ مقرر فرمایا۔ مسلمانوں کے پاس چھتیس ۳۶ سوار تھے۔ یہ پہلا مالِ غنیمت ہے جس میں دو حصے علیحدہ علیحدہ دیئے گئے اور اُس سے خمس نکالا گیا۔ جو آج تک برقرار ہے۔ اس سے پہلے مغازی میں یہ دستور تھا کہ جب پیدل کے ساتھ رسالہ بھی شریک ہوتا تو دو گھوڑوں کا ایک حصہ دیا جاتا۔[7] حضرت زبیرؓ کے پاس ابتداء سے گھوڑا رہا اور کسی غزوے میں آپ پیدل نہیں تشریف لے گئے۔ اس لئے

---

[1] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۳۲۷ و ۳۲۸ [2] ترجمہ تنبیہ و اشراف مسعودی صفحہ ۵۹ [3] سیرۃ النبیؐ جلد اول صفحہ ۴۰۳ [4] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۳۳۳ [5] ترجمہ صحیح بخاری جلد دوم پارہ سولہ کتاب المغازی صفحہ ۳۰۹ [6] فتوح البلدان جزو اول صفحہ ۲۹۔ [7] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۳۳۱۔

آپ کو تین حصے مرحمت فرمائے گئے۔

غزوۂ ذی قَرد ۶ھ

یہ غزوہ رسول اللہ صلعم نے اس مقام پر فرمایا۔ جو خیبر کی سڑک پر بنام ذی قَرد مشہور اور مدینہ سے دو راتوں کی مسافت پر واقع ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ عُیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر الفزاری نے رسول اللہ صلعم کی دودھ دینے والی اونٹنیوں پر چھاپہ مارا تھا۔ جو مقام غابہ میں تھیں جو مدینہ سے ایک چوکی یا اس سے زاید کی مسافت پر واقع ہے۔

ماہ ربیع الاول ۶ھ کی چار راتیں گزر چکی تھیں۔ چہار شنبہ کا دن تھا کہ رسول اللہ صلعم (اس مہم میں) نکلے اور کچھ اونٹنیاں چھڑائیں جس کے بعد مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔ جہاں آپ نے ابن ام کلثومؓ کو اپنا قایم مقام مقرر فرمایا تھا۔ پندرہ راتیں آپ باہر رہے۔ [1]

صُلح حُدیبیہ وبیعت رضوان ذیقعدہ ۶ھ

مکہ معظمہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ایک کنواں ہے جسے حُدیبیہ کہتے ہیں۔ گاؤں بھی اسی کنویں کے نام سے مشہور ہو گیا ہے۔ چونکہ معاہدہ یہیں لکھا گیا اس لئے اس واقعہ کو صلح حُدیبیہ کہتے ہیں۔

اسلام کے فرایض چہار گانہ میں حج کعبہ ایک رکن اعظم ہے۔ اور مختلف اسباب سے آنحضرت صلعم نے مکہ کا ارادہ کیا لیکن اس خیال سے کہ قریش کو کوئی ادر احتمال نہ ہو۔ عمرہ کا احرام باندھا اور قربانی کے لئے اونٹ ساتھ لئے لڑائی کا خیال نہ ہونے کی وجہ سے آپ نے حکم دیا کہ کوئی شخص ہتیار باندھ کر نہ آئے۔ صرف تلوار جو عرب میں سفر کا ضروری آلہ سمجھی جاتی تھی ساتھ لے جائے۔ اس میں بھی یہ شرط تھی کہ وہ نیام میں بند ہو۔ مہاجرینؓ و انصارؓ میں سے چودہ سو شخص ہمرکاب تھے۔ [2]

ابن اسحٰق سے مروی ہے کہ ذی قعدہ میں نبی صلعم عمرے کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔ اس موقع پر آپ کی نیت قطعاً جنگ کی نہ تھی۔ حضرت سلمہؓ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلعم کے ہمراہ حدیبیہ آئے۔ ہماری تعداد چودہ سو تھی۔ [3]

قریش نے آپ کی آمد کا حال سُنکر ایک بڑی جمعیت مقابلہ کے لئے فراہم کی اور خالد ابن الولید کو جو ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے۔ دو سو سواروں کا ایک دستہ دے کر مقدمۃ الجیش کے بطور آگے روانہ کیا کہ وہ مسلمانوں کو مکہ کی طرف بڑھنے سے روکیں۔ خالد (ابن الولید کراع غمیم تک پہنچ گئے۔ (جو رابغ اور جحفہ کے درمیان ہے) تو آنحضرت صلعم نے عسفان سے روانہ ہو کر راستہ سے کسی قدر کترا کر داہنی جانب سفر اختیار کیا۔ فوج اسلام جب غمیم کے قریب پہنچی اور خالد ابن الولید کو مسلمانوں کے گھوڑوں کی گرد اڑتی ہوئی نظر آئی تو وہ ان کی یکایک آمد سے سراسیمہ ہو کر مکہ کی جانب سرپٹ گھوڑے دوڑا کر گئے اور قریش کو لشکر اسلام کے غمیم تک آ جانے کی خبر پہنچائی آنحضرت صلعم بڑھتے ہوئے اس پہاڑی پشتے کے قریب پہنچ گئے جس سے دوسری جانب اتر کر شہر مکہ کا نواحی میدان شروع ہو جاتا ہے۔ اور وہاں پہنچ کر حدیبیہ پر مقام کیا۔ اس کے بعد قریش کے نوجوانوں کی ایک جماعت مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لئے وادی میں آئی اور صحابہ کرامؓ کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گئی۔ مگر آنحضرت نے ان کو رہا کر دیا۔

---

[1] ترجمہ تنبیہ واشراف مسعودی صفحہ ۶۱ و ۶۲ [2] سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۴۴۱ تا ۴۴۲ [3] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۳۵۷۔

زہری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم جب مدینہ سے چل کر عسفان آئے تو بشر بن سفیان الکعبی آپ سے آکر ملا اور اُس نے بیان کیا کہ قریش کو آپ کی روانگی کی اطلاع ہو گئی ہے۔ وہ مقابلہ پر برآمد ہوئے ہیں۔ اُن کے ہمراہ اراذل کا جم غفیر ہے جنہوں نے چیتے کی پوستیں پہن رکھی ہیں وہ اب ذی طویٰ میں مقیم ہیں اور اللہ کی قسم کھا کر کہہ رہے ہیں کہ اُن کی موجودگی میں آپ کعبہ میں داخل نہیں ہو سکتے اور یہ دیکھیے۔ خالد ابن الولید اُن کے رسالہ کے ساتھ جس کو انہوں نے اپنے آگے بڑھا دیا ہے۔ کراعُ الغمیم تک پہنچ گیا ہے۔

اُس کے بعد آپ نے فرمایا کہ کوئی ایسا شخص ہے جو ہمیں اس راستہ کو چھوڑ کر جس پر قریش فروکش ہیں۔ دوسرے راستے سے لے چلے۔ بنی اسلم کے ایک شخص نے کہا میں آپ کو لے چلتا ہوں۔ چنانچہ وہ آپ کو پہاڑوں کے درمیان سے نہایت سخت اور دشوار گذار راستے سے لے چلا جس سے مسلمانوں کو سخت تکلیف اٹھانی پڑی۔ بہرحال وہ اُس مشکل راستہ سے نکل کر وادی کے اختتام پر ہموار اور نرم زمین پر آئے۔

مسور بن مخرمہ اور مروان بن الحکم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم حدیبیہ کے انتہائی سرے پر اُس کے ایک ایسے سوتے پر جہاں بہت ہی کم پانی تھا فروکش ہو گئے۔ لوگوں نے اپنے چلوؤں سے پانی لینا شروع کیا تو تھوڑی ہی دیر میں وہ جگہ بالکل خشک ہو گئی۔ مگر اعجاز نبوی صلعم سے اُس میں کافی پانی آ گیا۔ آپ نے ترکش میں سے ایک تیر نکالا اور حکم دیا کہ اُس گڑھے میں گاڑ دو (اُس کے گاڑتے ہی) نہایت افراط سے پانی اُبلنے لگا کہ لوگ اُس سے اچھی طرح سیراب ہو گئے۔

آنحضرت صلعم نے قبیلہ خزاعہ کے (جس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا اگرچہ اسلام کا حلیف و رازدار تھا) رئیس بُدیل بن ورقا (جو فتح مکہ کے وقت اسلام لائے اور چند آدمی ساتھ لے کر بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہوئے تھے) سے فرمایا کہ قریش کو جا کر کہدو ہم عمرہ (یعنی چھوٹا سا حج جس میں حج کی اکثر رسمیں ادا کی جاتی ہیں) کرنے کی غرض سے آئے ہیں۔ لڑنا مقصود نہیں۔ جنگ نے قریش کی حالت زار کر دی ہے اُن کے لئے بہتر ہے کہ ایک مدت معینہ کے لئے معاہدہ صلح کر لیں۔ اور مجھ کو عرب کے ہاتھ میں چھوڑ دیں۔ اس پر بھی اگر وہ راضی نہیں تو اُس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں یہاں تک لڑوں گا کہ میری گردن الگ ہو جائے۔ اور خدا کو جو فیصلہ کرنا ہے کرے۔

بُدیل نے قریش کو جب پیغام پہنچایا۔ یعنی شرطیں پیش کیں تو اُن میں سے عروہ بن مسعود الثقفی آنحضرتؐ سے معاملہ طے کرنے کے لئے گیا۔ [1]

چونکہ معاملہ ناتمام رہ گیا۔ آنحضرت صلعم نے خراش بن اُمیہؓ کو قریش کے پاس بھیجا۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک اہل علم نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے خراش بن اُمیہؓ کو بلا کر ثعلب نام اُونٹ پر مکہ بھیجا تاکہ وہ اشراف مکہ کو آپ کے آنے کی غرض بتائیں۔ انہوں نے (قریش نے) رسول اللہ صلعم کے اُونٹ کو ذبح کر ڈالا اور خراش کو قتل کر دینے کا ارادہ کیا۔ مگر حبشیوں نے اُن کی حمایت کی تب قریش نے اُن کو چھوڑا۔ وہ رسول اللہ صلعم کے پاس چلے آئے۔ قریش نے چالیس[۴۰] یا پچاس[۵۰] آدمی ہدایت کے ساتھ بھیجے کہ وہ رسول اللہ صلعم کی فرودگاہ کا چکر لگائیں تاکہ اگر آپ کے صحابہؓ میں سے کسی پر اُن کا قابو چلے تو اُس سے

---

[1] سیرۃ النبیؐ جلد اول صفحہ ۴۱۴ و طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۳۵۷ تا ۳۶۴۔

قتل کر دیں۔ یہ سب گرفتار کر کے رسول اللہ صلعم کے سامنے پیش کئے گئے۔ آپ نے اُن کو معاف کر کے چھوڑ دیا۔ اُنہوں نے آپ کی فرودگاہ میں پتھر اور تیر پھینکے تھے۔ (قرآن کی اِس آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ وہ وہی خدا ہے جس نے مکہ میں اُن لوگوں کے ہاتھ تم سے اور تمہارا ہاتھ اُن سے رُوک دیا بعد اس کے کہ تم کو اُن پر قابو دے دیا تھا۔

اس واقعہ کے بعد آپ نے حضرت عمرؓ بن الخطاب سے کہا کہ تم مکہ جا کر اشراف مکہ کو میرے آنے کی غرض سے مطلع کرو۔ انہوں نے آپ سے عرض کیا کہ مجھے وہاں جانے میں اپنی جان کا خوف ہے۔ کیونکہ میرے قبیلہ بنی عدی والوں میں سے کوئی مکہ میں نہیں جو میری حمایت کر سکے۔ میں آپ کو ایسا شخص بتاتا ہوں جس کی مکہ میں مجھ سے کہیں زیادہ عزت اور اثر ہے۔ وہ حضرت عثمان بن عفانؓ ہیں۔ رسول اللہ صلعم نے حضرت عثمانؓ کو مکہ روانہ کیا۔ حضرت عثمانؓ کی مکہ میں یا اُس کے باہر آبان بن سعید بن العاص سے ملاقات ہوئی۔ آبان نے حضرت عثمانؓ کو اپنے آگے اونٹ پر بٹھایا اور خود اُن کے پیچھے بیٹھا اور اُن سے رسول اللہ صلعم کے پیغام کو پہنچا دینے تک حفاظت کا وعدہ کیا۔

حضرت عثمانؓ ابوسفیان اور قریش کے عمائد کے پاس آئے اور رسول اللہ صلعم کا پیام اُن کو پہنچا دیا۔ جب وہ پیام سُنا چکے قریش نے اُن سے کہا تمہارا جی چاہے تو تم کعبہ کا طواف کر لو۔ اُنہوں نے فرمایا جب تک رسول اللہ صلعم طواف نہ کریں میں طواف نہیں کرتا۔ اس پر قریش نے اُن کو اپنے یہاں رُوک لیا۔

بیعت رضوان

رسول اللہ صلعم اور مسلمانوں کو خبر پہنچی کہ حضرت عثمانؓ قتل کر دیئے گئے۔ آپ نے سُن کر فرمایا کہ اب میں تاوقتیکہ دشمن سے فیصلہ کن لڑائی نہ لڑوں یہاں سے نہ جاؤں گا۔ پھر آپ نے مسلمانوں کو بیعت کے لئے بُلایا۔ اور یہ ہی بیعت رضوان ہے جو ایک درخت کے نیچے لی گئی۔

سلمہؓ بن الاکوع سے مروی ہے کہ ہم حدیبیہ سے پلٹ رہے تھے کہ رسول اللہ صلعم کے منادی نے ندا دی لوگو بیعت کے لئے آؤ۔ ندا کو سُن کر ہم تیزی سے آپ کی طرف چلے آپ اُس وقت ایک خاردار (کیکر) درخت کے نیچے تشریف فرما تھے۔ ہم نے آپ کی بیعت کی۔ اسی موقع کے لئے اللہ کا یہ قول نافذ ہوا ہے۔ لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ ؕ ترجمہ بیشک اللہ مومنین سے راضی ہو گیا۔ جب وہ درخت کے نیچے تمہاری بیعت کر رہے تھے۔ سب سے پہلے بنی اسد کے ابوسنان بن وہب نے بیعت رضوان کی۔ [1]

حضرت زبیرؓ اور بیعت موت

حضرت زبیرؓ نے اس موقع پر سرکار دو عالم صلعم کے ہاتھ پر موت کی بیعت کی تھی۔ [2]

اس موقع پر حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حدیبیہ کے دن ہم ایک ہزار چار سو آدمی تھے۔ اُس وقت حضرت عمرؓ درخت کے نیچے حضور صلعم کا دست مبارک پکڑے ہوئے تھے۔ اور درخت (کیکر) کا تھا۔ ہم نے حضورؐ سے بھاگنے کا معاہدہ کیا تھا۔ مر جانے کا اقرار نہیں کیا تھا۔ [3]

اس بیعت رضوان کے تھوڑی ہی دیر بعد حضرت عثمانؓ مکہ سے واپس تشریف لے آئے اور اُنہوں نے بھی آنحضرتؐ سے اسی قسم کی بیعت کی۔ آخر کار قریش سے یہ تصفیہ ہوا کہ امسال آنحضرت صلعم واپس تشریف لے جائیں۔ اور آئندہ سال تشریف لا کر عمرہ کریں۔ [4]

---

[1] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۳۶۷ تا ۳۶۹ [2] موفقیات از ڈاکٹر فیض الزبیرؒ صفحہ ۲۸ و ۲۹ [3] ترجمہ صحیح مسلم جلد دوم صفحہ ۱۳۶
[4] ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۱۸۲۔

صلح حدیبیہ کے شرائط

قریش کو اصرار تھا کہ آنحضرت صلعم مکہ میں ہرگز داخل نہیں ہو سکتے۔ آخر کار یہ معاہدہ ہوا کہ اس دفعہ مسلمان واپس چلے جائیں۔ اگلے سال آئیں مگر تین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں۔ دوسری شرط یہ تھی کہ دس برس تک لڑائی موقوف رہے۔ تیسری شرط یہ تھی کہ اس اثنا میں اگر قریش کا ایک آدمی بھی رسول اللہؐ کے پاس چلا جائے تو آپ قریش کے واپس بھیج دیں۔ لیکن مسلمانوں میں سے اگر کوئی شخص قریش کے ہاتھ سے آ جائے تو اُن کو اختیار ہوگا کہ اُس کو اپنے پاس روک لیں۔ ایسے ایک طرفہ معاہدہ سے مسلمان نہایت مضطرب ہو۔ وہ کسی طرح اُس کو قبول کرنے پر آمادہ نہ تھے۔ مگر آنحضرت صلعم نے فرمایا میں خدا کا پیغمبر ہوں اور خدا کے حکم کے خلاف نہیں کرتا۔ غرض معاہدہ لکھا گیا اور اُس پر تمام صحابہؓ کے دستخط ثبت ہوئے۔

قریش نے بنی عامر بن لوئی کے سہیل بن عمرو کو رسول اللہ صلعم کے پاس بھیجا اور کہا کہ تم اُن سے صرف اس شرط پر صلح کر لو کہ اس سال وہ واپس چلے جائیں۔ تاکہ آیندہ کبھی عرب ہمیں یہ طعنہ نہ دے سکیں کہ (محمدؐ) زبردستی ہمارے گھروں میں گھس آئے تھے۔

رسول اللہ صلعم نے ایک خواب دیکھا تھا جس کی وجہ سے مسلمانوں کو فتح کا یقین تھا۔ مگر جب اُنھوں نے دیکھا کہ اس نہج پر صلح ہو رہی ہے اور ہم بے نیل و مرام واپس ہو جائیں گے اور خود رسول اللہ صلعم نے قریش کی بات مان کر اُن کی منشا کے مطابق صلح کی ہے تو مسلمانوں کے دلوں میں اس قدر سخت رنج و تعب پیدا ہوا کہ قریب تھا وہ ہلاک ہو جاتے۔

حضرت براءؓ سے مروی ہے کہ ذیقعدہ میں رسول اللہ صلعم مکہ میں عمرہ کرنے آئے پہلے تو اہل مکہ نے آپ کو مکہ آنے سے روکا۔ پھر تصفیہ اس بات پر کیا کہ آپ صرف تین دن وہاں قیام کریں گے پھر صلحنامہ لکھا جانے لگا کہ یہ وہ معاہدہ ہے جس پر (محمدؐ) نے اہل مکہ سے تصفیہ کیا ہے کہ وہ سوائے تلواروں کے جو نیاموں میں پڑی ہوں اور کوئی ہتیار لے کر مکہ میں داخل نہ ہوں گے۔ اور کسی ایسے شخص کو جو وہاں کا آپکے ساتھ ہونا چاہے گا اپنے ساتھ نہ لے جائیں گے۔ اور اگر آپ کے ساتھیوں میں سے کوئی مکہ میں قیام کرنا چاہے گا تو آپ اُسے منع نہیں کریں گے۔ جب آپ مکہ میں داخل ہوئے اور مدت قیام گزر گئی تو قریش نے حضرت علیؓ سے کہا کہ اپنے صاحب سے کہیئے کہ چونکہ مدت گزر چکی ہے اب آپ یہاں سے چلے جائیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلعم مکہ سے واپس تشریف لے گئے۔

مسور بن مخرمہؓ اور مروان بن الحکم۔ حدیبیہ کے واقعہ کے سلسلہ میں بیان کرتے ہیں کہ اس قضیہ سے فارغ ہونے کے بعد رسول اللہ صلعم نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ اُٹھو۔ قربانی کرو۔ اور سر منڈ واؤ۔ مگر کوئی شخص اس کے لیئے آمادہ نہیں ہوا۔ آپ نے تین مرتبہ یہی ارشاد فرمایا۔ مگر پھر بھی کوئی نہ اُٹھا تو آپ اُم المومنین حضرت سلمہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور اُن سے صحابہؓ کے اس طرز عمل کی شکایت کی اُنھوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبیؐ اگر آپ ایسا چاہتے ہیں تو مناسب یہ ہے کہ آپ برآمد ہوں اور اب کسی سے ایک لفظ نہ کہیں خود قربانی کے جانور کو ذبح کریں اور اپنے حجام کو بُلا کر اُس سے اپنا سر منڈ والیں۔ رسول اللہ صلعم نے باہر تشریف لا کر اپنی قربانی ذبح کی اور سر منڈ وایا۔ صحابہؓ نے جب آپ کو یہ کرتے دیکھا تو سب اُٹھے اُنھوں نے اپنی قربانیاں ذبح کیں اور خود ہی ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے۔ اور اُن کو اپنی اس نافرمانی کا (جو صلح حدیبیہ کی یک طرفہ شرطوں کے رنج کی وجہ سے تھی) اس قدر صدمہ ہوا کہ اُن کے ہوش و ہواس جاتے رہے۔ سر مونڈنے میں قریب تھا کہ ایک دوسرے کو قتل کر دیں[1]

---

[1] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۳۷۰ تا ۳۷۴۔

زہریؒ نے بیان کیا ہے کہ پھر رسول اللہ صلعم مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔ زہریؒ کہا کرتے تھے کہ اپنے مفید نتائج کے اعتبار سے اس سے قبل اسلام میں اتنی بڑی فتح حاصل نہیں ہوئی تھی۔ جب فریقین مقابل ہوتے باہم آویزش ہوتی اور جب صلح کے بعد جنگ کا خاتمہ ہوا اور لوگ ایک دوسرے کی جانب سے بے خطر ہو کر باہم مل کر تبادلۂ خیالات اور مکالمہ کرنے لگے تو جس شخص میں کچھ عقل تھی اس سے جب اسلام کے اصول بیان کیے گئے تو اس نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ صرف اِن دو سالوں میں اتنے لوگ مسلمانوں ہوئے جتنے اس سے قبل تمام مدت میں اسلام لائے تھے۔ ؎

جس بنا پر آنحضرت صلعم نے صلح کی تھی۔ ابتداءً صحابہؓ کی سمجھ میں نہیں آئی تھی وہ یہ ہی مصلحت تھی اور اسی بنا پر خدا نے اس صلح کو فتح سے تعبیر کیا ہے۔

سورۂ فتح میں اس واقعہ اور درخت کا ذکر ہے۔ لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم واثابھم فتحاً قریباً ؕ (ترجمہ) خدا مسلمانوں سے راضی تھا۔ جب کہ وہ تیرے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔ سو خدا نے جان لیا۔ جو کچھ اُن کے دلوں میں تھا۔ تو خدا نے اُن پر تسلی نازل کی اور عاجلانہ فتح دی۔ ؎

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے تھے کہ تم لوگ فتح مکہ کو فتح خیال کرتے ہو۔ مکہ کی فتح ضرور بڑی فتح ہوئی تھی۔ لیکن ہم حدیبیہ کے دن بیعت رضوان کو فتح خیال کرتے تھے۔" حدیبیہ ایک کنواں تھا۔ اور حضور صلعم کے ہمراہ چودہ سو آدمی تھے ؎

فضیلت اصحاب بیعت رضوان

اُم مبشرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم۔ اُم المومنین حضرت حفصہؓ سے فرما رہے تھے کہ جن لوگوں نے حدیبیہ میں درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔ انشاء اللہ تعالیٰ اُن میں سے کوئی دوزخ میں نہ جائے گا۔ حضرت حفصہؓ نے عرض کی کہ جائیں گا کیوں نہیں۔ حضور صلعم نے اُن کو جھڑکا۔ حضرت حفصہؓ نے کہا کہ (خدائے تعالیٰ فرماتا ہے) وان منکم الا واردھا۔ حضور صلعم نے فرمایا۔ خدائے تعالیٰ نے (یہ بھی تو) فرما دیا ہے۔ ثم ننجی الذین اتقوا ونذر الظالمین فیھا جثیا ؎

نوٹ۔ (۱) اس سال حضرت خالد ابن الولیدؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ نے مکہ سے مدینہ بارگاہ نبوتی میں پہنچ کر اسلام کا شرف حاصل کیا۔ سیرۃ النبیؐ جلد اول صفحہ ۴۳۵۔ (۲) حضرت ابو ہریرہؓ اسی سال مسلمان ہوئے۔ (۳) اس زمانہ تک کافرہ عورتوں کا عقد نکاح میں رکھنا جائز تھا۔ لیکن جب یہ آیت ولا تمسکوا بعصم الکوافر ؕ نازل ہوئی تو یہ امر ممنوع ہو گیا۔ (۴) اسی سال آنحضرت صلعم نے سلاطین اور والیانِ ممالک کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط بھیجے۔ حضرت عمرو بن اُمیہ اسدی کو نجاشی شاہ حبش کے پاس بھیجا تھا۔ شجاع بن وہب الاسدی کو حدود شام کے بادشاہ حارث غسانی کے پاس بھیجا تھا۔ یہ شجاع امیمہ بنت عبد المطلب کے بیٹے اور حضرت زبیرؓ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ ان کے دو صاحبزادے عبید اللہ اور ابو احمدؓ اور تین صاحبزادیاں زینب۔ اُم حبیبہ۔ حمنہؓ تھیں۔ (۵) مہاجر بن امیہ حارث حمیری۔ یمنی کے پاس دعوت اسلام کا خط لے کر گئے تھے۔ (۶) اس سال کے آخر میں آنحضرت صلعم نے گھوڑوں اور اونٹوں کے دوڑانے کا قاعدہ مسلمانوں میں جاری کیا۔

؎ ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۳۷۵ ؎ سیرۃ النبیؐ جلد اول صفحہ ۴۱۷ ؎ ترجمہ صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۱۵۷ ؎ ترجمہ صحیح مسلم جلد دوم کتاب الفضائل صفحہ ۳۲۲۔

فتح قلعہ جات خیبر سنہ ۷ھ

صلح حدیبیہ سے علاوہ اُن فواید کے جن کا اظہار پہلے کیا جا چکا ہے۔ یہ بہت بڑا فائدہ ہوا کہ آنحضرت صلعم کو قریش کی طرف سے مطمئن ہو کر دوسرے دشمنوں سے نمٹ لینے کا بخوبی موقع مل گیا جس کی وجہ سے یہودیوں کا قریباً پورا استیصال ہو گیا۔ اور مسلمانوں کی طاقت میں قابل لحاظ اضافہ ہوا۔ سنہ ۷ھ میں خیبر کا معرکہ پیش آیا۔ جن وجوہ سے خیبر کے قلعوں کی فتح اور وہاں کے یہودیوں اور غطفان کی سزا دہی ضروری ہو گئی تھی۔ وہ حسب ذیل ہیں (خیبر غالباً عبرانی لفظ ہے۔ جس کے معنی قلعہ کے ہیں۔ یہ مقام مدینہ منورہ سے شمال کی طرف دو سو میل یا کچھ زاید فاصلہ پر واقع ہے۔ یہودیوں کے وہاں پر بڑے بڑے اور مضبوط قلعے تھے[1] جن کے آثار اب تک باقی ہیں) خیبر عرب میں یہودیوں کی قوت کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ جب رؤسائے بنی نضیر جلا وطن ہو کر خیبر میں آباد ہوئے تو اُنہوں نے تمام عرب کو اسلام کی مخالفت پر برانگیختہ کر دیا جس کا پہلا نتیجہ جنگ احزاب یا خندق تھی۔ ان رؤسا میں سے جب حیی بن اخطب جنگ قریظہ میں قتل ہوا تو اُس کی جگہ ابو رافع۔ سلام بن ابی الحقیق اُس کا جانشین ہوا۔ یہ بہت بڑا تاجر اور صاحب اثر تھا۔ قبیلہ غطفان جو عرب کا بہت صاحب اثر قبیلہ تھا۔ اُن کی آبادی خیبر سے متصل تھی وہ ہمیشہ سے یہود خیبر والوں کا حلیف و ہم عہد تھا۔[1]

سنہ ۶ھ میں سلام نے خود جا کر قبیلہ غطفان اور آس پاس کے قبیلوں کو اسلام کے مقابلہ پر آمادہ کیا۔ یہاں تک کے ایک عظیم الشان فوج لے کر مدینہ پر حملہ کی تیاریاں کیں۔[2]

آنحضرت صلعم کو خبر ہوئی تو آپ کے ایماء سے سلام رمضان سنہ ۶ھ میں ایک انصاری عبداللہ بن رواحہ کے ہاتھ سے اپنے قلعہ میں سوتا ہوا مارا گیا۔ اب سلام کے بعد یہودیوں نے اسیر بن زرام کو مسند ریاست پر بیٹھایا۔ اُس نے بھی قبایل میں دورہ کر کے مدینہ پر حملہ کا ارادہ کیا۔ آنحضرت صلعم کو خبر ہوئی تو آپ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی کو تین آدمیوں کے ساتھ خیبر روانہ کیا۔ ان لوگوں نے اسیر بن زرام سے کہا کہ آنحضرت صلعم کے پاس اگر تم حاضر ہو جاؤ تو خیبر کی حکومت تم کو دے دی جائیگی۔ چنانچہ وہ تیس ۳۰ آدمیوں کو لے کر خیبر سے نکلا احتیاط کی بنا پر یہ قافلہ اس طرح چلا کہ دو دو شخص ہمرکاب چلتے تھے۔ جس میں ایک یہودی اور دوسرا مسلمان ہوتا تھا۔ قرقرہ پہنچ کر۔ اسیر بن زرام کے دل میں بدگمانی پیدا ہوئی تو اُس نے ہاتھ بڑھا کر عبداللہ بن انیس کی تلوار چھیننی چاہی۔ انہوں نے کہا اے دشمن خدا بدعہدی کرنی چاہتا ہے۔ (اس واقعہ کی تفصیل بروایت حضرت عروہ بن حضرت زبیر رضی فتح الباری میں مذکور ہے) یہ کہہ کر سواری بڑھائی۔ اور جب اسیر بن زرام زد پر آگیا تو تلوار ماری کہ اُس کی ران کٹ گئی وہ گھوڑے سے گرا اور گرتے گرتے اُس نے عبداللہ رضی کو زخمی کر دیا۔ اب مسلمان پیش دستی کر کے یہودیوں پر لوٹ پڑے نتیجہ یہ ہوا کہ سوائے

---

[1] نوٹ خیبر کے تمام قلعوں کے نام یہ ہیں۔ (۱) نطاۃ (۲) حصن الصعب بن معاذ (۳) حصن ناعم (۴) حصن قلعۃ الزبیر (۵) اور شق اور اُس میں کئی قلعے تھے (۶) حصن اُبی (۷) حصن نزار (۸) حصون الکتیبہ اور اس میں کئی قلعے تھے (۹) قموص (۱۰) وطیح (۱۱) سُلالم اور یہ بھی ابی الحقیق کا قلعہ تھا اور اس میں خزانہ تھا جس کا نام کنز آل ابی الحقیق تھا۔ (طبقات ابن سعد جزو ثانی صفحہ ۷۷)۔

---

[1] ابن خلدون ذکر قبایل حرب ص [2] طبقات ابن سعد صفحہ ۶۶۔

ایک کے یہودیوں میں سے کوئی نہیں بچا۔ یہ واقعہ اخیر ۶ھ یا محرم ۷ھ کا ہے۔

محرم ۷ھ میں ذی قرد کی چراگاہ پر جو آنحضرت صلعم کی اونٹوں کی چراگاہ تھی۔ غطفان کے قبیلہ کے چند آدمیوں نے بسرداری عبدالرحمٰن بن عتیبہ چھاپہ مار کر حضرت ابوذرؓ کے صاحبزادے کو جو اونٹوں کی حفاظت پر متعین تھے۔ قتل کر دیا اور اُن کی بیوی کو گرفتار کر کے لے گئے۔ بیس اونٹنیاں بھی پکڑ کر ہمراہ لے گئے۔ مسلمانوں نے جب تعاقب کیا تو وہ درہ میں گھس گئے۔ جہاں عیینہ بن حصین قبائل غطفان کا سپہ سالار اُن کی امداد کو موجود تھا۔ ایک صحابی سلمہ بن اکوعؓ مشہور قدر انداز تھے۔ انہوں نے دوڑ کر حملہ آوروں کو جا لیا۔ وہ اونٹوں کو پانی پلا رہے تھے۔ سلمہؓ نے تیر برسائے تو وہ بھاگ نکلے اور وہ لڑ بھڑ کر تمام اونٹنیاں چھڑا لائے۔ پھر انہوں نے آنحضرت صلعم کے پاس آکر واقعہ سنایا اور سَو آدمیوں کے ساتھ تعاقب کی اجازت چاہی کہ اتنے آدمی مل جائیں تو سب کو گرفتار کر لاؤں گا مگر آپ نے فرمایا۔ جب قابو پا جاؤ تو عفو سے کام لو۔ اس واقعہ کے بعد خیبر کی جنگ پیش آئی جو مدینہ سے آٹھ چوکیوں کی مسافت پر واقع ہے۔ اور اب تک جو لڑائیاں وقوع میں آئیں وہ محض دفاعی تھیں۔ خیبر کا یہ پہلا غزوہ ہے۔ جس میں غیر مسلم رعایا بنائے گئے۔ اور طرز حکومت کی بنیاد قایم ہوئی۔ اس غزوہ میں رسول اللہ صلعم کے ہمراہ چودہ سو آدمی دو سو گھوڑے تھے۔ [1]

خیبر پر چڑھائی

غزوہ حدیبیہ سے مدینہ واپس تشریف لا کر اور کچھ قیام کے بعد ماہ محرم ۷ھ میں رسول اللہ خیبر روانہ ہوئے۔ آپ نے اپنی فوج کے ساتھ رجیع نام وادی میں خیبر اور غطفان کے درمیان فروکش ہوئے۔ تاکہ غطفان جو اہل خیبر کے یاور تھے اُن کی مدد نہ کر سکیں۔ غطفان آنحضرت صلعم کی چڑھائی کی خبر سن کر یہودیوں کی مدد کے لئے روانہ ہوئے۔ لیکن وہ ایک ہی منزل چلے تھے کہ انہیں اپنی املاک اور اہل و عیال کی طرف سے خطرہ محسوس ہوا تو وہ اُلٹے پاؤں واپس لوٹ گئے۔ آنحضرت صلعم اور خیبر والوں کے درمیان اس طرح جب انہوں نے راستہ صاف کر دیا تو رسول اللہ صلعم نے خیبر والوں کی املاک و جائداد پر قبضہ اور اُن کی گڑھیوں کو فتح کرنا شروع کیا۔ سب سے پہلے حصن ناعم فتح ہوا (ابن ہشام) اس کے بعد آپ نے قموص اور ابن ابی الحقیق کے گڈھ فتح کئے۔ اُن میں آپ کو بہت لونڈی غلام ملے۔ جن کو آپ نے سوائے صفیہ بنت حیی بن اخطب کے جو کنانہ بن الربیع بن ابی حقیق کی بیوی تھیں اور جنھیں آپ نے اپنے لئے مخصوص فرما لیا تھا۔ تمام مسلمانوں پر تقسیم فرما دیا۔ جب تمام قلعے رسول اللہ صلعم نے سر کر لئے تو یہودی سمٹ کر اپنے قلعوں وطیح اور سلالم میں جمع ہو گئے۔ سب سے آخر میں یہ ہی قلعہ فتح ہوا۔ رسول اللہ صلعم نے بارہ تیرہ راتیں اُن کو یہاں محصور کر لیا۔

مرحب کا قتل

جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے مروی ہے کہ مرحب پوری طرح مسلح ان قلعوں سے رجز پڑھتا ہوا نکلا۔ اور اُس نے اپنے مقابل کو طلب کیا۔ محمد بن مسلمہؓ نے حضور اکرم صلعم سے عرض کیا کہ کل ہی میرے بھائی کو یہودیوں نے شہید کیا ہے۔ میں مرحب کے مقابلے پر جاؤں گا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا جاؤ۔ اللہ اُس کے مقابلہ میں تمہاری مدد کرے گا۔ مرحب نے محمد بن مسلمہؓ پر تلوار ماری انہوں نے اُسے ڈھال پر روکا اور اب محمد نے تلوار سے اُس کا کام تمام کر دیا۔ [2]

---

[1] ترجمہ تنبیہ و اشراف صفحہ ۶۸ و سیرۃ النبیؐ جلد اول صفحہ ۴۳۲ تا ۴۴۱ و بخاری و طبری [2] طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۳۹۴ تا ۳۹۶۔

نقشۃ الحجاز
۲۰۰ ۱۰۰ ۰
اسکیل کیلو میٹر
ذات الحج
تبوک
دومۃ الجندل
تیماء
المعظم
تاف
دار الحمراء
مداین الصالح
وادی القری
حجر
العلی
خیبر
فدک
حایل
البیضا
النجد الغربی
قبیلہ غطفان
بیر میمونہ
قبیلہ سلیم
المدینۃ
قبیلہ ضمرہ
ینبوع
الوجہ
المویلح
بدر
غرابہ
شعبہ
رابغ
عسفان
المکۃ
الطائف
جدہ
لیت
علاقہ خیبر
اور
اس کے قلعہ جات
حصن الکتیبہ
نطاۃ
حصن قلعۃ الزبیر
حصن الصعب بن معاذ
حصن وطیح
اورشق
حصن نزار
سلالم
حصن ناعم
حصن قموص
ع۔م۔ر

دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے مرحب کو قتل کیا۔ دونوں نے ایک دوسرے پر وار کئے مگر علیؓ کا وار پہلے ہوا جس سے تلوار خود سر کو کاٹتی ہوئی مرحب کے ڈاڑھوں تک اتر گئی اور شہر پر قبضہ کر لیا گیا۔ [۱]

ایک روایت

ابو رافع مولی رسول اللہ صلعم سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلعم نے علیؓ بن ابی طالب کو اپنا علم دے کر لڑنے بھیجا۔ ہم بھی اُن کے ساتھ ہوئے۔ جب وہ قلعہ کے قریب پہنچے۔ اہل قلعہ مقابلہ کے لئے برآمد ہوئے علیؓ اُن سے لڑنے لگے۔ ایک یہودی نے اُن پر تلوار ماری جس سے اُن کی ڈھال ہاتھ سے گر پڑی علیؓ نے قلعہ کے پاس ایک دروازہ تھا اُسے اُٹھا لیا۔ اور اُس سے ڈھال کا کام لینے لگے۔ وہ اُسے اُٹھائے برابر لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ نے اُن کو فتح دی۔ تب اُنہوں نے اُسے ڈال دیا۔ لڑائی سے فارغ ہو کر ہم آٹھ آدمیوں نے جن میں میں بھی شامل تھا۔ اس بات کے لئے اپنا پورا زور خرچ کر دیا کہ اُسے پلٹیں مگر ہم ایسا نہ کر سکے۔ [۲]

روایت کے متعلق مولانا شبلیؒ کی رائے

شبلیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ ایسے پہلوان کا مارا جانا عظیم واقعہ تھا۔ اس لئے عجایب پسندی نے مبالغہ آمیز روایتیں پھیلا دیں۔ معالم التنزیل میں ہے کہ حضرت علیؓ کے ہاتھ سے مَرحَبْ کے مارے جانے کے بعد جب یہود نے عام حملہ کیا تو حضرت علیؓ کے ہاتھ سے سپر چھوٹ کر گر پڑی آپ نے قلعہ کا در جو سرتاپا پارۂ سنگ تھا اُکھاڑ کر اُس سے سپر کا کام لیا۔ اور جب اس واقعہ کے بعد ابو رافع نے سات آدمیوں کے ساتھ مل کر اُسے اُٹھانا چاہا تو وہ اپنی جگہ سے ہل نہ سکا۔ یہ روایتیں ابن اسحق اور حاکم نے بیان کی ہیں۔ لیکن بازاری قصے ہیں۔ علامہ سخاویؒ نے مقاصد حسنہ میں تصریح کی ہے کہ۔ کُلّھا وَاھِیَتہٗ یہ سب لغو روایتیں ہیں۔ علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں علی بن احمدؒ قراخ کے حال میں اس روایت کو نقل کرکے لکھا ہے کہ یہ روایت منکر ہے۔ ابن ہشام نے جن سلسلوں سے یہ روایتیں نقل کی ہیں اُن میں سے ایک روایت میں تو بیچ کے ایک راوی کا نام سرے سے چھوڑ دیا ہے۔ اور دوسرے میں اس مشترک نقص کے ساتھ بریدہ بن سفیان بھی ایک راوی ہے جن کو امام بخاریؒ اور ابو داؤدؒ اور دار قطنی قابل اعتبار نہیں سمجھتے۔ [۳]

ابن اسحقؒ موسیٰ بن عقبہ اور واقدیؒ کا بیان ہے کہ مَرحَبْ کو محمدؒ بن مسلمہ نے مارا تھا۔ مسند ابن حنبل اور صحیح مسلم میں بھی ایسی ہی ایک روایت ہے۔ لیکن (صرف) صحیح بخاری میں مَرحَبْ کا قاتل حضرت علیؓ کو لکھا ہے۔ [۴]

حضرت زبیرؓ کے ہاتھوں مَرحَبْ کے بھائی یاسِر کا قتل

مَرحَبْ جب مقتول ہوا تو اُس کا بھائی یاسِر غضبناک ہو کر ہل من مناذر کا نعرہ بلند کرتا ہوا میدان میں آیا۔ حضرت زبیرؓ نے بڑھ کر اُس کا مقابلہ کیا۔ وہ اس قدر قوی اور تنومند تھا کہ حضرت زبیرؓ کی والدہ حضرت صفیہؓ نے کہا۔ یا رسول اللہ صلعم آج میرا لخت جگر شہید ہوگا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ نہیں۔ زبیرؓ اُس کو مارے گا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے رد و بدل کے بعد وہ جہنم واصل ہوا۔ واقعہ اس طرح ہے کہ مَرحَبْ کے بعد اُس کا بھائی یاسِر یہ رجز پڑھتا ہوا میدان میں آیا کہ :-

---

[۱] طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۳۹۷ و ۳۹۹ [۳] [۴] سیرۃ النبیؐ جلد اول صفحہ ۴۴۷ تا ۴۴۹ و میزان الاعتدال ترجمہ بریدہ بن سفیان۔

قد علمت خیبر انی یاسر شاک السلاح بطل مغاور
اذا اللیوث اقبلت تبادر واحجمت عن صولتی المغاور
ان حماوی فیہ موت حاضر

ترجمہ۔ تمام خیبر جانتا ہے کہ میں یاسر ہوں۔ مسلح۔ دلاور اور جری ہوں۔ جب کہ لڑائی میں بہادر [illegible] اور مجھ پر حملہ کرنے سے بڑے جری بھی ٹھٹک جاتے ہیں۔ میرے میدان میں موت حاضر ہے جو آئے گا مارا جائے گا۔

زبیرؓ بن العوام اُس کے مقابلے پر چلے اُن کی والدہ ماجدہ حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب نے کہا۔ یا رسول اللہ کیا میرا بیٹا ہی مارا جائے گا۔ آپ نے فرمایا۔ انشاء اللہ تمہارا بیٹا اس کو قتل کر دے گا۔ حضرت زبیرؓ یہ رجز پڑھتے ہوئے بڑھے۔

قد علمت خیبر انی زبار قرم لقوم غیر نکس فرار
ابن حماة المجد وابن الاخیار یاسر لا یغررک جمع الکفار
فجمعہم مثل سراب الجرار

ترجمہ۔ تمام خیبر جانتا ہے کہ میں زبیرؓ ہوں۔ قوم کا سردار ہوں نہ نکما ہوں اور نہ بھاگنے والا۔ میں بزرگوں اور بزرگوں کی اولاد ہوں۔ یاسر تجھے کافروں کی جمعیت دھوکے میں نہ ڈالے۔ کیونکہ اُن کی مثال بہت جلد غائب ہو جانے والے سراب کی ہے۔

اس کے بعد دونوں مُلاقی ہوئے۔ حضرت زبیرؓ نے اسے قتل کر دیا۔[۱]

خیبر کے زمینوں کی تقسیم

اس غزوے میں ترانوے یہودی مارے گئے جن میں حارث۔ مرحب۔ اسیر یاسر اور عامر زیادہ مشہور ہیں۔ صحابہؓ میں سے پانچ یا بقول بعض پندرہ بزرگوں نے شہادت پائی۔[۲]

خیبر کی زمین مفتوحہ پر قبضہ کر لیا گیا اور یہ تمام زمین مجاہدین میں تقسیم کر دی گئی۔ ان میں رسول اللہ صلعم کا حصہ بھی تھا۔ یہودیوں نے درخواست کی کہ زمین ہمارے قبضہ میں رہنے دی جائے۔ ہم نصف پیداوار دیں گے یہ درخواست منظور ہو گئی۔

یہ بھی لکھا گیا ہے کہ خیبر کی زمین دو برابر حصوں میں تقسیم ہوئی۔ نصف حصہ بیت المال۔ مہمانداری اور سفارت وغیرہ کے لئے خاص کر لیا گیا۔ اور نصف مجاہدین پر اٹھارہ سو حصوں میں تقسیم ہوا۔ کیونکہ کل فوج کی تعداد چودہ سو تھی۔ دو سو سوار تھے۔ اور سواروں کو گھوڑوں کے مصارف کے لئے پیدل سے دگنا ملتا تھا اس لئے یہ تعداد اٹھارہ سو کے برابر تھی۔ رسول اللہ صلعم کو بھی عام مجاہدینؓ کے برابر حصہ ملا۔[۳]

ابن اسحٰقؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابن شہاب الزہریؒ سے پوچھا کہ آیا رسول اللہ صلعم نے خیبر کے یہودیوں کو اپنی زمینیں وہاں کے نخلستان ٹھیکہ پر دیئے تھے۔ یا کسی اور وجہ سے وہ اُن کے قبضہ میں چھوڑ دیئے گئے تھے اُنہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے جنگ کے بعد خیبر کو بزور فتح کیا تھا اور وہ اللہ کی طرف سے بطور مال غنیمت اُن کو ملا تھا آپ نے اس کے پانچ حصے کر کے اُسے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔

---

[۱] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۳۹۶ و ۳۹۷۔ [۲،۳] سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۴۴۹۔

لڑائی کے بعد اہل خیبر نے اس بات پر سر اطاعت خم کیا تھا کہ اُن کو جلاوطن کر دیا جائے۔ اس اقرار کے بعد رسول اللہ[۲۵] نے اُن کو بلا کر فرمایا کہ اگر تم چاہو تو تمہاری یہ جائیداد ہم تمہارے ہی پاس رہنے دیں۔ اس شرط پر کہ تم اُسے آباد رکھو اور اس کی پیداوار کا ہم سے معاملہ کر لو۔ اس بات کو اُنہوں نے قبول کر لیا اور اس پر معاملہ ہو گیا۔

خیبر کی صحابہ رضؓ شرکائے حدیبیہ میں تقسیم

رسول اللہ صلعم نے خیبر کو شرکائے حدیبیہ میں، چاہے وہ خیبر کے واقعہ میں شریک ہوئے یا نہیں تقسیم فرمایا۔ مگر صرف ایک جابر بن عبداللہ بن حزام الانصاریؓ ایسے تھے جو شریک نہ ہو سکے تھے مگر رسول اللہ صلعم نے اور ونکی طرح اُنکا حصہ لگایا۔ سلہ

حضرت زبیر رضؓ کو خیبر میں وسیع و سیر حاصل جاگیر

فتح خیبر کے بعد رسول اللہ صلعم نے اُس کی زمین کو مجاہدینؓ پر تقسیم فرما دیا تھا چنانچہ حضرت زبیرؓ کو بھی ایک وسیع اور سر سبز قطعہ دربار رسالت سے بطور جاگیر ملا تھا۔ سلہ

اس بارے میں ہشام بن عروہؓ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ[۴۱] نے زبیرؓ کو خیبر میں ایک زمین جاگیر میں عطا فرمائی جسمیں نخلستان تھا (اور اس کے علاوہ) اور بھی درخت تھے۔ سلہ

یہودیوں کی خلاف ورزی

خیبر کے اکثر قلعہ جات پر قبضہ ہو جانے کی وجہ سے یہودیوں نے اس بات پر صلح کر لی کہ ان کا خون معاف کر دیا جائے وہ شہر چھوڑ کر چلے جائیں گے اور صرف وہی چیزیں لے جائیں گے جو اُونٹوں پر لادی جا سکتی ہیں لیکن سونا۔ چاندی اور زرہیں حضور اکرم صلعم کا حق ہیں اور وہ آپ سے کوئی چیز نہیں چھپائیں گے اور نہ غائب کریں گے۔ اگر ایسا کیا تو ان کے لئے نہ امان ہوگی اور نہ عہد۔

خیبر کے بعض باشندے جلاوطنی پر آمادہ ہو گئے تھے مگر جیسا کہ پہلے تحریر کیا جا چکا ہے آنحضرت صلعم نے اُن سے بھی نصف پیداوار پر معاملت فرمائی اور یہودی خیبر میں رہنے پر راضی ہو گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد معلوم ہوا کہ یہودیوں نے وہ مشک چھپائی ہے جس میں حیی بن اخطب سردار یہود کا مال و زر تھا۔

سُعَیۃ حضرت زبیر رضؓ کی حوالگی میں

آنحضرت صلعم نے حیی بن اخطب کے چچا سُعَیۃ بن عمرو سے حیی کی مشک کے بارے میں دریافت فرمایا۔ اُس نے عرض کیا اُس زر و مال کو تو جنگوں اور کھانے پینے کے خرچوں نے ختم کر دیا۔ آنحضرت صلعم نے خزانہ کا پتہ چلانے کے لئے سُعَیۃ کو حضرت زبیرؓ کے سپرد فرما دیا کہ وہ اس سے مال کا پتہ نکالیں۔ حضرت زبیرؓ نے اُس پر سختی کی جس پر وہ قبول دیا کہ میں نے حیی کو فلاں کھنڈر میں پھرتے دیکھا تھا۔ حضرت زبیرؓ نے وہاں جا کر مشک کی تلاش کی اور وہ اُنہیں مل گئی۔ مگر سُعَیۃ کو اس بارے میں کوئی سزا نہیں دی گئی لیکن حیی کے داماد اور صفیہ بنت حیی بن اخطب کے خاوند کنانہ بن ربیع بن الحقیق کو اس وجہ سے کہ اس نے علم ہونے پر بھی اپنے خسر کے خزانے کا پتہ نہیں دیا تھا اور محمود بن سلمہؓ کو قتل کر دیا تھا۔ آنحضرت صلعم کے حضور میں پیش کیا گیا جسکو آپ نے محمود بن مسلمہؓ کے سپرد فرما دیا اور انہوں نے اپنے بھائی کے قتل کے بدلہ میں کنانہ کی گردن مار دی۔ سلہ

سلہ۔ **نوٹ**۔ کنانہ۔ صفیہ بنت حیی بن اخطب کا شوہر اول تھا صفیہ بعد میں آنحضرت صلعم کے نکاح میں آن کر اُم المومنین حضرت صفیہؓ کہلائیں۔ سلہ یہودی خیبر میں حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت تک چین و آرام سے سکونت گزین تھے لیکن اپنی شرارتوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے فاروقی عہد خلافت میں خیبر سے نکال باہر کئے گئے۔

سلہ ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۵۰۴ و ۵۰۶ سلہ ترجمہ صحیح بخاری حصہ اول صفحہ ۱۹۲ و سیرۃ النبی ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۸۲ ... ۳۶-۳۷ ... ۱۰۰

فدک والوں کی درخواست مصالحت

رسول اللہ صلعم نے جب خیبر فتح کرلیا تو اللہ تعالیٰ نے اہلِ فدک کے دل میں اہلِ خیبر کی ذلیل شکست سے ایسا رعب ڈالا کہ انہوں نے خود ہی نصف پیداوار کی ادائی پر رسول اللہ صلعم سے مصالحت کی درخواست کی ان کے وکلا انعقاد صلح کے لئے خیبر میں تا اثنائے راہ میں یا آپ کے مدینہ آجانے کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اُن کی درخواست منظور فرمائی۔

اس طرح فدک پر چونکہ مسلمانوں نے توجہ کشی نہیں کی۔ یہ علاقہ خاص آپ کی ذات کے لئے مخصوص ہوا۔ [1]

عبداللہ بن حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے مروی ہے کہ خیبر کے مواضعات میں سے شق اور نطاۃ عام مسلمانوں کے حصہ میں آئے۔ اور کتیبہ اللہ عزوجل کے خمس رسول اللہ صلعم کے خمس نیز اقرباء۔ یتامیٰ۔ غرباء۔ مسافر اور ازواج رسول اللہ صلعم کی معاش اور اُن لوگوں کے انعام میں جن کی کوشش سے اہلِ فدک اور رسول اللہ صلعم کے درمیان صلح ہوئی تھی۔ دیا گیا۔ اِن کوشش کرنیوالوں میں محیصہ ابن مسعود بھی تھے۔ رسول اللہ صلعم نے خیبر کے غلہ میں سے تیس[2] گونے اونٹ کے جَو سے بھرے ہوئے اور تیس[3] گونے کھجور کے اُن کو دئے۔

غزوۂ وادی القریٰ

خیبر سے چلکر رسول اللہ صلعم وادی[2] القریٰ کو روانہ ہوئے۔ چند روز تک اہلِ وادی القریٰ کا محاصرہ کئے رہے تاآنکہ بزور فتح کرلیا۔ [3]

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلعم کے ساتھ خیبر سے واپسی میں بر مغرب وادی القریٰ پہنچے۔ اس غزوہ میں رسول اللہ صلعم کے ساتھ کچھ مسلمان عورتیں بھی تھیں۔ آپ نے اگرچہ مالِ غنیمت میں اُن کو شریک نہیں کیا۔ مگر مفتوحہ علاقہ کی پیداوار میں اُن کو شریک کرلیا۔ [4]

---

[1] نوٹ۔ نماز قضا۔ سعید بن المسیبؓ سے مروی ہے کہ خیبر سے واپسی پر کسی جگہ آخر شب میں رسول اللہ صلعم نے صحابہؓ سے فرمایا کہ شاید ہم سوتے رہیں۔ کون ہے جو نماز صبح کے لئے بیدار کریگا۔ حضرت بلالؓ نے کہا۔ میں جگا دوں گا۔ اس اطمینان پر آپ اور تمام صحابہؓ نے منزل کی اور سو رہے۔ حضرت بلالؓ جاگنے کے لئے کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگے۔ اور جب سب پڑھ چکے تو آپ اونٹ کے سہارے بیٹھ گئے۔ اب صبح ذرا ذرا نمودار ہوا چاہتی تھی کہ نیند کے غلبہ سے حضرت بلالؓ بھی سو گئے۔ دھوپ کی تمازت نے سب کو بیدار کیا۔ سب سے پہلے آنحضرت صلعم بیدار ہوئے آپ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا۔ یہ تم نے کیا کیا۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ جو نیند آپ پر غالب آگئی اسی سے میں مغلوب ہوگیا۔ آپ نے فرمایا سچ کہتے ہو۔ اب آپ سب کو لیکر اُس جگہ سے تھوڑی دور گئے اور پھر اُتر پڑے۔ آپ نے وضو کیا۔ تمام لوگوں نے وضو کیا۔ آپ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا انہوں نے تکبیر واقامت کہی۔ آپ نے سب کو نماز پڑھائی اور سلام کے بعد صحابہؓ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ جب تم نماز پڑھنا بھول جاؤ تو جب یاد آجائے پڑھ لو۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ تم میری یاد کے لئے نماز پڑھو۔ ابن اسحٰق کے بیان کے مطابق غزوۂ خیبر ماہ صفر ۷ھ میں ہوا۔ (ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۴۰۲)

[2] نوٹ۔ تیما اور خیبر کے درمیان ایک وادی ہے جس میں بہت سی بستیاں ہیں۔ اس کو وادی القریٰ کہتے ہیں۔ قدیم زمانے میں عاد و ثمود یہاں آباد تھے۔ جن کے آثار اب بھی باقی ہیں۔ اسلام سے پہلے یہاں یہودیوں نے آباد ہوکر زراعت و آبرسانی کو بہت ترقی دی۔ اب یہ یہود کا مرکز بن گیا تھا۔ (معجم البلدان لفظ قریٰ از سیرۃ النبیؐ صفحہ ۴۶۰)۔

---

[1] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۴۰۵ [3] ترجمہ تنبیہ و اشراف مسعودی صفحہ ۴۷، [4] ترجمہ طبری جلد اول صفحہ ۴۰۲ و ۴۰۳

مہاجرینِ حبشہ کی واپسی ابھی خیبر سے مدینہ کی واپسی کی تیاری ہو رہی تھی کہ ملک حبش سے مہاجرین رضؓ حبشہ کا قافلہ جس میں حضرت جعفرؓ بن ابی طالب اور اُم حبیبہؓ بنت ابوسفیان بھی تھیں مع شاہِ حبش کے خط اور تحفوں کے آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عمرو رضؓ بن اُمیہ ضمری جو اُن کو لینے گئے تھے۔ شامل تھے۔ آنحضرت صلعم اِن مومنین سے مل کر بہت خوش ہوئے۔ [1]

عمرۃ القضاء اِس سال ماہ شوال سنہ ھ کے آخر تک آنحضرت صلعم مدینہ منورہ میں تشریف فرما رہے۔ شروع ذی قعدہ میں مع ان صحابہؓ کے جو صلح حدیبیہ میں شریک تھے۔ اور یہ کل دو ہزار آدمی تھے مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔ مکہ کے قریب بطن یاجج میں جو مکہ سے آٹھ میل اِدھر ہے پہنچ کر آپ نے اور تمام مسلمانوں نے صرف تلواریں حمائل رکھیں۔ باقی تمام ہتیار اُتار ڈالے۔ اِس طرح مکہ میں داخل ہوئے۔ (صلح حدیبیہ میں قریش سے معاہدہ ہوا تھا کہ اگلے سال آنحضرت صلعم مکہ میں آکر عمرہ ادا کریں اور تین دِن قیام کر کے واپس تشریف لے جائیں۔ معاہدہ میں یہ بھی شرط تھی کہ مسلمان مکہ میں ہتیار لیکر نہ آئیں۔ چنانچہ ہتیار باہر چھوڑ دیئے گئے۔ اور اُن کی حفاظت پر دو سو سوار متعین کر دیئے گئے) بیت اللہ کے قریب پہنچ کر آنحضرت صلعم نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ کندھوں کو برہنہ کر لو۔ اور احرام کا کپڑا بغل کے نیچے سے نکال کر گردن کے گرد لپیٹ لینے کے بعد مستعدی سے دوڑتے ہوئے سرگرمی کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کرو۔ مدعا اس سے یہ تھا کہ مشرکین پر مسلمانوں کی جفاکشی۔ قوت اور شوکت کا اظہار ہو۔ مسلمانوں نے تین دِن مکہ میں قیام کیا۔ اہل مکہ کو آپ کے قدوم کا علم ہوا تو وہ حسب قرار داد خود مکہ چھوڑ کر چلے گئے۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ قریش رسول اللہ صلعم اور آپ کے ہمراہی مسلمانوں کو دیکھنے کے لئے اپنی چوپال کے پاس صف بستہ کھڑے ہو گئے۔ مسجد میں پہنچ کر آپ نے اپنی چادر اپنی بغل میں دبائی اور اپنا سیدھا ہاتھ اُٹھایا۔ اور فرمایا اللہ نے میرے حال پر رحم کیا کہ اُس نے آج اُن کو میری قوت دکھا دی۔ پھر آپ نے رُکن کو بوسہ دیا اور آپ اور صحابہؓ تیز قدم طواف کرنے لگے۔ جب بیت اللہ کی آڑ میں آگئے اور رُکن یمانی کو آپ نے بوسہ دے لیا تو آپ معمولی رفتار سے چلنے لگے۔ پھر آپ نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور آپ پھر تیز قدم چلے۔ اِس طرح آپ نے تین طواف کئے۔ اور تمام بیت اللہ میں چکر لگایا۔ ابن عباسؓ کہا کرتے تھے کہ لوگوں کا خیال ہے کہ اس طرح تیز قدم طواف کرنا عام مسلمانوں پر اس لئے واجب نہیں ہے کہ ایسا رسول اللہ صلعم نے صرف قریش کو دکھانے کے لئے اُس وقت کیا تھا۔ کیونکہ آپ کو معلوم ہوا تھا کہ وہ کہتے ہیں کہ آج مسلمان بہت ہی تکلیف میں ہیں۔ اور درماندہ ہیں۔ مگر حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلعم نے اِسی طرح تیز قدم طواف کیا اُس وقت سے پھر یہ سنت رائج ہو گئی۔ قریش کے وفد نے آپ سے تیسرے دِن کہا کہ مدت معاہدہ کیونکہ گذر چکی ہے اب آپ یہاں سے چلے جائیں۔ رسول اللہ صلعم مکہ سے باہر نکل آئے۔ آپ نے صحابہؓ کو حکم دیا تھا کہ وہ نذر کے جانور بدل دیں اور خود آپ نے بھی بدلے۔ صحابہؓ کو اونٹوں کے متعلق دشواری معلوم ہوئی آپ نے اُن کو گائے کی اجازت دی۔ اس کے بعد آپ ذی الحجہ سنہ ھ میں مدینہ تشریف لے آئے۔ اس سال بھی حج مشرکوں کے انتظام میں ہوا۔ [1]

---

[a] **نوٹ سنہ کے فقہی احکام** اس سال یہ فقہی احکام نازل ہوئے۔ (۱) پنجہ دار پرند حرام ہو گئے (۲) درندہ جانور حرام کر دیئے گئے۔ (۳) گدھا اور خچر حرام کر دیا گیا (۴) اب تک لونڈیوں سے تمتع فوراً جایز سمجھا جاتا تھا۔ اب یہ قید ہو گئی کہ اگر وہ حاملہ ہے تو وضع حمل تک ورنہ تین مہینہ تک تمتع جایز نہیں۔ (۵) چاندی سونے کا بہ تفاضل خریدنا حرام ہوا (۶) بعض روایتوں میں ہے کہ متعہ بھی اسی غزوہ میں حرام ہوا۔ ارباب سیر نے غزوہ خیبر کے تذکرہ میں ان کا ذکر کیا ہے۔ (سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۴۵۹ تا ۴۶۰)

[1] ترجمہ طبری جلد اول صفحہ ۴۰۸ تا ۴۱۰۔

حضرت خالدؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ کی ہجرت مدینہ ۸ھ

۸ھ میں ہم حضرت خالد ابن الولیدؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ کے قبول اسلام کا حال پہلے لکھ آئے ہیں۔ علامہ مسعودیؒ نے لکھا ہے کہ یہ دونوں اصحابؓ ۸ھ میں ہجرت کرکے مدینہ آئے۔ اس لئے اس موقع پر ہم ۶ھ میں اسلام لانے اور ۸ھ میں ان اصحاب کے مدینہ آنے کے دونوں بیانات لکھدینے مناسب سمجھتے ہیں جو یہ ہیں۔

(۱) صلح حدیبیہ کے بعد حضرت خالد ابن الولیدؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ نے مکہ سے بارگاہ نبویؐ مدینہ منورہ میں حاضر ہوکر اسلام کا شرف حاصل کیا۔ [۱]

(۲) صفر ۸ھ میں عمرو بن العاصؓ بن وائل بن ہاشم بن سعید ابن سہم بن عمرو بن مصیص بن کعب بن لوئی بن غالب اور خالدؓ بن الولید بن المغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب ابن لوئی مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ آئے۔ [۲]

فتح مکہ رمضان ۸ھ

اس چڑھائی کی وجہ یہ ہوئی کہ حدیبیہ میں بیعت رضوان کے بعد جو صلح ہوئی تھی اس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ قبائل عرب میں جو چاہے قریش کا ساتھ دے۔ اور جو پسند کرے وہ مسلمانوں سے اتحاد کرلے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم سے قبیلہ خزاعہ نے اور قریش سے خاندان بنو بکر نے ساتھ دینے کا معاہدہ کرلیا تھا۔ (یہ دونوں قبیلے آپس میں اسلام کے ظہور سے پہلے ایک دوسرے سے عناد رکھتے اور اکثر دفعہ معرکہ آرا ہوچکے تھے) جب حدیبیہ کی صلح واقع ہوئی تو شرائط معاہدہ کی رو سے دونوں قبیلے لڑائی سے دست بردار ہوگئے۔ لیکن بنو بکر نے نقض عہد کیا۔ وہ دفعتاً خزاعہ پر حملہ آور ہوا اور قریش نے علانیہ اُن کو مدد دی۔ یہاں تک کہ خزاعہ نے حرم میں جاکر پناہ لی تو وہاں بھی اُن کو پناہ نہیں ملی۔ خزاعہ نے جاکر آنحضرت صلعم سے استغاثہ کیا۔ آنحضرت صلعم نے فوراً قاصد کے ذریعہ قریش کے پاس تین شرطیں لکھ کر بھیجیں کہ ان میں سے کوئی ایک قبول کی جائے۔ (۱) مقتولوں کا خون بہا دیا جائے (۲) قریش بنی بکر کی حمایت سے علیحدہ ہو جائیں۔ (۳) اعلان کردیا جائے کہ معاہدہ حدیبیہ ٹوٹ گیا۔

ابوسفیان کو یہ خبر معلوم ہوئی تو پیش بندی کے لئے وہ مدینہ منورہ پہنچا۔ اور آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوکر قریش کی طرف سے تجدید معاہدہ صلح کی درخواست کی۔ لیکن آپ نے اُسے کچھ جواب نہیں دیا۔ اور وہ ناامید واپس گیا۔ قرطہ بن عمر کی زبانی قریش نے تیسری شرط منظور کی تو مجبوراً آنحضرت صلعم نے مکہ پر حملہ کی تیاریاں کیں۔ اپنے اتحادی قبائل کو تیار ہوکر آنے کے لئے قاصد روانہ کئے اور سخت احتیاط کی کہ اہل مکہ کو اس ارادے کی خبر نہ پہنچنے پائے۔

صحابہؓ کو سفر کی تیاری کا حکم

رسول اللہ صلعم نے سفر کی تیاری کا حکم دیا اور آپ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ میرا سامان بھی درست کردو۔ حضرت ابوبکرؓ اپنی صاحبزادی حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لائے۔ دیکھا تو وہ رسول اللہ صلعم کے سامان کو درست کر رہی ہیں پوچھا بیٹی کیا رسول اللہ صلعم نے سامان کی تیاری کا حکم دیا ہے۔ انہوں نے کہا دیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے دریافت فرمایا۔ کچھ سمجھتی ہو کہ اُن کا ارادہ کہاں تشریف لے جانے کا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا یہ تو میں بالکل نہیں جانتی۔ اس کے بعد

---

[۱] سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۳۵۴ [۲] ترجمہ تنبیہ والاشراف مسعودی صفحہ ۸۷۔

رسول اللہ صلعم نے سب صحابہؓ کو بتا دیا کہ میں مکہ جا رہا ہوں اور حکم دیا کہ سب لوگ فوراً انتظام کر کے تیار ہو جائیں اور فرمایا۔ اے خدا وندا تا وقتیکہ ہم خود اُن کے علاقہ میں نہ پہنچ جائیں قریش کو ہماری نقل و حرکت کی کسی مخبر یا جاسوس کے ذریعہ اطلاع نہ مل سکے۔ ان تمام مسلمانوں نے سفر کی تیاری شروع کر دی۔ اِس موقع پر مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب و تحریص کے لئے حضرت حسان بن ثابتؓ نے چند شعر بھی کہے۔ ؎۱

حضرت زبیرؓ و حضرت علیؓ حضرت حاطبؓ کے قاصد کے تعاقب میں۔

جب رسول اللہ صلعم پوری طرح مکہ تشریف لے جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ اُس وقت حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ نے (جو آلِ عوام بن خویلد بن اسد کے حلیف تھے) ایک خط قریش مکہ کو لکھا۔ اور اُس میں اطلاع دی کہ رسول اللہ صلعم تمہارے مقابلہ پر تشریف لا رہے ہیں۔ یہ خط انہوں نے بنی عبدالمطلب کی ایک آزاد کنیز (سارہ) کے ہاتھ (جو اُن کے پاس کچھ مانگنے آئی تھی) اُجرت دیکر روانہ کر دیا۔ محمد بن جعفرؓ کا خیال ہے کہ وہ عورت قبیلہ مزنہ کی تھی۔ اس عورت نے وہ خط اپنے سر میں رکھ کر اُوپر سے بال گوندھ لئے اور روانہ ہو گئی۔ رسول اللہ صلعم کو بذریعہ وحی حضرت حاطبؓ کی اس حرکت کی خبر مل گئی۔ اور آپ نے حضرت زبیرؓ کو حضرت علیؓ و مقدادؓ کے ہمراہ اُس عورت سے خط چھین لانے کے لئے روانہ فرمایا۔ ؎۲

عبید اللہ بن رافعؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے مجھے اور حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ بن اسود کو بھیجا اور فرمایا کہ تم جاؤ۔ یہاں تک کہ جب روضۂ خاخ میں پہنچنا تو وہاں ایک بڑھیا چلی جا رہی ہو گی اُس کے پاس ایک خط ہے تم وہ خط اُس سے لے لینا۔ چنانچہ ہم گئے ہمارے گھوڑے ہمیں تیزی سے لئے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم اُس مقام پر پہنچ گئے تو ہمیں وہ بڑھیا ملی۔ ہم نے کہا کہ وہ خط نکال۔ اُس نے کہا میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے کہا تو خط نکال دے۔ یا کپڑے اُتار ڈال۔ پس اُس نے وہ خط اپنے جوڑے سے نکالا۔ ہم اُس خط کو رسول اللہ صلعم کے پاس لے آئے۔ اُس میں لکھا تھا کہ حاطبؓ بن ابی بلتعہ کی طرف سے مکہ والے مشرکوں کے نام (یہ خط ہے) حاطبؓ بن بلتعہ انہیں رسول خدا صلعم کے بعض ارادوں کی خبر دے رہے تھے۔

حضرت حاطبؓ سے جواب طلبی

رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ اے حاطبؓ یہ کیا بات ہے۔ اُنہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلعم (میرے سزا دینے میں) جلدی نہ کیجئے۔ میں ایک شخص ہوں جو قریش سے مل گیا ہوں اور میں اُن کے خاندان سے نہیں ہوں آپ کے ہمراہ جو مہاجرینؓ ہیں مکہ میں اُن کی قرابتیں ہیں جن کی وجہ سے مکہ والے اُن کے اعزا۔ اُن کے مالوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ لہٰذا میں نے چاہا کہ اگر میرا نسب اُن میں نہیں ہے تو میں کوئی احسان اُن پر کروں جس سے وہ میرے اعزا کی حفاظت کریں۔ اور میں نے (یہ بات) نہ کفر کی وجہ سے کی ہے نہ ارتداد کی وجہ سے نہ بعد اسلام و کفر سے رضامندی کے سبب سے رسول خدا صلعم نے فرمایا۔ حاطبؓ نے سچ بیان کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم مجھے اجازت دیجئے کہ

۱؎ نوٹ۔ بخاری شریف میں حضرت مقدادؓ کی بجائے حضرت مرشدؓ کا نام تحریر ہے۔

۲؎ طبری حصہ اول جلد سوم صفحہ ۱۶۳۱ تا ۱۶۳۲۔

میں اس منافق کی گردن ماردوں۔

بدریوں کا درجہ

آنحضرت صلعم نے حضرت عمرؓ کی عرض پر فرمایا کہ یہ بدر میں شریک ہو چکے ہیں اور تمہیں کیا معلوم۔ اللہ اہلِ بدر کے حال سے مطلع ہے۔ اُس نے (اُن کی نسبت) فرما دیا ہے کہ تم جو چاہو کرو۔ میں نے تمہیں بخش دیا۔ سفیان نے (اس حدیث کی سند کی نسبت) کہا کہ یہ کیا (عمدہ) سند ہے۔ [۱]

مکہ کی جانب روانگی

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسُول اللہ صلعم اس سفر پر روانہ ہوئے۔ آپ نے ابورہم کلثومؓ بن حصین بن خلف الغفاری کو مدینہ منورہ میں اپنا نایب مقرر فرمایا۔ دس رمضان کو آپ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ آپ بھی روزے سے تھے۔ اور دوسرے مسلمان بھی روزہ دار تھے۔ کدید پہنچ کر جو عسفان اور امج کے درمیان ہے آپ نے افطارِ صوم کیا۔ یہاں سے بڑھ کر آپ نے دس ہزار مسلمانوں کے ساتھ مرالظہران پر قیام فرمایا۔ بنی سلیم اور مزینہ بھی آپ کے ساتھ شریک ہو گئے۔ اُن کی تعداد بھی کثیر تھی۔ اور اُن میں کثیر مسلمان تھے۔ اس سفر میں تمام مہاجرینؓ و انصارؓ بلا استثناء آپ کے ہمرکاب تھے۔ آپ مرالظہران پر مقیم تھے۔ مگر آپ کے نقل و حرکت کی قریش کو قطعی خبر نہ تھی۔ اُن کو کچھ معلوم نہ تھا کہ رسُول اللہ صلعم کہاں ہیں اور اب کیا کرنے والے ہیں۔ ابوسفیان بن حرب حکیم بن حزام اسدی اور بدیل بن ورقا اس رات آپ کی اطلاع لینے کے لئے مکہ سے چلے۔ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب اثنائے راہ میں کسی جگہ رسُول اللہ صلعم سے آکر مل گئے۔ [۲]

ابوسفیان کا قبولِ اسلام

حضرت عباسؓ یہ سوچکر کہ اگر مسلمان مکہ میں بزور داخل ہو گئے تو قریش کی خیر نہیں وہ تباہ ہو جائیں گے۔ آنحضرت صلعم کے سفید مادہ خچر پر سوار ہو کر نکلے کہ اگر کوئی شخص مل جائے تو اُس کے ذریعہ سے قریش کو اطلاع بھیجدیں۔ تاکہ وہ امان لے لیں۔ راستہ میں انہیں ابوسفیان مل گیا تو اُنہوں نے اُس سے کہا کہ تم اگر مسلمانوں کے ہاتھ آ گئے تو وہ تمہاری گردن ماردیں گے۔ اس لئے میرے ساتھ چلو تاکہ میں تمہارے لئے امان لے لوں۔ ابوسفیان حضرت عباسؓ کے پیچھے خچر پر بیٹھ گیا۔ اور اب وہ اُسے لے کر آنحضرت صلعم کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت عمرؓ کے چولھے کی طرف سے گذرے تو وہ ابوسفیان کو دیکھتے ہی کہنے لگے اللہ کا شکر ہے کہ اُس نے بغیر کسی معاہدے کے تجھے ہمارے قبضہ میں دیدیا۔ پھر فوراً تیزی سے وہ رسُول اللہ صلعم کے پاس دوڑے۔ حضرت عباسؓ خچر کو تیز دوڑا کر اُن سے ذرا پہلے۔ خدمت حضور اقدس صلعم میں پہنچ گئے۔ حضرت عمرؓ نے ابوسفیان کے قتل کی اجازت چاہی تو حضرت عباسؓ نے عرض کی کہ میں نے ابوسفیان کو امان دے دی ہے۔ حضور صلعم نے حضرت عباسؓ کی امان کو بحال رکھ کر فرمایا کہ اچھا جاؤ ہم نے اُسے امان دی۔ کل صبح لے کر آنا۔ دوسرے دن آنحضرت صلعم نے اُسے تفہیم فرمائی۔ پہلے تو ابوسفیان کو تذبذب رہا۔ پھر اُسی نشست میں اُنہوں نے کلمۂ شہادت ادا کیا۔ [۳]

حضرت عباسؓ سے مروی ہے کہ ابوسفیان کے کلمۂ شہادت پڑھ لینے کے بعد رسُول اللہ صلعم نے مجھے فرمایا کہ اب تم جاؤ۔ اور ان کو وادی کے تنگنائے کے قریب پہاڑ کی چوٹی پر اپنے ساتھ رکھو۔ تاکہ یہ اللہ کی فوجوں کو جب وہ ان کے سامنے سے گذریں تو دیکھ لیں۔ کچھ دیر کے بعد دریائے اسلام میں تلاطم پیدا ہوا اور قبایلِ اسلام کی فوجیں گذرنی شروع ہوئیں۔ جن کے جاہ و جلال کو دیکھ کر ابوسفیان کی آنکھیں خیرہ ہو جاتیں اور دل مرعوب ہو جاتا تھا۔

حضرت زبیرؓ علم بردار رسُول اللہ صلعم

سب کے اخیر کوکبہ نبویؐ نمودار ہوا جس کے پرتو سے سطحِ خاک پر نور کا فرش بچھا جاتا تھا۔ حضرت زبیرؓ علم بردار تھے۔ حضرت عروہؓ فرماتے

---

[۱] ترجمہ صحیح بخاری صفحہ ۶۴ [۲] تا [۳] طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۳۲۲ تا ۳۳۴۔

یں کہ فتح مکہ کے سال جب رسول اللہ صلعم مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو تشریف لے گئے تو یہ خبر قریش کو پہنچی۔ ابوسفیان حکیم بن حزام سدی اور بدیل بن ورقا۔ رسول اللہ صلعم کی خبر دریافت کرنے کو مکہ سے نکلے اور چلتے چلتے مقام مرالظہران میں پہنچے۔ (جو مکہ کے قریب ہے) تو وہ کیا دیکھتے ہیں کہ آگ بہ کثرت روشن ہے جیسی کہ عرفہ میں ہوتی ہے۔ ابوسفیان نے کہا یہ کیسی آگ ہے۔ جیسی کہ عرفہ میں آگ (بہ کثرت) ہوتی ہے۔ بدیل بن ورقا نے کہا۔ بنی عمرو کی آگیں ہوں گی۔ ابوسفیان نے کہا بنی عمرو کے اتنے آدمی نہیں ہیں۔ رسول اللہ صلعم کے چوکیداروں نے اُنھیں دیکھ لیا۔ اور اُنھیں پکڑ کر رسول اللہ صلعم کے پاس لے آئے۔ ابوسفیان مسلمان ہوگیا جب رسول خدا صلعم چلے تو حضرت عباس رض سے فرمایا۔ ابوسفیان کو حطم خیل (حطم خیل کسی مقام کا نام نہیں ہے بلکہ تنگ جگہ مراد ہے۔ جہاں پر گھوڑوں کا ازدہام ہو) کے پاس ٹھیرانا تاکہ مسلمانوں کی شوکت کو ملاحظہ کرے۔ حضرت عباس رض نے ابوسفیان کو (مقام مذکور پر) ٹھیرایا۔ اور قبیلہ قبیلہ گذرنا شروع ہوا۔ ٹکڑے ٹکڑے لشکر کا ابوسفیان کے پاس سے گذرا۔ ابوسفیان بولا۔ اے عباس رض یہ کون ہیں۔ وہ بولے یہ قبیلہ غفار ہے۔ اُس نے کہا میری اور غفار کی لڑائی نہ تھی۔ (پھر رسول اللہ صلعم کے ہمراہ جھجھ پر کیوں چڑھ کر آئے ہیں) پھر قبیلہ جہینہ گذرا اور ابوسفیان نے مثل اول گفتگو کی۔ پھر قبیلہ سعد بن ندیم اور سلیم گذرے اور ابوسفیان نے یہ ہی بات کہی۔ پھر ایک قبیلہ گذرا کہ اُس جیسا ابوسفیان نے نہیں دیکھا تھا۔ پوچھا یہ کون ہیں۔ عباس رض نے جواب دیا یہ انصار ہیں۔ اُن کے امیر سعد بن عبادہ رض ہیں۔ اُن ہی کے پاس جھنڈا ہے۔ پھر سعد بن عبادہ رض نے کہا۔ اے سفیان آج کا دن (کفار کے) مارے جانے کا دن ہے۔ آج کے دن کعبہ حلال ہو جائے گا۔ (یعنی کفار کا قتل اُس میں جائز ہو جائے گا) ابوسفیان نے کہا۔ اے عباس رض روزِ ہلاکت کفار اچھا ہے۔ پھر ایک پلٹن آئی جو سب سے چھوٹی تھی۔ اُن ہی میں رسول خدا صلعم اور آپ کے صحابی رض تھے۔ اور جھنڈا حضرت زبیر رض کے پاس تھا۔ جب رسول خدا صلعم ابوسفیان کے پاس سے گزرے ابوسفیان نے عرض کیا آپ کو معلوم نہیں کہ سعد بن عبادہ رض نے کیا کہا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ اُنہوں نے کیا کہا۔ ابوسفیان نے عرض کیا کہ اس طرح کہا ہے آپ نے فرمایا۔ سعد رض نے غلط کہا ہے۔ یہ وہ دن ہے کہ اللہ اس میں کعبہ کو بزرگی دیگا اور وہ دن ہے کہ کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا۔ [1]

فتح مکہ میں حضرت زبیر رض کا لقب صاحب اللوائین۔

جب سرکار دو عالم صلعم کو سفیان رض کی زبانی حضرت سعد بن عبادہ رض کی اُس گفتگو کا علم ہوا جو اُنہوں نے سفیان رض کو مخاطب کر کے کی تھی۔ تو سرکار دو عالم صلعم نے حضرت سعد بن عبادہ رض سے علم لے کر اُن کے صاحبزادے قیس رض کو دے دیا۔ بعض اہلِ سیر نے یوں فرمایا ہے کہ حضرت سعد رض سے علم لے کر حضرت زبیر رض بن العوام کو دیا گیا۔ آنحضرت صلعم کا خاص علم بھی پہلے سے حضرت زبیر رض کے پاس تھا۔ اس لئے اس وقت سے حضرت زبیر رض کا لقب صاحب اللوائین (یعنی دو جھنڈے والے) ہوا۔

بعض روایات صحیحہ سے یہ معلوم ہوا ہے کہ آنحضرت صلعم کا یہ خیال مبارک ہوا کہیں میرے اس حکم سے کہ ان سے جھنڈا لے لیا جائے۔ سعد رض رنجیدہ نہ ہو جائیں۔ اس لئے اُن کے بیٹے قیس رض کو باپ سے علم لینے کا حکم ہوا کہ جن سے حضرت سعد رض کو رنج نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر حضرت سعد رض نے سمجھا کہ کہیں میری طرح میرے بیٹے سے بھی کوئی امر خلاف مرضی حضور سرزد نہ ہو جائے۔ اس لئے عرض کی کہ حضور یہ عہدہ تو کسی اور ہی کو مرحمت ہو۔ بڑا نازک کام ہے۔ پس اس طرح حضرت سعد رض کا علم بھی حضرت زبیر رض بن العوام کے پاس پہنچ گیا۔ [2]

---

[1] ترجمہ صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۱۶۸ [2] شمس التواریخ حصہ اول صفحہ ۲۹۲ و ۲۹۸

فتح مکہ کے متعلق حضرت عروہ بن الزبیرؓ کا بیان

حضرت عروہ بن الزبیرؓ نے فتح مکہ[1] کے متعلق عبدالملک بن مروان کے استفسار پر حسب ذیل بیان اُسے لکھا تھا۔ آپ نے فتح مکہ کے موقع پر خالد بن الولیدؓ کی کارروائی دریافت کی ہے کہ آیا اُنہوں نے غارت گری کی اور کس کے حکم سے کی۔ اس کے متعلق نگارش ہے کہ خالد بن الولیدؓ فتح مکہ میں رسول اللہ صلعم کے ہمراہ تھے۔ مکہ جاتے ہوئے آپ بطنِ مُرّہ آئے۔

---

[1] نوٹ۔ فتح مکہ نہ صرف تاریخ اسلام اور تواریخ عالم میں ایک خاص اہمیت رکھنے والی فتح ہے۔ بلکہ کتب مقدسہ قدیم میں بھی اس عظیم الشان فتح و نصرت کی بشارت پائی جاتی ہے۔ اس بشارت کا انتظار ابتدائے عالم سے کل آریائی اقوام کو تھا۔ اس لئے اُنہوں نے اس فتح کا ذکر بطور پیش گوئی اپنی کتابوں میں کیا ہے جس کو مختصراً بیان کیا جاتا ہے۔

استثنا (ب ۳۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے وصال سے پہلے ایک ضروری وصیت فرمائی جو بصورت بشارت ان بلیغ الفاظ میں موجود ہے۔

"اور کہا خدا وند سینا سے آیا۔ اور شعیر سے اُن پر آشکارہ ہوا۔ وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا۔ اور وہ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آتا ہے اس کے داہنے ہاتھ پر ان کے لئے آتشی شریعت ہے۔"

اس بشارت میں ظہور خداوندی کے تین مقامات بتائے گئے ہیں۔ پہلا مقام جہاں پر خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ اپنا اظہار کیا وہ کوہ سینا ہے۔ اور دوسرا مقام شعیر ہے۔ جہاں حضرت عیسیٰؑ کے ذریعہ خدا کا اظہار ہوا۔ اور تیسرا مقام فاران ہے۔ اور فاران مکہ معظمہ کے پہاڑ کا نام ہے۔ چنانچہ تورات سامری کا عربی ترجمہ جسے آرکیوتن نے ۱۸۵۱ء میں شایع کیا۔ اس میں (کتاب پیدایش ب ۲۱) کے ترجمہ میں فاران کو حجاز بتایا ہے۔ ترجمہ کے اصل عربی الفاظ یہ ہیں۔ وسکن بریۃ فاران الحجاز ولخذت لہ امہ امراۃ من ارض مصر (اسمٰعیل بیابان فاران واقع حجاز میں سکونت پذیر ہوئے۔ اور ان کی ماں نے ان کے لئے مصر سے ایک عورت لی) اس آیت میں اصل عبری زبان کا جملہ یہ ہے۔ "ملا بر یا سان" عبری زبان میں لفظ مدبر کے معنی زمین غیر ذی زرع ہیں اور دنیا جانتی ہے کہ یہ وادیٔ غیر ذی زرع مکہ معظمہ کی تعریف ہے۔ اور اس پیش گوئی کا یہ جملہ کہ وہ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آتا ہے اور فتح مکہ کی طرف کھلے طور پر اشارہ کرتا ہے۔ قدوسیوں سے مراد پاک شخصیتیں جو صحابہ کرامؓ کی تھیں۔ دنیا کی تاریخ میں یہ ایک مخصوص اور بے نظیر واقعہ ہے کہ جب نبی کریم صلعم نے مکہ کو فتح کیا تو آپ کے ساتھ دس ہزار صحابہ کرامؓ اجمعین تھے۔ اور ایک جملہ اس بشارت میں یہ ہے کہ "اس کے داہنے ہاتھ پر ان کے لئے آتشی شریعت ہے"۔ حقیقت یہ ہے کہ عربی اور عبری زبانوں میں "یمن" (داہنے ہاتھ کا محاورہ) برکت، بندگی اور حکومت اور طاقت کا اظہار کرتا ہے تو بس داہنے ہاتھ میں شریعت کی آگ سے مراد یہ ہے کہ وہ مذہبی جنگ ہوگی۔

غزل الغزلات "میرا محبوب سرخ و سفید ہے۔ وہ دس ہزار میں ممتاز ہے۔ اس کا سر خالص سونا ہے۔ اس کی زلفیں پیچ در پیچ کوّے جیسی کالی ہیں۔ اس کی آنکھیں ان کبوتروں کے مانند ہیں جو دودھ میں نہا کر لب دریا تمکنت سے بیٹھے ہوں اس کے رخسار پھولوں کے اور بلساں کی کیاریاں ہیں۔ اس کے ہونٹ سوسن ہیں۔ جن سے رقیق مر ٹپکتا ہے اس کے ہاتھ زبرجد سے مرصع سونے کے حلقے ہیں۔ اس کا پیٹ ہاتھی دانت کا کام ہے۔ جس پر نیلم کے پھول بنے ہوں۔ اس کی ٹانگیں کندن کے پایوں پر سنگ مرمر کے ستون ہیں۔ وہ دیکھنے میں لبنان اور خوبی میں رشک سرو ہے۔ اس کا منہ از بس شیریں ہے۔ ہاں وہ سراپا محمدیم ہے اے یروشلایم کی بیٹیوں یہ ہے میرا محبوب یہ ہے میرا پیارا۔" (ب ۵ - ۱۰ - ۱۶)

حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت نبی کریم صلعم کی بشارت میں جہاں حسن سیرت و صورت کو بطور نشان پیش فرماتے ہوئے آپ کا اسم مبارک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر فرما دیتے ہیں تو وہیں فتح مکہ کو بھی بطور شہادت بیان کرتے ہیں کہ وہ دس ہزار (باقی صفحہ ۹۲ پر)

قریش نے ابوسفیان اور حکیم بن حزام اسدی (حضرت زبیرؓ کے چچازاد بھائی) کو رسول اللہ صلعم کے پاس بھیجا۔ اس وقت تک ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ رسول اللہ صلعم کا ارادہ کہاں کا ہے۔ آیا وہ قریش کے مقابلہ پر تشریف لا رہے ہیں۔ یا طایف کا قصد رکھتے ہیں۔ بُدیل بن ورقا بھی خود ہی اُن کی مصاحبت کے لئے اُن دونوں کے ساتھ ہولیا۔ یہ صرف تین آدمی تھے اور چوتھا نہ تھا۔ ان کو بھیجتے وقت قریش نے اُن سے کہا کہ کم از کم تمہاری سمت سے وہ حملہ و یورش نہ کرنے پائیں اور یہ اندیشہ ہیں

(بسلسلہ صفحہ ۹۱) میں ممتاز ہے۔" دنیا جانتی ہے کہ جب کہ مکہ معظمہ فتح ہوا تھا تو آپ کے ساتھ دس ہزار صحابۂ کرامؓ تھے۔ جن میں آپ بر حیثیت سے ممتاز تھے۔ یہاں قابل غور چیز لفظ یروشلایم ہے۔ یہ تثنیہ کا صیغہ ہے اور اس لفظ کے عام معنے تو یروشلیم لئے جاتے ہیں۔ جو بہ اصول قواعد زبان غلط ہے۔ جن حضرات نے بائیبل کا بغور مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ یروشلیم دو ہیں۔ جیسا کہ (گلیتوں ۴ ؎ ۲۵) میں پولوس نے لکھا ہے"۔ ایک ہاجرہ کا یروشلیم ہے اور دوسرا سارہ کا۔ پس اس حوالہ کی رُو سے یروشلیم دو ہوئے اور حضرت ہاجرہ کا یروشلیم مکہ معظمہ ہے جہاں آپ نے سکونت فرمائی تھی۔ پیش گوئی میں دس ہزار کے ساتھ ساتھ مکہ معظمہ کے رہنے والوں سے مخاطبت کھلی طور پر فتح مکہ کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

انجیل — "حنوک نے بھی جو آدم سے ساتویں پشت میں تھا یہ پیش گوئی کی تھی کہ دیکھو خداوند اپنے دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آتا ہے تاکہ سبھوں کی عدالت کرے اور سب بے دینوں کو ان کی بے دینی کے ان سارے کاموں کے سبب جو انہوں نے بے دینی سے کئے ہیں اور ان ساری سخت باتوں کے سبب جو بے دین گنہگاروں نے اس کی مخالفت میں کہی ہیں قصور وار ٹھہرائے"۔ (یہوداہ کا عام خط (ب ۱۴-۱۵)۔ متذکرۂ بالا عبری الفاظ میں ایک لفظ ربوث ہے۔ مترجموں نے پیش گوئی کو مبہم بنانے کے لئے اس کے معنی لاکھوں لئے ہیں لیکن ربوث کے معنی دراصل دس ہزار ہیں اور یہ لفظ بائیبل میں کئی جگہ استعمال ہوا ہے۔ اور ولیم جینیس کی عبرانی انگریزی لغت میں ربوث کے معنے لکھے ہیں۔ (A MYRIAD TEN THOUSAND) دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آنا یہ ایک واقعہ ہے کہ جب آنحضرت صلعم نے مکہ فتح فرمایا تھا تو آپ کے ساتھ دس ہزار قدوسی تھے۔ فتح مکہ کے وقت سبھوں کی عدالت ہوئی۔ اور پیش گوئی کے یہ الفاظ کہ "سب بے دینوں کو ان کی بے دینی کے کاموں پر جو انہوں نے بے دینی سے کئے اور ساری سخت باتوں پر جو بے دین گنہگاروں نے اس کی مخالفت میں کہی ہیں۔ قصور وار ٹھہرائے۔ واقعات فتح مکہ میں سے یہ ایک کھلا واقعہ ہے جب تمام لوگ جمع ہوئے تو آپ نے دریافت فرمایا کہ بتاؤ آج تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ بعضوں نے سمجھا کہ آپ ان کی غلطیوں کی سزا دیں گے۔ لیکن اس ذات بابرکات نے جس کو خود خدا نے رؤف و رحیم کہا ہے سب کو بغیر کسی ملامت کے چھوڑ دیا۔ اور فرمایا کہ تم پر کوئی مواخذہ نہیں خدا تمہیں معاف کرے۔ اسی طرف یسعیاہ نبی نے اشارہ فرمایا تھا کہ "جو اس میں بستے ہیں بخشے گئے ہیں"۔ (ب ۳۳ ؎ ۲۴)۔

ژند اوستا — حضرت زرتشت فرماتے ہیں "اس کا نام فاتح مہربان اور اس کا نام "استوارتیتا" ہوگا اور وہ رحمت مجسم ہوگا۔ (فردردین یشت ۲۸ آیت ۱۲۹)

"استوت ارتا" کے معنے ہیں تعریف کیا گیا جس کے عربی معنے ہوں گے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی کے ساتھ فاتح مہربان کا لفظ فتح مکہ کے لئے ہے آپ نے فاتح مہربان ہونے کا ثبوت اس سلوک سے دیا کہ بعد فتح اپنے خونخوار دشمنوں کو لا تثریب علیکم الیوم کہکر چھوڑ دیا۔

وید — "خدا نے مامح (محمد) کو سو طلائی پارے دس ہار تین ۳۰۰ سو عربی گھوڑے اور دس ہزار ۱۰۰۰۰ گائیں دیں" (اتھروید کانڈ ۲۰، سوکت ۱۲۷، منتر ۳)۔ (باقی صفحہ ۹۳ پر)

اس لئے ہے کہ اب تک ہم یہ نہیں جانتے کہ محمدؐ کا قصد کہاں کا ہے۔ وہ ہمارے ارادے سے آتے ہیں یا ہوازن یا ثقیف کے مقابلہ پر جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلعم اور قریش کے درمیان حدیبیہ میں جو صلح ہوئی تھی اس کے لئے ایک معاہدہ مرتب کیا گیا تھا۔ اور اس کی مدت مقرر کی گئی تھی اس معاہدے کی رو سے بنی بکر قریش کے ساتھ ہو گئے تھے۔ بنی کعب کی ایک جماعت اور بنی بکر کی ایک جماعت میں لڑائی ہو گئی۔ صلح حدیبیہ میں یہ طے ہوا تھا کہ مدت مقررہ میں طرفین کے درمیان لڑائی نہ ہوگی

(بسلسلہ صفحہ ۹۲) سنسکرت کتابوں میں مسلمانوں کے نام کسی قدر تبدیلی کے ساتھ دئے جاتے ہیں۔ مثلاً محمود غزنوی کو تا مود جنوی۔ اسی طرح اتھروید میں محمدؐ کا قریبی لفظ "ماحؔ" ہے جس کے معنی میں تعریف کیا گیا اور اس کے ہم معنے عربی لفظ محمدؐ ہے۔ ہندوستان میں نہ کوئی رشی اس نام والا ہوا ہے اور نہ دنیا کا کوئی پیغمبر اس نام کا گزرا ہے مگر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس نام سے موسوم ہیں اور خدا نے بھی آپ کو اس نام سے پکارا ہے۔ سو خالص طلائی پارے سے مراد مہاجرین حبش ہیں یعنی جس طرح سونے کو آگ میں ڈالنے کے بعد کھرا کھوٹے سے الگ ہو کر خالص رہ جاتا ہے۔ اسی طرح ان صحابہ کرام نے مکہ معظمہ کی پُر فتن زندگی میں آنحضرت صلعم کا ساتھ دیا۔ اور ہر طرح کی مصیبتوں اور دکھوں میں پڑ کر ہر مشکل میں کامیاب ہو کر خالص طلا ثابت ہوئے۔ دس ہار سے مراد عشرہ بشرہ رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔ اور گھوڑا طاقت کے معنوں میں بطور استعارہ استعمال ہوتا ہے۔ اور ۳۰۰ گھوڑوں سے مراد وہ اصحابؓ رسول اللہ صلعم ہیں جو ۳۰۰ ہونے کے علاوہ دیوتا فرشتے یا عالم اور طاقتور تھے۔ اس دعویٰ کا ثبوت ان (۳۱۳) اصحابؓ نے جنگ بدر میں دیا۔ یاد رہے کہ سینکڑوں پر جو کسر ہوتی ہے وہ نظر انداز کر دی جاتی ہے" دس ہزار گایوں سے مراد وہ دس ہزار قدوسی ہیں جو فتح مکہ کے وقت حضورؐ کے ہمراہ تھے" گایوں کے لئے سنسکرت کا لفظ گو کا مادہ گم ہے جس کے معنے ہیں جنگ کے لئے نکلنا یا جانا۔ اور گویا منڈل۔ ۱۰ سوکت ۱۴۵ منتر ۶ میں ہے کہ "تیرا دل میری طرف دوڑے جیسے گائے اپنے بچھڑے کی طرف" یعنی جس طرح گائے طبعی محبت سے اپنے بچھڑے کی طرف دوڑتی ہے۔ اسی طرح تیرا دل اے خداوند میری طرف دوڑے۔ گائے کی اس تشریح کے مطابق دو باتیں صاف طور پر ظاہر ہوتی ہیں یعنی آنحضرت صلعم کے مکہ کو فتح کرنے کے وقت آپ کے جو ساتھی تھے گائے کی طرح رحم و محبت کا مجسمہ ہیں اور دوسری طرف بارعب جنگ کے لئے نکلنے والے ہیں ان دو صفات کی تشریح جو بظاہر متضاد نظر آتی ہیں قرآن نے اس طرح کی کہ محمد الرسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔ (محمد رسول اللہؐ اور آپ کے صحابیؓ کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں محبت والے)۔

اتھروید | تو نے اے اندر (ایشور) ایک تیم اچھی تعریف سے معروف (محمدؐ) کے ساتھ ان لوگوں کے جس سرداروں کو اور ساٹھ ہزار ننانوے دشمنوں کو ناقابل تسخیر اپنے جنگی رتھ کے چکر سے تہ و بالا کر دیا ہے"۔ (اتھروید کانڈ۔ سوکت (۲ منتر ۹)۔

کتاب المثل الکامل میں مکہ معظمہ کی فتح کے وقت کی آبادی کے متعلق لکھا ہے۔ صارت مکۃ سوق بلاد العرب جمیعھا وقد بلغ سکانھا فی وقت فی الاوقات ما یئۃ الف لنسمۃ من بائع ومشتر (کہ اس وقت تمام عرب کے شہروں کی منڈی ہو گیا اور اکثر اوقات اس کی آبادی ایک لاکھ خرید و فروخت کرنے والوں پر پہنچ جاتی تھی) جس سے یہ ظاہر ہے کہ عام آبادی مکہ معظمہ کی اس وقت ساٹھ ستر ہزار تھی۔ اور ان پر بیس سرداران قریش حاکم تھے۔ چنانچہ لکھا ہے ذالک بانھم کانو ینتخلون لھا الطریقۃ عرفیۃ عشرین رجلا من اعظم القبائل لیکونوا حکام مکۃ وحراس الکعبۃ (المثل الکامل ص۸) یعنی مکہ میں ایک قسم کی جمہوری حکومت تھی کیونکہ وہ ایک معروف طریق پر قبائل میں سے بیس اکابر کو منتخب کر لیتے تھے تاکہ وہ مکہ کے حاکم اور کعبہ کے محافظ ہوں۔ پیشگوئی کے یہی الفاظ ہیں کہ (باقی صفحہ ۹۴)

اور نہ کوئی کسی کو گرفتار کرے گا۔ قریش نے اس تنازع میں اسلحہ سے بنی بکر کی مدد کی تھی۔ بنی کعب نے قریش کو مورد الزام قرار دیا اور اس وجہ سے رسول اللہ صلعم نے اہل مکہ پر چڑھائی کی۔ ابوسفیان، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقا اس چڑھائی کے زمانے میں مرالظہران آئے۔ اُن کو پہلے سے معلوم نہیں تھا کہ رسول اللہ صلعم وہاں فروکش ہو چکے ہیں۔ اچانک یہ لوگ سامنے پہنچ گئے۔ اور آپ کو وہاں مقیم دیکھ کر ابوسفیان، حکیم اور بدیل آپ کی خاص قیام گاہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے

(بسلسلہ صفحہ ۹۳) بیس سرداروں اور ساٹھ ہزار نناوے دشمن پر فتح ہوگی۔ تاریخ گواہ ہے کہ یہ فتح مکہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ وہاں کی آبادی اور سرداروں کی تعداد یہی تھی جو پیش گوئی میں بیان ہوئی۔

تین ویدوں کی مشترکہ شہادت

اور ایک شہادت فتح مکہ کے متعلق مشترکہ طور پر تینوں ویدوں یعنی رگوید، اتھروید، سام وید میں ہے کہ دس ہزار کی معیت میں اندر وقت کے ساتھ حفاظت کیا گیا بہادر دل قرنا (فتح) بجاتے ہوئے ہتیاروں کو پرے رکھدیا۔ (رگوید منڈل ۸ سوکت ۹۶ منتر ۱۳-۱۵)۔

کتنی صاف اور کھلی بشارت ہے جو ۲۲ ر رمضان ۸ھ کو من عن پوری ہوئی۔ یہاں آنحضرت صلعم کو اندر کے خطاب سے یاد کیا جس کے معنے غالب آنے والے یا فاتح کے ہیں۔ وید منتر کے یہ الفاظ کہ ہتیاروں کو پرے رکھدیا۔ اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ کسی کو قتل نہیں کیا جائے گا اور شہر بھی فتح ہو جائے گا۔ یہ سب چیزیں فتح مکہ کے تاریخی واقعات ہیں۔ اور دس ہزار کی معیت سے مراد جیسا کہ ہم نے بار بار تشریح کی ہے تعداد صحابہ کرامؓ فتح مکہ ہے۔

رگوید

حق نواز، دانا، طاقتور اور سخی مامہہ (محمد) رشی نے اپنے کلام سے مجھے نوازا۔ قادر مطلق کا فرزند، سب خوبیوں والا (محمد) رحمتہ اللعالمین دس ہزار صحابیؓ کے ساتھ مشہور ہوگیا۔ (رگوید منڈل ۵ سوکت ۲۷ منتر ۱)۔

پیشین گوئی کا ہر ایک لفظ بالکل واضح ہے۔ آنحضرت صلعم کی صفات اور نام کے ذکر کے بعد فتح مکہ کے واقعہ کو ان الفاظ میں دہرایا جاتا ہے کہ "دس ہزار صحابہ رضؓ کے ساتھ مشہور ہوگیا" اس سے پتہ چلتا ہے کہ فتح مکہ کس قدر اہم چیز ہے جس کی بشارت مشترکہ طور پر اکثر کتب مقدسہ میں موجود اور دس ہزار صحابہ کرامؓ کا نشان ایسا ہے جو بہت مشہور ہے۔

پران

بھاگوت اور کالکی پران میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بت شکنی کا ذکر اور آپ کے والد اور والدہ کرام کے نام اور دیگر واقعات کے بعد یہ لکھا ہے کہ "آپ کو اپنے مقام سے بہ سبب دوسروں کی اذیت رسانی کے ہجرت کرنا پڑے گا۔ اور پھر لکھا ہے کہ آپ دس ہزار اندریوں کے ساتھ اپنے اصلی مقام (مکہ) کو واپس ہوں گے"۔ اِندر کے معنے غالب آنے والے یا فاتح کے ہیں۔ اور دس ہزار صحابہ کرامؓ ہی مکہ کے فاتح تھے۔ قرآن نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں دہرایا کہ ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد (جس نے تجھ پر قرآن فرض کیا وہ یقیناً تجھے لوٹ کر آنے کی جگہ (مکہ) واپس لائے گا)۔

یہ ہے فتح مکہ کی اہمیت کہ اس کی بشارت ہر قوم میں ملی آتی ہے۔ کاشکہ لوگ حق و صداقت کی جانچ کے لئے اٹھیں۔ کامیاب ہوگئے وہ جنہوں نے صداقت کو قبول کیا۔ بابرکت ہیں وہ جو حق کا ساتھ دیتے ہیں۔ مبارک ہیں وہ جو فتح مکہ کی یاد کو تازہ کرتے ہیں۔ (ماخوذ از اخبار رہبر دکن۔ حیدرآباد۔ ۵ر نومبر ۱۹۳۹ء)

فتح مکہ درحقیقت فتح عالم کی بشارت اور عالم انسانیت پر غلبۂ اسلام کی پیش گوئی تھی۔ اس فتح مبین کے موقع پر آیۂ رحمت نے جس شخص کا افواج کی سرداری کے لئے انتخاب فرمایا وہ آپ کے حواری اور آپ کے محبوب فدائی سیدنا حضرت زبیرؓ تھے جنہوں نے حضور اکرم صلعم کی پوری ہدایتوں پر چل کر اور عملدرآمد کر کے صاحب اللوائیں کا خطاب ہی حاصل نہیں کیا بلکہ محبوب خدا صلعم کی شفقتوں سے بھی بہرہ یاب ہے۔ یہ وہ موقع ہے جو حضرت زبیرؓ کی سربلندیوں کو عالم آشکارہ کرتا ہے اور یہ آپ کی فوجی صلاحیتوں کا بھی مظہر ہے۔

اسلام لاکر بیعت کرلی۔ بیعت کے بعد رسول اللہ صلعم نے اِن تینوں کو قریش کے پاس بھیجا تاکہ یہ اُن کو اسلام کی دعوت دیں۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اِس موقع پر یہ فرمایا کہ (۱) جو شخص ابوسفیان کے گھر میں آجائے گا وہ مامون ہے۔ اُن کا گھر مکہ کے بالائی حصہ میں تھا۔ (۲) نیز آپ نے فرمایا اور جو حکیم بن حزام اسدی (حضرت زبیرؓ کے چچا زاد بھائی) کے گھر میں آجائے گا وہ مامون ہے۔ اِن کا گھر مکہ کے بالائی حصہ میں تھا۔ (۳) اور یہ فرمایا کہ جو شخص اپنا دروازہ بند کرے اور لڑائی سے دست کش ہو جائے وہ مامون ہے۔

آنحضرت صلعم سے مل کر جب ابوسفیان اور حکیم بن حزام مکہ جانے لگے آپ نے حضرت زبیرؓ کو روانہ کیا اور اپنا علم اُن کو دیا۔ اُن کو مہاجرینؓ اور انصارؓ کے رسالہ کا سردار مقرر کیا۔ اور حکم دیا کہ اس علم کو مکہ کے بالائی حصہ پر حجون میں نصب کر دینا۔ اور پھر اُس مقام سے جہاں علم نصب کرنے کا میں نے تم کو حکم دیا ہے۔ تا وقتیکہ میں خود تمہارے پاس نہ آؤں تم ذرا سا نہ ہٹنا۔ اور یہی وہ مقام ہے جہاں سے آنحضرت صلعم مکہ میں داخل ہوئے۔ اسی طرح آپ نے خالد بن الولیدؓ کو قضاعہ اور بنی سلیم کے مسلمانوں اور دوسرے اِن مسلمانوں کا جو کچھ عرصہ پہلے اسلام لائے تھے سردار مقرر کیا۔ اور اِن کو زیرین مکہ سے مکہ میں داخل ہونے کی ہدایت کی۔ اسی سمت میں بنی بکر تھے۔ جن کو قریش نے اپنی مدد کے لئے بلایا تھا۔ بنی الحارث بن مناۃ اور حبشی۔ قریش کے حکم سے موجود تھے۔ خالدؓ زیرین مکہ سے اندر بڑھے۔ مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ بھیجتے وقت رسول اللہ صلعم نے حضرت زبیرؓ اور حضرت خالدؓ دونوں کو ہدایت کر دی تھی کہ تا وقتیکہ کوئی تم سے لڑے تم کسی سے نہ لڑنا۔ مگر جب خالدؓ مکہ کے زیرین میں بنی بکر اور حبشیوں کے مقابل آئے تو انہوں نے آتے ہی اُن کا قتال شروع کر دیا۔ اللہ نے بنی بکر وغیرہ کو شکست دی۔ فتح مکہ میں صرف یہ ہی خونریزی ہوئی۔ اِس کے سوا اور کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ البتہ ایک اور واقعہ یہ ہوا کہ بنی محارب بن فہر کے کرز بن جابرؓ اور بنی کعب کے ابن الاشعرؓ جو دونوں حضرت زبیرؓ کے رسالہ میں تھے۔ کدا کی سمت سے آئے اور اُس راستہ سے نہ آئے جس سے بڑھنے کا رسول اللہ صلعم نے حضرت زبیرؓ کو حکم دیا تھا۔ اِس طرح یہ کدا کے اُتار پر قریش کے ایک دستۂ فوج کے مقابل آگئے اور دونوں شہید کر ڈالے گئے۔

مکہ کے بالائی حصہ میں حضرت زبیرؓ کی سمت میں کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔ اسی جانب سے رسول اللہ صلعم مکہ میں داخل ہوئے۔ مکہ والے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے بیعت کی اور اسلام لے آئے۔ رسول اللہ صلعم نصف ماہ مکہ میں مقیم رہے۔ پھر ہوازن اور ثقیف آپ کے مقابلہ کے لئے نکلے۔ انہوں نے حنین پر پڑاؤ ڈالا۔ [۱]

حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ خالدؓ کی فوج میں سے دو مرد جن کے نام خنیس بن الاشعرؓ اور کرز بن جابر فہریؓ اُس دن شہید ہوئے تھے۔

عبداللہ بن ابی نجیحؓ اور عبداللہ بن حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے کہ (۱) کرز بن جابر بن حسل بن الاجب بن حبیب عمرو بن شیبان بن محارب بن فہر اور (۲) خنیس بن خالد یعنی اشعر بن ربیعہ بن احرم بن خنیس بن حرام بن حبشیہ بن کعب بن عمرو بنی منقذ کے حلیف جو دونوں خالدؓ ابن الولید کے رسالہ میں تھے۔ یہ چونکہ اُن سے علیحدہ ہو کر

نوٹ۔ یہ صحیح نہیں ہے کہ بنی محارب بن فہر کے کرز بن جابرؓ اور بنی کعب کے ابن الاشعرؓ حضرت زبیرؓ کے رسالہ سے تعلق رکھتے تھے بلکہ یہ دونوں اصحاب حضرت خالد بن الولیدؓ کے لشکر والے تھے جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت عروہؓ ہی کی اور طبری کی بھی دوسری روایت سے ظاہر ہے۔

---

[۱] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۴۳۳ تا ۴۳۴ [۲] ترجمہ صحیح بخاری صفحہ ۴۲۳۔

دوسرے راستہ سے بڑھے تھے۔ شہید کر ڈالے گئے۔ حبیش رضؓ پہلے مارے گئے کرزؓ بن جابر نے ان کے جسد کو اپنے دونوں پیروں کے بیچ میں کر لیا اور پھر دشمن سے لڑکر شہید ہو گئے۔ ان کے علاوہ خالدؓ بن الولید کے رسالہ میں جہینہ کے سلمہ بن المیلاءؓ شہید ہوئے۔ اس کے مقابلہ میں مشرکین کے بارہ تیرہ آدمی کام آئے اور پھر کفار بھاگ نکلے۔ ؎۱

حضرت خالدؓ سے بازپرس

آنحضرت نے تلواروں کا چمکنا دیکھا تو خالدؓ سے بازپرس کی۔ لیکن جب معلوم ہوا کہ ابتدا مخالفین نے کی تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ قضائے الٰہی یہ ہی تھی کہ مکہ فتح ہو گیا۔ مگر اس شان سے کہ نہ قتل عام ہوا نہ کوئی لٹا۔ ؎۲

عبداللہؓ بن عتبہ بن مسعود سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلعم پندرہ روز وہاں او رمقیم رہے۔ ابن اسحٰق فرماتے ہیں کہ ۸ھ کے ماہ رمضان کے ختم ہونے میں دس راتیں باقی تھیں کہ مکہ فتح ہوا۔ ؎۳

حضرت زبیرؓ پر شفقت نبوی

آنحضرت صلعم جب مکہ میں داخل ہوئے اور ہر طرف سکون واطمینان ہو گیا تو حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ اپنے اپنے گھوڑوں پر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔

المعلیٰ بن اسد نے محمد بن حمران سے اور انہوں نے ابی کبشۃ الانباری سے روایت کی ہے کہ جب مکہ فتح ہو گیا تب حضرت زبیرؓ میسرے پر اور حضرت مقدادؓ الاسود میمنہ پر مقرر تھے۔ جب سرکار دوعالم صلعم مکہ میں داخل ہوئے اور تمام لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یہ دونوں بھی اپنے گھوڑوں کو لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ پس سرکار دوعالم صلعم نے کھڑے ہو کر اپنے کپڑے سے ان دونوں کے چہرے کا غبار پونچھا اور فرمایا کہ میں نے گھوڑے کے دو حصے مقرر کئے اور سوار کے لئے ایک حصہ مقرر کیا ہے۔ جو ان حصوں کو گھٹائے گا۔ خدائے تعالیٰ اس کو گھٹائے گا۔ ؎۴

ابن اسحٰق سے مروی ہے رسول اللہ صلعم نے جب اپنے مسلمان امراء کو پیش قدمی کے لئے مقرر فرمائے تو ان کو ہدایت دی تھی کہ سوائے اس کے جو تمہارے مقابل لڑنے آئے تم خود کسی سے نہ لڑنا۔ البتہ چند آدمیوں کے نام بتائے کہ ان کو ضرور قتل کر دیا جائے خواہ وہ کعبہ کے پردوں کے پاس ہوں۔ ؎۵

واقدی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے چھ ؎۲ مردوں اور چار عورتوں کے قتل کا حکم دیا تھا۔ (ان میں سے

۱؎ نوٹ۔ ابی قاید سے مروی ہے کہ مقدادؓ بن الاسود نے روغن بیدانجیر پی لیا جس سے وہ مر گئے۔ کریمہ بنت مقدادؓ سے مروی ہے کہ مقدادؓ کی مدینہ سے تین میل پر الجرف میں وفات ہوئی لوگوں کی گردنوں پر لائے گئے۔ مدینہ میں البقیع میں مدفون ہوئے۔ حضرت عثمان بن عفانؓ نے ان پر نماز پڑھی یہ ۳۳ھ کا واقعہ ہے۔ وفات کے دن وہ ستر برس کے یا اس کے قریب تھے۔ یحییٰ حکم سے مروی ہے کہ عثمان بن عفان مقدادؓ کی وفات کے بعد ان کی ثنا کرنے لگے تو زبیرؓ نے یہ شعر کہا۔ لا الفینک بعد الموت تندبنی وفی حیاتی ما زودتنی زادی تم کو اس حالت میں پاؤں گا کہ مرنے پر میرے محاسن بیان کروگے۔ حالانکہ تم نے جیتے جی مجھے توشہ تک نہ دیا۔ (طبقات ابن سعد اردو حصہ دہم جز خامس صفحہ ۱۲۵)۔

۲؎ نوٹ۔ نام یہ ہیں (۱) عکرمہ بن ابی جہل (۲) ہبار بن اسود اسدی (۳) عبداللہ بن سعد ابی سرح (۴) مقیس بن صوابۃ اللیثی (۵) حویرث بن نقید (۶) عبداللہ بن ہلال بن خطل الحضرمی۔ (۱) ہند بنت عتبہ (۲) سارہ (عمرو بن ہشام کی لونڈی) (۳) فرتنا (۴) قریبہ (طبقات ابن سعد جز ثانی صفحہ ۹۸) مردوں میں سے پہلے تین نے اور عورتوں میں سے ہند بنت عتبہ (حضرت امیر معاویہؓ کی ماں) نے اسلام قبول کر لیا۔ باقی اور دوسرے قتل کر دیئے گئے۔

؎۱ ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۱۴۴ ؎۲ سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۱۰۴ ، ۴۰۲ ؎۳ ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۲۵۴ ؎۴ طبقات ابن سعد جز ثالث صفحہ ۳، ؎۵ ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۲۴۴۔ ؎۲ ابو سعید عبداللہ بن بسر سے اور انہوں نے ابی کبشۃ الانباری
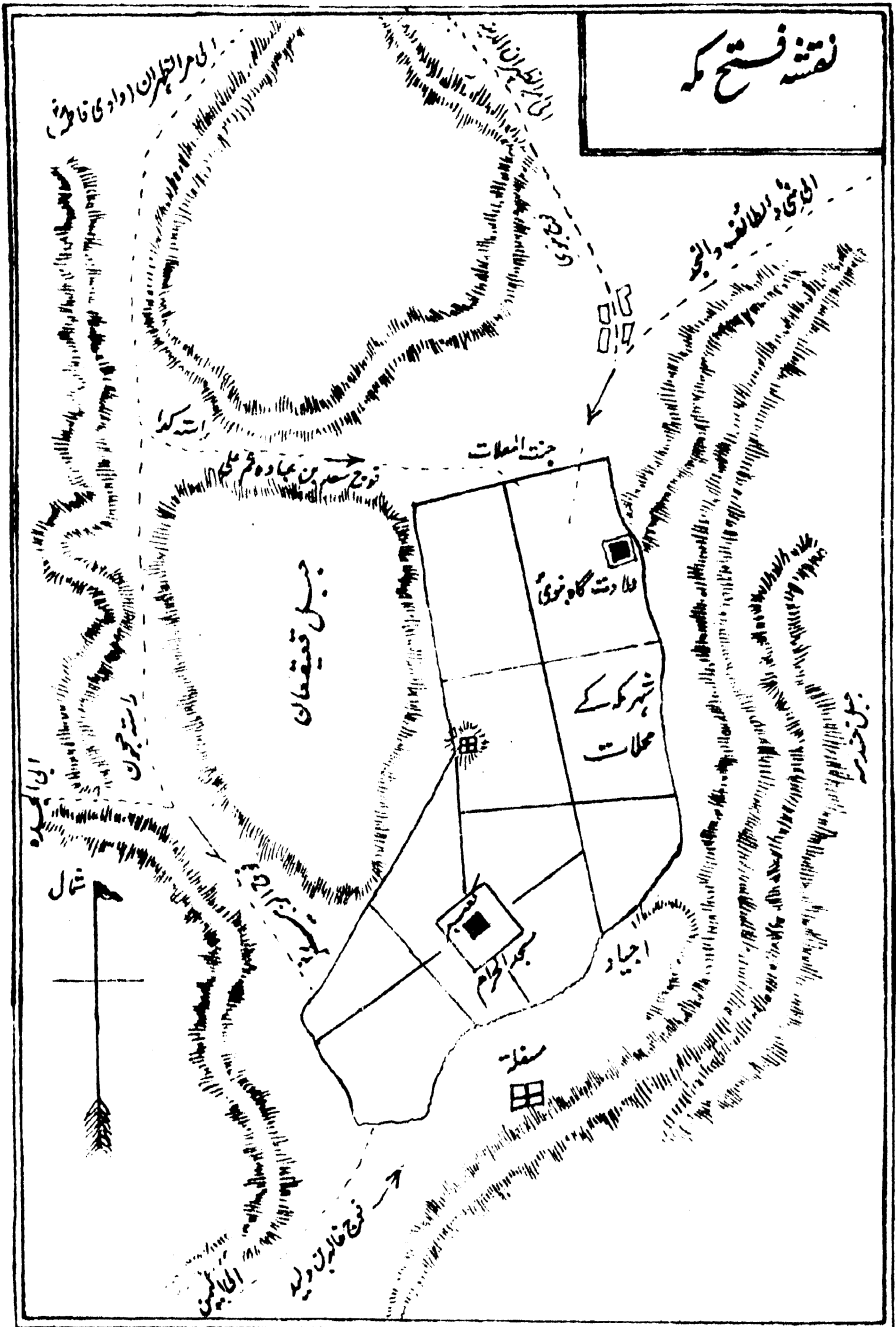
ماخوذ از "عہد نبوی کے میدان جنگ" مولفہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ

کوئی مسلمانوں کا قاتل اور کوئی ایذا دہندہ تھا۔ کوئی مسلمانوں کی ہجو گاتا تھا۔ کوئی مرتد ہو کر مسلمانوں کی مخالفت میں پیش پیش تھا ان میں سے کچھ قتل کئے گئے اور کچھ تھوڑے دنوں روپوش رہ کر بعد میں اسلام سے مشرف ہوئے۔[1]

آنحضرت صلعم کا مکہ میں جائے قیام

کیونکہ شریعت میں مسلمان کافر کا وارث نہیں ہو سکتا۔ اس لئے آنحضرت صلعم مکہ کے مقام خیف میں مقیم ہوئے۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں ہجرت سے پہلے آنحضرت صلعم اور بنی ہاشم کو قریش نے مکہ سے نکال کر محصور کیا تھا۔ اور جو شعب ابی طالب کے نام سے مشہور ہے۔

آنحضرت صلعم کے چچا ابو طالب کے انتقال کے وقت اُن کے بڑے صاحبزادے عقیل کافر تھے۔ اس لئے وہ ہی اُن کے وارث ہوئے۔ انہوں نے یہ مکانات ابوسفیان کے پاس فروخت کر دئے تھے۔ اسی بنا پر آنحضرت صلعم نے (صحابہ کرامؓ کے استفسار پر) فرمایا کہ عقیل نے گھر کہاں چھوڑا کہ اُس میں اُتروں۔ اس لئے مقام خیف میں ٹھہروں گا۔

حضرت زبیرؓ کا طعن ابوسفیان پر

آنحضرت صلعم نے فتح مکہ کے بعد خانہ کعبہ سے بُت نکال دئے۔ ان بتوں کی تعداد تین سو ساٹھ (۳۶۰) تھی۔ آنحضرت صلعم ایک ایک کو لکڑی کے ٹھوکے دیتے جاتے اور یہ پڑھتے جاتے تھے۔ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا یعنی حق آ گیا اور باطل مٹ گیا۔ باطل مٹنے ہی کی چیز تھی۔

فتح مکہ کے بعد جب خانہ کعبہ سے بُت نکالے جا رہے تھے اُس وقت حضرت زبیرؓ نے ابوسفیان سے کہا دیکھو وہ ہُبَل جس پر تم اُحد کے دن بڑا فخر کرتے تھے۔ آج ریزہ ریزہ ہو گیا۔ ابوسفیان نے جواب دیا کہ اے زبیرؓ مجھے ملامت مت کرو۔ میں خوب جانتا ہوں کہ اگر محمدؐ کے خدا کے سوا اور کوئی خدا ہوتا تو یہ نوبت نہ پہنچتی۔ بیشک اور بالیقین سچا خدا وہی ہے جس کی طرف محمدؐ بلاتے ہیں۔[2]

آنحضرت صلعم و صحابہ کرامؓ حرم مکہ میں

حرم آلائشوں سے پاک ہو چکا تو آنحضرت صلعم نے عثمان بن طلحہؓ سے جو کعبہ کے کلید بردار (عبدالدار بن قصیٰ کی اولاد سے) تھے کنجی طلب کی۔ اور دروازہ کھلوایا۔ آپ حضرت بلالؓ و حضرت طلحہؓ کے ساتھ اندر داخل ہوئے۔ اور نماز ادا کی۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے کعبہ کے اندر تکبیریں کہیں لیکن نماز نہیں ادا کی۔[3]

ارشاد نبوی صلعم فتح مکہ کے دن

قتادہ السدوسیؓ سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلعم کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے اور آپ نے فرمایا۔ سوائے اللہ واحد کے کوئی اور خدا نہیں وہ الٰہ ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ اُس نے اپنے وعدہ کو پورا کیا۔ اُس نے اپنے بندے کی مدد کی۔ اور اُس نے مشرکین کی جماعتوں کو شکست دے کر بھگا دیا۔ سوائے کعبہ کی خدمت اور حجاج کی آبرسانی کے۔ ہر عمارت اور خون اور ہر قسم کی جائداد آج بالکل میرے اختیار میں ہے۔ جو شخص خطا سے مارا جائے اُس کے عوض وہ دیت مقرر کی جاتی ہے۔ جو کوڑے یا ڈنڈے سے مارنے کی عموماً دیت ہے اور یہ دیت واجب ہے جس سے کوئی مفر نہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ چالیس حاملہ اونٹنیاں دی جائیں۔ اے قریش اللہ نے نخوت جاہلیت کو تم سے دور کر دیا ہے۔ تم کو اُسے قطعی ترک کر دینا چاہیئے۔
تمام انسانوں کے باپ آدم علیہ السلام تھے۔ اور آدم علیہ السلام کو اللہ نے مٹی سے بنایا ہے۔ اس کے بعد آپ نے کلام اللہ

---

[1] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۴۴۴ [2] صحیح بخاری و سیرۃ النبیؐ جلد اول صفحہ ۴،۲ [3] تحفہ اثنا عشریہ صفحہ [4] سیرۃ النبیؐ جلد اول صفحہ ۳۰۲ و ۳۷۳۔

کی یہ پوری آیت تلاوت فرمائی۔ یا ایھا الناس انا خلقنٰکم من ذکر و انثیٰ و جعلنٰکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ (ترجمہ) اے لوگو ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تم کو خاندانوں اور قبائل میں تقسیم کیا تاکہ شناخت ہو سکے۔ بیشک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ اے قریش اے اہل مکہ جانتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا۔ انہوں نے کہا آپ اچھا سلوک کریں گے۔ کیونکہ آپ شریف ہیں۔ اور شریف کے بیٹے ہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا جاؤ تم سب آزاد ہو چھوڑے گئے۔

بیعت

اب تمام لوگ اسلام لانے کے لئے رسول اللہ صلعم کی بیعت کرنے مکہ میں جمع ہوئے۔ لہ آپ مقام صفا پر بیعت لینے تشریف لے گئے تھے۔ لوگ جوق جوق آکر بیعت کرتے جاتے تھے۔ مکہ کا فتح ہونا خانۂ کعبہ کے بتوں کا ٹوٹنا گویا تمام ملک عرب کے بتوں کا ٹوٹنا تھا۔ اسی طرح قریش مکہ کا اسلام میں داخل ہونا اور اسلام کی اطاعت کرنا سارے ملک کا مطیع ہو جانا تھا۔ کسی کو زبردستی اسلام میں داخل کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ پھر منادی کرائی گئی کہ جو لوگ مسلمان ہو گئے ہیں وہ اپنے گھروں میں کوئی بت باقی نہ رہنے دیں۔ پھر آپ نے نواح مکہ کے بتوں کو توڑنے کے لئے اور بت خانوں کو مسمار کرنے کے لئے چھوٹے چھوٹے دستے روانہ کئے۔ جنھوں نے بخوبی اس کام کو انجام دیا۔

غزوۂ ہوازن یا حُنین شوال ۸ھ

حضرت عروہ بن زبیرؓ سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلعم نے صرف نصف ماہ قیام فرمایا۔ پھر آپ کو معلوم ہوا کہ ہوازن اور ثقیف آپ سے لڑنے کے لئے حُنین میں فروکش ہیں۔ جو ذوالمجازؔ[1] کے پہلو میں ایک وادی تھی۔ ۲ھ

اسلام کو جس قدر فتح ہوتی جاتی تھی ہوازن و ثقیف زیادہ مضطرب ہوتے تھے۔ ان کی ریاست و امارت کا خاتمہ ہوا جاتا تھا۔ فتح مکہ سے پہلے ہوازن کے رؤسائے عرب کا دورہ کرکے ہر جگہ مخالفت اسلام کا جوش پھیلانے میں سال بھر کوشش کی۔ ۳ھ

اس سے قبل جب اُن کو رسول اللہ صلعم کے مدینہ منورہ سے روانگی کی اطلاع ملی تھی۔ وہ اس اندیشہ سے کہ رسول اللہ صلعم اُن کے مقابلے پر آ رہے ہیں اپنے مقامات پر جمع ہو گئے تھے۔ مگر جب اُن کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلعم مکہ میں ہیں تو وہ آپ سے لڑنے کے لئے خود بڑھے اور اپنے اہل و عیال مال و اسباب اور مویشی بھی اپنے ساتھ لائے تھے۔ بنی نصر کا مالک بن عوف اُس وقت ہوازن کا رئیس تھا۔ ثقیف بھی اُس کے ہمراہ تھے۔ جب رسول اللہ صلعم کو مکہ میں معلوم ہوا کہ یہ قبایل آپ سے لڑنے کے لئے بنی نصر کے مالک بن عوف کی قیادت میں حُنین تک بڑھ آئے ہیں تو آپ خود مکہ سے اُن سے حُنین پر مقابلہ کرنے کے لئے بڑھے۔ ۴ھ

عبداللہ بن حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم مکہ سے روانہ ہوئے۔ اُس وقت آپ کے ہمراہ علاوہ اُن دس ہزار صحابہؓ کے جو فتح مکہ میں شریک تھے دو ہزار اور اہل مکہ بھی شریک تھے۔ ۵ھ

---

[1] **نوٹ**۔ ذُوالمجاز (عرب کا مشہور بازار) عرفہ سے تین میل ہے۔ ہوازن اُس کے ایک بڑے قبیلہ کا نام جس کی بہت سی شاخیں ہیں۔

لہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۱۶۴۲ و ۱۶۴۴ ۲ھ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۱۶۵۴ و ۱۶۵۳ ۳ھ زرقانی و سیرۃ النبیؐ جلد اول صفحہ ۴۸۴ و ۴۸۵ ۴ھ طبری جلد اول حصہ سوم ۱۶۵۴ و ۱۶۵۶ -

وادیٔ حُنین کا رُوح فرسا واقعہ

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ جب ہم وادیٔ حُنین کے سامنے آئے تو تہامہ کی وادیوں میں ایک نہایت گہری وادی میں اُترے اُتار اس قدر سیدھا تھا ہم خود بخود بلا اختیار اُس میں اُترتے چلے گئے۔ یہ تڑکے کا وقت تھا۔ دشمن ہم سے قبل اِس وادی میں آکر اُس کے پُر پیچ و خم نشیبوں اور موڑوں میں ہماری تاک میں گھات لگائے ہوئے بیٹھا ہوا تھا۔ اور جنگ کے لئے پوری طرح تیار و مسلح اور آمادہ تھا۔ ہم بے خبر اُس میں اُتر رہے تھے کہ اچانک دشمن کے دستوں نے کمین گاہوں سے برآمد ہو کر یک جان ہم پر حملہ کر دیا۔ ہم مقاومت نہ کر سکے۔ سب کے سب بھاگ گئے۔ کوئی کسی کو مڑ کر نہ دیکھتا تھا۔ رسُول اللہ صلعم وادی کی داہنی جانب ایک سمت ہٹ کر ٹھہر گئے اور آپ نے سب کو للکارا کہ کہاں جاتے ہو۔ میرے پاس آؤ میں رسُول اللہ صلعم اور محمد بن عبد اللہ یہاں موجود ہوں مگر اس کا بھی کچھ اثر نہیں ہوا کہ اونٹ پر اونٹ چڑھا جاتا تھا عجیب افراتفری تھی سب لوگ چلدئے آپ کے پاس مہاجرینؓ وانصارؓ میں سے کچھ لوگ اور آپ کے رشتہ دار ٹھہرے رہے۔ [۱]

حضرت زبیرؓ کی استقامت

دوسری روایتوں میں ہے کہ غزوۂ حُنین میں بارہ[۱۲] ہزار کی جماعت میں سے صرف اسّی اصحاب ثابت قدم رہے۔ جن میں حضرت زبیرؓ بھی تھے۔ [۲]

شکست کے اسباب

سیرۃ النبیؐ میں اس شکست کے اسباب کے بارے میں تحریر ہے کہ :-

(۱) کفار نے جنگ گاہ میں پہلے پہنچ کر مناسب مقامات پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور تیر اندازوں کے دستے پہاڑ کی گھاٹیوں کھوؤں اور دروں میں جما دئے تھے۔

(۲) فوجِ اسلام نے صبح کے وقت جب کہ خُوب اُجالا نہیں ہوا تھا حملہ کیا۔

(۳) میدانِ جنگ اِس قدر نشیب میں تھا کہ پاؤں جم نہیں سکتے تھے۔ حملہ آوروں کا بڑھنا تھا کہ سامنے سے ہزاروں فوجیں ٹوٹ پڑیں۔ اِدھر کمین گاہوں سے تیر اندازوں کے دستے نکل آئے اور تیروں کا منہ برسا دیا۔ مقدمتہ الجیش ابتری کے ساتھ بےتابو ہو کر پیچھے ہٹا۔ اور پھر تمام فوج کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ فوج میں دو ہزار وہ لوگ بھی تھے جو ابھی اسلام لائے تھے۔ [۳]

مقدمتہ الجیش میں جو حضرت خالد ابن الولیدؓ کی افسری میں تھا زیادہ تر فتح مکہ کے جدید الاسلام نوجوان تھے۔ جو جوانی کے غرور میں اسلحۂ جنگ پہن کر نہیں آئے تھے۔ [۴]

ہوازن قدر اندازی میں تمام عرب میں جواب نہیں رکھتے تھے۔ میدانِ جنگ میں اُن کا ایک تیر بھی خالی نہیں جاتا تھا۔ حضرت براءؓ سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ کیا تم لوگ حُنین کے دن بھاگ گئے تھے۔ فرمایا نہیں۔ خدا کی قسم رسُول اللہ صلعم نے پشت نہیں پھیری تھی۔ بات یہ تھی کہ کچھ جوان سُباک دست نہ تھے۔ صحابیؓ جن کے پاس ہتیار نہ تھے نکل کر میدان میں آئے اور ہوازن کی ایسی جماعتوں سے مقابلہ ہوا جو بے حد قدر انداز تھی جب مقابلہ ہوا تو اُنہوں نے تیروں پر رکھ لیا۔ اُن کا کوئی تیر خطا نہیں جاتا تھا۔ اُس وقت دشمن رسُول اللہ صلعم کی طرف ٹوٹ پڑے۔ حضور صلعم سفید خچر پر سوار تھے۔ [۵]

---

[۱] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۴۵۶ و ۴۵۷ [۲] تاریخ الامت صفحہ [۳] سیرۃ النبیؐ حصہ اول صفحہ ۴۸۸ [۴] صحیح بخاری باب الجہاد۔ [۵] صحیح مسلم جلد دوم کتاب الجہاد۔

ابوسفیانؓ[1] بن حارث بن عبدالمطلب لگام پکڑے ہوئے اسے چلا رہے تھے۔ حضور صلعم نے یہ حالت ملاحظہ فرمائی تو اُتر کر رجز پڑھی۔ انا النبی لا کذب انا عبد المطلب۔ میں نبی ہوں اس میں جھوٹ نہیں ہے۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ اس کے بعد حضور صلعم نے مسلمانوں کی صف بندی کی۔[1]

حنین کی جنگ میں حضرت زبیرؓ کی بے نظیر شجاعت و جان بازی

حضرت زبیرؓ جب گھاٹی کے قریب پہنچے تو دشمن کے ایک شخص نے اپنے ساتھیوں سے پکار کر کہا کہ لات و عزیٰ کی قسم یہ طویل القامت شخص یقیناً زبیرؓ ہے۔ تیار ہو جاؤ۔ اس کا حملہ نہایت ہی خطرناک ہوتا ہے۔ ابھی یہ جملہ ختم نہیں ہوا تھا کہ ایک زبردست جمعیت نے اچانک حملہ کر دیا۔ حضرت زبیرؓ نے نہایت پھرتی اور تیز دستی کے ساتھ اس آفت ناگہانی کو روکا اور اس قدر شجاعت و جانبازی سے لڑے کہ گھاٹی کفار سے بالکل پاک و صاف ہو گئی۔ حنین کی لڑائی میں حضرت زبیرؓ اپنی بہادری میں خاص طور پر مشہور ہوئے۔[5]

غرض کہ لڑائی کی صورت بگڑ کر پھر بن گئی اور وادی سے ہٹ کر دشمن کی شکست یافتہ فوج اوطاس اور طایف میں جمع ہوئی۔ اوطاس میں شکست کھا کر وہ طایف میں آ گئے۔ یہاں پہلی بار مسلمانوں نے آلات قلعہ شکن اور منجنیق کا استعمال کیا۔ بیس روز تک طایف کا محاصرہ رکھا۔ بالآخر ان شکست یافتوں کا پیچھا چھوڑ دیا گیا۔ اور اس کی فتح کو ضروری نہ سمجھ کر محاصرہ اُٹھا لیا۔

حضرت زبیرؓ کی ۸ھ میں ایک اور مہم پر ماموری

اسی سال ۸ھ میں رسول مقبول صلعم نے الزبیرؓ بن العوامؓ کو ایک فوج کے ساتھ مالک بن عوف النصری کی تلاش میں روانہ کیا۔ یہ حنین کے دن قبیلۂ قیس کا سردار تھا۔ چنانچہ حضرت زبیرؓ نے اسے حضرت ابوقتادہؓ کے انتقام میں قتل کر ڈالا۔[2]

حضرت زبیرؓ کے بھتیجے کی شہادت

جنگ حنین میں بنی اسد بن عبدالعزیٰ میں سے حضرت زبیرؓ کے بھتیجے یزیدؓ بن زمعہ بن الاسود بن مطلب بن اسد شہید ہوئے۔ ان کا گھوڑا "جناح" جنگ میں بدک گیا جس سے وہ گر پڑے اور شہید کر دیے گئے۔[3]

غزوۂ تبوک رجب ۹ھ

رجب میں رسول اللہ صلعم نے غزوۂ تبوک فرمایا جو ملک شام میں دمشق کے متصل واقع ہے۔ تبوک اور مدینہ کے درمیان نوے ۹۰ فرسنگ یعنی بارہ ۱۲ منزلوں کی مسافت ہے۔[4]

اس وقت سخت قحط اور شدت کی گرمیاں تھیں جس کی وجہ سے لوگوں کو گھر سے نکلنا نہایت شاق تھا۔ منافقین جو بظاہر اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے۔ اُن کا پردہ فاش ہو چلا۔ وہ خود بھی جی چراتے تھے اور دوسروں کو بھی منع کرتے تھے کہ گرمی میں نہ نکلو۔ آنحضرت صلعم نے عیسائیوں کی فوج کے سیلاب عظیم کو روکنا بہت ضروری خیال فرمایا۔ اس لئے زادِ راہ سواری اور سلاحِ جنگ کی تیاری کے لئے چندہ کی اپیل فرمائی۔ سب نے یہاں تک کہ جو لوگ بہت غریب تھے۔ اُنہوں نے بھی

---

[1] **نوٹ**۔ حضرت براءؓ کی مندرجہ بالا روایت حضرت جابرؓ سے مروی لکھی ہے اور صفحہ ۲۵۸ پر حضرت عباسؓ کی روایت ہے کہ میں لگام پکڑے ہوئے تھا۔ بعض کتابوں میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو حضور اکرم صلعم نے مسلمانوں کو واپس بلانے کا حکم دیا اور اُن کی آواز پر مسلمان پلٹ آئے۔ (تاریخ الامت)۔

---

[1] ترجمہ صحیح مسلم جلد دوم کتاب الجہاد والسیر صفحہ ۹۷ و ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۹۰۴ [2] کتاب المحبر صفحہ ۱۲۴ [3] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۴۶۲ [4] التنبیہ والاشراف مسعودی صفحہ ۹۹۔ [5] تذکرہ حضرت زبیرؓ۔ ڈرائی فیملی از زبیرؓ۔

اُن سے جو کچھ ہوسکا نذر گذرانا۔ اس غزوہ میں آنحضرت صلعم کے ساتھ تیس[۳۰] ہزار کی جمعیت تھی جس میں گھوڑے دس[۱۰] ہزار اور اُونٹ بارہ[۱۲] ہزار تھے۔ دشمن آپ کی آمد کی خبر سُن کر اِدھر اُدھر چلے گئے۔ کوئی مقابلہ پر نہ آیا۔

رسُول اللہ صلعم تبوک پہنچے۔ یوحنا (یحنّہ) بن رُوبہ[ه] ایلہ کا رئیس آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اُس نے جزیہ دے کر آپ سے صلح کرلی۔

حضرت زبیرؓ کی والدہ کا حضرت اُم کلثومؓ کی میت کو غسل

اس سال ماہ شعبان میں رسُول اللہ صلعم کی صاحبزادی حضرت اُم کلثومؓ کا انتقال ہوا۔ جن کو حضرت اسماءؓ بنت عمیس اور حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب والدہ ماجدہ حضرت زبیرؓ نے غسل دیا نیز چند انصاری عورتیں بھی اُن کے غسل میں شریک تھیں۔ [۱]

حجۃ الوداع سنہ ۱۰ھ

جب آنحضرت صلعم نے مکہ فتح کرلیا اور قریش مطیع ہوگئے تو تمام عرب نے اطاعت قبول کرلی۔ اور اسلام کے حلقے میں آگئے۔ [۲]

رسُول اللہ صلعم کو خدا نے جو کام سپرد کیا تھا وہ آپ انجام دے چکے تھے۔ تو اب خدا کا یہ پیغام آیا۔

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِيْنِ اللهِ أَفْوَاجاً فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ٥ (ترجمہ) جب خدا کی مدد اور فتح آگئی اور تونے لوگوں کو جوق جوق دین میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا تو حمد کے ساتھ اپنے رب کی تسبیح کر اور اُس سے استغفار کر بیشک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ [۳]

اسی عرصہ میں رسُول اللہ صلعم کو اطلاع دی گئی تھی کہ اب تمہارا کام ختم ہوگیا اور آخرت کا سفر درپیش ہے۔ آپ خدا کی مرضی کے تابع اور اُس کی رضا میں راضی تھے۔ پیغام آتے ہی آپ حق سے ملنے کو تیار ہوگئے۔

ذی قعدہ میں پانچ شبیں باقی ہی تھیں کہ رسُول اللہ صلعم (معہ تمام صحابہؓ کے) حج کے لئے روانہ ہوئے۔ قربانی کے لئے آپ نے ساٹھ[۶۰] اُونٹ ساتھ لئے تھے اس تعداد میں کمی بیشی بھی بیان کی گئی ہے۔ جب آنحضرت صلعم مقام سرف پر پہنچے تو حکم دیا کہ بہ استثناء اُن لوگوں کے جو قربانی کے جانور ساتھ لائے ہیں اور حدود مکہ کے اندر آگئے ہیں باقی سب لوگ عمرہ کی نیت کریں۔ [۴]

ارشاد نبوی صلعم

رسُول اللہ صلعم نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ اور آپ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ "جس کے پاس کوئی امانت ہو اُسے چاہیئے کہ وہ امانت رکھوانے والے کو واپس کردے ہر قسم کا سُود ساقط ہے۔ البتہ اصل رقم جو تمہاری ہے وہ تم کو ملنا چاہیئے تاکہ نہ تم پر ظلم ہو اور نہ دوسروں پر ظلم ہو۔ اللہ نے فیصلہ کردیا ہے کہ سُود قطعی ساقط ہے۔ (چنانچہ) عباسؓ بن عبدالمطلب کا تمام سُود قطعی ساقط ہے۔ اسی طرح جاہلیت میں جتنے خُون ہوئے ہیں وہ سب ساقط ہیں۔ اُن کا ہرگز انتقام نہ لیا جائے اور سب سے پہلے میں ابن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب کا خُون معاف کرتا ہوں۔ (اس کا واقعہ یہ ہے کہ یہ شیرخوار بچہ بنی لیث کے یہاں پرورش پارہا تھا۔ بنی ہذیل نے اُسے قتل کردیا)۔ میں اس بچے کے خون کی معافی سے ابتدا کرتا ہوں کہ وہ ساقط کیا جاتا ہے۔ اے لوگو اچھی طرح میری بات سمجھ لو اور غور سے سُن لو میں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ اور تم میں وہ چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر اُس پر عمل کرتے رہو گے تو کبھی راہِ راست سے نہ بہکو گے اور وہ اللہ کی کتاب اور اُس کے رسُول صلعم کی سنت ہے۔ اے لوگو میری بات کو اچھی طرح سُن لو۔ میں نے اللہ کا پیام پہنچا دیا۔ اچھی طرح سمجھ لو ہر مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ اور تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ کسی شخص کے لئے اپنے بھائی

---

[۱] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۵۰۸ [۲] تنبیہ و اشراف صفحہ ۱۰۸ [۳] طبری صفحہ ۵۶۷ [۴] تنبیہ و اشراف صفحہ ۱۰۹ - [ه] یہ مقام خلیج عقبہ کے پاس ہے۔ ایلہ کے رئیس نے حضور اکرم صلعم میں ایک سفید خچر پیش کیا تھا۔ جس پر اُس کو رداء مبارک عنایت فرمائی گئی تھی۔ (زرقانی)

کی چیز زبردستی لینا جایز نہیں۔ لوگو سنو! اس کے جو وہ اپنی مرضی سے دے اپنے اوپر ظلم نہ کرنا۔ اے اللہ کیا میں نے تیرا پیام پوری طرح پہنچا دیا۔" بیان کیا گیا ہے کہ آپ کے اس قول پر تمام مسلمانوں نے کہا بیشک آپ نے اللہ کا پیام پہنچا دیا۔ رسول اللہ نے فرمایا خدا وندا تو شاہد رہ۔ [1]

اُسی وقت خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (ترجمہ) آج میں نے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا۔

حج سے فارغ ہونے کے بعد رسول اللہ صلعم اسی ماہ ذی الحجہ میں مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ اس حج میں بقول بعض ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہؓ شریک تھے۔ (حضرت زبیرؓ بھی جو کسی موقع پر آنحضرت صلعم سے جدا نہیں ہوئے تھے شریک تھے) اس حج کا نام حجۃ الوداع ہے کیونکہ رسول اللہ صلعم نے اس میں لوگوں کو وداع فرمایا اور اس کے بعد آپ کو حج کرنے کا اتفاق پیش نہیں آیا۔ [2]

عہد نبوت کی آخری مہم ۱۱ھ

رسول اللہ صلعم نے ماہ صفر میں اسامہ بن زیدؓ کو علاقہ بلقاء و اذرعات و موتہ میں بھیجنے کی تیاری فرمائی۔ یہ علاقے ملک شام میں (اُن دنوں) دمشق کے تابع تھے۔ حضرت اسامہؓ کی عمر اُس وقت اٹھارہ برس کی تھی۔ اور اُن کو اپنے والد (حضرت زیدؓ) کا انتقام لینا تھا۔ اس مہم میں عمرؓ بن الخطاب۔ زبیرؓ بن العوام اور ابو عبیدہؓ بن الجراح بھی شامل تھے۔ لیکن اس امر میں اختلاف ہے کہ ابو بکرؓ کے بھیجنے کی اس میں تجویز تھی یا نہیں۔

حضور صلعم کا وصال

روانگی مہم کا سامان ہو ہی رہا تھا کہ رسول اللہ صلعم انتقال فرما گئے۔ مرض الموت میں بھی آپ فرماتے تھے کہ اسامہؓ کی فوج کی تیاری کرو۔ [3]

حضرت عروہ بن الزبیرؓ سے مروی ہے کہ آپ اپنے مرض الموت میں محرم کی آخری تاریخوں میں بیمار پڑے تھے۔ واقدی کا بیان ہے کہ صفر کے ختم ہونے میں دو راتیں باقی تھیں کہ آپ مرض الموت میں گرفتار ہوئے۔ اور اس بات پر سب کا اجماع ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ماہ ربیع الاول میں دوشنبہ کے دن رحلت فرمائی۔

مسئلہ خلافت

مسجد نبوی میں آنحضرت صلعم کے کفن دفن کی باتیں ہو رہی تھیں۔ کہ خبر پہنچی سقیفہ بنی ساعدہ (چوپال) میں انصارؓ مجتمع ہیں۔ اور وہ سب حضرت سعد بن عبادہؓ کی بیعت کیا چاہتے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے یہ سنا کہ مسئلہ خلافت میں خانہ جنگی کی صورت درپیش ہے تو وہ حضرت علیؓ کو آنحضرت صلعم کی تجہیز و تکفین کے لئے چھوڑ کر ابو عبیدہ بن الجراحؓ اور حضرت عمرؓ کو اپنے ہمراہ لے کر جلسہ میں جا پہنچے۔ ابو بکرؓ جن کے ساتھ عمرؓ اور ابو عبیدہؓ تھے۔ انصارؓ کے پاس آئے اور اُن سے پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے۔ انصارؓ نے کہا اچھا ہم میں سے ایک امیر ہو اور ایک تم میں سے۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا نہیں بلکہ ہم امیر ہوں اور تم وزیر رہو۔ اس کے بعد ابو بکرؓ نے کہا عمرؓ اور ابو عبیدہؓ میں سے جس کو چاہو امیر بنا لو میں اس پر خوش ہوں۔ کیونکہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ کچھ لوگ رسول اللہ صلعم کے پاس آئے اور انہوں نے ایک درخواست کی کہ آپ ایک امین ہمارے ساتھ کر دیں۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا مناسب ہے میں تمہارے ساتھ ایک ایسے امین کو بھیجتا ہوں جو واقعی امین ہے۔ اور آپ نے ابو عبیدہؓ کو اُن کے

---

[1] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۱۲۳ و ۵۳۳ [2] تنبیہ و اشراف مسعودی ص ۱۱۰ [3] تنبیہ و اشراف مسعودی صفحہ ۱۱۴۔

ساتھ کر دیا۔ اس لئے میں ابو عبیدہ رض کی امارت کو تم سب کے لئے پسند کرتا ہوں۔ اس پر عمر رض نے کھڑے ہو کر کہا کہ تم میں کون شخص اس بات کو پسند کرے گا کہ وہ اس شخص کو موخر کرے جسے رسول اللہ صلعم نے مقدم کیا ہے۔ یہ کہہ کر عمر رض نے ابوبکر رض کی بیعت کی اور سب لوگوں نے ان کی بیعت کر لی۔

حضرت زبیر رض حضرت علی رض کی حمایت پر۔

حضرات انصار رض کے دعوائے خلافت کے علاوہ جوا وپر مذکور ہوا جو قریش میں سے بھی بنی ہاشم اور کچھ صحابہ رض حضرت علی رض کی خلافت کی طرف راغب تھے۔ چنانچہ ابوالفدا نے لکھا ہے کہ حضرت زبیر رض بن العوام عتبہ بن ابی لہب۔ خالد بن سعد۔ مقداد رض بن عمر۔ سلمان رض فارسی۔ ابوذر غفاری۔ عمار رض بن یاسر۔ براء رض بن عازب۔ ابی بن کعب رض یہ سب حضرت علی رض کے ہمراہ تھے۔

امام مالک رح کی روایت حضرت عمر رض کی زبانی فتح الباری میں ہے۔ وان علیاً والزبیر ومن کان معہما تخلفوا فی بیت فاطمۃ بنت رسول اللہ۔ (ترجمہ) علی رض اور زبیر رض اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے وہ حضرت فاطمہ رض کے گھر میں ہم سے الگ ہو کر جمع ہوئے۔

حضرت زبیر رض حضرت علی رض کی حمایت میں شمشیر بکف۔

سقیفہ بنی ساعدہ میں بحث ہو چکی تھی۔ اور دوسرے دن بحث عام کی بھی تکمیل ہو گئی۔ صرف بنی ہاشم الگ رہے۔ جن میں حضرت زبیر رض بھی تھے۔ علی رض اور زبیر رض بیعت کرنے نہیں آئے۔ حضرت زبیر رض نے اپنی تلوار نیام سے نکال لی۔ اور کہا تاوقتیکہ علی رض کی بیعت نہ کی جائے میں تلوار نیام میں نہیں رکھوں گا۔ [1]

حضرت زبیر رض کی بیعت حضرت صدیق اکبر رض سے

شاہ ولی اللہ صاحب رح ازالۃ الخلفا میں لکھتے ہیں کہ جب ابوبکر صدیق رض ممبر پر کھڑے ہوئے اور نظر فرمائے قوم میں علی مرتضیٰ رض کو نہ پایا۔ تو ان کی بابت دریافت کیا۔ چند انصار رض جا کر ان کو ہمراہ لائے تب صدیق اکبر رض نے فرمایا۔ اے رسول خدا صلعم کے چچا زاد بھائی اور داماد کیا مسلمانوں کی جماعت کو متفرق کرنا چاہتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا۔ اے خلیفہ رسول اللہ رض ملامت نہ کیجئے اور بیعت کر لی۔ اسی طرح حضرت زبیر رض بن العوام کو نہ پایا تو ان کو بلوایا۔ اور کہا اے رسول اللہ صلعم کے پھوپھی زاد بھائی اور ان کے حواری۔ کیا تم مسلمانوں میں تفریق کرنا چاہتے ہو۔ انہوں نے کہا۔ اے خلیفہ رسول اللہ صلعم ملامت نہ کیجئے اور بیعت کر لی۔

ثم لم یری الزبیر بن العوام فدعا بہ حتی جاءبہ فقال یا ابن عم رسول اللہ وحواریہ اردت ان تشق عصا المسلمین۔ فقال الزبیر لا تثریب یا خلیفۃ الرسول اللہ مثل قولہ فبایعہ ۵

حضرت زبیر رض وغیرہ کے حضرت صدیق اکبر رض کی اول اول بیعت نہ کرنے کی وجہ۔

روایت ہے کہ مہاجرین رض میں حضرت زبیر رض حضرت طلحہ رض اور حضرت علی رض نے حضرت صدیق اکبر رض کے ہاتھ پر اس شکایت کی بنا پر چالیس رح روز تک بیعت نہیں کی کہ سقیفہ بنی ساعدہ کی بیعت میں ہم کو کیوں شریک نہیں کیا گیا۔ جب حضرت صدیق رض نے فرمایا۔ میں وہاں بیعت لینے نہیں گیا تھا۔ لوگوں نے جو بالاتفاق میرے ہاتھ پر بیعت کی اگر اس سے انکار کرتا تو خطرہ بڑھ جاتا۔ اس عجلت میں تم کو کیسے بلواتا۔ یہ سن کر ان بزرگوں نے بیعت کر لی۔ [2]

---

[1] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ... [2] طبقات ابن سعد صفحہ

حضرت زبیرؓ کو حضور اکرم صلعم کی عطیہ جاگیریں

حضور اکرم صلعم نے بنو قریظہ اور بنی نضیر کے نخلستان اور کھیت مہاجرینؓ و انصارؓ پر تقسیم فرما دئے تھے۔ خیبر کی تھوڑی زمین اپنے واسطے رکھ کر باقی کو بھی تقسیم فرما دیا تھا۔ ان ہر سہ مقامات پر جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں اور مدینہ منورہ میں حضرت زبیرؓ کو بہت وسیع جاگیریں عطا فرمائی تھیں۔

عبید اللہؓ بن عبد اللہ بن عتبہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے جب مدینہ میں مکانوں کی حد بندی کی تو زبیرؓ کے لئے زمین کا بڑا ٹکڑا مقرر کیا۔

اسماء بنت ابی بکرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے زبیرؓ کو ایک کھجور کا باغ جاگیر میں دیا۔

ہشام بن عروہؓ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ نبی صلعم نے زبیرؓ کو ایک زمین عطا فرمائی جس میں کھجور کے درخت تھے۔ یہ زمین بنی النضیر کے اموال میں سے تھی۔

فرمان آنحضرت برائے عطائے جاگیر حضرت زبیرؓ

رسول اللہ صلعم نے تحریر فرمایا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ محمد رسول اللہ صلعم کی جانب سے زبیرؓ بن العوام کے نام ہے۔ میں نے انہیں شورق کا بلند و پست حصہ عطا کر دیا۔ اس میں کوئی ان سے مزاحمت نہ کرے بقلم علی۔ [۱]

حضرت زبیرؓ پر شفقت نبویؐ

ایک بار آنحضرت صلعم نے حکم دیا کہ جہاں تک گھوڑا دوڑ سکے وہ زمین ان کی جاگیر میں داخل ہوگی۔ چنانچہ حضرت زبیرؓ نے گھوڑا دوڑایا۔ جب گھوڑا ایک خاص حد پر پہنچکر رک گیا تو آپ نے اپنا کوڑا پھینکا جس نقطہ پر کوڑا گرا وہ ہی آپ کی جاگیر کا رقبہ قرار پایا۔

عربوں کا دستور تھا کہ جب کوچ کرتے ہوئے منزل پر پہنچتے تو دور سے اپنے اپنے کوڑے پھینکدیتے۔ جہاں جس کا کوڑا گرتا وہ وہیں پڑاؤ کرتا۔ ابو داؤد سے ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ صلعم نے الزبیرؓ کو گھوڑا دوڑانے اور کوڑا پھینکنے کا حکم دیا۔ انہوں نے گھوڑا دوڑایا اور کوڑا پھینکا۔ جہاں کوڑا گرا وہ ہی ان کی جاگیر کا رقبہ قرار پایا۔ [۲]

حضرت زبیرؓ کا ایک انصاریؓ سے تنازعہ اور آنحضرت کا حضرت زبیر کے حق میں فیصلہ

فتح خیبر کے بعد رسول اللہ صلعم نے اس کی زمین مجاہدین پر تقسیم فرما دی تھی۔ حضرت زبیرؓ کو بھی اس میں سے ایک وسیع اور سرسبز قطعہ ملا تھا۔ اس کے علاوہ مدینہ کے اطراف میں بھی آپ کے کھیت تھے جن کو آپ خود آباد کرتے تھے۔ کبھی کبھی آبپاشی کے متعلق دوسرے کھیت والوں سے جھگڑا بھی ہو جاتا تھا۔ چنانچہ ایک روز حضرت زبیرؓ کے کھیت میں آبپاشی کے متعلق ایک انصاریؓ سے جھگڑا ہو گیا۔

حضرت عروہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ پتھریلی زمین میں پانی کا نالہ تھا جس سے لوگ کھجور کے درختوں کو پانی دیا کرتے تھے۔ پانی دینے کے متعلق ایک انصاریؓ کا حضرت زبیرؓ سے جھگڑا ہو گیا۔ حضور صلعم نے فرمایا کہ زبیرؓ پہلے تم دستور کے موافق پانی دو۔ پھر اپنے ہمسایہ کی طرف چھوڑ دو۔ انصاری کہنے لگا۔ بات یہ ہے کہ زبیرؓ آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں۔ یہ سن کر آنحضرت صلعم کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ اور فرمایا۔ زبیرؓ اپنے درختوں کو پانی دے کر روک رکھو۔ یہاں تک کہ پانی منڈیر تک پہنچ جائے۔ حضور اقدس صلعم نے حضرت زبیرؓ کو پورا پورا حق دلوادیا

---

[۱] ترجمہ طبقات ابن سعد جز ثالث صفحہ ۳۴۳ و ۳۴۴ ومجموعہ الوثائق السیاسیہ عربی صفحہ ۱۹۲ از ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب [۲] فتوح البلدان بلاذری صفحہ الف۔ اس کو شحاد ذی بھی لکھا گیا ہے یہ بنی نضیر کا علاقہ تھا۔

حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم یہ آیت اسی قصہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ حضور صلعم نے یہ فرمایا تھا کہ پانی کو بند باندھ کے رکھو۔ یہاں تک کہ منڈیر تک پہنچ جائے۔ اس کا اندازہ انصارؓ نے اور دیگر اشخاص نے ٹخنوں تک پانی کا کیا ہے۔ [1]

حضرت زبیرؓ اور کتابت رسول اللہ صلعم

حضرت زبیرؓ نے آنحضرتؐ کی کتابت کا کام بھی کیا ہے۔ علامہ مسعودیؒ لکھتے ہیں کہ جو کاتب رسول اللہ صلعم کے روبرو ہوتا اسی سے کتابت کا کام لیا جاتا۔ دیگر خاص خاص لوگوں کو خاص خاص کاموں کی کتابت بھی تفویض تھی چنانچہ حضرت زبیرؓ بن العوام اور حضرت جہیمؓ بن الصلت یہ دونوں صاحب آمدنی زکوٰۃ اور صدقات کے کاتب تھے۔

علامہ مسعودیؒ نے تحریر فرمایا ہے۔ رسول اللہ صلعم کے کاتبوں میں ہم نے صرف انھیں صاحبوں کے نام لکھے ہیں جو استقلال کے ساتھ آپ کی کتابت کرتے رہے۔ اس فرض کے ادا کرنے میں مشغول رہے۔ اور ایک مدت دراز اس میں بسر کی۔ اور ان کی کتابت کے متعلق صحیح روایتیں بھی وارد ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے فقط ایک دو تین خطوط لکھے تھے۔ ان کے نام

---

[1] **رسول اللہ کے دوسرے کاتبین**۔ (۱) خالد بن سعید بن العاص بن امیہ بن عبدالشمس بن عبدالمناف پیش کے کاتب تھے۔ ہر قسم کے کام جو آنحضرت صلعم کو پیش آتے سب میں وہی کتابت کرتے۔ (۲) مغیرہ بن شعبہ (۳) حصین بن نمیر یہ دونوں صاحب آنحضرتؐ کی ضروریات لکھتے۔ (۴) عبداللہ بن الارقم بن عبدیغوث الزہری (۵) علاء بن عقبہ یہ دونوں صاحب قرض کے دستاویزیں اور ہر قسم کے شرائط و معاملات کے کاتب تھے۔ (۶) حذیفہ بن الیمان حجاز کی آمدنی کا تخمینہ (موازنہ) لکھتے تھے۔ (۷) معیقب بن ابی فاطمہ الدوسی منسوب بہ دوس بن عدنان بن عبداللہ بن زہران بن کعب الحارث بن کعب بن عبداللہ ابن مالک بن نضیر بن الازد۔ رسول اللہ صلعم کے مال غنیمت کی کتابت کرتے تھے۔ (۸) زید بن ثابت انصاری ثم الخزرجی کہ خاندان بنی غنم ابن مالک النجار کے تھے۔ بادشاہوں کو (منجانب رسول اللہ صلعم) خط لکھتے تھے۔ اور حضور نبویؐ میں خطوط کے جواب دیتے تھے۔ ان کا یہ بھی کام تھا کہ فارسی و رومی و قبطی و حبشی زبانوں کے خطوط کے رسول اللہ صلعم کے لئے ترجمے کرتے تھے۔ ان زبانوں کے جو لوگ اہل زبان تھے۔ ان ہی سے زید نے مدینہ میں یہ سب زبانیں سیکھی تھیں۔ (۹) حنظلہ بن الربیع بن صیفی الاسیدی التمیمی۔ حضور نبوی صلعم میں جب ان کاتبوں میں سے کسی شعبہ کا کوئی کاتب موجود نہ ہوتا تو ان کا کام انجام دیتے تھے۔ حنظلہ کاتب کے نام سے مشہور تھے۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں انہوں نے علاقہ دیار مصر کے شہر رُہا میں جسے اصطلاح فرنگ میں ایڈیسا کہتے ہیں اقامت کی اور وہیں انتقال کر گئے۔ (۱۰) عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے بھی رسول اللہ صلعم کی کتابت کی یہ بنی عامر بن لوی بن غالب کے خاندان میں تھے۔ (کچھ روز کتابت کرکے) مرتد ہو کر مکہ میں مشرکوں سے ملاپ کر لیا۔ لیکن فتح مکہ کے بعد از سر نو مسلمان ہو گئے۔ اور تا بہ مرگ اسلام پر قایم رہے۔ (۱۱) شرجیل بن حسنہ طالجنی نے بھی آنحضرت صلعم کی کتابت کی یہ قبیلۂ خندف کے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کندی تھے۔ خندفی نہ تھے۔ قریش کے ساتھ ان کی جماعت کا معاہدہ تھا۔ (۱۲) آبانؓ بن سعید (۱۳) علاء بن الحضرمی ان دونوں صاحبوں نے بھی کبھی کبھی پیش گاہِ نبوی صلعم میں کتابت کی ہے۔ (۱۴) وفاتِ نبوی صلعم سے چند مہینہ پیشتر معاویہؓ نے بھی آنحضرت صلعم کی کتابت کی ہے۔

[2] یہ عبداللہ حضرت عثمان غنیؓ کے رضاعی بھائی تھے۔ فتح مکہ میں آنحضرت صلعم نے ان کے لئے بھی حکم دیدیا تھا کہ جہاں ملیں قتل کر ڈالے جائیں پھر حضرت عثمانؓ کی سفارش سے معاف فرما دیا۔ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں عبداللہ بن سعد بن ابی سرح گورنر افریقہ ہو گئے۔

---

[1] صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۱۹۲ (ترجمہ صحیح مسلم جلد دوم کتاب الفضایل صفحہ ۲۶۹ [2] تنبیہ و اشراف مسعودی صفحہ ۱۲۴ (و ۱۲۵)۔

نظرانداز کردئے۔ کیونکہ اتنی سی بات پر وہ کاتب وحی کہلانے کے مستحق نہ تھے۔ اور نہ کاتبان حضرت نبویؐ کے ذیل میں اُن کا شمار ممکن تھا۔ [1]

رسول اللہؐ کا ایک فرمان بقلم حضرت زبیرؓ بن العوام۔

اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے بنی معاویہ بن جرول الطائیین کے لئے تحریر فرمایا کہ ان میں سے جو اسلام لائے۔ نماز کو قایم رکھے۔ زکواۃ دے۔ اللہ اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کرے۔ اموال غنیمت میں سے اللہ کا خمس اور نبی صلعم کا حصہ دے۔ مشرکین سے جدا رہے اور اپنے اسلام کی گواہی دے تو وہ اللہ اور رسولؐ کی امان میں بے خوف ہے۔ اسلام لانے کے وقت جو کچھ اُن کا تھا سب اُنھیں کا رہے گا۔ اور بھیڑ چرتے چرتے رات کو جہاں تک پہنچے۔ (وہ جگہ بھی اُنھیں کی ہے) کتب الزبیرؓ بن العوام۔ [2]

حضرت زبیرؓ کے عہد رسول اللہؐ کے دیگر مشاغل۔

(۱) غزوات میں شرکت۔ اور کتابت کے علاوہ مجرموں کی گردن مارنے کی خدمت بھی رسول اللہ صلعم کے حکم سے انجام دیتے تھے۔ حضرت علیؓ اور حضرت مقدادؓ نے بھی یہ خدمت انجام دی ہے۔ (۲) جاسوسی کی خدمت بھی انجام دیتے تھے۔ چنانچہ غزوۂ احزاب یا خندق میں آپ نے جان پر کھیل کر اس خدمت کو اِس طرح انجام دیا کہ بنو قریظہ کی خبر لانے کے صلہ میں حضور اکرم صلعم نے فداک ابی و امی (میرے باپ اور ماں تم پر قربان ہوں) فرمایا۔ (۳) کنانہ (یہودیوں کے سردار) نے اپنے مال کو چھپایا تو آنحضرت صلعم نے حضرت زبیرؓ کو متعین کیا کہ مال برآمد کریں۔ (۴) حضرت کعب بن مالکؓ نے قریش مکہ کو آنحضرت صلعم کی اُن پر حملہ کی اطلاع دہی کا خط بھیجا تو حضرت زبیرؓ کو آنحضرت نے اِس کار خاص پر مقرر فرمایا کہ وہ حضرت کعبؓ کے قاصد اور خط کو گرفتار کریں۔ (۵) قرآن مجید کی ترتیب پر بھی آپ مامور تھے۔

حضرت زبیرؓ فقہی احکام کے استنباط کے بھی مجاز تھے

حضور صلعم خود بھی اجتہاد فرماتے تھے۔ اور رائے و قیاس سے حکم دیتے تھے۔ اور صحابہؓ بھی اجتہاد کرتے تھے۔ اور رائے و قیاس سے کام لیتے تھے۔ چونکہ تمام اشخاص کی رائے اور قیاس کا اتحاد ممکن نہیں اس لئے استنباط میں اختلاف ہو جاتا تھا۔ یہ فقہ اسلام کی ابتداء ہے۔ اجتہاد کا اصول درحقیقت حضور صلعم کی ایجاد ہے۔

حضور صلعم کے وصال تک مسایل و قواعد و ضوابط تحریر میں نہیں آئے۔ جو کچھ تھا در سینہ تھا۔ حضور صلعم نے فرمایا تھا کہ مجھ سے سوائے قرآن کے اور کچھ نہ لکھو۔

حضور صلعم کی یہ احتیاط غالباً اس لئے تھی کہ کہیں قرآن کے ساتھ حدیث یا فقہی مسایل خلط ملط نہ ہو جائیں۔

استنباط مسایل کے معاملہ میں خلفائے راشدین نے کمال احتیاط سے کام لیا۔ جب کوئی مسئلہ پیش آتا تو پہلے اُس کے متعلق قرآن مجید میں تلاش کیا جاتا۔ ورنہ مجلس صحابہؓ میں پیش کر دیا جاتا۔ اگر کسی کو اس کے متعلق کوئی حدیث یاد ہوتی تو وہ بیان کرتا۔ اسی یہ

---

[1] اسی طرح قبیلہ طے سے جو معاہدہ ہوا اُس کو بھی حضرت زبیرؓ نے تحریر فرمایا تھا۔ علاوہ ازیں نجران کے عیسائیوں اور آنحضرت صلعم کے درمیان جو معاہدہ قرار پایا تھا اور جس کو تحریر میں لایا گیا اس پر دو صحابہ کرامؓ کی گواہیوں کے علاوہ حضرت زبیرؓ کے بھی گواہی کے دستخط تھے۔ (الوثایق السیاسیہ فی عہد نبوی والخلافت الراشدہ صفحات ۹۵ و ۱۷۱)۔

---

[2] تنبیہ و اشراف مسعودی صفحہ ۲۱۳ و ۲۲۵ و ترجمہ طبقات ابن سعد جز ثالث صفحہ ۳۷ و مجموعہ الوثایق السیاسیہ صفحہ ۱۹۲۔ از ڈاکٹر محمد حمید اللہ مطبوعہ قاہرہ

عمل درآمد ہوتا۔ ورنہ جماعت کے مشورے سے طے کیا جاتا۔ اِس مجلس کے صدر خود خلیفہ ہوتے تھے۔ اور اِس مجلس کے ارکان وہ اصحاب تھے۔ جن کا ادراک و فہم ضرب المثل تھا۔

رسُول کریم صلعم کے عہد تک کتاب و سنت و قیاس اصول اجتہاد تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کے عہد سے اُن میں اجماع کا اضافہ ہوا۔ حضرت عمرؓ کو جب کوئی مسئلہ پیش آتا تو وہ حضرت ابوبکرؓ کے فیصلہ کو بھی تلاش کرتے۔

حضرت عمرؓ کے زمانے میں اصول اجتہاد میں کتاب و سنت و قیاس و اجماع پر آثار سلف کا اور اضافہ ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ رسول اللہ صلعم کے وصال کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا۔ آپ کے اصحاب کی تعداد ایک لاکھ سے متجاوز تھی۔ تیس ہزار صحابہؓ مدینہ میں مقیم تھے۔ (مقدمہ ابن صلاح) اُن میں سے ہر ایک نے رسول کریم صلعم کے جمال جہاں آرا کی زیارت کی تھی۔ اور حضورؐ سے فیض حاصل کیا تھا۔ آپ کی زبان فیض ترجمان سے مسائل و نصائح سُنے تھے۔ آپ کے اعمال و افعال کو بغور دیکھا تھا۔ اُن میں سے ہر ایک دین کا سچا شیدائی اور خدا کا فرمان بردار بندہ تھا۔ اُن کی دیانت و تقوٰی پر کسی قسم کا شبہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ اپنی عبادت و معاملات و معاشرت کو سنت رسُول صلعم کے سانچے میں ڈھالنے کی پوری سعی کرتے تھے۔ بایں ہمہ فقہی احکام کے استنباط کا ہر ایک مجاز نہ تھا۔ چنانچہ حضرت زبیرؓ کے علاوہ اُس زمانے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ حضرت طلحہؓ اُم المومنین حضرت عائشہؓ حضرت سعد بن وقاصؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت زید بن ثابتؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت زید بن ثابتؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت انس بن مالکؓ حضرت ابو سعید خدری حضرت ابو ہریرہؓ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ حضرت عبادہ بن صامتؓ حضرت سلمان فارسیؓ حضرت جابر بن عبداللہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضرت عمران بن حصینؓ حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ حضرت معاذ بن جبلؓ حضرت ابی بن کعبؓ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ یہ اصحاب مجتہد تھے۔ انہیں کے فتوے چلتے تھے۔ یہی استنباط مسائل کرتے تھے۔ حالانکہ آنحضرت صلعم کی دیگر ازواج مطہرات مثل اُم المومنین حفصہؓ بنت حضرت عمرؓ حضور صلعم کے مشہور متقی صحابی حضرت ابوذرؓ رسول اکرم صلعم کے چچا حضرت عباسؓ مشہور مدبر و فاتح صحابی حضرت عمرو بن العاصؓ موجود تھے۔ مگر مذکورہ بالا حضرات کے سوا اور کسی کو فتویٰ و اجتہاد کی اجازت نہ تھی۔ باقی صحابہؓ مجتہد صحابہؓ سے مسایل دریافت کر کے عمل کرتے تھے۔ اگرچہ وہ خود خوب حدیث و قرآن سے واقف تھے۔ مگر جانتے تھے کہ نصوص کا سمجھنا اور نصوص سے استنباط کرنا ہر ایک کا کام نہیں۔ ؎۱

؎۱ سابقون الاولین صحابہؓ کی قدر و منزلت آنحضرت صلعم کے پاس

ابن اسحٰق سے مروی ہے کہ اپنے قیام مکہ کے زمانہ میں رسول اللہ صلعم نے بہت سی جماعتیں اطراف مکہ میں دعوت و اشاعت اسلام کے لئے روانہ کیں۔ ان میں سے کسی کو بھی آپ نے جنگ کی اجازت نہیں دی۔ ایک جمعیت حضرت خالدؓ کی تھی جن کو رسول اللہ صلعم نے زیرین تہامہ کو صرف داعی کی حیثیت سے بھیجا تھا۔ اور لڑنے کے لئے نہیں بھیجا تھا۔ انہوں نے بنو خزیمہ پر حملہ کر کے اُن کے بہت سے آدمی مار ڈالے۔ ؎۲

؎۱ سابقون الاولین کے نام حضرت زبیرؓ بن العوام حضرت سعد بن وقاصؓ حضرت طلحہ بن عبداللہؓ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ حضرت اسماء بنت عمیسؓ حضرت ابو سلمہؓ حضرت عثمان بن مظعونؓ حضرت عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب حضرت سعید بن زیدؓ اور اُن کی بیوی فاطمہؓ بنت خطابؓ حضرت اسماء بنت حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت عمار بن یاسر (باقی صفحہ ۱۰۹ پر)

؎۱ تاریخ الفقہ صفحہ ۱۶ تا ۱۸ ؎۲ ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۹۴۴۔

بنی خزیمہ کے ایک شخص سے مروی ہے کہ جب خالدؓ نے ہم کو ہتھیار رکھدینے کا حکم دیا۔ ہمارے ایک شخص جحدم نے کہا اے خزیمہ نہیں کیا ہوا ہے یہ خالدؓ ہے بخدا ہتھیار رکھدینے کے بعد سب قید کر لئے جاؤ گے۔ اور پھر سب مار ڈالے جاؤ گے میں تو ہرگز ہتھیار نہیں رکھوں گا مگر خود اس کی قوم کے لوگوں نے اسے پکڑ لیا۔ اور کہا جحدم کیا اپنے ہم سب کو مروانا چاہتے ہو سب لوگ اسلام لا چکے ہیں۔ لڑائی ختم ہو چکی ہے۔ اور اب عام امن و امان ہو گیا ہے۔ تمہارا اندیشہ بیکار ہے۔ ہر چند اس نے انکار کیا مگر ان لوگوں نے نہ مانا اور اس سے ہتھیار رکھوا ہی لئے اور تمام قوم نے خالدؓ کے کہنے پر ہتھیار رکھدیئے۔ ان کے [illegible] جانے کے بعد [illegible] نے ان کی مشکیں بندھوائیں اور [illegible] کر دیا۔ اس کی اطلاع جب رسول اللہ صلعم کو ہوئی آپ نے آسمان کی طرف [illegible] اور کہا [illegible] الولیدؓ کے اس فعل سے تیرے سامنے اپنے کو بری قرار دیتا ہوں۔ اس کے بعد آپ نے علیؓ بن ابی طالب کو بلا کر حکم دیا کہ تم ان لوگوں کے پاس جاؤ جن کو خالدؓ نے قتل کیا ہے اور ان کا کچھ فیصلہ کرو۔ جاہلیت کے خیالات کو ذہن میں نہ آنے دینا۔ علیؓ مکہ سے چل کر اس قبیلہ کے پاس آئے ان کے پاس روپیہ بھی تھا جسے رسول اللہ صلعم نے بھیجا تھا۔ علیؓ نے اس روپیہ سے ان کی جانوں کا خون بہا ادا کیا اور ان کی املاک کا تاوان ادا کیا۔ یہاں تک کہ کتّے کے پیالے کی بھی قیمت دی۔ جب تمام مطالبے بے باق ہو گئے اس کے بعد کچھ روپیہ علیؓ کے پاس بچ گیا۔ علیؓ نے ان سے پوچھا۔ اب تو تمہارا کوئی مطالبہ باقی نہیں۔ انہوں نے کہا نہیں۔ علیؓ نے کہا مگر میں رسول اللہ صلعم کے خیال سے تاکہ کسی بھول چوک کی ذمہ داری آپکی لاعلمی تک میں آپ پر باقی نہ رہ جائے یہ روپیہ جو مطالبات کی ادائی کے بعد بچ رہا ہے وہ بھی سب تم کو دیئے دیتا ہوں اس روپیہ کو دے کر علیؓ رسول اللہ صلعم کے پاس آ گئے اور آپ سے سارا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا تم نے ٹھیک کیا اور بہت اچھا کیا کہ ایسا سلوک ان لوگوں سے کیا۔ اس کے بعد آپ کھڑے ہو گئے اور قبلہ رُو ہو کر اپنے دونوں ہاتھ اتنے بلند کر کے کہ آپ کی بغلیں نظر آنے لگیں آسمان کی طرف اٹھائے اور تین مرتبہ فرمایا اے خداوند میں خالد بن الولیدؓ کے فعل سے تیرے سامنے اپنے کو قطعی بری الذمہ قرار دیتا ہوں۔ [1]

حضرت عبد اللہ بن ابی سلمہؓ سے مروی ہے کہ اسی واقعہ کے متعلق ایک دن خالد ابن الولیدؓ اور عبد الرحمن بن عوفؓ میں مباحثہ ہو گیا۔ حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ نے کہا تم نے جاہلیت کے رواج پر عمل کیا۔ حضرت خالدؓ نے کہا میں نے تمہارے باپ کا بدلہ لیا ہے۔ حضرت عبد الرحمن نے کہا یہ درست نہیں ہے۔ میں نے اپنے باپ کے قاتل کو قتل کر دیا تھا۔ اس وقت تم نے اپنے چچا فاکہہ بن المغیرہ کے خون کا بدلہ لیا ہے۔ اس گفتگو کی نوبت تلخ کلامی تک پہنچی۔ رسول اللہ صلعم کو اسکی اطلاع ہوئی آپ نے حضرت خالدؓ سے فرمایا خالدؓ خاموش رہو اور میرے صحابہؓ کے منہ نہ آؤ۔ بخدا اگر اُحد کے برابر تمہارے پاس سونا ہو اور تم اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرو جب بھی تم میرے صحابہؓ میں سے کسی ایک کی بھی فی سبیل اللہ کی اہمیت کی برابری نہیں کر سکتے۔ [2]

بقیہ سلسلہ صفحہ ۱۰۸ حضرت خباب ابن الارتؓ حضرت ارقمؓ حضرت صہیب رومیؓ یہ سابقون الاولین کہلاتے ہیں۔ ام المومنین حضرت خدیجہؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عثمان غنیؓ حضرت زید بن حارثؓ حضرت علیؓ سابق الایمان ہیں (شاہنامہ اسلام منظوم جلد اول صفحہ ۱۷۱)

سابق الایمان کے تحت حضرت عثمانؓ کا نام شاید حفیظ صاحب سہواً تحریر کر گئے ہیں کیونکہ جیسا ہم پہلے بیان کر آئے ہیں حضرت زبیرؓ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی شمولیت کے ساتھ پانچویں مسلمان اور انکی شمولیت کے بغیر چھٹے سابق الایمان مسلمان ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت زبیرؓ کے بعد اسلام قبول فرمایا تھا۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ تمام سابقون الاولین بزرگ سابق الایمان کے زمرہ میں شامل ہیں۔

---

[1] [2] ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۴۹ ۴ تا ۵۲ ۴

حضرت زبیرؓ کے کارنامے

خلافت حضرت ابوبکر صدیقؓ میں

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے خلافت پر متمکن ہونے کا اوپر ذکر آچکا ہے۔ اور یہ بھی کہ نبی صلعم نے اُسامہؓ بن زیدؓ کو امیر لشکر مقرر کیا تھا اور انہیں حکم دیا تھا کہ وہ اُسے لے کر شام کو جائیں۔ اس لشکر میں مدینہ والے اور اس کے گردونواح کے لوگ شریک تھے جن میں حضرت عمرؓ بن الخطاب بھی تھے۔ یہ لشکر ابھی جانے بھی نہ پایا تھا کہ نبی صلعم کی وفات ہو گئی۔ اور عرب کا ہر ایک قبیلہ عام ہو یا خاص مُرتد ہو گیا۔ منافقین کا نفاق کھل گیا۔ یہود و نصاریٰ نے بھی شرارت شروع کر دی۔

مسلمانوں کی پریشانی

آنحضرت صلعم کی جدائی اپنی قلت تعداد اور دشمنوں کی کثرت سے مسلمانوں کا یہ حال ہو گیا جیسے بارش کی رات میں بکریوں کا ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں لوگوں نے جب دیکھا کہ حضرت ابوبکرؓ بدستور سابق حضرت اسامہؓ کی روانگی کی طرف مائل ہیں تو انہوں نے عرض کیا اُسامہؓ کا لشکر ہی اسلام کی فوج ہے عرب کی جو حالت ہو رہی ہے اُسے آپ دیکھتے ہیں کہ وہ سب سرکشی پر مستعد ہیں آپ کو یہ مناسب نہیں ہے کہ مسلمانوں کی جماعت کو اس نازک وقت میں کہیں متفرق کر دیں اور اپنے پاس سے انہیں دور کر دیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں اُسامہؓ کے لشکر کو ضرور بھیجوں گا۔ رسُول اللہ صلعم نے جس بات کا حکم دیا ہے اُسے پورا کر کے ہی رہوں گا۔ ؎۱

حضرت اسامہؓ امیر لشکر

جو لوگ انصارؓ میں سے حضرت اسامہؓ کے ساتھ تھے اُن کے کہنے سے حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہا کہ آپ کسی ایسے شخص کو امیر لشکر مقرر کیجئے جو اسامہؓ سے عمر میں بڑا ہو (حضرت اسامہؓ کی عمر اُس وقت اٹھارہ سال کی تھی) یہ سُن کر حضرت صدیق اکبرؓ بیٹھے سے اچھل پڑے اور حضرت عمرؓ کی داڑھی پکڑ کر کہا تیری ماں تجھ پر روئے اے ابن الخطاب رسُول اللہ صلعم نے تو اسامہؓ کو امیر لشکر کیا ہے اور تو مجھے کہتا ہے کہ میں اسے معزول کر دوں یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ لشکر کا امیر اسامہؓ ہی رہے گا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ مدینہ سے نکل کر لشکر میں آئے اور انہیں روانہ کیا۔ کچھ دور لشکر کی مشائیعت کی۔ جب واپس ہونے لگے تو حضرت اسامہؓ سے کہا کہ اگر تمہارے نزدیک مناسب ہو تو عمرؓ کو میری اعانت کے لئے میرے پاس چھوڑ دو۔ حضرت اسامہؓ نے اُن کو اجازت دے دی ؎۲

حضرت اُسامہؓ کی مُہم کا فائدہ

حضرت اسامہؓ روانہ ہوئے اور بنی قضاعہ کے اُن قبائل سے لڑے جو مُرتد ہو گئے تھے انہیں چالیس روز اور بعضوں کے نزدیک ستر روز ان قبائل کو سزا دینے اور آنے جانے میں لگے۔ حضرت اُسامہؓ کے لشکر کی روانگی سے مسلمانوں کا بہت بڑا فائدہ ہوا۔ کیونکہ

نوٹ ؎۱ آنحضرت صلعم نے حضرت اُسامہؓ کے لشکر میں تمام بڑے بڑے صحابہؓ حضرت زبیرؓ طلحہؓ۔ علیؓ۔ عمرؓ۔ سعد بن وقاصؓ۔ ابو عبیدہ بن الجراحؓ ابن مسعودؓ اور دوسروں کو شامل فرمایا تھا۔ بلکہ بعض روایتوں کے مطابق حضرت ابوبکرؓ بھی لشکر میں شامل کر دیئے گئے تھے۔ جب حضرت صدیق اکبرؓ خلیفہ رسُول اللہ صلعم قرار پا گئے اور تمام حل و عقد آپکی رائے پر منحصر ہو گیا تو آپ نے حضرت عمرؓ ہی کو نہیں بلکہ حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ اور ابن مسعودؓ اور علیؓ کو بھی اپنی اعانت کے لئے حضرت اسامہؓ سے مانگ لیا تھا اور حضرت اسامہؓ کے لشکر کی روانگی کے بعد انہیں حضرات کی امداد سے مدینہ منورہ پر مُرتدین کے حملہ کی مدافعت کی تھی“

؎۱ ترجمہ کامل ابن اثیر جلد ششم صفحہ ۳۷ تا ۴۰ و ترجمہ تاریخ ابو الفدا جلد دوم صفحہ ۸۲۔

عربوں نے جب اُن کی لشکر کشی کا حال سنا تو وہ کہنے لگے کہ اگر مسلمانوں میں قوت نہ ہوتی تو اس لشکر کو وہ باہر نہ بھیجتے اور اس وجہ سے اُنہوں نے وہ بہت سی شرارتیں نہ کیں جن کے کرنے کا ارادہ کر رہے تھے۔ [1]

ارتداد کا غلبہ علمائے سیر فرماتے ہیں کہ جب آفتاب رسالت غروب ہوگیا اور سبھوں نے بالاتفاق جناب صدیق اکبرؓ سے بیعت کرلی۔ اس کے چھ دن بعد ہی ممالک عرب میں عجیب ہڑبونگ مچ گیا۔

(۱) اول یہ کہ آنحضرت صلعم کی حیات ہی میں مسیلمہ کذاب نے سر اُٹھایا تھا۔ رسول اکرم صلعم نے اس کی سرکوبی کا ارادہ کیا ہی تھا کہ موت نے فرصت نہ دی۔ اور وہ فتنہ ویسا ہی رہا۔ آپ کی وفات نے اس پر تیل کا کام کرنا شروع کیا اور وہ دن بدن قوت پکڑتا گیا۔

(۲) اسود عنسی کا غدر جس کی چنگاریاں چاروں طرف ابھی تک سلگتی ہوئی رہ گئیں تھیں۔ گو اسود مارا جاچکا تھا۔

(۳) شجاع اور طلیحہ کا دعوائے نبوت اور ان کے بہکانے کا اثر۔

(۴) وہ منافق اور ضعیف الاعتقاد۔ مکار جو مال کی طمع یا خوفِ جان سے خوشامد پر جھکے ہوئے تھے اور بظاہر میں کلمۂ طیبہ کو اپنی پناہ بنائے ہوئے تھے اب میدان خالی سمجھ کر کھل کھیلے۔

(۵) جن لوگوں کے باپ دادا اور رشتہ دار لڑائیوں میں مسلمانوں کے ہاتھوں سے مارے گئے۔ اور مال و اہل و عیال لٹ لٹ کے خود بہ ہزار خرابی بچے رہے تھے اور مجبوری سے دینِ اسلام اختیار کرکے انتقام و کینہ کشی کی تجویز میں لگے ہوئے تھے۔ جب انہوں نے چاروں طرف کی یہ بغاوت دیکھی تو عمدہ موقع سمجھ کر باغیوں میں شامل ہوگئے۔

(۶) حیوان خصایل بیوقوف ایسے لوگ ہر جگہ ہوا کرتے ہیں کہ انہوں نے جدھر غل غپاڑہ دیکھا اُدھر ہی شامل ہوگئے۔ مثل مشہور ہے دیوانہ را ہوئے بس است۔ ایسے لوگوں نے اور بھی دشمنانِ اسلام کی تعداد بڑھا دی۔

(۷) صرف دس برس کی مدت میں مذہب اسلام نے آنحضرت صلعم کی زندگی میں مدینہ سے طلوع ہوکر عرب کے چاروں طرف اپنی چکاچوند پھیلا دی تھی۔ جو قابل صد حیرت ہے۔ اس پر وفات نبویؐ کی بجلی نے یکایک گر کر سب کو چونکا دیا اور چاروں طرف گڑبڑ مچ گئی۔ [2]

اس بارے میں علامہ مسعودیؒ لکھتے ہیں کہ وفات نبویؐ کے بعد اکثر عرب مرتد ہوگئے۔ کافر و منکر اور مانع زکوٰۃ و صدقہ بھی ان میں سب سے بڑی شوکت اور خوفناک حالت یمامہ میں مسیلمہ کذاب حنفی اور قبیلہ اسد بن خزیمہ میں طلیحہ بن خویلد الاسدی ثم الفقعسی کی تھی۔ عینیہ بن حصن فزاری بھی قبیلہ غطفان کے ساتھ طلیحہ کا دست و بازو بن گیا تھا۔

تاریخ کامل ابن الاثیر میں ہے کہ طلیحہ بن خویلد بنی اسد بن خزیمہ سے تھا اور رسول اللہ صلعم کے عین حیات ہی میں نبی بن بیٹھا تھا۔ اس لئے رسول اللہ صلعم نے طلیحہ کے پاس ضرار بن الازور کو بھیجا اور بنی اسد بن خزیمہ پر انھیں عامل مقرر کیا۔ اور انھیں حکم دیا کہ جو لوگ مرتد ہوگئے ہیں ان کا انتظام کریں۔ وہ ابھی اپنا کام ختم نہ کرنے پائے تھے کہ آنحضرت صلعم کا وصال ہوگیا۔ حضرت ضرارؓ مدینہ واپس آگئے۔

جب طلیحہ کے اتباع کرنے والے بہ کثرت ہوگئے تو فزارہ اور غطفان طیبہ کے جنوب کی طرف بڑھ آئے۔ ان کے تابع اکثر بنی اسد خزیمہ غطفان اور طے تھے۔ مگر طے اپنے علاقے کے حدود پر اور اسد خزیمہ سمیرا ہی پر مقیم رہے۔ اور عبس و ثعلبہ بن اسد اور مرہ ربذہ کے پاس ابرق میں مجتمع ہوئے۔ اور بنی کنانہ کے کچھ آدمی ان سے مل گئے۔ اس سے ان

---

[1] کامل ابن اثیر جلد ہشتم صفحہ ۲۴۰ و ۳۴۱ [2] شمس التواریخ حصہ سوم صفحہ [3] ترجمہ تنبیہ و اشراف مسعودی صفحہ ۱۲۷۔

لوگوں کے لئے اُس ملک میں گنجایش نہ رہی۔ وہ دو فریقوں میں منقسم ہوگئے۔ ایک فریق تو۔ ابرق ہی میں ٹھہرا رہا۔ اور دوسرا فریق ذی القصہ کو چلا آیا۔ اِس فریق کی جو ذی القصہ آگیا تھا۔ طلیحہ نے مدد کی۔ اور اپنے بھائی حبال کو اُن پر بھیجدیا۔ یہ حبال اِن لوگوں کا امیر تھا۔ اور اُن کے ساتھ جو لوگ دائل لیث اور مدلج کے تھے اُن کا بھی امیر مقرر ہوا۔ اب اِن لوگوں نے مدینہ میں پیغام بھیجا کہ ہم نماز تو پڑھیں گے۔ مگر زکواۃ نہیں دیں گے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے کہا کہ اگر وہ لوگ ایک عقال (رسی) سے بھی انکار کریں گے تو اُن پر جہاد کروں گا یعنی اگر وہ زکواۃ کے اُونٹوں کی رسی دینے سے بھی انکار کریں گے تب بھی میں اُن سے لڑوں گا۔

حضرت زبیرؓ و صحابہؓ مدینہ کی حفاظت پر۔

جب حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے اُن کے قاصدوں کو واپس کر دیا اور اُن کے ایلچی لوٹ کر گئے تو اُنہوں نے اپنے لوگوں سے جا کر کہا کہ مدینہ میں لوگ بہت تھوڑے ہیں۔ اور اُنھیں مدینہ پر حملہ کرنے کا لالچ دلایا۔ اِدھر ایلچیوں کے واپس جانے کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے مدینہ کے انصار پر حضرت زبیرؓ حضرت طلحہؓ حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت علیؓ کو افسر مقرر کیا۔ اور دشمن کی تاخت کے خوف سے تمام اہلِ مدینہ کو حکم دیا کہ وہ مسجد میں حاضر رہا کریں۔ تین ہی دن گزرے تھے کہ دشمنوں نے مدینہ پر سر شام آکر حملہ کیا۔ کچھ لوگ ذی حسی میں بھی اپنی اِمداد کے لئے چھوڑ آئے۔ اور رات کے وقت انقاب میں چڑھ آئے۔ [۱]

مدینہ پر مُرتدین کا حملہ اور پسپائی۔

مرتدین جب مدینہ کے نواح میں جمع ہو گئے تھے اور مدینہ پر حملہ کی دھمکی دے رہے تھے اُس وقت صدیق اکبرؓ نے مدینہ منورہ کے موجودہ مسلمانوں کے قابل جنگ لوگوں کو مسجد نبویؐ کے سامنے ہمہ وقت موجود و مستعد رہنے کا حکم دے رکھا تھا۔ اور حضرت زبیرؓ حضرت علیؓ حضرت طلحہؓ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کو مدینہ منورہ کے گرد گشت لگانے اور پہرہ دینے پر مامور کر دیا تھا کہ اگر کوئی قبیلہ حملہ آور ہو تو فوراً اُس کی اطلاع پہنچ سکے۔

جب عبس اور ذبیان وغیرہ قبایل کو معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ میں تھوڑے لوگ باقی ہیں اور زکواۃ کے معاف کر دینے سے حضرت صدیق اکبرؓ نے انکار کر دیا ہے۔ تو اُنہوں نے متفق ہو کر مدینہ پر حملہ کر دیا۔ اِن حملہ آوروں کو حضرت زبیرؓ حضرت علیؓ حضرت طلحہؓ حضرت ابن مسعودؓ نے مدینہ کے باہر ہی روکا اور پسپا کر دیا۔ اِسلامی لشکر ذی خشب تک اُن کے تعاقب میں گیا۔

---

[۱] **نوٹ**۔ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد مکہ اور طایف کے سوا (یعنی قبیلہ قریش اور ثقیف کے سوا، تمام عرب مُرتد ہو گیا تھا۔ مگر وہ بتوں کی پوجا نہیں کرنے لگے تھے۔ بات یہ تھی کہ جھوٹے مدعیان نبوت بھی نمازوں وغیرہ وغیرہ عبادات کے منکر نہ تھے۔ اور ارتداد کفر و شرک کے لئے نہ تھا۔ وہ صرف ٹیکس زکواۃ کے منکر تھے۔ اور اُس کو بارِ گراں محسوس کرتے تھے۔ یہ ایک قسم کی سرکشی تھی مسیلمہ کذاب۔ طلیحہ اور سجاح وغیرہ نے جو نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اُن سے صحابہؓ کو قتال کرنے میں عذر نہ تھا۔ مگر وہ قبایل جو نماز وغیرہ کے سب کام کرتے تھے۔ صرف زکواۃ کے منکر تھے۔ اُن سے پہلے پہل صحابہؓ نے قتال کرنا مناسب نہ سمجھا تھا۔ لیکن حضرت صدیق اکبرؓ کی رائے کے اظہار کے بعد اُن کی رائے سے متفق ہو گئے تھے اور وہ فوراً کے لئے یکساں طرز عمل ضروری قرار دیا تھا۔

---

[۱] تاریخ کامل ابن الاثیر جلد ہشتم صفحہ ۵۵۵ تا ۵۵۸ [۲] تاریخ اسلام جلد اول دشمس التواریخ جلد دوم صفحہ ۸۳۔

خلافت صدیقیؓ کی پہلی فتح

صبح کے وقت حضرت صدیق اکبرؓ خود بہ قصد مقابلہ ہتیار بند ہوکر نکلے اور مرتدین پر حملہ آور ہوئے۔ دو پہر نہ ہونے پائی تھی کہ اللہ جل شانہ نے مسلمانوں کو فتح نصیب کی۔ مرتدین میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ بنی اسد خترنیہ کا حبال مارا گیا۔ حضرت ابو بکرؓ مرتدین کے تعاقب میں ذی قصہ تک بڑھے چلے گئے۔ [1]

حضرت صدیق اکبرؓ پھر نعمانؓ بن مقرن کو کچھ آدمی دے کر اور وہاں مقرر کرکے مدینہ منورہ لوٹ آئے۔ یہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانہ خلافت کی پہلی فتح تھی۔ اس سے مشرک بہت ذلیل و خوار ہوئے۔ اس وقت تو اُن سے کچھ نہ ہو سکا مگر بنی عبس اور ذبیان نے اپنے قبائل کے مسلمانوں کو پکڑا اور اُنھیں قتل کر ڈالا۔ جب یہ بات حضرت ابو بکرؓ کو معلوم ہوئی تو اُنہوں نے قسم کھائی کہ جن مشرکین نے مسلمانوں کو قتل کیا ہے اُنھیں کے برابر بلکہ اُن سے بھی زیادہ میں اُن مشرکوں کو قتل کر ڈالوں گا۔ [2]

مسلمانوں کے حملے

اب مسلمانوں کی قوت و ثبات کو ترقی ہوگئی۔ اُسی وقت اُن لوگوں کے پاس سے جو وصول صدقات پر مقرر تھے اور جن میں صفوانؓ اور زبرقانؓ بن بدر اور عدیؓ بن حاتم بھی تھے مدینہ میں صدقات آئے اُس وقت حضرت اسامہؓ کو مدینہ سے نکلے ہوئے پورے ساٹھ روز ہو گئے تھے۔ اس سے تین روز بعد حضرت اسامہؓ بھی آگئے۔ بعض نے کہا ہے کہ اسامہؓ کے جاتے آنے میں چالیس دن لگے تھے۔ غرض جب حضرت اسامہؓ آگئے تو حضرت ابو بکرؓ نے اُنھیں مدینہ پر اپنا جانشین کیا۔ اور جو لشکر اُن کے ساتھ گیا تھا اُسے بھی اُن کے پاس چھوڑا کہ اس طرح اُن کا لشکر اور لشکر کے اونٹ آرام کر لیں۔ پھر اپنے آدمیوں کو ساتھ لے کر نکلے۔ اور ذی حسی اور ذی القصہ کو گئے۔ اور بڑھ کر ابرق میں جا کر ڈیرے ڈالے۔ اور وہاں دشمنوں سے لڑے۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو شکست دی۔ حطیہ کو قید کر لیا۔ بنی عبس اور بنی بکر بھاگ گئے۔ حضرت صدیق اکبرؓ ابرق میں تین روز ٹھیرے رہے۔ اور بنی ذبیان پر ایسے غالب ہوگئے کہ اُن کا ملک مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔

یہ عبس اور ذبیان جب یہاں سے بھاگے تو طلیحہ کے پاس پہنچے۔ جو اُس وقت سمیرا سے نکل کر بزاعہ میں آگیا تھا۔ اور وہاں ٹھیرا ہوا تھا۔ اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ مدینہ منورہ لوٹ آئے۔ [3]

جب کچھ دنوں اسامہؓ اور اُن کے لشکر نے آرام لے لیا اور گرد و نواح سے مسلمانوں کے پاس صدقات بھی کثرت سے آگئے اور وہ لوٹ جو مدینہ پر حملہ کرنے والے مرتدین سے ہاتھ آئی تھی اور وہ مال جو حضرت اسامہ بن زیدؓ روم سے لائے تھے ان سب کو ملا کے مرتدوں پر حملہ کرنے کا ساز و سامان درست کیا گیا۔[4] اُس وقت فوج کی جملہ تعداد صرف آٹھ ہزار کے قریب تھی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فوج کے دستے بنائے اور اُن کے گیارہ حصے کرکے ہر حصہ پر ایک امیر مقرر کر دیا۔ اور اُن کو ملک کے مختلف حصوں کی جانب ارتداد اور بدامنی کو روکنے کے لئے روانہ کیا۔ [5]

طلیحہ کی شکست

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی روانہ کردہ ایک فوج کے امیر حضرت خالد بن الولیدؓ نے طلیحہ[1] سے جنگ کرکے اور اُس کو ہزیمت دے کر اُس کی جمعیت درہم برہم کر دی۔ اور عینیہ کو گرفتار کر لیا۔ اور یہ واقعہ

---

[1] نوٹ: طلیحہ اس لڑائی سے معہ اپنی بیوی کے گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگا اور ملک شام کی طرف جا کر قبیلہ قضاعہ میں مقیم ہوا۔
باقی صفحہ (۱۱۴) پر

---

[1] ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد سوم صفحہ ۲۷۷ و ۲۷۸ [2] ترجمہ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ہشتم صفحہ ۵۹ و تاریخ طبری جلد اول حصہ چہارم صفحہ ۳۵ [3],[4] ترجمہ کامل ابن اثیر جلد ہشتم صفحہ ۵۹ و ۶۰ [5] خمیس التواریخ حصہ دوم صفحہ ۸۰ و تاریخ طبری جلد اول حصہ چہارم صفحہ ۳۷ و ۳۸۔

سـ۱۱ـہ ہجری کا ہے۔ وہاں سے بطاح گئے۔ بنی تمیم کے ملک میں جنگ کی اور مالک ابن نویرہ یربوعی کو قتل کیا۔ وہاں سے یمامہ گئے تو بنی حنیفہ نے سخت جنگ کی۔ تاآنکہ مسیلمہ کذاب مارا گیا اور باقی لوگوں نے مصالحت کر لی یہ واقعہ سـ۱۱ـہ ہجری کا ہے یمامہ میں مسلمانوں میں سے بارہ سو شہید ہوئے۔ جن میں قریش کے تیئیس تھے۔ اور انھیں میں حضرت عمرؓ بن الخطابؓ کے بھائی حضرت زید بن الخطابؓ تھے۔ (نیز حضرت سایبؓ حضرت زبیرؓ کے بھائی بھی تھے) انصارؓ میں ستر شہید ہوئے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے کم تعداد تھی۔ [1]

جنگ مسیلمہ کذاب سے

جس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ نے گیارہ لشکر مرتدین عرب کی سرکوبی کو روانہ کئے تھے۔ اسی وقت عکرمہؓ بن ابی جہل کو مسیلمہ کذاب سے لڑنے کو یمامہ کی طرف بھیجا تھا۔ پھر ان کے بعد شرجیلؓ کو انہی کی امداد کی غرض سے روانہ کیا۔

عکرمہؓ بن ابوجہل نے عجلت کر کے شرجیلؓ کے آنے سے پہلے مسیلمہ سے لڑائی چھیڑ دی جس میں خود عکرمہؓ کو ہزیمت ہوئی۔ اس ہزیمت سے جب حضرت صدیق اکبرؓ کو مطلع کیا گیا تو انہوں نے عکرمہؓ کو لکھ بھیجا کہ بغیر شرجیلؓ کے تم نے کیوں حملہ کر دیا۔ خیر جو کچھ ہوا اچھا ہوا۔ مدینہ کا رخ نہ کرنا۔ حذیفہؓ اور عرفجہؓ کے پاس چلے جاؤ۔ اور ان کی ماتحتی میں اہل مہرہ اور عمان سے لڑو۔ جب ان کی جنگ سے فراغت حاصل ہو تو تم معہ اپنے لشکر کے مہاجرؓ بن ابی امیہ کے پاس یمن و حضر موت میں چلے جاؤ۔ اور شرجیلؓ کو لکھا کہ تم خالد بن الولیدؓ کے اعمال کے پاس چلے جاؤ۔ پس جب وہاں کی لڑائی سے کامیابی کے ساتھ فراغت حاصل کر لو تو قضاعہ کی طرف جانا۔ اور عمرو بن العاصؓ کے ہمراہ ہو کر ان سے لڑنا جو ان میں سے مرتد ہو گئے ہیں۔ اس اثناء میں جب خالد ابن الولیدؓ بطاح سے فارغ ہو کر حسب الطلب حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئے تب انہوں نے خالدؓ کو مسیلمہ کی طرف روانہ کیا۔ اور ایک کافی تعداد آدمیوں کی ان کے ہمراہ کر دی۔ خالد ابن الولیدؓ یمامہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بنی حنیفہ کے چالیس ہزار آدمی یا سپاہی یمامہ کے قریات اور وادیوں میں پھیلے ہوئے تھے۔

عکرمہؓ کی طرح شرجیلؓ نے بھی عجلت کر کے ان سے لڑائی شروع کر دی جس میں ان کو بھی ناکامی ہوئی۔ اس کے بعد خالدؓ آئے۔ اور انہوں نے شرجیلؓ کو عجلت کرنے پر ملامت کی۔ لڑائی کی ابھی نوبت نہیں آئی تھی کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک گروہ کو اور خالدؓ کی مدد کے لئے بھیجدیا۔ ایک تو خود مسیلمہ کی جمعیت کثیر تھی۔ دوسرے سجاح (مدعیہ نبوت) کی باقی ماندہ فوج بھی اس سے آکر مل گئی تھی۔

خالد ابن الولیدؓ کے قریب پہنچنے کی خبر معلوم ہوئی تو ان لوگوں نے بہ قصد جنگ یمامہ سے باہر صف آرائی کی۔ ایک روز کا راستہ مسیلمہ تک پہنچنے کا باقی تھا کہ خالدؓ نے شرجیلؓ کو مقدمۃ الجیش پر مقرر کر کے آگے بڑھنے کو کہا۔ اتفاق سے شب کے وقت ان کی مجاعہ سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ جو چالیس یا ساٹھ آدمیوں کا گروہ لے کر بلاد بنی عامر و بنی تمیم کی طرف شبخون مارنے کو گیا تھا۔ شرجیلؓ نے مجاعہ کو قید کر لیا اور اس کے سب ہمراہیوں کو مار ڈالا۔ اس واقعہ کے بعد خالدؓ آ گئے۔ ان کے لشکر کی تعداد تیرہ ہزار اور مسیلمہ کی فوج چالیس ہزار تھی جس کے مقدمہ پر رجال تھا۔

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱۱۳) جب رفتہ رفتہ تمام قبایل مسلمان ہو گئے اور خود اس کا قبیلہ بھی اسلام میں داخل ہو گیا تو طلیحہ بھی مسلمان ہو کر حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں مدینہ میں آیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی (فتوح الشام واقدی)۔

---

[1] تنبیہ و اشراف مسعودی صفحہ ۲۷۰ و ۲۸۰ و تاریخ طبری جلد اول حصہ چہارم صفحہ ۵۲۔

فریقین نے لڑائی نہایت سختی سے شروع کی۔ دونوں طرف سے لڑنے والے جی توڑ کر لڑ رہے تھے۔ بنی حنیفہ لڑتے لڑتے خالدؓ کے خیمہ کے پاس تک پہنچ گئے۔ جہاں پر مجاعہ قید تھا۔ اور اس خیمہ میں ام تمیم زوجہ حضرت خالدؓ تھیں۔ مجاعہ نے باوجود قیدی ہونے کے نہایت دلیری سے اٹھ کر مرتدین کو خیمہ کے پاس سے علیحدہ کیا۔ بعد ازاں لشکر اسلام اللہ اکبر کہہ کر بنی حنیفہ پر ٹوٹ پڑا جس سے بنی حنیفہ بدحواسی کے عالم میں بھاگ نکلے۔ [1]

حضرت سایبؓ کی مسلمانوں کو للکار

بنی حنیفہ نے سخت جنگ کی۔ مسلمان پیچھے ہٹے اور بھاگ کر اپنی قیام گاہ تک آگئے اس وقت حضرت سایبؓ بن العوامؓ (برادر بزرگ حضرت زبیرؓ) نے جوش میں آکر مسلمانوں کو للکارا اور فرمایا کہ "اے لوگو تم بھاگ کر اپنی فرودگاہ تک آگئے ہو اور جب آدمی ہٹ کر اپنی فرودگاہ تک آجاتا ہے تو اس کے لئے پھر کوئی جگہ نہیں رہتی جہاں وہ بھاگ کر جا سکے"۔ اس پر مسلمانوں میں پھر جوش پیدا ہوگیا اور انہوں نے مشرکوں کو شکست دے دی۔ [1] اور ان کو مارتے مارتے حدیقہ[2] تک پہنچا دیا۔ جہاں پر مسیلمہ تھا۔ تھوڑی دیر تک حدیقہ کے دروازے پر لڑائی ہوتی رہی۔ انجام کار اسلامی لشکر حدیقہ کی دیواریں کود کر اندر گھس گیا مسیلمہ زرہ اور خود پہن کر گھوڑے پر سوار ہو کر ایک گروہ کو ساتھ لئے ہوئے لڑتا ہوا نکلا۔ وہ باغ سے جوں ہی باہر آیا وحشی[3] نے ایک ایسا تیر مارا کہ مسیلمہ اپنی جگہ سے حرکت نہ کرسکا۔ زیدؓ بن الخطاب نے رجال بن عنفوۃ کو قتل کر ڈالا۔ اس واقعہ سے مرتدین کے رہے سہے ہوش بھی جاتے رہے۔ سترہ ہزار جنگ آور بنوحنیفہ کے مارے گئے۔ [2]

حضرت زبیرؓ کے بھائی حضرت سایبؓ کی شہادت

یمامہ (جسے عقربہ بھی کہتے تھے) کی جنگ میں جو لوگ شہید ہوئے ان میں سے السایبؓ بن العوامؓ (حضرت زبیرؓ کے بھائی) حضرت زیدؓ بن الخطاب (حضرت عمرؓ کے برادر بزرگ) شجاع بن وہب الاسدی (از اسد بنوخزیمہ) اور یزید بن اقیش الاسدی (از اسد بنوخزیمہ) حلیف بنی امیہ بھی تھے۔ [3]

ارتداد کا خاتمہ اور اسلامی فتوحات

غرض کہ حضرت صدیق اکبرؓ کے عہد میں تمام مرتدین عرب اور مدعیان نبوت کا خاتمہ کر دیا گیا۔ ارتداد کے اس تمام دور میں حضرت زبیرؓ مدینۃ الرسول صلعم کی حفاظت اور دشمن کی نگہداشت پر مامور رہے اس خدمت مذکور کو اور صحابہ کرامؓ کی معیت میں اس طور پر انجام دیا کہ دشمن مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے کا حوصلہ نہ کرسکا۔ اس کے بعد فتوحات ملکی کا آغاز ہوا۔ محرم ۱۲ھ میں عراق پر لشکر کشی ہوئی اور حیرہ کے تمام اضلاع فتح ہوگئے۔ ۱۳ھ م ۶۳۴ء میں شام پر حملہ ہوا اور اسلامی فوجیں وہاں

---

[1] اس روز مسلمانوں کا شعار (نشان اور علامت اہل جنگ) یا اصحاب البقر تھا یعنی اے سورۂ بقر والو۔ (فتوح البلدان بلاذری جزاول اردو صفحہ ۱۴۲)

[2] شہر یمامہ کے دروازہ پر ایک باغ تھا جس کو حدیقۃ الرحمن کہتے تھے مسیلمہ نے اپنا خیمہ اسی باغ میں نصب کیا تھا۔ یعنی یہ مرتدین کا اصلی مرکز بن گیا تھا۔

[3] یہ وہی وحشی ہے کہ جس نے حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا۔ لیکن آج کے دن مسیلمہ کذاب کو اس کی بے راہ روی کا مزہ چکھا کر جنت میں ایک مقام حاصل کرلیا اور اس طرح ابدی روسیاہی سے نجات حاصل کرلی۔

---

[1] ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد سوم صفحہ ۳۰۲ تا ۳۰۴ و تاریخ طبری جلد اول حصہ چہارم صفحہ ۱۷ تا ۲۶ [2] طبری جلد اول حصہ چہارم صفحہ ۱۸ [3] ترجمہ فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۱۴۰۔

کے سارے اضلاع میں پھیل گئیں۔ اِن مہمات کا آغاز تھا کہ حضرت صدیق اکبرؓ کا انتقال ہوگیا۔ ؎

امیرالمومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ کا وصال

علامہ مسعودیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کی وفات مدینہ میں ہوئی۔ سہ شنبہ کی شب تھی جمادی الاُخریٰ کی آٹھ راتیں گذر چکی تھیں عمر تریسٹھ ۶۳ برس تھی اور یہ روایت ضعیف زیادہ عمر تھی۔ رسول اللہ صلعم کے ساتھ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرے میں دفن ہوئے۔ مدت خلافت دو ۲ برس تین ۳ مہینے دس دن اور یہ روایت مجہول بیس دن ہی۔ ؎

ہشام بن عروہؓ اپنے والد عروہ بن حضرت زبیرؓ بن العوام سے راوی ہیں کہ اُم المومنین حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ نے جب وفات پائی تو رسول اللہ صلعم کے پہلو میں دفن ہوئے۔ اُن کا سر رسول اللہ صلعم کے دونوں مونڈھوں کے درمیان تھا۔ ؎۳

امیرالمومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ کی عظمت

بقول فرانسیسی مستشرق ڈوزی:۔

آنحضرت صلعم کی وفات سے قبل ہی قبائل عرب میں ارتداد شروع ہوگیا تھا عرب کے بہت سے حصے ایسے تھے جہاں کے لوگ پیغمبر (صلعم) کی وفات کا بھی انتظار نہ کرسکے۔ اور صرف اتنی خبر سن کر کہ آپ بیمار ہیں پورے یمن اور یمامہ میں اسلام سے منحرف ہوگئے۔ اور ان تینوں علاقوں میں ایک ایک آدمی مدعی نبوت بن بیٹھا۔ اور رسول اللہ صلعم کی نقل اُتار کر آپ کا حریف بن گیا۔ جس وقت بیمار ہوکر آپ صاحب فراش ہوئے ہیں اُس وقت خبر سنی کہ یمن میں مرتدین کے سردار اسود عنسی (نبی نقاب پوش) نے جو فتنہ انگیز فصاحت رکھنے کے ساتھ دولت مند بھی تھا۔ اپنے علاقہ سے مسلمان عمال کو نکال دیا ہے اور نجران اور صنعاء پر قبضہ کرنے کے بعد کل یمن کا مالک ہوگیا ہے (۱۱ ہجری میں) جب پیغمبر خدا (صلعم) کا انتقال ہوا تو اسلام کا قصر متزلزل ہوکر گرنے کے قریب تھا۔ آپ کی وفات ایک زبردست اور عالمگیر بغاوت کے لئے اشارہ ہوگئی۔ ہر جگہ مرتدین کو بالادستی حاصل ہونے لگی۔ اور روزانہ مسلمان عمال جتنی مہاجرؓ اور انصارؓ دونوں تھے۔ مدینے میں

۱؎ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ۲۲ یا ۲۳ جمادی الآخر ۱۳ھ میں بروز دوشنبہ یا سہ شنبہ ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ (طبری جلد اول حصہ چہارم صفحہ ۲۲۶ و ۲۲۷)۔

۲؎۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی پہلی بیوی قتیلہ بنت عبدالعزیٰ بن عامر بن لوئی تھیں جن سے حضرت عبداللہ بن ابوبکرؓ اور ان کے بعد حضرت اسماءؓ (زوجہ حضرت زبیرؓ) پیدا ہوئے۔ دوسری بیوی آپ کی اُم رومان تھیں جن کے بطن سے عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ (زوجہ رسول اللہ صلعم) پیدا ہوئے۔ جب صدیق اکبرؓ مسلمان ہوئے تو پہلی بیوی نے مسلمان ہونے سے انکار کیا۔ اُس کو آپ نے طلاق دے دی۔ دوسری بیوی اُم رومان مسلمان ہوگئیں۔ مسلمان ہونے کے بعد آپ نے دو نکاح اور کئے۔ ایک اسماء بنت عمیس کے ساتھ جو جعفر بن ابی طالب کی بیوی تھیں۔ اُن کے بطن سے محمد بن ابی بکرؓ پیدا ہوئے۔ دوسرا نکاح حبیبہ بنت خارجہ بن زید انصاری خزرجی سے کیا۔ اُن کے بطن سے ایک بیٹی اُم کلثوم آپ کی وفات کے بعد پیدا ہوئیں۔ اور ان کی شادی حضرت طلحہؓ سے ہوئی جن سے عائشہ پیدا ہوئیں۔ یہ عائشہ بنت حضرت طلحہؓ اور اُم کلثوم۔ مصعب بن حضرت زبیرؓ کی زوجہ تھیں۔ (ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد سوم صفحہ ۳۲۸)

۱؎ ترجمہ اردو تاریخ کامل ابن اثیر جلد ہشتم صفحہ ۱۸۵ ۲؎ ترجمہ تنبیہ و اشراف مسعودی صفحہ ۱۳۰ و ۱۳۱ ۳؎ ترجمہ تنبیہ و اشراف مسعودی صفحہ ۱۳۵ و ۱۳۶

واپس آنے لگے۔ کیونکہ مرتدین اُن کو اُن کے علاقے سے خارج کرنے لگے تھے۔ غرض نوبت یہاں تک پہنچی کہ مدینہ کے اردگرد جو قبایل آباد تھے۔ اُنہوں نے بھی سر اُٹھایا۔ اور مدینہ کے محاصرہ کے لئے تیاریاں شروع کر دیں۔ لیکن ان تمام خطروں میں امیرالمومنین ابوبکرؓ کو جو حقیقت میں پیغمبرؐ کے جانشینی کے لایق اور اسلام کی تقدیر پر پورا بھروسہ رکھتے تھے ایک لمحے کے لئے بھی کسی قسم کا تذبذب یا تردد نہ ہوا۔ لشکر اُس وقت اُن کے پاس نہ تھا۔ کیونکہ رسول (صلعم) کی وصیت کو نہایت وفاداری سے انجام دینے کے لئے وہ فوج کو شام کی فتح کے واسطے روانہ کر چکے تھے۔ اکثر مسلمان اس خیال سے کہ گھر میں خدشے درپیش ہیں کہتے ہی رہے کہ شام کی مہم کو ابھی ملتوی رکھا جائے۔ مگر اُنہوں نے یہی جواب دیا کہ "جو حکم پیغمبر دے چکے ہیں میں اُسے منسوخ نہیں کر سکتا۔ خواہ اس میں مدینہ بھیڑیوں کا شکار ہی کیوں نہ ہو جائے۔" اُس لشکر کا کام وہی تھا جو رسول اللہ (صلعم) بتا گئے تھے۔ اگر امیرالمومنین ابوبکرؓ مرتدین سے معاملہ کرنے پر راضی ہو جاتے تو تھوڑی بہت رعایتیں منظور کر کے مرتدوں کی مخالفت دور کر دیتے۔ یا بعد کے اکثر قبایل کو اپنا خیرخواہ کر لیتے کیونکہ نجد سے وفود آئے ہوئے تھے۔ اور وہ کہتے تھے کہ اگر عشر کی رقم اُن کو معاف کر دی جائے تو وہ نماز جاری رکھیں گے۔ بڑے بڑے مسلمانوں کی یہ رائے تھی کہ ان وفود کو نفی میں جواب نہ دیا جائے۔ لیکن یہ امیرالمومنین ابوبکرؓ ہی تھے جنھوں نے اس خیال کو بُرا اور اُس مقدس دعوت کی شان کے خلاف سمجھا جس کو دشمنوں سے محفوظ و مصئون رکھنا اُن کا فرض تھا۔ اُنہوں نے کہا کہ "اسلام کی شریعت ایک ہے۔ اُس میں فرق نہیں ہو سکتا۔ اور اُس کی ہدایتوں میں کسی طرح کی کمی بیشی نہیں کی جا سکتی" یہ سن کر (حضرت) عمرؓ بولے (حضرت) ابوبکرؓ کا ایمان ہم سب کے ایمانوں سے اگر وہ جمع کئے جائیں زیادہ ہے۔ (حضرت) عمرؓ کا یہ خیال درست ہے۔ کیونکہ خلیفہ اولؓ کی عظمت اور قوت کا راز حقیقت میں اُن کا یہی زبردست ایمان تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کو نہ کوئی خاص قدرت حاصل تھی نہ وہ کوئی بہت بڑے آدمی تھے۔ مگر اُن میں وہ چیز موجود تھی جس سے اُن کے دشمن محروم تھے۔ اور یہ وہ چیز تھی جس نے خود رسول خدا (صلعم) کو فتح یاب و فیروز مند کیا تھا یعنی ایمان کی مضبوطی۔

حضرت ابوبکرؓ نے ہر ایسے مسلمان کو جو ہتھیار اُٹھا سکتا تھا مسلح کر کے اُس کا موقع پایا کہ مدینے کے قرب و جوار میں جو لوگ مرتد ہو گئے تھے اُن کا قلع قمع کر دیں۔ اس کے بعد ہی جب حجاز کے وفادار قبیلوں نے اپنے پیدل اور سوار مہیا کر دئے اور لشکر کا بڑا حصہ شمال سے مال غنیمت لے کر واپس آ گیا تو حضرت ابوبکرؓ نے اب بے تکلف جارحانہ پہلو اختیار کر کے کام شروع کیا۔ لشکر کے کئی حصے کر دئے۔ شروع میں ان حصوں میں بہت کم لوگ تھے۔ لیکن یہ جس قدر آگے بڑھتے گئے عربوں کی تعداد اُن میں بڑھتی گئی۔ [1]

حضرت ابوبکرؓ نے اس موقع پر اُن صحابہؓ کی مدد اور والہانہ جوش عمل سے ہی کام لیا کہ جنھوں نے ہر ہر قدم اور ہر ہر موقع پر اپنی بے غرضانہ فدایت۔ اور اپنے ایمان کی مضبوطی کا بے پایاں ثبوت دیا تھا۔ اور ایسے بزرگواروں کو جن میں حضرت زبیرؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت طلحہؓ۔ حضرت عمرؓ وغیرہ شامل تھے مدینہ کی حفاظت پر متعین کیا تاکہ وہ اس مدینۃ الرسولؐ و مرکز اسلام کی حفاظت جس تن دہی اور جان فروشی سے کر سکتے تھے اُس کا کوئی دوسرا اہل نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ ان بزرگواروں نے مدینہ کی حفاظت و محافظت کر کے ملک کے عام انتشار اور بغاوت پر جو اثر ڈالا وہی درحقیقت عام انتشار اور بے راہ روی کو دور کرنے کا باعث ہوا۔ اسی فدایت۔ مضبوطی ایمان۔ مقدس

---

[1] عبرت نامہ اُندلس جلد اول صفحہ ۳۰ تا ۳۲ مصنفہ پروفیسر رائن ہارٹ ڈوزی۔ مترجمہ جناب مولوی محمد عنایت اللہ صاحب بی اے (علیگ)

فرائض کی ادائیگی۔ یک جہتی عمل کی قوت جیسے فرائض میں ہی حضرت ابوبکرؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ کی عظمت و بزرگی کا راز مضمر ہے۔ جو مسلمانوں کے لئے ہر موقعہ اور ہر مرحلہ پر حقیقی راہ نما بن سکتے ہیں۔

حضرت زبیرؓ کو جاگیر حضرت صدیق اکبرؓ کی طرف سے

انس بن عیاض اور عبداللہ بن نمیر الہمدانی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت زبیرؓ کو جرف کا مقام جاگیر میں دیا۔[۱]

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت زبیرؓ کو الجرف سے قناۃ تک کا حصہ جاگیر میں دیا۔ قناۃ ایک وادی ہے جو الطائف سے آتی ہے اور طرف القدوم سے گزر کر شہدائے احد کی قبروں کے پیچھے بہتی ہوئی چلی جاتی ہے۔[۲]

حضرت زبیرؓ کی جنگ یرموک میں شرکت

حضرت زبیرؓ نے مدینہ منورہ کی حفاظت مرتدین کی مدافعت اور اُن کو شکست دینے میں جو حصہ لیا اُسے ہم اُوپر بیان کر آئے ہیں۔ آپ حضرت صدیق اکبرؓ کے قوت بازو اور مشیر خاص تھے۔ اور مدینہ منورہ ہی میں رہتے تھے۔ جوارِ رسول اللہؐ چھوڑنے کا آپ کا ارادہ نہ تھا۔ لیکن اُس وقت جب کہ ملک شام کی قسمت کا فیصلہ یرموک کے میدان میں ہو رہا تھا۔ اسلامی فوجیں قیصر روم کی یا ساز و سامان اور لاتعداد فوجوں کی آمد سے اپنے مفتوحہ شہروں حمص و دمشق وغیرہ اور دیگر علاقوں کو چھوڑ کر اور جن جن مقامات سے جس قدر جزیہ کی رقمیں وصول کی تھیں اُن کی حفاظت نہ کر سکنے کی وجہ سے اُنھیں واپس دے کر اس خیال سے اردن کے حدود میں بمقام یرموک ہٹ آئی تھیں کہ پشت پر عرب کی سرحد تک کھلا میدان ہونے کی وجہ سے جہاں تک چاہیں اُنھیں پیچھے ہٹنے کا موقع حاصل رہے۔ اگرچہ حضرت زبیرؓ کا دل رسول اللہ صلعم کے وصال سے افسردہ ہو چکا تھا۔ مگر کیوں کہ ایسے نازک حالات میں ایک مرد میدان اور جان باز و محافظ اسلام کے لئے عزلت نشین رہنا ممکن نہ تھا۔ اس لئے آپ خلیفہ رسول اللہ صلعم سے اجازت لے کر معہ اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے جن کی عمر اُس وقت بارہ سال تھی شامی رزمگاہ یرموک میں رضاکارانہ شریک ہوئے۔ آپ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماءؓ ذات النطاقین بھی آپ کے ہمراہ تھیں۔ اور اُنہوں نے بھی اس جنگ میں کافی حصہ لیا۔

فریقین کی فوجوں کی تعداد جنگ یرموک میں

جنگ یرموک کے لئے مسلمانوں کی فوج جو آنا تھی وہ پوری پوری آگئی تو معلوم ہوا کہ سب ستائیس ہزار فوج ہے۔ حضرت خالدؓ اپنے ساتھ نو ہزار فوج لائے۔ اُن کی فوج ملا کر چھتیس ہزار فوج ہوگئی۔ حضرت عکرمہؓ کی فوج اس کے علاوہ اور تھی۔ جو اُن کے لئے ردا تھی۔ (ردا اُس فوج کو کہتے ہیں جسے انگریزی میں ریزرو (محفوظ) کہا جاتا ہے۔ یہ فوج لڑائی کے وقت لشکر کے پیچھے رہا کرتی ہے۔ اور جہاں ضرورت پڑتی ہے وہاں لڑائی میں مدد دیتی ہے)۔

بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ فوج ستائیس ہزار تھی۔ اور تین ہزار وہ آدمی تھے جو خالد بن سعیدؓ کے ساتھ والوں میں سے اُن کے ساتھ ہو گئے تھے۔ اور دس ہزار حضرت خالدؓ اپنے ساتھ لائے تھے۔ اس طرح سب فوج چالیس ہزار تھی۔ اس کے علاوہ عکرمہؓ بن ابی جہل کے پاس چھ ہزار ردا فوج تھی۔ اس فوج کی تعداد میں اور روایتیں بھی آئی ہیں۔ واللہ علم۔ کل فوج میں ایک ہزار رسول اللہ صلعم کے صحابیؓ تھے۔ اُن میں کوئی سَو کے

---

[۱] طبقات ابن سعد جزو ثالث صفحہ ۲۷، و ۳۰، [۲] فتوح البلدان بلاذری جزو اول صفحہ ۱۸۔

قریب بدری تھے۔ رُومی فوج دو لاکھ چالیس ہزار تھی جس میں اسی ہزار مقید اور چالیس ہزار مسلسل تھی۔ (مقید سے مراد غالباً وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے پیر باہم ایک دوسرے سے باندھ لئے تھے۔ اور مسلسل وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی کمروں میں زنجیریں ڈال کر ایک دوسرے سے باندھ لیں تھیں) اور موت کے لئے تیار ہوگئے تھے کہ بغیر مرے مارے نہیں ہٹیں گے۔ اور چالیس ہزار نے اپنی پگڑیاں ایک دوسرے سے باندھ لی تھیں۔ اور عہد کر لیا تھا کہ ہرگز نہیں بھاگیں گے۔ اسی ہزار پیادے اور تھے جن کی تعداد بعض نے ایک لاکھ بھی بتائی ہے۔ [1]

واقدیؒ لکھتے ہیں کہ جنگ یرموک میں قیصر رُوم ہرقل نے اپنی پوری قوتیں جمع کی تھیں۔ اس نے ماہان ارمنی کے ماتحت بقول مورخین تین لاکھ سے سات لاکھ تک فوجیں فراہم کی تھیں۔ جو پوری طرح سے آلات حرب سے مسلح اور لوہے میں غرق تھیں۔ اِن افواج کے علاوہ ساٹھ ہزار عرب متنصرہ بھی جو عیسائی مذہب رکھتے اور اپنے بادشاہ جبلہ بن ایہم الغسانی کے زیر لوا تھے۔ ہرقل کی فوج کی امداد کے لئے اس میں آ شامل ہوئے تھے۔ اِسلامی فوجوں کا شمار پینتیس ہزار سے چالیس ہزار تک کیا گیا ہے۔ بڑی جنگ شروع ہونے سے پہلے ماہان ارمنی رُومی سپہ سالار اعظم نے جبلہ بن ایہم الغسانی عرب متنصرہ کے بادشاہ کو بلا کر کہا کہ لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہے۔ تم بھی عرب ہو اور مسلمان بھی عرب ہیں۔ تم ساٹھ ہزار ہو اور مسلمانوں کی تعداد سے تقریباً دوگنے ہو اس لئے انھیں آسانی سے شکست دے سکتے ہو۔ یہ کلام سن کر جبلہ اپنی ساٹھ ہزار فوج کو لے کر مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے میدان میں آیا۔ اور مسلمانوں کے سپہ سالار اعظم حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ نے اپنی تمام افواج سے اس کے مقابلہ کا قصد کیا تو حضرت خالدؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ سے کہا کہ اگر آپ اپنی ساری فوج سے جبلہ کا مقابلہ کریں گے تو اِس صورت میں مسلمانوں کا بے حد نقصان ہوگا۔ پھر دشمن کی افواج لاکھوں کی تعداد میں اس کے علاوہ اور ہیں ان سے بھی نمٹنا ہے۔ اس لئے بہتر ہوگا کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں تیس اصحاب کو لے کر ان ساٹھ ہزار سے مقابلہ کروں۔ اس طرح ہماری فوج دشمن کی کثیر افواج سے مقابلہ کرنے کے لئے محفوظ رہے گی۔ میں ایسے اصحاب کو منتخب کروں گا کہ ان میں کا ایک شخص تن تنہا اِس مقابل فوج پر بے درنگ حملہ کر سکتا ہے۔

حضرت زبیرؓ اور صحابہ کرامؓ کا دشمن پر حملہ اور فتح۔

آخر کار یہ طے ہوا کہ ساٹھ ہزار دشمنوں کے مقابلہ میں ساٹھ اصحاب جائیں۔ تاکہ ایک ہزار کے مقابل ایک شخص رہے۔ اِن ساٹھ اصحاب میں حضرت زبیرؓ بھی شامل تھے۔ تین شبانہ روز کی جنگ میں اِن ساٹھ اصحاب نے جبلہ بن ایہم الغسانی کی ساٹھ ہزار فوج کو شکست دیدی۔ بعد اختتام جنگ جب مسلمان شہداء کا شمار کیا گیا تو معلوم ہوا کہ کل سات یا نو شہید ہوئے ہیں۔ اور پچیس کا معہ حضرت زبیرؓ کے پتہ ونشان نہیں ہے۔ اِس قدر صحابہؓ اور خصوصاً حضرت زبیرؓ کی گم شدگی سے تمام مسلمانوں میں تہلکہ پڑ گیا۔ پھر اس خیال سے کہ شاید یہ اصحاب دشمنوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہوگئے ہوں۔ حضرت خالدؓ اپنی ہمراہی میں کچھ فوج لے کر روانہ ہو کہ اگر موقع ملے تو اِن حضرات کو دشمنوں کے پنجوں سے رہا کرلیں۔ جب حضرت خالدؓ ایک منزل گئے تو ان کو تکبیروں کی آوازیں سنائی دیں۔ تھوڑی دیر میں وہ ان اصحاب سے ملاقی ہوئے تو حضرت زبیرؓ نے فرمایا کہ ہم دشمن کے تعاقب میں آگے بڑھ آئے تھے۔ ہم میں سے کوئی گرفتار نہیں ہوا ہے۔ پھر حضرت زبیرؓ معہ اپنے ہمراہی صحابہؓ کے لشکر اسلام میں

---

[1] ترجمہ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ہشتم صفحہ ۱۸۴ و ۱۸۵۔

تشریف لے آئے جن کو بخیر و عافیت پاکر مسلمانوں کو بہت خوشی ہوئی۔ [1]

حضرت زبیرؓ کی لاثانی بےجگری و شجاعت۔

جب بڑی جنگ آغاز ہوئی تو رُومیوں نے پچاس پچاس زرہ پوشوں کو زنجیروں سے باندھ لیا تھا کہ وہ بھاگ نہ سکیں۔ مسلمانوں نے ایک ٹیلہ کو پس پشت رکھ کر صف آرائی کی اُنہوں نے عورتوں سے کہدیا تھا کہ وہ گھوڑے باندھنے کی میخیں ہاتھوں میں لے لیں اور جب مسلمانوں کو صفوں میں سے نکل کر پیچھے ہٹتے دیکھیں تو اُن کے گھوڑوں کے سموں پر میخیں ماریں۔ نیز بچوں کو ہاتھوں میں لے کر اُنھیں غیرت دلائیں کہ ہمیں اور ان بچوں کو کافروں کے حوالے کرکے جو تم بھاگ رہے ہو تو تمہاری غیرت کہاں چلی گئی ہے۔ عرب میں کس طرح منہ دکھاؤ گے۔ مگر جب کئی لاکھ فوج کا دباؤ پڑا تو مسلمانوں کے قدم کسی طرح نہ جم سکے۔ اور وہ ہٹتے ہٹتے اُس ٹیلہ تک آگئے جہاں مسلمانوں کی عورتیں اور بچے تھے۔ عورتیں ان پسپا ہونے والے مسلمانوں کو غیرت دلانے لگیں۔ مسلمان بڑھنا چاہتے تھے لیکن اُن کے بڑھنے کی کوشش کچھ کام نہ آتی تھی۔ رُومیوں کے زبردست سیلاب سے اُن کے قدم اُلٹے پڑتے تھے۔ جب میخیں مارنے اور عورتوں کے غیرت دلانے کی تدبیر کارگر نہ ہوئی اور مسلمان پیچھے ہی ہٹتے چلے آئے تو ایک عورت گھبرا کر چلا اُٹھی کہ کیا کوئی ایسا نہیں ہے جو اس وقت مسلمانوں کی مدد کرے۔

حضرت زبیرؓ کی آنکھیں آشوب کر آئی تھیں۔ آپ اس وقت آنکھوں پر پٹی باندھے ہوئے اُسی ٹیلہ پر اپنے خیمہ میں بیٹھے ہوئے تھے آپ کی زوجہ حضرت اسماء بنت حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی آپ کے پاس موجود تھیں۔ اُس عورت کی صدا آپ کے کانوں میں پڑی تو آپ نے حضرت اسماءؓ سے دریافت فرمایا کہ یہ عورت کیوں چلاتی اور کیا کہتی ہے۔ جب حضرت زبیرؓ سے اُس عورت کا جملہ کہا گیا تو آپ نے فرمایا۔ خدا کی قسم میں مسلمانوں کی مدد کرنے والا یہاں موجود ہوں۔ یہ فرما کر آپ نے اپنی آنکھوں پر سے پٹی کھول کر پھینکدی۔ اور گھوڑے پر سوار ہو کر اس تندی اور تیزی سے رُومیوں کی فوجوں پر حملہ آور ہوئے کہ وہ جس مقام سے بڑھی تھیں اُن کو اُسی مقام تک واپس لوٹا دیا۔ [2]

حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ اور جنگ یرموک کا ہولناک منظر

حضرت عروہؓ کہتے ہیں کہ اُس روز حضرت زبیرؓ کے ساتھ میرے بھائی عبداللہؓ بھی تھے۔ جن کی عمر اُس وقت بارہ سال تھی۔ حضرت زبیرؓ نے عبداللہؓ کو گھوڑے پر سوار کرکے ایک شخص کے سپرد کر دیا تھا۔ تاکہ وہ جنگ کا ہولناک منظر دیکھ کر قوی دل ہوں۔ [2]

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں بھی جنگ یرموک میں اپنے والد ماجد کے ساتھ تھا۔ اُس وقت میں اتنا چھوٹا تھا کہ لڑائی میں شامل نہ تھا۔ [2]

حضرت خالدؓ کی معزولی اور خبر وفات حضرت صدیق اکبرؓ

حضرت خالدؓ جس وقت لڑائی کے لئے چلے تو اُنہوں نے کچھ فوج کمینگاہ میں چھپا دی۔ پھر خالدؓ نے حکم دیا تو عکرمہؓ بن ابی جہل اور قعقاع بن عمروؓ نے قتال شروع کیا۔ اور لوگ جوش میں بھر گئے۔ نیز شہسواروں نے حملے شروع کئے۔ لڑائی خوب

---

[1] فتوح الشام حضرت واقدیؒ [2] ترجمہ صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۱۰۹ و ۱۳۵ [3] ترجمہ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ششم صفحہ ۱۹۲، ۱۹۳

شدت سے ہونے لگی۔ اسی میں ناگہاں مدینہ سے ایک قاصد آیا جس کا نام محمیۃ بن زنیم تھا۔ لوگوں نے پوچھا خیر تو ہے۔ اس نے کہا ہاں خیریت ہے۔ اور امداد بھی آتی ہے۔ لیکن درحقیقت وہ حضرت ابوبکرؓ کی وفات کی اور حضرت ابو عبیدہؓ کے امیر لشکر ہونے کی خبر لایا تھا۔ لوگ اُسے حضرت خالدؓ کے پاس لے گئے۔ قاصد نے اُن سے چپکے سے کہا کہ حضرت ابوبکرؓ کی وفات ہو گئی۔ انہوں نے تا اختتام جنگ اُسے خاموش رہنے کو کہا۔ ؎

میدان جنگ اور معرکہ کارزار

اس لڑائی میں لوگوں نے ظہر اور عصر کی نماز صرف ایما اور اشارہ سے پڑھی۔ پھر رومیوں میں تزلزل شروع ہو گیا۔ اور خالدؓ اُن کے قلب میں حملہ آور ہو کر اُن کے سواروں اور پیادوں کے درمیان میں گھس گئے۔ اس سے اُن کے سوار بھاگ گئے۔ صرف پیادے باقی رہ گئے۔ جب مسلمانوں نے دیکھا کہ رومیوں کے سوار بھاگنے کا راستہ دیکھتے ہیں تو انہوں نے اُن کے لئے راستہ کھول دیا جس سے وہ متفرق ہو گئے۔ اور پیادے کشت و خون کرنے لگے پھر وہ اپنی خندق میں گھس گئے۔ مسلمان بھی اُن کے پیچھے خندق میں دوڑ پڑے۔ میدانِ جنگ میں قتل ہونے کے بعد رومیوں کے اسی ہزار مقربین اور چالیس ہزار مطلق (یا مقیدین) میں سے جو بچے رہے تھے وہ بھی خندق میں جا گرے اور قیقار (یا۔ فلیقلار) اور رُوم کے اشراف و اکابر نے (امن مانگنے کے واسطے) اپنی برانس (رُومی لمبی ٹوپیوں) پر ہاتھ رکھے اور بیٹھ گئے جنھیں لباس پہنے ہوئے قتل کر دیا گیا۔ خالدؓ بھی خندق میں پہنچے بعد تدارک رواق میں جا کر فروکش ہوئے۔ ؎

رومیوں کی تباہی

یرموک میں کیونکہ رومیوں کے پیچھے پہاڑ تھا۔ اس لئے انہیں بھاگنے کا راستہ نہیں ملا بہت مارے گئے۔ بقیہ ندی کی طرف پلٹے۔ مسلمانوں نے اُن کو یہاں تک دبایا کہ طبری کے بیان کے مطابق ایک لاکھ تئیس ہزار پانی میں غرق ہو گئے۔ لڑائی دن بھر جاری رہی۔ اور صبح ہوئی تو حضرت خالدؓ رومی سپہ سالار باہان ارمنی کے خیمے میں تھے۔

اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ مسلمانوں کا پڑاؤ نہر یرموک[1] کے کنارے تھا۔ جہاں سے وہ رومیوں پر تاخت کرنے کو آگے بڑھے۔ وہ اُن پر جا پڑے اور خالدؓ نے لوگوں کو قتال کا جوش دلایا۔ ان میں سے ایک گروہ دشمن کا تعاقب کرتا ہوا ایک بلندی پر پہنچ گیا جس کے پیچھے پہاڑ کی ایک گھاٹی تھی۔ مغرور دشمن اس گھاٹی میں گر پڑے۔ کیونکہ کُہر چھائی ہوئی تھی۔ اور بعض لوگوں کا قول ہے کہ رات کا وقت تھا۔ جس کی وجہ سے وہ اُس کھڈ کو دیکھ نہ سکے۔ اس کے بعد بھی جو رومی بھاگ بھاگ کر آئے انہیں خبر نہ ہوئی کہ آگے والوں پر کیا گذری اور وہ بھی اُسی کھڈ میں گرے۔ دشمن کے مقتولوں کا شمار ممکن نہ تھا۔ مگر تخمینہ کرتے ہیں کہ اسی ہزار رومی ہلاک ہوئے۔ اُس گھاٹی یا کھڈ کو اُس دن سے آج تک الواقوصہ کہتے ہیں۔ (جو ملک شام کی ولایت حوران میں واقع ہے) کیونکہ اُس جگہ۔ رومی فوج شکستہ اور پراگندہ ہوئی تھی۔

---

[1] نہر الیرموک۔ جبل الریان سے بہتی ہوئی نیچے آتی ہے۔ جس کی نسبت یاقوت لکھتا ہے کہ نہر یرموک شام کی وادی ہے جو غور تک بڑھتی چلی آئی ہے۔ اس کا پانی اُردن میں جا گرتا ہے۔ اور پھر یہ کر بحیرہ منتغن (لوط) میں چلا جاتا ہے۔ (دمشقی صفحہ ۱۱۰)

؎ ترجمہ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ہشتم صفحہ ۱۸۸ و ۱۸۹ و ۱۹۱ و ۱۹۲۔

جس وقت دن نکلا اور کافر نظر نہ آئے تو مسلمان سمجھے کہ وہ کہیں گھات میں چھپ گئے ہیں تا آنکہ اصل حقیقت معلوم ہوئی۔ چند رومی جو باقی رہ گئے تھے فرار ہوئے مگر مسلمانوں نے پیچھا کیا اور انہیں بھی قتل کیا۔ حتیٰ کہ رومی لشکر تہس نہس ہو گیا۔[ا]

جنگ یرموک میں مسلمانوں کے تین ہزار بہادر شہید ہوئے۔[ب] جنگ کا ربیع الاول یا ربیع الثانی ۱۳ھ میں ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ جنگ یرموک یقیناً جمادی الثانی ۱۳ھ کی آخری تاریخوں میں ہوئی ہے۔

وفات صدیق رضی اللہ عنہ تک فتح یرموک کی خبر مدینہ میں نہیں پہنچی تھی۔ یہ غیر ممکن تھا کہ فتح یرموک کی خبر ڈھائی مہینہ تک مدینہ میں نہ پہنچتی۔[۳]

حضرت زبیرؓ کے ایک حملہ کی شان اور دو کاری زخم۔

حضرت عروہؓ تحریر فرماتے ہیں کہ جنگ یرموک کے دن صحابہؓ نے حضرت زبیرؓ سے کہا کہ آپ حملہ کریں تو ہم بھی آپ کا ساتھ دیں گے۔ حضرت زبیرؓ نے فرمایا کہ اگر میں نے حملہ کیا تو تم وعدے کے خلاف کرو گے۔ صحابہؓ نے کہا ہم ایسا نہیں کریں گے۔ حضرت زبیرؓ نے کافروں پر حملہ شروع کر دیا۔ اور صفوں کو چیرتے ہوئے (پار) نکل گئے۔ حالانکہ اُن کے ساتھ کوئی بھی شریک نہیں رہا۔ پھر واپس آ رہے تھے کہ کافروں نے آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور کاندھے پر دو زخم مارے۔ جن کے درمیان جنگ بدر کے دن ایک اور زخم لگا تھا۔

حضرت عروہؓ کہتے ہیں کہ میں چھوٹا سا تھا کہ اُن زخموں کے نشانوں (سوراخوں) میں انگلیاں ڈال کر کھیلا کرتا تھا۔[۴]

اثنائے جنگ میں لوگوں نے حضرت زبیرؓ سے کہا کہ آپ حملہ کر کے غنیم کے قلب میں گھس جائیں تو ہم بھی آپ کا ساتھ دیں۔ حضرت زبیرؓ نے فرمایا کہ تم میرا ساتھ نہیں دے سکتے۔ لوگوں نے عہد کیا تو اس زور سے حملہ آور ہوئے کہ رومی فوج کا قلب چیرتے ہوئے تنہا اس پار سے اُس پار نکل گئے اور کوئی رفاقت نہ کر سکا۔ پھر واپس لوٹے تو رومیوں نے آپ کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور نرغہ کر کے زخمی کیا۔ گردن پر دو زخم اس قدر کاری تھے کہ اچھا ہونے کے بعد بھی گڑھے باقی رہ گئے۔[۵]

[ا] ۔ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ واقدی کا خیال ہے کہ واقعہ یرموک ۱۵ھ میں ہوا۔ حالانکہ تیئیسویں جمادی ۱۳ھ یوم شنبہ کو بعد وفات ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ رسول اللہ صلعم عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ تخت خلافت پر متمکن ہوئے سب سے پہلا کام جو بعد خلافت انہوں نے کیا وہ یہ تھا کہ خالد ابن الولیدؓ کو عساکر اسلامیہ کی سرداری سے معزول کر کے بجائے اُن کے ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر مقرر کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان مسلمانوں کو یرموک میں اُس وقت پہنچا جس وقت وہ اپنے فریق مخالف سے مصروف جدال و قتال تھے۔ ابو عبیدہ بن الجراحؓ نے مصلحتاً اس خبر کو تا اختتام جنگ چھپا رکھا جس وقت یرموک فتح ہو گیا اور رومیوں کو شکست ہوئی اُس وقت یہ خبر ظاہر کی گئی۔ اور اُس وقت سے عساکر اسلامیہ کے سردار ابو عبیدہؓ مانے گئے۔ (ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۱)

ابن خلدون کے مندرجہ بالا بیان کی تصدیق ترجمہ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ہشتم کے صفحہ ۱۸۸ و ۱۸۹ تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۳۲۷ تا ۳۳۰ اور ترجمہ تاریخ ابوالفدا جلد دوم کے صفحہ ۸۵ سے بھی ہوتی ہے۔

بخلاف ان مورخین کے علامہ شبلیؒ واقدیؒ کے خیال کے مطابق جنگ یرموک کے ۱۵ھ میں ہونے کے قائل ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی مولفہ کتاب الفاروق کے صفحہ ۱۳۶ پر لکھتے ہیں کہ جنگ یرموک ۵ رجب ۱۵ھ کو ہوئی تھی۔ مگر صحیح یہی ہے کہ جنگ یرموک ۱۳ھ میں واقع ہوئی۔

---

[۱] یاقوت جلد چہارم ۱۰۱۵-۱۰۱۵ ۔ و مراصد جلد سوم ۲۷۱-۲۳۹ [۵] ترجمہ بخاری جلد دوم ۱۰۹ و ۱۳۵ [۳] فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۲۲۰۔
[۲] اسی ملک شام کی جنگ اجنادین میں جو ۱۳ھ میں واقع ہوئی۔ حضرت زبیرؓ کے چچا زاد بھائی حضرت ہبار بن اسود شہید ہوئے۔

حضرت زبیرؓ کے کارنامے
خلافت
حضرت عمر فاروقؓ میں

حضرتِ زبیرؓ بحیثیت ازارکان شوریٰ حضرت عمرؓ

یہ تو پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے کہ بوقت وفات حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت زبیرؓ جنگ یرموک میں شرکت کی وجہ سے مدینہ منورہ میں موجود نہ تھے۔ اس جنگ کے بعد ہی جس نے رومی قوت کو بالکل ہی توڑ دیا تھا۔ اور قیصر میں اس قدر طاقت نہیں رہی تھی کہ مسلمانوں کو اس سے اندیشہ ہو سکتا۔ حضرت زبیرؓ مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔ اور یہاں حضرت عمرؓ کے ارکانِ شوریٰ یا اربابِ حل و عقد میں شامل ہوئے۔

ارکانِ شوریٰ یا اربابِ حل و عقد

حضرت عمرؓ کے ارکانِ شوریٰ یا اربابِ حل و عقد حضرت زبیرؓ حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ حضرت طلحہؓ حضرت سعد بن وقاصؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ تھے۔

انتخاب اہلِ شوریٰ میں حضرت فاروقؓ نے اس امر کا لحاظ رکھا تھا کہ جو صحابہؓ اسلام میں مقدم ہیں صرف وہ ہی اس مجلس میں شریک کئے جائیں۔ حضرت عباسؓ اور دوسرے اکابر صحابہؓ چونکہ اسلام میں اصحاب شوریٰ سے موخر ہیں اس لئے اُن کو مجلس شوریٰ میں داخل نہیں کیا گیا۔ [1]

ایرانیوں پر فوج کشی

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ خلافت ہی میں جہاں ایک طرف شام کی جانب مسلمان ترکتازیاں کر رہے تھے۔ وہیں دوسری طرف عراق کی جانب بھی اُن کی توجہ مبذول تھی۔ عراق کا پورا علاقہ اس وقت ایرانیوں کے زیرِ تصرف تھا۔ جب حضرت عمرؓ کا زمانہ خلافت آیا تو آپ نے عراق پر فوج کشی کا اہتمام کیا۔ ایرانیوں نے پوری قوت سے مسلمانوں کے اس سیلاب کو روکنے کی کوشش کی۔ المثنیٰؓ بن حارثہ الشیبانی کی امداد کے لئے حضرت عمرؓ نے ابوعبیدہؓ بن مسعود الثقیفی اور سلیطؓ بن قیس بن عمرو الانصاری کو عراق روانہ کیا۔ ایرانیوں کو مسلمانوں کے اجتماع کی اطلاع ہو گئی تھی تو انہوں نے ذوالحاجب مردان شاہ کو جو رستم کے نام سے مشہور تھا ان کی طرف بھیجا جس کے ساتھ ہاتھی بھی تھے۔ جن کو دیکھ کر مسلمانوں کے گھوڑے بدکتے اور بے قابو ہو جاتے۔ اس وجہ سے مسلمانوں کے پاؤں اُکھڑنے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سلیطؓ کام آئے اور پھر ابوعبیدؓ بھی ایک ہاتھی کو مارتے ہوئے اُس کی لپیٹ میں آن گرا اور اُس کے نیچے دب کر شہید ہوئے۔ مسلمانوں کو شکست اُٹھانی پڑی۔ اس کو واقعہ الجسر کہتے ہیں۔ جو شنبہ کے دن آخر ماہ رمضان ۱۳ھ میں ہوا۔ المثنیٰؓ نے بڑی ہوشیاری سے اپنی پراگندہ فوجوں کو پیچھے ہٹا لیا۔ اس لڑائی میں تقریباً چار ہزار مسلمان قتل اور

---

[1] شمس التواریخ جلد چہارم صفحہ ۱۴۴۔

غرق ہوئے تھے۔ اور دو ہزار بھاگ گئے تھے۔ اور تین ہزار باقی بچ گئے۔ لیکن اسی اثنا میں جب کہ مسلمانوں پر یہ ابتلا تھی۔ ایرانی سپاہ سالار ذوالحاجب کو اطلاع ملی کہ دارالسلطنت ایران میں اختلاف رُونما ہوگیا ہے۔ لہٰذا وہ اپنی فوج لے کر واپس ہوگیا۔ المثنیٰؓ خود بھی بہت زخمی ہوگئے تھے۔ اُنہوں نے اس واقعہ کی اطلاع حضرت عمرؓ کو دی۔

روایت ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے ابوعبیدہؓ وسلیطؓ کی بپتا سنی تو اُن کو بڑا دُکھ ہوا اور اُنہوں نے سال بھر تک عراق کی مہم کا نام نہیں لیا۔ لیکن وہ اس سے غافل بھی نہیں تھے۔ واقعہ جسر کے بعد مثنیٰؓ نے عراق میں اپنے قرب وجوار کے بہت سے لوگوں کو جمع کرلیا۔ اس طرح ایک عظیم الشان لشکر تیار ہوگیا۔ اور حضرت عمرؓ نے بھی ازدیوں وغیرہ قبایل کو عراق جانے پر آمادہ کرکے روانہ کردیا۔

شاہ ایران شیرویہ مرچکا تھا۔ اور پوران بنت کسریٰ اُس وقت تک کے لئے کہ یزدجرد بن شہریار بالغ ہو۔ فرمانروا ہوگئی تھی۔ اس نے مسلمانوں کی جانب اپنے سپہ سالار مہران الہمدانی کو بھیجا۔ مسلمانوں نے بڑی پامردی سے مقابلہ کیا۔ مہران قتل ہوا اور ایرانی شکست کھاکر بھاگے۔ یہ بویب کی لڑائی کہلاتی ہے۔ جو ۱۳ھ میں واقع ہوئی۔

بویب کی لڑائی میں مہران کے قتل اور لشکر عظیم کی بربادی کا حال سُن کر جس میں ایک لاکھ ایرانی اور ایک سَو عرب مقتول ہوئے۔ اور مسلمانوں کی حکومت دجلہ و فرات میں لہریں مارنے لگی۔ نہ صرف دربار ایران بلکہ تمام ملک ایران میں تہلکہ پڑگیا۔ اُس وقت اگرچہ ایران کے تمام امور سلطنت رستم بن فرخ زاد کے ہاتھ میں تھے۔ لیکن تخت ایران پر برائے نام ایک عورت جو شاہی خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ تخت نشین تھی۔ اس شکست فاش اور نقصان عظیم کا حال سُن کر ہر شخص کی زبان پر یہ فقرہ جاری تھا کہ عورت کی سلطنت میں فتح مند ہونا دشوار ہے۔ چنانچہ تمام رؤسائے ملک اور امرائے دربار نے یزدجرد کو تخت پر بٹھایا۔ دربار ایران میں دو سردار۔ رستم اور فیروز بہت قابو یافتہ اور بااثر نیز ایک دوسرے کے مخالف و رقیب تھے۔ ان دونوں میں بھی مصالحت پیدا کی گئی اور تمام اُمرا و رؤساء نے اپنی مخالفتوں کو فراموش کرکے ملک و سلطنت کی حفاظت و خدمت کے لئے کمر باندھی تو سارے وہ صوبہ دار بھی جو دربار ایران کی بدانتظامیوں کے سبب سے بددل ہو رہے تھے یک لخت چستی و مستعدی کا اظہار کرنے لگے جس سے سلطنت ایران میں ایک تازہ رُوح عربوں کے مقابلہ میں پیدا ہوگئی۔ جن شہروں اور صوبوں پر مسلمان کا قبضہ ہوچکا تھا اُن میں بغاوت و سرکشی پھیل گئی۔ ایرانی چھاؤنیاں فوجوں سے پُر ہوگئیں۔ ایرانی قلعے سب مضبوط کردئے گئے۔ غرض کہ ایران میں مسلمانوں کے لئے نازک حالت پیدا ہوگئی۔ حضرت فاروق اعظمؓ کو یہ حالات مدینہ منورہ میں ذی قعدہ کے مہینہ میں معلوم ہوئے۔ آپ نے اُسی وقت ایک حکم تو مثنیٰ بن حارثہ (سپہ سالار افواج اسلام ایران) کے نام بھیجا کہ ربیعہ اور مضر کے قبایل کو جو عراق و مدینہ کے درمیان نصف راستے سے اُس طرف آباد ہیں خود اپنے پاس طلب کرو اور اپنی جمعیت کو اس طرح طاقتور بناؤ۔ نیز محدوش علاقہ کو خالی کرکے۔ سرحد عرب کی طرف ہٹ آؤ۔ ساتھ ہی اپنے تمام عاملوں کے نام احکام روانہ کئے کہ ہر قبیلہ سے جنگجو لوگ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے بھیجے جائیں۔[1]

حضرت عمر فاروقؓ نے مثنیٰؓ کے پاس حکم بھیجنے کے بعد حالات سے کل عمال کو ایک گشتی مراسلہ سے مطلع کیا اور اُن سے سواروں، پیادوں، سواریوں، سلاح حرب، سپہ سالاروں اور جنگ آوروں کو طلب کرلیا۔ پس وہ لوگ جو مابین

---

[1] تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۲۷ و ۲۸ و تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۳۴۲ و ۳۴۳۔

مدینہ و عراق کے نصف راستہ پر تھے۔ مدینہ میں آگئے اور جو لوگ عراق کے قریب تھے وہ مثنیٰؓ سے جا ملے۔

خلیفہؓ کا عزم سپہ سالاری

حضرت عمرؓ پر ایرانیوں کی اس بے پناہ تیاریوں کا اس قدر اثر تھا کہ ۱۴ھ میں بعد واپسی حج جس وقت غازیانِ اسلام اطراف و جوانب سے مدینہ میں آکر مجتمع ہو گئے تو اُس وقت حضرت عمر فاروقؓ بہ ذات خود اسلامی فوج کی سپہ سالاری کرنے کے لئے حضرت علی بن ابی طالبؓ کو مدینہ میں امیر مقرر کرکے چشمۂ صرار پر آ ٹھہرے۔ (جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے) [۱]

فوج کی ترتیب

جس قدر فوج مدینہ میں موجود تھی۔ اُس کی ترتیب آپ نے اِس طرح فرمائی کہ مقدمۃ الجیش پر حضرت طلحہؓ اور میمنہ پر حضرت زبیرؓ اور میسرہ پر حضرت عبدالرحمٰنؓ کو مقرر فرمایا۔ اور اس کو مدینہ سے حسب ترتیب بالا آگے بڑھایا۔ [۲]

اِس فوج میں لڑائی کے لئے بڑا جوش پیدا ہو گیا تھا۔ کیونکہ خلیفۂ وقت خود اِس فوج کا سپہ سالار تھا۔ [۳]

اربابِ حل و عقد کا مشورہ اور حضرت عمرؓ کی مدینہ میں واپسی

اِس عرصہ میں حضرت عثمانؓ نے بڑھ کر خروج کا سبب اور عزیمت کا حال دریافت کیا۔ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو جمع کرکے عراق کی طرف جانے کی بابت مشورہ طلب کیا۔ سبھوں نے بالاتفاق جانے کی رائے دی۔ اس مشورہ کے بعد اصحاب رسول اللہؐ حضرت زبیرؓ حضرت علیؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بھی مشورہ کی غرض سے بلائے گئے۔ اِن بزرگوں نے کہا۔ مناسب یہ ہے کہ آپ مدینہ میں قیام کریں اور لشکرِ اسلام پر اصحاب رسول اللہؐ میں سے کسی کو مقرر کرکے عراق کی طرف روانہ کیا جائے اگر اُن کو کامیابی حاصل ہو گئی تو نورٌ علیٰ نور۔ ورنہ اور کسی دوسرے صحابیؓ کو لشکر دیکر روانہ کیا جائے۔ تا آنکہ اللہ تعالیٰ فتح نصیب کرے۔ اور دشمنانِ دین کو ہلاک کرے۔ اِس میں دشمنوں پر زیادہ اثر پڑے گا۔ (یعنی خلیفۂ وقت کا خود مدینہ سے تشریف لے جانا خطرے سے خالی نہیں۔ کیونکہ اگر کسی سردار کو میدانِ جنگ میں ہزیمت حاصل ہو تو خلیفۂ وقت بہ آسانی اُس کا تدارک کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر خدا نخواستہ خلیفۂ وقت کو میدانِ جنگ میں کوئی چشم زخم پہنچے تو پھر مسلمانوں کا سنبھلنا دشوار ہو جائے گا) [۴]

حضرت عمرؓ نے اِس رائے کو استحسان کی نظروں سے دیکھ کر قبول کر لیا۔ اور اِس کام کے لئے اربابِ حل و عقد کے اتفاق سے حضرت سعد بن وقاصؓ کو منتخب کیا۔ اور اُن کو چار ہزار غازیان و عساکرِ اسلام کے ساتھ عراق کی جانب روانہ کیا۔ پھر خود معہ حضرت زبیرؓ اور دیگر اربابِ حل و عقد مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے۔ [۵]

فتح قادسیہ

حضرت عمرؓ نے حضرت سعد بن وقاصؓ کو جب کہ وہ سیراف میں ٹھہرے ہوئے تھے لشکر کا جائزہ لینے اور اُسے مرتب کرنے کا حکم بھیجا۔ حضرت سعدؓ نے لشکرِ اسلام کا جائزہ لیا تو تمام عراق میں موجود افسروں کی فوج ملا کر غازیانِ اسلام کی تعداد تیس ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ ہنوز وہ سیراف سے بڑھنے نہ پائے تھے کہ حضرت عمرؓ کا ایک دوسرا فرمان آ پہنچا جس میں اُنھیں قادسیہ کی طرف بڑھنے کو لکھا تھا۔ نیز یہ لکھا تھا کہ قادسیہ میں تم اپنے مورچے اِس ڈھنگ سے بناؤ کہ آگے تمہارے فارس ہو اور پیچھے عرب کے پہاڑ ہوں۔ پس اگر اللہ تعالیٰ تمہیں فتح نصیب کرے تو جس قدر چاہو بڑھتے چلے جاؤ۔ اور اگر اس کے برعکس ہو تو پہاڑ پر آ رہو اور پھر

---

[۱] الفاروق جلد اول صفحہ ۹۲ [۲] ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۲۸ و ۲۹ [۳،۴] ایضاً [۵] تاریخ اسلام اول صفحہ ۳۴۴ [۵] ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۲۹ و ۳۰۔

اُن کے رنگ ڈھنگ دیکھ کر حملہ کر دو۔ [۱]

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب کی بہت مشرکین جنگ میں مارے گئے۔ اور کثیر مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ عساکر اسلامیہ قادسیہ میں بہ انتظار حکم حضرت عمرؓ پڑے رہے۔ تا آنکہ دربار خلافت سے کوچ کرنے کا حکم آ گیا۔ واقعہ قادسیہ ۱۴ھ میں اور بعض کہتے ہیں ۱۵ھ میں اور بعض کا خیال ہے ۱۶ھ میں ہوا۔ واللہ اعلم۔ [۲]

جنگ جَلُولَا

ایرانیوں نے قادسیہ سے بھاگ کر بابل میں قیام کیا۔ حضرت سعدؓ کی آمد کی خبر سن کر وہ کچھ مداین چل دئے۔ اور کچھ اہواز و نہاوند کی طرف راہی ہوئے۔ اسلامی لشکر مقام کوثی پہنچا تو معلوم ہوا کہ ایرانیوں کا مشہور سردار شہریار مقابلہ پر آمادہ ہے۔ (کوثی وہ مقام ہے جہاں نمرود نے حضرت ابراہیمؑ کو قید کیا تھا)۔ بہرہ شیر پر مسلمانوں نے ایرانیوں کو ہٹایا۔ اور مداین کی طرف بڑھے۔ یزدجرد۔ مداین سے بھاگ گیا۔ اور مسلمانوں نے بہت سے ایرانیوں کو قتل کر کے مداین پر قبضہ کر لیا بعد میں جلولا اور حلوان فتح کر لئے۔ [۳]

جلولا میں لاکھوں ایرانی جنگجو موجود تھے۔ مسلمانوں کی تعداد ہزاروں سے متجاوز نہ تھی۔ اپنی جمعیت کی کثرت اور سامانِ حرب کی فراوانی پر اعتماد کر کے ایرانیوں نے ایک آخری اور فیصلہ کن جنگ کا تہیہ کیا۔ بڑے زور و شور کی لڑائی ہوئی۔ اگرچہ ایرانیوں نے خوب جی توڑ کر مقابلہ کیا۔ مگر وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں ناکام و نامراد ثابت ہوئے ایک لاکھ ایرانی اس معرکہ میں مسلمانوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔ تین کروڑ کا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ یزدجرد نے جب حلوان میں جلولا کے سقوط کا حال سنا تو وہ حلوان میں نہ ٹھہر سکا۔ وہاں سے آ کر رے میں مقیم ہوا۔ [۴]

جلولا ۱۶ھ میں فتح ہوا۔ اس جنگ میں عبدالرحمٰن بن سکران بن عمرو بن اسود بن مطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی (حضرت زبیرؓ کے چچیرے پوتے) شہید ہو گئے۔

ارباب حل و عقد کا حضرت عمرؓ کو دوبارہ مشورہ اور اُس کی مقبولیت

یزدجرد مقام رے میں جا کر مقیم ہوا۔ پھر وہ اصفہان چلا گیا۔ وہاں سے کرمان کی طرف آیا۔ پھر اصفہان واپس گیا۔ جب مسلمانوں نے صوبہ اہواز پر تصرف کیا تو یزدجرد مشرقی ایران میں خراسان کے شہر مرو میں آ کر مقیم ہوا۔ یہاں اُس نے ایک آتش کدہ بنوایا۔ اور اطمینان سے رہنے لگا۔

اہواز کی شکست کے بعد اُس نے فوجیں جمع کیں۔ اُس کی کوششوں سے طبرستان، جرجان، خراسان، اصفہان، ہمدان، اور سندھ وغیرہ ملکوں اور صوبوں میں مسلمانوں کے خلاف جوش پیدا ہو گیا۔

یزدجرد نے فیرزان یا مردان شاہ کو ڈیڑھ لاکھ فوج کا افسر بنا کر نہاوند روانہ کیا۔ اس لشکر کے مقابلہ کے لئے حضرت عمرؓ نے خود جانا چاہا۔ مگر اکابر صحابہؓ حضرت زبیرؓ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضرت عثمانؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت علیؓ وغیرہ کی رائے نہیں ہوئی۔

حضرت سعد بن وقاصؓ کو مدینہ منورہ میں بلوا لیا گیا تھا۔ اس لئے حضرت نعمان بن مقرنؓ کو سپہ سالار بنا کر روانہ کیا گیا۔ آخر ایرانی لشکر مسلمانوں کے حملہ سے بھاگا۔ مگر حضرت نعمانؓ شہید ہو گئے۔ [۵]

---

[۱] ترجمہ تاریخ ابن خلدون صفحہ ۱۳۱ و ۱۳۲ و ۶۴ و ۶۵ [۲] تاریخ الامت [۳] تاریخ اسلام حصہ اول صفحہ ۲۶۰ و ۲۶۱ [۵] تاریخ الامت۔

آخرکار رفتہ رفتہ تمام ملک مسلمانوں نے فتح کرلیا۔ یزدجرد بیک بینی و دوگوش خاقان کے پاس فرغانہ میں جاکر رہنے لگا۔ اور مجوسی اپنے ملک میں سنہ ۲۳ھ تک بالشت بھر زمین کے بھی مالک نہیں رہے۔ [1]

سنہ ۳۱ھ کے حال میں تاریخ ابوالفدا میں ہے کہ یزدگرد معہ ترکوں کے چند آدمیوں کے فرغانہ میں تازیست مقیم رہا اور لشکر اس کا جہاں جہاں تھا وہیں رہا۔ اور مسلمانوں سے سب نے صلح کرلی۔ [2]

حضرت زبیرؓ کی شرکت ایران کی لڑائی میں۔

حضرت زبیرؓ نے ایک دفعہ ایران تشریف لے جاکر آذربیجان کی لڑائی میں شرکت بھی فرمائی تھی۔ زید بن وہب فرماتے ہیں کہ ہم حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانے میں آذربیجان والوں سے لڑتے تھے۔ ہمارے ساتھ اس وقت حضرت زبیرؓ بن العوام بھی تھے۔ وہاں فاروق اعظمؓ کی طرف سے ہم کو خبر ملی کہ ہم ایسی جگہ میں ہیں جہاں کے لوگ کھانے اور کپڑے میں مُردار ملاتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں ہدایت ملی تھی کہ ہم اچھے کھانے اور اچھے کپڑے استعمال کریں۔ [3]

حضرت زبیرؓ اور مصر کی فتح

جس وقت حضرت عمر فاروقؓ بیت المقدس (بقول ابن خلدون سنہ ۱۶ھ میں) تشریف لے گئے تھے۔ اسی زمانہ میں حضرت عمرو بن العاصؓ نے آپ سے ملک مصر پر فوج کشی کی اجازت لے لی تھی۔ اور حضرت عمرؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کے بعد حضرت زبیرؓ بن العوام کو مدینہ منورہ سے اُن کی کمک پر روانہ کیا تھا۔ چنانچہ چار اسلامی فوجیں سنہ ۲۰ھ یا سنہ ۲۱ھ میں مصر کی طرف روانہ ہوئیں۔ اور رباب الیون پر قبضہ حاصل کرکے مصر کی جانب بڑھیں۔

ان اسلامی فوجوں کو آگے بڑھ کر ابو مریم۔ جاثلیق اور اسقف ملاجس کو مقوقس نے مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے

عہ۱ روایت ہے کہ عمرو بن العاصؓ ساڑھے تین ہزار کی جمعیت کے ساتھ مصر میں داخل ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ کو جب اس کی خبر ہوئی تو انہیں اندیشہ ہوا اور انہوں نے حضرت زبیرؓ کو بارہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ اُن کی جانب روانہ کیا۔ (ترجمہ فتوح البلدان جزو اول صفحہ ۳۶۲)۔

عہ۲ مترجم تاریخ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ جس طرح مصر پر فوج کشی کے بارے میں مورخین نے اختلاف کیا ہے اسی طرح اس کے مفتوح ہونے کی بابت بھی وہ مختلف الرائے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت عمرو بن العاصؓ نے مصر و اسکندریہ کو سنہ ۲۵ھ میں اور بعض کہتے ہیں کہ سنہ ۱۶ھ میں فتح کیا ہے۔ لیکن میرے نزدیک جیسا کہ ابن اثیر نے لکھا ہے۔ مصر قبل عام الرمادہ (زمانۂ قحط) مفتوح ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ حضرت عمرو بن العاصؓ نے مصر سے براہ قلزم۔ غلہ کے جہازات روانہ کئے تھے۔ اور قحط سنہ ۱۸ھ میں پڑا تھا۔ اس بنا پر سنہ ۱۶ھ کی روایت صحیح اور قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔

علامہ شبلیؒ نے الفاروق حصہ اول کے صفحہ ۱۹۳ تا ۱۹۶ میں حضرت عمرو بن العاصؓ کا مصر پر فوج کشی کرنا سنہ ۲۰ھ م سنہ ۶۴۱ء میں اور اسکندریہ کا فتح ہونا سنہ ۲۱ھ م سنہ ۶۴۱ء و سنہ ۴۲ھ میں لکھا ہے۔

---

[1] تاریخ الامت صفحہ [2] ترجمہ تاریخ ابوالفدا حصہ دوم صفحہ [3] طبقات ابن سعد جلد ۶ صفحہ ۶۹۔

سیلاب کو روکنے کی غرض سے روانہ کیا تھا۔

حضرت عمرؓ کی ہدایت کے مطابق حضرت عمرو بن العاصؓ نے تین شرطیں اسلام قبول کرنے۔ یا جزیہ دینے۔ یا لڑائی کی پیش کیں اور تین دن کی مہلت غور کرنے کے لئے دی۔

ابو مریم اور اسقف مقوقس کے پاس واپس آئے۔ امیر روم ارطبون نے پہلی دو شرطوں میں سے ایک کو بھی قبول نہیں کیا۔ وہ اپنے لشکر کو مرتب کر کے مقابلہ پر آیا۔ اور پہلے ہی حملہ میں شکست کھا کر بھاگا۔ سینکڑوں۔ ہزاروں رومی اس معرکہ میں آگئے۔ مسلمانوں نے بڑھ کر عین الشمس[1] کا محاصرہ کر لیا۔ اور یہیں سے ابرہہ بن صباح کو فرما[2] کے حصار پر اور اسکندریہ کے محاصرہ پر عوف بن مالک کو روانہ کیا۔

حضرت زبیرؓ کی اہل عین الشمس سے جزیہ لے کر صلح۔

فرما۔ اور اسکندریہ والے عین الشمس کے آخری نتیجہ دیکھنے کی غرض سے مجبور ہو کر لڑتے رہے۔ تا آنکہ ایک مدت کے محاصرہ کے بعد حضرت زبیرؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ نے اہل عین الشمس سے جزیہ لے کر صلح کر لی۔ اس صلح میں کل اہل مصر آ گئے تھے۔ اور انہوں نے اسے قبول کر لیا تھا۔ اس کے بعد حضرت عمرو بن العاصؓ نے فسطاط کا رخ کیا اور اس کی فتح کے بعد اسکندریہ کا رخ کیا۔ [1]

۱۹ء ۲۰ھ کے درمیان مصر و اسکندریہ۔ حضرت زبیرؓ بن العوام اور حضرت عمرو بن العاصؓ کی معرفت فتح ہوا۔ یہ دونوں اصحابؓ شہر عین الشمس کے جو قریب مطریہ کے ہے اترے تھے۔ اور اس میں مخالفین کے گروہ اکٹھے تھے۔ چنانچہ اسے فتح کر لیا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے اپنا خیمہ اس مقام پر کھڑا کیا تھا۔ جو بالفعل جامع عمروؓ درمیان مصر کے کہلاتا ہے۔ اور جہاں نشان کر کے انہوں نے ایک بازار بنایا۔ جو جامع عمرو بن العاصؓ کے نام سے مشہور ہے۔ پھر وہ اسکندریہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کو بھی بعد جنگ و جدل کے بزور فتح کیا۔ [2]

فسطاط کی اہمیت

فسطاط اس زمانے میں کف دست میدان تھا اور اس قطعہ زمین کا نام جو دریائے نیل اور جبل مقطم کے بیچ میں واقع ہے اور جہاں اس وقت زراعت کے کھیت یا چراگاہ کے تختے تھے۔ لیکن چونکہ یہاں سرکاری قلعہ تھا اور رومی سلطنت کے حکام جو مصر میں رہتے تھے یہیں رہا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ

---

[1] عین الشمس کا جائے وقوع

سیر حامدی یعنی روزنامہ سیاحت اعلیٰحضرت نواب صاحب ریاست رامپور مطبوعہ مطبع مفید عام آگرہ ۱۳۱۱ھ جلد دوم کے صفحہ ۲۱۴ و ۲۱۵ پر ہے کہ قاہرہ سے پانچ میل کے فاصلہ پر شمال و مشرق کی طرف مطریہ نام ایک گاؤں واقع ہے اس کے قریب ہلیا پولس کے کھنڈر ہیں۔ ہلیا پولس کا ترجمہ آفتاب کا گھر یا چشمہ آفتاب ہے عرب لوگ عین الشمس کہتے ہیں۔ ہلیا پولس کے کھنڈر تین میل مربع تک پھیلے ہوئے ہیں۔ مصر میں مذہبی پیشواؤں کی تعلیم کے واسطے سب سے بڑا کالج اور یونیورسٹی (دار العلم) یہی مندر تھا۔ کالج میں دنیاوی علوم بھی سکھائے جاتے تھے۔ مگر مذہبی تعلیم کے واسطے مخصوص تھا۔ بطلیموس نے حضرت عیسیٰؑ سے دو سو پچاس برس پہلے اسکندریہ کے کتب خانہ کو جو اس کے باپ کا بنایا ہوا تھا یہیں سے مصری نوشتے اور کتبے وغیرہ منگا کر رونق دی تھی۔

[2] فرما بحر روم کے کنارے پر ایک شہر ہے جو کسی زمانے میں آباد تھا اور جالینوس کی امارت گاہ ہونے سے ممتاز شہروں میں شمار کیا جاتا تھا۔ سرکاری توجہ یہیں رہتی تھی۔ مسلمانوں نے فرما۔ کو ایک ماہ میں فتح کر لیا۔

---

[1] ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم ۱۲۲ تا ۱۲۷ [2] ترجمہ تاریخ ابو الفدا صفحہ ۹۴۔

چونکہ وہ دریائے نیل پر واقع تھا۔ اور جہازات و کشتیاں قلعہ کے دروازے پر آکر لگتی تھیں۔ ان وجوہ سے سرکاری ضرورتوں کے لئے نہایت اہم اور مناسب مقام تھا۔ حضرت عمرو بن العاص رضؓ نے اول اُسی کو تاکا اور محاصرے کی تیاریاں شروع کیں۔

حضرت زبیر رضؓ کی شجاعت حضرت عمر فاروق رضؓ کی نظر میں

مقوقس جو مصر کا فرماں روا اور قیصر کا باجگذار تھا۔ حضرت عمرو بن العاص رضؓ سے پہلے (قلعہ فسطاط) میں پہنچ چکا تھا۔ اور لڑائی کا بند و بست کر رہا تھا قلعہ کی مضبوطی اور فوج کی قلت دیکھ کر حضرت عمرو بن العاص رضؓ نے حضرت عمر رضؓ کو خط لکھا اور اعانت طلب کی۔ انہوں نے دس ہزار فوج اور چار افسر بھیجے اور خط میں لکھا کہ ان افسروں میں ایک ایک ہزار سوار کے برابر ہے۔ یہ افسر حضرت زبیر رضؓ بن العوام۔ حضرت عبادہ بن صامت رضؓ حضرت مقداد بن عمرو رضؓ اور حضرت سلمہ بن مخلد رضؓ تھے۔ [۱]

حضرت زبیر رضؓ کی عدیم المثال بہادری اور فسطاط کی فتح

حضرت زبیر رضؓ کا جو مرتبہ تھا اُس کے لحاظ سے عمرو بن العاص رضؓ نے اُن کو افسر بنایا اور محاصرہ وغیرہ کے انتظامات اُن کے ہاتھ میں دیدئے۔ انہوں نے گھوڑے پر سوار ہو کر خندق کے چاروں طرف چکر لگایا۔ اور جہاں جہاں مناسب تھا مناسب تعداد کے ساتھ سوار اور پیادے متعین کئے۔ اسی کے ساتھ منجنیقوں سے پتھر برسانے شروع کئے۔ اس پر پورے سات مہینے گذر گئے اور فتح و شکست کا کچھ فیصلہ نہ ہوا۔ حضرت زبیر رضؓ نے ایک دن تنگ آکر فرمایا کہ آج میں مسلمانوں پر فدا ہوتا ہوں۔ یہ فرماکر ننگی تلوار ہاتھ میں لی اور سیڑھی لگا کر قلعہ کی فصیل پر چڑھ گئے۔ چند اور صحابہ رضؓ نے آپ کا ساتھ دیا۔ فصیل پر پہنچ کر سب نے ایک ساتھ تکبیر کے نعرے بلند کئے۔ ساتھ ہی تمام فوج نے ایسا نعرہ مارا کہ قلعہ کی زمین دہل گئی۔ عیسائی یہ سمجھ کر کہ مسلمان قلعہ کے اندر گھس آئے بدحواس ہو کر بھاگے۔ ادہر حضرت زبیر رضؓ نے فصیل سے اُتر کر قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور تمام فوج اندر گھس گئی۔ مقوقس نے یہ دیکھ کر صلح کی درخواست کی اور اُسی وقت سب کو امان دے دی گئی۔ [۲]

فتح البلدان میں ہے کہ ایک جانب حضرت زبیر رضؓ جنگ کر رہے تھے۔ اور دوسری جانب عمرو بن العاص رضؓ۔ الزبیر رضؓ سیڑھی لائے اور اُس پر چڑھ کر قلعہ پر پہنچے۔ اُس وقت آن کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی۔ قلعہ پر پہنچ کر انہوں نے تکبیر کہی۔ اُن کے ساتھ مسلمانوں نے بھی تکبیریں کہیں اور قلعہ پر چڑھ گئے۔

عمرو بن العاص رضؓ نے اس کے باشندوں کو اہل ذمہ کی حیثیت سے برقرار رکھا اُن کی گردنوں پر جزیہ اور اُن کی زمین پر خراج مقرر کیا۔ حضرت عمر رضؓ کو اُس کی اطلاع دی گئی انہوں نے منظوری دے دی۔

حضرت زبیر رضؓ کی سیڑھی بطور یادگار مصر میں

فتح البلدان میں ہے کہ حضرت زبیر رضؓ کی یہ سیڑھی مصر میں بطور یادگار موجود ہے۔ [۳]

حضرت زبیر رضؓ تنہا دشمن کے قلعہ پر

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضؓ کا بیان ہے کہ لوگ مصر کے معاملہ میں مشتبہ ہیں۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ بزور فتح کیا گیا۔ ایک جماعت کہتی ہے وہ بہ صلح فتح کیا گیا لیکن واقعہ یہ ہے کہ جب میرے والد یہاں آئے تو الیونہ کے باشندوں نے اُن سے جنگ کی انہوں نے اُس کو بزور فتح کیا۔ اور مسلمانوں کو اُس میں داخل کر دیا۔ الزبیر رضؓ پہلے شخص تھے جو اُس کے قلعہ پر چڑھے تھے۔ [۴]

---

[۱] الفاروق جلد اول صفحہ ۱۹۴ و ۱۹۵ [۲] صحیح بخاری کتاب المغازی و الفاروق جلد اول صفحہ ۱۹۵ [۳] و [۴] ترجمہ فتح البلدان بلاذری صفحہ ۳۶۱ و ۳۶۳ -

قلعہ بابلیون کی فتح حضرت زبیرؓ کے ہاتھ پر

فیوم کے محاذ پر حملہ جاری رکھتے ہوئے اسلامی فوج اصلی محاذ کی طرف متوجہ ہوئی۔ اور نیا محاذ عین الشمس کی شمالی سمت قائم کیا گیا۔ عین الشمس رومیوں کی آخری بیرونی لائن تھی۔ یہاں زبردست جنگ ہوئی۔ مشرقی یورپ کی سفید فوجوں کو یہاں بھی شکست ہوئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ رومی افواج کی قوت ٹوٹ گئی۔ اور مسلمان قلم روئے مصر پر چھاگئے۔

عین الشمس کی شکست سے نیل کے ڈیلٹا تک مسلمانوں کے قدم جم گئے۔ اب ان کو اسکندریہ کی جانب بڑھنے سے قبل فسطاط کے اہم قلعہ بابلیون کو فتح کرنا تھا۔ قلعہ میں ہرقل کا وائسرائے مقوقس مقیم تھا۔ یہ شخص اسکندریہ کے چرچ کا بیب سے بڑا بطریق بھی تھا۔ اور روم کی طرف سے گورنر جنرل بھی۔ اس کو تاج کے با اقتدار نمائندہ کی حیثیت حاصل تھی۔ اور وہ سیاسی معاملات کا فیصلہ کرنے میں بڑی حد تک با اختیار تھا۔ مقوقس نے رومی مدبروں کے مشورہ سے یہ فیصلہ کیا کہ اب مصر کا دفاع مشکل ہے۔ جنگی نقطۂ نگاہ سے ملک کو کسی طرح نہیں بچایا جا سکتا۔ چنانچہ رومی سپہ سالار کی طرف سے صلح کے لئے ایک سرکاری وفد بھیجا گیا۔ اولاً اس کو مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی۔ دوسری بار کوشش کرنے پر طے پایا کہ رومی حکومت عربی حکومت کو خراج ادا کرتی رہے۔ مقوقس نے منظوری کے لئے اس کو قسطنطنیہ بھیجا۔ مگر ہرقل نے معاہدہ نامنظور کیا۔ اور مقوقس کو قسطنطنیہ طلب کر لیا۔ اسلامی فوج کے سپہ سالار نے مطلع ہو کر فوج کو پیش قدمی کا حکم دیا۔ فوج ابھی قلعہ کے حصار تک پہنچی تھی کہ ہرقل کے مرنے کی اطلاع آگئی۔ اس خبر سے رومیوں کے دل ٹوٹ گئے۔ اور مسلمانوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے۔

حضرت زبیر بن العوامؓ ایک طاقتور دستے کو لے کر قلعہ بابلیون یا بابلون کی فتح کے لئے روانہ ہوئے۔ اور آپ نے قلعہ کی دفاعی استحکامات پر حملہ کیا۔ اور ان کو برباد کر کے رکھ دیا۔ جب قلعہ کی فوج نے یہ حالات دیکھے تو مجبور ہو گئی۔ اور اس نے حضرت زبیرؓ کے سامنے اپنے ہتیار رکھ کر قلعہ ان کے حوالے کر دیا۔

حضرت زبیرؓ کی طاعون سے بیخوفی۔

عفان بن مسلم سے روایت ہے کہ کہا ان سے حماد بن سلمہ نے اور ان سے کہا ہشام بن عروہؓ نے کہ حضرت زبیرؓ مصر کی طرف بھیجے گئے تھے۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ مصر میں طاعون (موت) ہے تو حضرت زبیرؓ نے فرمایا۔ ہم طعن (نیزہ زنی) اور طاعون ہی کے لئے آئے ہیں۔ کہا راوی نے پس انہوں نے سیڑھی لگائی اور وہ اس پر چڑھ گئے۔ [۱]

حضرت زبیرؓ کا گورنر بننے سے انکار اور جہاد فی سبیل اللہ پر آمادگی۔

کہتے ہیں۔ حضرت عمرو بن العاصؓ اہل فسطاط کا محاصرہ کئے ہوئے تھے کہ الزبیر بن العوامؓ بن خویلدؓ دس ہزار سوار اور بقول بعض بارہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ جس میں خارجہؓ بن حذافہ العدوی اور عمیر بن وہب الجمحیؓ بھی تھے ان کی مدد کو پہنچے۔

الزبیرؓ نے غزا کا عزم کر لیا تھا۔ اور وہ اس غرض سے انطاکیہ جانے کا قصد رکھتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا اے ابو عبد اللہ کیا تم مصر کا والی (گورنر) بننا پسند کرتے ہو۔ وہ بولے مجھے اس کی حاجت نہیں۔ البتہ مجاہد اور ان کے معاون کی حیثیت سے وہاں جانے کو تیار ہوں۔ اگر دیکھوں گا کہ عمرو (ابن العاصؓ) اسے فتح کر چکے ہیں تو ان کے عمل میں دخل نہیں دوں گا۔ اور سواحل میں کسی طرف جا کے مرابط ہو جاؤں گا۔ (یعنی دوسری جگہ غزا کروں گا)۔ اور اگر دیکھوں گا کہ وہ جہاد میں مشغول ہیں تو ان کے ساتھ شریک ہو جاؤں گا۔ اس قرار داد پر وہ روانہ ہو گئے۔ [۲]

---

[۱] طبقات ابن سعد جزء ثالث صفحہ ۷۵، [۲] ترجمہ فتوح البلدان جزء اول صفحہ ۳۰۱۔

اسکندریہ پر حملہ

فسطاط اور قلعہ بابلین پر فتح حاصل کرنے کے بعد یہ سوچ کر کہ رومیوں کو اسکندریہ میں جم کر محاذ قائم کرنے کا موقع نہیں دینا چاہیئے۔ اس لئے فوراً فاتح فوج نے اپنا رخ اسکندریہ کے طرف پھیر لیا۔
راستہ میں ایک جگہ رومیوں نے سنبھلنے کی کوشش کی لیکن بھاگتی ہوئی فوج کو یہاں سے بھی بھاگنا پڑا۔ دل شکستہ فوج اسکندریہ تک اس طرح پہنچی کہ اسلامی فوج کے ہراول دستے اس کا پیچھا کر رہے تھے۔ اس زمانہ میں اسکندریہ دنیا کے مشہور قلعہ بند شہروں میں سے تھا۔ اور اس کی حفاظت کا کام ہزارہا سپاہیوں کی بڑی فوج کے سپرد تھا۔ جن کی تعداد مسلمانوں کے کل لشکر سے کئی گنا زیادہ تھی۔ مسلمانوں کا کل لشکر صرف آٹھ ہزار تھا۔ کیونکہ ایک بڑی تعداد شہید ہو چکی تھی۔ مسلمانوں نے اپنی فوج کے ایک حصہ کو علیحدہ کر کے اسکندریہ کے محاصرہ کے لئے مقرر کیا۔ اور دوسرے حصہ سے سواحلی شہروں کو فتح کرنا شروع کیا۔ اس عرصہ میں مقوقس بحری راہ سے اسکندریہ پہنچ گیا۔ اس دفعہ اس کو وہ نئے اختیارات بھی حاصل تھے جو اس نے نئے حکمران سے حاصل کئے تھے۔ اس نے ایک مدت متعین کے لئے مصالحت کی درخواست کی۔ عمرو بن العاصؓ نے اس کو نامنظور کر کے محاصرہ جاری رکھا۔ [1]

حضرت زبیرؓ ہراول فوج اور قلعہ اسکندریہ کی تسخیر

محاصرہ جس قدر طول کھینچتا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ کو زیادہ پریشانی ہوتی تھی۔ چنانچہ عمرو بن العاصؓ کو خط لکھا کہ شاید تم وہاں رہ کر عیسائیوں کی طرح عیش پرست بن گئے ہو۔ ورنہ فتح میں اس قدر دیر نہ ہوتی۔ جس دن میرا خط پہنچے تمام فوج کو جمع کر کے جہاد پر خطبہ دو۔ اور پھر اس طرح حملہ کرو کہ جن اصحابؓ کو میں نے افسر کر کے بھیجا تھا وہ فوج کے آگے ہوں۔ اور تمام فوج ایک دفعہ دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ عمرو بن العاصؓ نے تمام فوج کو یکجا کر کے خطبہ پڑھا۔ اور ایک پر اثر تقریر کی۔
عبادہ بن صامتؓ کو جو برسوں رسول اللہ صلعم کی صحبت میں رہے تھے۔ بلا کر کہا کہ اپنا نیزہ مجھے دیجئے۔ خود سر سے عمامہ اتارا اور نیزہ پر لگا کر ان کے حوالے کیا کہ یہ سپہ سالار کا علم ہے۔ اور آج آپ سپہ سالار ہیں۔
حضرت زبیرؓ بن العوام اور مسلمہ بن مخلدؓ کو فوج کا ہراول کیا۔ غرض اس سرو سامان سے قلعہ پر دھاوا ہوا اور پہلے ہی حملے میں شہر فتح ہو گیا۔ [2]
عمرو بن العاصؓ نے مصالحت کی درخواست نامنظور کر کے محاصرہ جاری رکھا۔ اور تین مہینے کے شدید محاصرے کے بعد بزور شمشیر فتح کر لیا۔ مال و اسباب جو کچھ وہاں تھا۔ اس کو لوٹ لیا۔ اور ان کو ذمیوں کے حقوق دے دئے۔ بعضوں نے لکھا ہے کہ مقوقس نے عمرو بن العاصؓ سے بارہ ہزار دینار پر اس شرط سے مصالحت کر لی تھی کہ جو شخص چاہے اسکندریہ کو چھوڑ کر چلا جائے۔ اور جس کا جی چاہے وہ ٹھہرا رہے۔ [3]

شہر فسطاط کی جامع مسجد کی سمت متعین کرنے میں حضرت زبیرؓ کی شرکت

فسطاط کی فتح کے بعد عمرو بن العاصؓ نے چند روز تک وہاں قیام کیا تھا۔ اور یہیں سے حضرت عمرؓ کو خط لکھا تھا کہ فسطاط فتح ہو چکا۔ اجازت ہو تو اسکندریہ پر فوجیں بڑھائی جائیں۔ وہاں سے منظوری آئی تو عمرو بن العاصؓ نے کوچ کا حکم دیا۔ اتفاق سے عمرو بن العاصؓ کے خیمہ میں ایک کبوتر نے گھونسلا بنا لیا تھا۔ خیمہ اکھاڑا جانے لگا تو ان کی نگاہ پڑی حکم دیا کہ اس کو یہیں رہنے دو کہ ہمارے مہمان کو تکلیف نہ ہونے پائے۔ [4]

---

[1] ترجمہ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۱۲۷ [2] الفاروق جلد اول صفحہ ۱۹۹ [3] ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۱۲۷ و ۱۲۸ [4] الفاروق حصہ اول صفحہ ۱۹۶۔

اب عمرو بن العاصؓ اسکندریہ سے چل کر قصر الشمع میں آئے۔ یہاں اُن کا وہ خیمہ اب تک اُسی حالت سے کھڑا تھا جس کو وہ اسکندریہ کے حملہ کے وقت چھوڑ گئے تھے۔ چنانچہ اُسی خیمہ میں اُترے اور وہیں نئی آبادی کی بنیاد ڈالی۔ ہر ہر قبیلہ کے لئے الگ الگ احاطے کھینچے۔ جس قدر محلّے اُس وقت تھے اور جو قبائل اُن میں آباد ہوئے اُن کے نام علامہ مقریزیؒ نے تفصیل سے لکھے ہیں۔

جامع مسجد خاص اہتمام سے بنی۔ عام روایت ہے کہ اسّی صحابہؓ نے جمع ہو کر اُس کے قبلہ کی سمت متعین کی تھی۔ ان صحابہؓ میں حضرات زبیرؓ مقدادؓ عبادہؓ ابو داؤدؓ اور بڑے بڑے اکابر صحابہؓ شریک تھے۔ یہ مسجد پچاس گز لمبی اور تیس گز چوڑی تھی۔ تین طرف دروازے تھے۔ جن میں سے ایک دار الحکومت کے مقابل تھا۔ اور دونوں عمارتوں میں سات گز کا فاصلہ تھا۔ اس شہر کی آبادی خیمہ گاہ سے شروع ہوئی تھی۔ اس لئے اُس کا نام فسطاط پڑا جس کے معنی عربی میں خیمے کے ہیں۔ آبادی کا سنہ ۲۱ اکیس ہے۔ یہ فسطاط وہیں آباد ہوا تھا جہاں آجکل قاہرہ موجودہ دار السلطنت مصر آباد ہے۔ [1]

حضرت زبیرؓ کا مصر کی تقسیم کے لئے مطالبہ اور پھر دستکشی

جب مصر کامل طور پر مسخر ہوگیا تو حضرت زبیرؓ نے عمرو بن العاصؓ سپہ سالار فوج سے اراضی مفتوحہ کی تقسیم کا مطالبہ کیا۔ اور فرمایا کہ جس طرح رسول اللہ صلعم نے خیبر کو مجاہدین پر تقسیم فرما دیا تھا۔ اُسی طرح تمام ملک مفتوحہ کو تقسیم کر دینا چاہیئے۔ عمرو بن العاصؓ نے کہا کہ میں امیر المومنین کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں کرسکتا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کو لکھا گیا تو انہوں نے لکھا کہ اس کو اسی طرح رہنے دینا چاہیئے تاکہ آئندہ نسلیں بھی اس سے مستفید ہوتی رہیں۔ حضرت زبیرؓ کے ذہن میں بھی یہ مصلحت آگئی اور وہ خاموش ہو رہے۔ [2]

حضرت زبیرؓ کی زمین اور مکانات مصر میں

علامہ بلاذریؒ لکھتے ہیں کہ الزبیرؓ نے مصر میں اپنے لئے ایک زمین کی حد بندی کی اور اُس میں اپنے لئے ایک مکان بنوایا جو مشہور ہے۔ (حضرت) عبد اللہ بن زبیرؓ نے جب ابن ابی سرحؓ کے ساتھ افریقہ پر حملہ کیا تھا تو اُسی مکان میں ٹھہرے تھے۔ حضرت زبیرؓ نے اسکندریہ میں بھی ایک زمین کی حد بندی کی تھی اور ایک مکان تعمیر کرایا تھا۔ [3]

اہل مصر کے ساتھ ایک معاہدہ

عین الشمس اور فسطاط کی فتوحات پہلے لکھی جا چکی ہیں۔ اس موقع پر وہاں کے لوگوں نے حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے صلح نامہ کی جو درخواست کی تھی اور اُن کی استدعا پر جو معاہدہ قرار پایا تھا اُس کا لکھا جانا اس وجہ سے ضروری ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ مسلمانوں نے دوسری قوموں سے جب معاہدات کئے تو اُن قوموں کی آسانیوں کو کس قدر ملحوظ خاطر رکھا گیا۔ اور اُن پر اس طرح کے شرائط عائد کئے گئے کہ جن سے وہ بہت آسانی کے ساتھ عہدہ برآ ہو سکیں۔ موجودہ معاہدہ مسلمانوں کے اس طرز عمل کی ایک لاثانی مثال ہے۔ پورا پورا قابو حاصل ہونے پر بھی مسلمانوں کا ایسے شرائط پیش کرنا اور صلح ترتیب دینا اصحاب بصیرت کے لئے اپنے اندر بہت کچھ درس حقیقت رکھتا ہے۔ اور در اصل مسلمانوں کا یہی وہ طرز عمل اور طرز جہانبانی تھا کہ جس نے قوموں اور ملکوں کو اُن کے قدموں پر لا ڈالا۔ اور مفتوحہ اقوام نے اُن کو اپنا نجات دہندہ قرار دیا۔

---

[1] الفاروق جلد اول صفحہ ۸۸ و ۸۹ [2] ترجمہ فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۳۶۰ تا ۳۶۳ [3] مسند امام احمد ابن حنبلؒ صفحہ ۱۶۶۔

معاہدہ مع اہلِ مصر

لما نزل عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ علی القوم بعین شمس وکان الملک بین القبط والنوب نازلها ورد فقاتلهم وارتقی الزبیر بن العوام سورها ونزل علیهم عنوة فاعتقلہ وابعد ما أشرفوا علی الهلكة فأجروا ما أخذوا عنوة مجری ما صالح علیه فصاروا ذمة وكان صلحهم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هذا ما أعطی عمرو بن العاص أهل مصر من الأمان علی أنفسهم وملتهم وأموالهم وكنائسهم وصلبهم وبرهم وبحرهم لا یدخل علیهم شیء من ذلك ولا ینتقص ولا یساكنهم النوب۔ وعلی أهل مصر ان یعطوا الجزیة إذا اجتمعوا علی هذا الصلح وانتهت زیادة نهرهم خمسین ألف ألف۔ وما علیهم ما جنی لصوتهم۔ فإن أبی أحد منهم أن یجیب رفع عنهم من الجزاء بقدرهم۔ وذمتنا ممن أبی بریئة۔ وإن نقص نهرهم من غایته إذا انتهی رفع عنهم بقدر ذلك۔

ومن دخل فی صلحهم من الروم والنوب فله مثل ما لهم۔ وعلیه مثل ما علیهم۔ ومن أبی واختار الذهاب فهو آمن حتی یبلغ مأمنه أو یخرج من سلطاننا علیهم ما علیهم أثلاثاً فی كل ثلث جبایة ثلث ما علیهم علی ما فی هذا الكتاب عهد اللہ وذمته وذمة رسوله وذمة الخلیفة أمیر المؤمنین وذمم المؤمنین وعلی النوبة الذین استجابوا أن یعینوا بكذا وكذا رأساً وكذا فرساً علی أن لا یغزوا ولا یمنعوا من تجارة صادرة ولا واردة

شهد الزبیر وعبد اللہ ومحمد ابناه وكتب وردان وحضر۔

ترجمہ :۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جب اُس قوم کے قریب جو عین الشمس میں آباد تھی خیمہ زن ہوئے۔ اور یہ ملک قبطی اور نوبی حکمرانوں کے تحت تھا تو اُنہوں نے مقابلہ کی ٹھان لی اور لڑائی شروع ہو گئی (حضرت) زبیر بن العوام شہر پناہ (فصیل) پر چڑھ گئے اور اُن پر مصیبت ڈھانے لگے۔ قوم (قبطی) جب ہلاکت کے قریب پہنچ گئی اور سختی کی تاب نہ لا سکی تو صلح کے لئے سلسلہ جنبانی کی اور ذمی بننا قبول کیا۔ اور اُن کی صلح یہ تھی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ امن نامہ ہے۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی جانب سے اہلِ مصر کو اُن کی جانوں۔ مذہب۔ معابد۔ صلیب اور اُن کی خشکیوں اور سمندروں کے لئے اس میں نہ کوئی زیادتی کی جائے گی اور نہ کمی اور نہ اُنہیں نوبی قرار دیا جائے گا۔ اور اہلِ مصر پر لازم ہے کہ وہ جزیہ ادا کریں جبکہ وہ اس صلح سے متفق ہوں اور اُن کے نہر (کے پانی کا محصول) پچاس لاکھ سے زیادہ نہ ہوگا۔ اور نہ اُن پر کوئی بوجھ اُن کے متعلقین کی زیادتی کا ڈالا جائے گا۔ ہاں اگر کوئی اس کی قبولیت سے انکار کرے تو اُس کی حد تک اُس سے مواخذہ کیا جائیگا۔ اور ہم اُس کی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائیں گے (یعنی وہ ہماری ذمہ داری سے نکل جائے گا) اگر اُن کے نہر کی حد (پانی کی مقدار) میں کوئی کمی ہوگی تو اُسی قدر اُس کے معاوضہ (محصول) میں کمی کر دی جائے گی۔ اگر اس صلح میں کوئی رومی اور نوبی شریک ہونا چاہے تو اُس کے لئے بھی نفع اور نقصان میں وہی حقوق ہوں گے جو اہلِ مصر کے لئے ہیں اور اگر کوئی اس (صلح سے) انکار کرے اور چلا جانا پسند کرے تو وہ اُس وقت تک امن میں رہیگا جب تک کہ وہ ہمارے حدود مملکت سے نکل کر اپنے امن (امن گاہ) تک نہ پہنچ جائے۔ اس تحریر میں جو کچھ لکھا گیا ہے۔ اس پر اللہ کا عہد اور اُس کا۔ اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خلیفہ امیر المومنین اور اہلِ (اسلام) کا ذمہ ہے۔ اہلِ نوبہ پر جو اس (صلح) کو قبول کریں گے یہ لازمی ہے کہ اتنے اتنے آدمیوں اور گھوڑوں کو بطور یرغمال دیں کہ نہ وہ لڑیں گے نہ تجارت درآمد و برآمد کو روکیں گے اور نہ کسی مسافر کے سدِ راہ ہوں گے۔ گواہ (حضرت) زبیر رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ و محمد ان کے دو بیٹے ——— کاتب وردان وحضر۔

(مجموعہ الوثائق السیاسیہ صفحہ ۲۷۵ و ۲۷۶)

حلب
دمشق
قبرس
بیروت
البحر الابیض المتوسط
(بحر روم)
یرموک
یافا
الموصل
دمیاط
العریش
الاسکندریہ
طنطا
الفرما (فاردما)
قاہرہ
عین الشمس
الفسطاط
مدینۃ الفیوم
بحر یوسف
البہنسا
الاشمونین
اخمیم
تنی
الاسیوط
الاقصر
سوہاج
القفط
اسنا
اسوان
مدار سرطان
طور سینا
تبوک
مدینہ
ینبع
جدہ
مکہ
النوبہ

نقشہ المصر

جنوبی مصر کی فتوحات

مسلمانوں نے مصر و اسکندریہ اور تمام شمالی حصہ کو فتح کر لیا۔ لیکن اب بھی صُعید جس میں نوبہ۔ بربر۔ ویلم اور صقالیہ۔ روم و قبط۔ شامل تھے۔ رُومیوں کے قبضہ میں تھا۔ جب مسلمانوں کو شمالی مصر و اسکندریہ کی فتح سے پورا پورا اطمینان ہو گیا تو حضرت عمرو بن العاص رضؓ نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضؓ کو مصر کے جنوب مغربی حصوں کی فتح کے لئے لکھا کیونکہ سرزمین بھنسا اور صُعید وغیرہ پوری طرح رُومیوں کے زیر اقتدار تھے۔

حضرت عمرؓ کا جوابی خط

حضرت عمرؓ نے حضرت عمروؓ بن العاصؓ کو جو مصر کے عامل اور گورنر تھے اُن کے خط کے جواب میں لکھا کہ :۔

اللہ برتر سے مدد مانگ کر لشکر آراستہ کرو۔ اور اُمراء کو روانہ کرو اس طریقہ سے کہ ہر ایک شہر میں ایک امیر بھیجا جائے۔ اور اُن سب اُمراء میں سے ہر ایک امیر کا کام یہ ہے کہ اپنے اپنے نامزد شہر میں پہنچ کر اسلام کی نشانیاں قائم کریں۔ اور شریعت کے حکموں سے وہاں کے لوگوں کو آگاہ کریں۔ اور تم رسُول اللہ صلعم کے صحابہ رضؓ کا ایک لشکر تعدادی دس ہزار سوار کا آراستہ اور تیار کر کے اس لشکر پر خالد ابن الولیدؓ کو امیر مقرر کرو اور اُن کے ساتھ حضرات زبیرؓ بن العوام۔ فضل بن عباس رضؓ۔ مقدادؓ بن الاسود الکندی۔ غانمؓ بن عیاضؓ الاشعری۔ مالک اشترؓ اور ذوالکلاعؓ الحمیری اور اصحاب رایات اور سب اُمراء کو بھیجو۔ اور ان سب کو یہ کہہ دو کہ ہر ہر شہر میں جا کر اُتریں اور لوگوں کو اسلام کی طرف بلائیں۔ پس جو شخص اسلام کی دعوت قبول کرے اس شخص کے واسطے وہی برتاؤ ہونا چاہیئے جو ہم سب کے ساتھ چاہیئے ہے۔ اور اُس پر وہی سب اُمور لازم ہوں گے جو اُمور ہم سب پر لازم اور واجب ہیں اور جس شخص نے اسلام کی دعوت قبول کرنے سے انکار کیا اُس شخص سے جزیہ لینا واجب ہے۔ پس اگر وہ نافرمانی کرے اور جزیہ کے دینے سے باز رہے تو اُس سے لڑنا اور قتال کرنا چاہیئے۔ مجھ کو تحقیق خبر ملی ہے کہ مصر میں دو شہر اہناس اور بھنسا ہیں۔ مگر ان دو شہروں میں بھنسا بہت خوشنما اور بہت بڑا شہر ہے۔ اور نہایت تلب مقام پر واقع ہے اور بہت ہی محفوظ ہے۔ یہ بھی خبر ملی ہے کہ بھنسا میں ایک سرکش اور خونریز بطریق حکمران ہے۔ جس کو لوگ بطلوس کہتے ہیں اور یہ بطریق مصر کے سب بطریقوں میں بہت بڑا بطریق ہے اور اس بطریق نے واحات پر قبضہ کر لیا ہے۔ پس تم لوگ ہرگز صُعید کے نزدیک مت جائیو۔ جب تک کہ ان دونوں شہروں کو فتح نہ کر لو۔ تم مصر ہی میں مقیم رہو۔ مگر اپنے لشکر کو روانہ کر دو۔ اور جس وقت مدد کی حاجت پڑے تو مجھ کو لکھنا۔ میں مدد مہیا کروں گا۔ اور حقیقت میں اللہ عزوجل ہی کی طرف سے مدد چاہیئے۔ [1]

---

[1] فتوحات بہنسا صفحہ ۱۳ و ۱۴۔

صحابۂ کرامؓ کا مشورہ اور تیاریٔ جنگ

حضرت عمرو بن العاصؓ اور صحابہؓ معہ حضرت زبیرؓ حضرت خالدؓ حضرت مقدادؓ حضرت فضل ابن عباسؓ اور حضرت غانمؓ خیمہ کے اندر بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے کہ حضرت عمرؓ کا خط پہنچا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے خط پڑھ کر حضرت خالد ابن الولیدؓ کو دے دیا۔ انہوں نے اور حضرت زبیرؓ اور باقی اُمراء نے پڑھا اور نہایت خوش ہوئے۔ صحابۂ کرام کا دستور تھا کہ کوئی کام ہرگز کبھی کرتے ہی نہ تھے جب تک آپس میں مشورہ نہیں کر لیا کرتے اور ایک دوسرے سے رائے نہ لے لیا کرتے۔ اُن حضرات کے اس فعل کی تعریف اللہ برترنے اپنے کلام ربانی میں یوں فرمائی ہے۔ وَ اَمۡرُهُمۡ شُوۡرٰى بَيۡنَهُمۡ۔

الحاصل سب نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو مشورہ دیا کہ جیزہ اور بحیرہ میں اور پورب اور پچھم کی جانب جس قدر امراء فوجیں اور لشکر مختلف مقامات میں پھیلے ہوئے ہیں اُن کو حضرت عمرؓ کے خط کے مضمون سے اطلاع دی جائے اور اُن کے آنے کے بعد لشکر ترتیب دے کر آراستہ کیا جائے۔ [۱]

جب تمام اُمراء معہ لشکر و سامان کے آگئے تو نماز جمعہ کے بعد حضرت عمرؓ کا خط حضرت عمرو بن العاصؓ نے سب کو پڑھ کر سنا دیا۔ [۲]

راوی نے واقدیؒ۔ ابن اسحاقؒ اور ابن ہشامؒ کی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ۲۱ھ ہجری اور ایک قول کی رُو سے ۲۲ھ کے ربیع الثانی میں جب تمام لشکر جمع اور درست ہو لیا تو حضرت عمرو بن العاصؓ معہ کل صحابہؓ کے صبح کی نماز ادا کرنے کے ساتھ ہی اُٹھ کھڑے ہوئے اور پیادہ پا چلنا شروع کیا۔ اور ایک اونچے ٹیلے پر پہنچ کر تمام لشکر کا جائزہ لیا اور حضرت خالد بن الولیدؓ کو حکم دیا کہ تمام لشکر کو آپ کے روبرو پیش کریں۔ تمام لشکر کی تعداد سولہ ہزار تھی۔ بعد ملاحظہ کے اُن میں سے آپ نے دس ہزار سوار منتخب فرمائے۔ بعد اُس کے حضرت عمرو بن العاصؓ نے رسول اللہ صلعم کے اصحابؓ میں سے اُن حضرات کو جن میں سب نشان بردار تھے بلایا۔ [۳]

حضرت زبیرؓ کا رجز

خالد بن الولیدؓ کے بعد سب سے پہلے جو صاحب عمرو بن العاصؓ کے روبرو گئے وہ حضرت زبیر ابن العوامؓ تھے۔ جو اپنے سفید پیشانی تیز رفتار گھوڑے پر سوار اور تیز و بُران ہتیار تلے اُوپر سے لگائے ہوئے تھے۔ غرض حضرت زبیر بن العوامؓ عمرو بن العاصؓ کے سامنے گئے تو انہوں نے آپ کو نشان عطا فرما کر رسول اللہ صلعم کے اصحاب میں سے پانچ سو سوار صحابہؓ پر امیر مقرر فرمایا پس لشکر کے امام حضرت زبیرؓ بن العوام آگے بڑھے اور اپنے جھنڈے کو ہلایا اور ذوق و شوق اور جوش شجاعت کی حالت میں یہ شعر پڑھے۔

انا الزبیر و ابی العوام	لیث شجاع بطل ھمام
قلام ھزبر فی الوغی الھجام	بیصر منی الفارس الضرغام
وانی یوم الوغی مقدام	بھمتی ینتصر الاسلام

ترجمہ:- میں زبیر ہوں اور میرا باپ عوام ہے۔ شیر درندہ اور پُردل اور دلیرا ور بڑی ہمت والا سردار اور شیر درندہ اور لڑائی کے اندر یکبارگی گھس جانے والا۔ مجھ سے شیر کا سوار بھاگتا ہے۔ اور بیشک میں لڑائی میں آگے بڑھنے والا ہوں اور میری ہمت سے دین اسلام کو مدد پہنچتی ہے۔ [۴]

---

[۱] تا [۴] فتوحات بھنسا صفحہ ۶۶ تا ۷۱۔

اسی طرح اور چند بزرگوں کو حضرت عمرو بن العاص رضؓ نے نشان عطا فرما کر پانچ پانچ سو سواروں پر امیر مقرر کیا۔ اور لشکر وہاں سے رخصت ہو کر مقام جبیرہ میں مقیم ہوا۔ جو مرج کبیر کے نام سے مشہور ہے۔

الحاصل اسی مقام میں قیام کر کے کئی طلیعہ یعنی پیشرو اور مختصر حصۂ فوج کے اس غرض سے آگے بڑھائے گئے کہ وہ آگے گرد و پیش کے حالات اور خبروں کا تجسس کریں اور جس طلیعہ کو جو امر مناسب معلوم ہوا اور جو قرین مصلحت ہو اُس سے تمام لشکر کو فوراً ہی مطلع کر دیں۔

راوی نے بیان کیا ہے کہ دہشور رمیں ملک ارمانوس حکمران اہناس کی جانب سے جس کا اُوپر ذکر ہو چکا ہے اور جو ایک بڑا بطریق تھا اُس نے جس روز کہ صحابہ رضؓ نے صعید کا سامان کرنا شروع کیا تھا اُسی روز سے ہر کہیں خبریں بھیجنی شروع کر دی تھیں۔ اور تمام بادشاہوں نے باہم ایک دوسرے بادشاہ کو اطلاع نامے لکھ بھیجے تھے کہ اہلِ اسلام ایسا ایسا سامان کر رہے ہیں اور صعید کی جانب سفر کرنے والے ہیں۔ [۱]

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضؓ اور دوسرے بزرگوں رضؓ کی تجسسی مہم

ہر روز طلیعہ لشکر سے علیحدہ ہو کر جایا کرتے اور دشمنوں کی فوجوں کے حالات اور اُن کے مقامات کی کیفیتیں اور ہر طرح کی خبریں لایا کرتے تھے۔ ایک روز حسب دستور طلیعہ کی فوج میں عبد اللہ بن زبیر رضؓ۔ فضل ابن عباس رضؓ۔ عبد اللہ ابن عباس رضؓ اور جعفر و علی رضؓ و مسلم ابنائے عقیل رضؓ۔ سلیمان ابن خالد رضؓ محمد ابن فرحہ بن عبد اللہ رضؓ۔ عبد اللہ ابن مقداد رضؓ عبد اللہ ابن عمر بن الخطاب عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضؓ اور عمرو بن سعید ابن ابی وقاص رضؓ۔ محمد ابن سلمہ رضؓ انصاری۔ عبد الرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضؓ زیاد بن ابی سفیان رضؓ اور زیاد بن مغیرہ رضؓ اور ان سب کے پیرو سردار و بزرگوار حضرات قریب چار سو سرداران بزرگوار صحابہ رضؓ کی اولاد اور اُمراء نشان بردار اور علاوہ ان کے ایک ہزار چار سو بزرگ اور بھی تھے۔ جن میں ہر قسم اور قبیلے کے حضرات مہاجرین رضؓ اور انصار رضؓ تھے۔ الحاصل یہ سب حضرات مسلح ہو کر طلیعہ میں تشریف لے گئے اور قریب ہی ایک معبد میں جو دیر المسیح کے نام سے مشہور اور ایک پہاڑ کے دامن میں تھا پہنچے۔ وہاں دشمن کے مواقع اور خبریں دریافت کر رہے تھے کہ اس اثناء میں دشمن کی ایک فوج نے حملہ کر دیا۔ سخت جنگ برپا ہوئی۔ حضرت ضرار رضؓ بن الازور کو گھوڑے سے گر جانے کی وجہ سے گرفتار کر لیا گیا۔ جب اس کی خبر لشکر اسلام میں پہنچی تو بڑی تشویش پھیل گئی اور ایک حصہ فوج کو ان کے چھڑانے کے لئے مامور کیا گیا۔ جس کو حکمت عملی سے موقع مل گیا۔ اور حضرت ضرار رضؓ کو چھڑا لیا گیا۔ اس لڑائی میں اس قدر کشت و خون ہوا کہ میدان جنگ میں خون کا دریا بہہ گیا۔ [۲]

حضرت ابن الزبیر رضؓ نے بھی جان بازی کا حق ادا کر دیا تھا لیکن سلیمان ابن خالد رضؓ و بردط نامی مقام پر شہید ہو گئے اور اُسی جگہ عبد اللہ ابن مقداد رضؓ اور ایک جماعت صحابہ رضؓ کی شہید ہوئی۔ مسلمانوں میں سے چالیس سواروں نے جام شہادت نوش کیا اور آٹھ سو جنگ آزما عیسائی اُنہوں نے قتل کئے۔ اسی دوران میں کہ جنگ شدت سے جاری تھی کہ مسلمانوں کی امداد کے لئے بہ سرداری مقداد بن الاسود کندی رضؓ زیاد رضؓ قعقاع ابن عمرو التمیمی رضؓ اور شرجیل ابن حسنہ رضؓ دو ہزار سوار لے کر پہنچ گئے۔ جنہوں نے آتے ہی حملہ کر دیا۔ ایک گھنٹہ بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ رومیوں کا بطریق اعظم قتل کر دیا گیا۔ اور رومی جدھر اُن کا منہ اُٹھا بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے تعاقب کر کے سر زمین جیزہ اور میدوم تک دشمنوں کو بھگایا۔ [۳]

---

[۱]، [۲]، [۳] تہ تیمات بہنسا صفحہ ۸، ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲۔

حضرت زبیرؓ اور پہلے طلیعہ کی مدد اور تلاش۔

حضرت عمرو بن العاصؓ نے اس خوف سے کہ اس پہلے طلیعہ پر کہیں رُومیوں نے حملہ نہ کر دیا ہو دوسرا طلیعہ روانہ کرنے کا ارادہ کیا اور حضرت زبیر بن العوامؓ اور حضرت ابوذر غفاریؓ کو بلاکر تمام حقیقت اُن سے بیان کی۔ حضرت خالد ابن الولیدؓ نے بھی ان دونوں بزرگوں کے طلیعہ کے ہمراہ جانا چاہا۔ مگر حضرت زبیر بن العوامؓ نے اُن کو اس ارادے سے رُوکا اور قسم کھائی کہ میں تن تنہا اس طلیعہ کے ہمراہ جاؤں گا۔ اور کسی سردار کو اپنے ساتھ نہیں لے جاؤں گا۔ پھر ایک حصہ سواروں کا اپنی ہمراہی کے واسطے ساتھ لیا اور روانہ ہوگئے۔ اور جاتے جاتے فضل ابن عباسؓ اور اُن کے ساتھیوں سے جا ملے۔ اور اُن سے ملاقات کرکے معلوم کیا جو کچھ کہ گزرا تھا پھر ان سب مستجاب حضرات کے ہمراہ قیدیوں اور لوٹے ہوئے گھوڑوں اور ہتیاروں سمیت خوشیاں کرتے ہوئے لشکر اسلام کی طرف بازگشت فرمائی۔ [۱]

حضرت زبیرؓ اور جنگ مرج دہشور [۱]

عیسائی جب مسلمانوں کے طلیعہ سے شکست کھاکر خراب اور تباہ حالت میں اپنے لشکر گاہ میں پہنچے تو اُن کے ملکوں اور بطریقوں پر یہ واقعہ نہایت ہی سخت گزرا۔ اُنہوں نے نہایت مستعدی اور آمادگی سے جنگ کا سامان درست کرکے اور تمام ضروریات کو بہم پہنچا کر گھوڑوں۔ اونٹوں اور ہاتھیوں پر سوار ہو کر مسلمانوں سے مقابلہ کا ارادہ کیا۔ اور تیزی کے ساتھ روانہ ہوگئے۔ ہنوز مسلمانوں کا لشکر اپنی جگہ پر مقیم تھا۔ اور ایک روز گذر چکا تھا کہ دوسرے روز وہ مسلمانوں کے سامنے پہنچ گئے۔ مسلمان بھی لڑنے کے لئے تیار ہو کر اس طرح صف بستہ ہوئے کہ قلب میں خالد ابن الولیدؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ معہ دیگر حضرات کے قایم ہوئے اور داہنے بازو یعنی میمنہ میں حضرت زبیرؓ اور مقداد بن اسود کندیؓ اور مسیب ابن یحیٰ فزاریؓ کو قایم فرمایا۔ اور لشکر کے بائیں بازو یعنی میسرہ پر قعقاعؓ ابن عمرو التمیمی اور ہاشمؓ ابن مرقال اور غانمؓ ابن عیاض اشعری اور ابوذر غفاریؓ اور جابر بن عبداللہ انصاریؓ اور انہیں جیسے اور سرداروں کو قایم فرمایا۔ [۲]

دشمن کا ہاتھیوں سے حملہ

لڑائی میں دشمن کے فیل سوار لشکر نے سخت مقابلہ کیا اور اپنے ہاتھیوں کو چار حصوں میں یوں تقسیم کر دیا کہ ایک حصہ لشکر کے داہنی جانب بڑھایا اور ایک حصہ بائیں جانب ایک حصہ قلب لشکر کی طرف بڑھا اور ایک حصہ لشکر کا امام اور پیش رو بنا۔ اور نوبہ اور بجاۃ کے لوگوں نے اور رُومیوں نے شور و غلغلہ بلند کیا۔ حضرت زبیرؓ حضرت خالدؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ اور اُن کے ساتھیوں نے اُس روز لڑائی میں سخت حملے کئے۔ اور خوب خوب تیغ زنی کی۔ [۳]

دوسرے روز کی لڑائی میں عیسائیوں نے اپنی تمام فوج کو جن میں سوڈانی اور رُومی دونوں شامل تھے۔ پانچ صفوں میں تقسیم کیا۔ ان کی ہر صف میں چالیس چالیس ہزار فوج تھی۔ اور ان صفوں کے سامنے اُنہوں نے پچاس ہزار پیادہ فوج قایم کی۔ مسلمان اُن کے مقابلہ میں آٹھ ہزار تین سو تینتیس تھے۔

دشمن کی کثرت

قیس بن علقمہؓ روایت کرتے ہیں کہ یقیناً میں شام اور عراق میں گیا۔ اور میں نے کسریٰ اور جراجمہ اور یرموک کی لڑائی کے لشکروں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اجنادین کی لڑائی کے لشکر کا

---

[۱] سراپیم یا آبیس کے مقبرے سے ہم اُونوس بادشاہ کی قبر پر گئے۔ اسی جوار میں اُنوس کا اہرام ہے بسنہ مسیحی سے تین ہزار تین سو تینتیس برس قبل یہ بادشاہ مصر پر حکومت کرتا تھا۔ ہوسیو مریتی نے مذکورہ بالا قبر کو اُنوس کی قبر تصور نہیں تھا۔ مگر بعض کا خیال ہے کہ دہشور کے اہراموں میں سے شمس اہرام میں (باقی صفحہ ۱۳۹) پر

[۲-۳] فتوحات بہنسا صفحہ ۱۱۹ تا ۱۳۸۔

اجتماع اور انبوہ بھی معاینہ کیا اور میں نے مصر و قسطاط اور اسکندریہ اور دمیاط کی لڑائیاں بھی دیکھیں۔ مگر جس قدر سوڈانی اور رومیوں کا انبوہ اور کثرت میں نے مرج دہشور میں دیکھی ویسی کثرت کسی مقام میں نہیں دیکھی۔ اور نہ کسی مقام میں اس قدر قتل و قمع دیکھا جس قدر مرج دہشور کی لڑائی میں واقع ہوا۔ اور نہ میں نے کبھی سوڈانیوں اور رومیوں کو اس قدر سختی کے ساتھ لڑتے دیکھا جیسی سختی کے ساتھ سوڈانی اور رومی مرج دہشور میں لڑے۔ الغرض جب مسلمانوں نے دیکھا کہ رومی لیس اور تیار ہو کر گھوڑوں پر سوار ہوئے تو مسلمانوں نے بھی اپنی صفیں آراستہ کیں اور گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ ۵۵

مسلمان عورتوں کو ہدایت

حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے زیاد[رض] بن ابی سفیان ابن حارث بن عبدالمطلب کو دو ہزار سواروں کے ساتھ خزانہ۔ لڑکوں اور عورتوں کے گرداگرد مقرر فرمایا۔ ان عورتوں میں وہ عورتیں بھی تھیں جو جنگ اجنادین اور یرموک میں شریک رہ چکی تھیں۔ اور جن میں سے ہر عورت دلیری اور شجاعت میں مشہور و معروف تھی۔ ان عورتوں سے کہدیا گیا کہ جس وقت سوڈانی اور رومی تم سے لڑائی لڑنے کے واسطے متوجہ ہوں تو جو کارروائی تم سب نے جنگ یرموک اور پھر اجنادین کے روز کی تھی ویسی ہی کارروائی یہاں بھی کی جائے۔ ۵۶

صحابہ[رض] کی شہادت

شام تک برابر پے درپے قتال ہوتا رہا۔ آخر کو دونوں لشکروں کے درمیان میں رات آکر حایل ہوگئی۔ اور لڑائی وقتل موقوف ہوا دونوں لشکروں میں بہت سے جنگ آور کام آئے۔ لشکر اسلام میں سے ایک سو پینتیس صحابہ[رض] رسول اللہ صلعم نے شہادت کا شربت نوش فرمایا۔ جن میں سے سردار اور پیشوا حضرات مروان[رض] ابن مصعوب۔ سنان[رض] ابن نافع۔ حنظلہ[رض] ابن نافع۔ مالک[رض] ابن راشد۔ حمزاح[رض] ابن معد اور حازم[رض] ابن حازم تھے۔ ان سرداروں کے سوا سب کے سب شہدا مختلف قبایل کے ٹ جلے ہوئے تھے۔ ۵۷

حضرت زبیر[رض] اور چند صحابہ[رض] کی شب گشت

جب شام ہوئی اور لڑائی موقوف ہوئی تو مسلمانوں نے اپنے شہیدوں کے کفن دفن کی طرف توجہ کی اور اپنے زخمی ساتھیوں کی خبر گیری میں مصروف ہوئے۔ ایک گروہ نے قرآن مجید اور نوافل پڑھتے ہوئے رات گذاری اور ایک گروہ نے آرام کیا لیکن حضرت خالد[رض] حضرت مقداد بن اسود[رض] اور حضرت زبیر بن العوام[رض] اور عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق[رض] نے اور ان کی مانند اور جو حضرات کہ بڑی ہمت کے لوگ تھے۔ ان سب حضرات نے تمام رات لشکر اسلام کے گرد گشت کرنے میں اور نگہداشت میں بسر کر کے صبح کی اور شام سے لے کر صبح تک دم بھر بھی آرام نہ کیا۔ ۵۸

لشکر اسلام کو ہاتھیوں سے پریشانی۔

تیسرے روز کی لڑائی میں بازار حرب وضرب کا اس حد تک گرم ہوگیا تھا کہ ہاتھیوں کے پاؤں کانپے جاتے تھے۔ رومی اور سوڈانی ہاتھیوں کو مسلمانوں کی طرف موڑ کر للکارتے اور ان کی پیٹھوں پر سے تیر برساتے تھے۔ ہاتھی جس طرف جاتے تھے اس طرف بہتوں کے ہاتھ پاؤں چکنا چور کر ڈالتے تھے۔ جو ہاتھیوں سے بچ جاتے تو ان پر سوڈانی تیروں کا مینھ برساتے تھے۔ ۵۹

(بسلسلہ صفحہ ۱۳۸) اس کی قبر ہے۔ اسی جوار میں میسرا کا مندر ہے۔ راستہ اس میں بھی زمین کے اندر کھود کر لگاتا ہے۔ (میسر حامدی جلد دوم صفحہ ۲۵۸ و ۲۵۹)۔

۵۵۔۵۹ فتوحات حبشا صفحہ ۱۴۵ تا ۱۴۸۔

ہاتھیوں سے بچنے کا ایک موثر طریقہ

ان آفات سے بچنے کے لئے رفاعہؓ ابن زہیری ابی کی رائے سے ایک ہزار بہادر سواروں نے زیتوں کے تیل اور گھی وغیرہ میں ڈبوئے ہوئے چھیتڑے اپنے نیزوں کی نوکوں پر لگا کر تیار کر لئے۔ اور ایک جانب قیصوم وغیرہ گھانسیں ٹوکروں میں بھر بھر کر اونٹوں کی پیٹھوں پر لاد دیں اور اس گھانس میں آگ لگا کر اونٹوں کے پیٹھوں کے پیچھے آتشبازی چھوڑنا شروع کی تو وہ گھبرا کر دشمنوں کے لشکر کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے اور تمام سوڈانی و رومی فوج کو لتاڑ ڈالا۔ وہ جس غول کے اندر سے ہو کر گزرے اس کو کھوندتے ہوئے نکل گئے۔ ان جلتے ہوئے اونٹوں سے ہاتھیوں کے بھی ہوش اڑ گئے اور انہوں نے بھی زنجیریں توڑ کر اپنی ہی فوج کو روندنا شروع کر دیا۔ اور اپنے سواروں کو پیٹھوں پر سے گرا دیا اور گھوڑوں کو بھی تتر بتر کر دیا۔ کوتل گھوڑے اور بیل خچروں میں جس کا جدھر سینگ سمایا ادھر بھاگا۔ پیادہ فوج کے آدمیوں نے بھی بھاگنا شروع کر دیا۔ اس آگ کی تدبیر سے دشمنوں کی فوج میں وہ ہل چل پڑ گئی جس کا اوپر بیان ہوا۔ اس وقت سب مسلمانوں نے دشمنوں پر ایک ساتھ ہل کر تیغ زنی اور نیزہ بازی شروع کر دی۔ الغرض عصر کی نماز کے بعد یہ حالت ایک گھڑی بھر نہ رہنے پائی تھی کہ دشمنوں نے منہ پھیر لئے۔ اور مسلمان ان کا پیچھا کرتے چلے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی۔ مقام دیر۔ لاہون اور اہناس اور میدوم تک مسلمانوں نے دشمنوں کو بھگایا۔ دشمنوں کی جماعت ٹوٹ پھوٹ کر تتر بتر اور پراگندہ ہو گئی۔ اور ان کے قریباً پانچ ہزار آدمی مسلمانوں نے گرفتار کر لئے اور اس قدر قتل کئے جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ [۱]

اہناس پر چڑھائی اور حضرت زبیرؓ

جنگ بالا میں فتح یاب ہو کر مسلمانوں نے مشورہ کے بعد جب اہناس کا ارادہ کر لیا تو ان کی روانگی کی خبر سن کر۔ ملک اہناس اور اس کی تمام فوج مسلمانوں سے لڑنے اور مقابلہ کرنے کے واسطے آمادہ تھی اور مستعد ہو کر اسی مقام پر قایم ہو گئی۔ اور صحابہؓ کے آنے کا انتظار کرنے لگی۔ ادھر حضرت خالد ابن الولیدؓ نے جب اہناس تھوڑی دور رہ گیا تو حضرت زبیرؓ کو ایک ہزار سوار سپرد کر کے جن میں امراء بھی تھے آگے روانہ کر دیا۔ پھر اور صحابہؓ کو ایک ایک ہزار سوار دے کر حکم دیا کہ وہ بھی پیچھے بعد دیگرے حضرت زبیرؓ کے نشان قدم پر روانہ ہوں۔ ان سب کے بعد وہ خود بھی ایک حصہ فوج کے ساتھ روانہ ہوئے۔ [۱]

راوی نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے عونؒ بن سعید اور ان سے ہاشمؓ ابن نافع اور ان سے رافعؓ ابن مالک علوی نے روایت کی ہے کہ میں حضرت زبیرؓ کے ایک ہزار سواروں میں ان کے ہمراہ موجود تھا۔ جب ہمارا طلیعہ ملک کے بیچوں بیچ مقام میں پہنچا تو وہاں کے لوگ ہماری خبر پا کر بھاگ گئے مگر وہ لوگ جو چرواہے وغیرہ تھے۔ کچھ نصاریٰ مرد اور عورتیں اپنا سامان لے جاتے ہوئے ملے۔ وہ ہمارے سامنے سے بھاگے۔ ان کے ساتھ بیس سوار عرب کے قبیلہ لخم اور جذام وغیرہ سے تھے۔ ان سواروں کے علاوہ تیس سواروں کے قریب بطریقوں میں سے بھی ان کے ہمراہ تھے جن میں سب سے بڑا اور بزرگ ایک بطریق بھی خوب آراستہ اور سجا سجایا ہوا تھا۔ ہمیں دیکھ کر وہ سب تھوڑی دور بھاگنے پائے تھے کہ ہم نے انہیں گرفتار کر لیا۔ ان کے بیان سے معلوم ہوا کہ وہ گاؤں کے رہنے والے تھے۔ اور اہناس کو جا رہے ہیں۔ ہم نے ان کو قتل کر ڈالنا چاہا تو حضرت زبیرؓ نے ہمیں روک دیا۔ اور فرمایا کہ ان سب لوگوں کو خالدؓ کے پاس

---

[۱] فتوحات بہنسا صفحہ ۱۸۰ تا ۱۹۱۔

لے جاؤ اور وہ ان کے معاملے میں جب تک غور نہ کریں۔ انہیں قتل نہ کرنا چاہیئے۔ ۱؎
راوی نے بیان کیا ہے کہ جب ہم سب لوگ اہناس کے سامنے پہنچ گئے تو دشمنوں نے ہم کو ڈانٹا اور اپنی زبان میں کچھ کچھ بڑبڑانے لگے۔

حضرت زبیرؓ کا ایک اور رجز

حضرت زبیرؓ بن العوام جب دشمنوں کے قریب پہنچے تو آپ نے اپنے نشان کو حرکت دے کر جوشِ حمایت اسلام کے عالم میں یہ شعر پڑھے۔

یا أهل أهناس الطغاة الكوافر	ويا عصبة الشيطان من كل غادر
اتتكم ليوث الحرب سادات قومها	على كل مشكور من الخيل ضامر
فان لم تجيبوا سوف تلقون ذلة	ونقتل منكم كل كلب وفاجر

ترجمہ :- اے اہناس کے سرکش اور کافرلوگو۔ اور اے شیطان مکار کے ایک داد کی اولاد تم سب کے پاس لڑائی کے درندہ شیر آئے ہیں جو سب کے سب اپنی قوم کے پیشوا ہیں۔ اور جو ہر ایک عمدہ گھوڑے پر سوار ہے۔ اور سبک بدن ہے۔ پس اگر تم لوگوں نے ہمارا کہنا قبول نہیں کیا تو وہ وقت قریب آن پہنچا ہے کہ تم سب کے سب ذلت اور خواری میں مبتلا کردئے جاؤگے۔ اور ہم سب لوگ تم میں سے تمام بدکاروں کو قتل کر ڈالیں گے۔

اہناس پر حملہ اور فتح

اس کے بعد حضرت زبیر ابن العوامؓ دشمنوں کے نزدیک جا کر اترے۔ پھر تھوڑے تھوڑے وقفوں سے دوسرے دوسرے سردار بھی آ آکر حضرت زبیرؓ کے پاس مقیم ہوگئے۔ ۱؎

دوسرے روز حضرت خالد ابن الولیدؓ نے حضرت مقدادؓ کو ملک اہناس کے پاس بھیج کر اسلام یا جزیہ پیش کیا۔ لیکن اس نے لڑائی کو ترجیح دی۔ اس لئے اس کے دوسرے دن دونوں فریقوں نے صف آرائی کرکے قتال شروع کردیا۔ تمام دن لڑائی ہوتی رہی۔ کوئی فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ رات ہوگئی۔ اس روز کی جنگ میں بیالیس مسلمان شہید ہوئے۔ ایک ہزار تین سو بلکہ اس سے کچھ زاید آدمی دشمن کے قتل ہوئے۔ ۳؎

اگلے دن پھر لڑائی ہوئی تو رومی مسلمانوں کے حملہ کی تاب نہ لاسکے اور پسپا ہوکر قلعہ میں محصور ہوگئے۔ ۴؎
تین مہینے کامل اہناس کی شہر پناہ کا مسلمان محاصرہ کئے رہے۔ آخرکار ایک دن دروازے میں آگ لگاکر مسلمان شہر میں داخل ہوگئے۔ اور ملک اہناس کو گرفتار کرلیا۔ مگر اسلام قبول نہ کرنے کی وجہ سے اس کا سر قلم کردیا گیا۔ بہت سوں نے اسلام قبول کرلیا۔ جو لوگ اسلام نہیں لائے ان کو جزیہ دینے کا حکم دیا گیا۔ ۵؎
جب صحابہ کرامؓ شہر اہناس کے فتح ہونے کے بعد چالیس روز تک وہاں قیام فرما چکے تو حضرت خالدؓ نے شہر بہنسا اور اس کے اطراف کو فتح کرنے کے لئے لشکروں کو روانہ فرمایا۔ ۶؎
اہل اسلام نے مقام شنداسک اور پھر مقام بقنون تک اور اس کے گرد و نواح کے مقامات میں سلقوس تک جو جو مقامات تھے ان سب میں دشمنوں کا پیچھا کرکے تقریباً تین ہزار کو قتل کردیا۔ اور ان کا سامان لوٹ لیا پانچ سو کے قریب قید کرلئے باقی بھاگ گئے۔ اس کے بعد تمام رعایا اور گرد و نواح کے دیہات و قصبات و شہروں کی رعایا نے جزیہ ادا کرنے کا اقرار کیا اور باہم معاہدہ کرکے صلح کرلی۔ ۷؎

۱؎ تا ۷؎ فتوحات بہنسا صفحہ ۱۹۱ تا ۲۲۱۔

عمرو بن حضرت زبیرؓ کی آمد اور دشمن کی دغابازی

ان سب واقعات کے پیش آنے اور صلح کی کارروائی ہو لینے کے بعد عمرو بن حضرت زبیرؓ شہر باب الکیرئ میں تشریف لائے۔ جن کے ساتھ اہل اسلام کی ایک جماعت تھی۔ یہاں پہنچ کر آپ نے مقام کیا۔ پھر قیسؓ ابن حارث روانہ ہوئے۔ اور طنبدا تامی شہر کے قریب پہنچے۔ اور ایک قصبہ کے پاس آپ نے مقام کیا۔ جو اشنیس کے نام سے مشہور تھا۔ اولیاس وہاں کے بطریق نے دل میں دغا رکھ کر جزیہ کی شرط پر صلح کر لی۔ بلکہ اشنیس کی طرف بھی اس نے جزیہ ادا کرنے کا اقرار کر لیا۔ کیونکہ اشنیس بھی اس کے ماتحت تھا۔ ؎

اولیاس نے آخر کار دغابازی کی اور ملک بطلوس۔ بھنسا کے بادشاہ سے کمک پاکر اس نے بے خبری میں مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ جس میں بہت مسلمان شہید ہوئے۔ ان میں سلیمان بن حضرت خالد بن الولیدؓ بھی تھے۔ بالآخر اولیاس اور ملک بطلوس کا بطریق جس کا نام رد ماس تھا۔ مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل کر دیا گیا۔ ؎

حضرت زبیرؓ کی روانگی ارض فیوم کو

جب حضرت خالدؓ بقیہ لشکر کو لئے ہوئے نویرہ میں مقیم اور رسیوں کی روانگی کی کارروائی میں مصروف تھے تو اس وقت حضرت زبیرؓ بن العوام ایک ہزار سواروں کی جمعیت کے ساتھ جن میں عبدالرحمٰن بن حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور عقبہؓ ابن نافع الفہری شامل تھے۔ ارض فیوم کی طرف جانے کا سامان درست کر چکے تھے۔ اور سفر کے لئے بالکل آمادہ ونیار تھے۔ اس وقت حضرت خالدؓ کو ان کے صاحبزادے کی شہادت کی اطلاع زیادؓ بن مغیرہ کے تعزیتی خط سے ملی ؎

فیوم اور ارض فیوم کی فتح حضرت زبیرؓ کے ہاتھ پر

ارض فیوم کی جانب روانہ ہو کر حضرت زبیرؓ اور ان کے ہمراہی قتال کرتے اور رومیوں کو شکست دیتے ہوئے فیوم جا پہنچے۔ اور فوراً ہی اس کا محاصرہ کر لیا۔ پھر ایک مہینہ سے بھی کم مدت میں تمام و کمال فیوم کو فتح کر لیا۔ طرح طرح کے مال اور ہر قسم کی غنیمتیں حاصل کر کے حضرت خالدؓ کے پاس نویرہ میں واپس آ گئے۔ کیونکہ ان دنوں حضرت خالدؓ کا مقام نویرہ ہی میں تھا۔ ؎

شہر بھنسا

جب مسلمانوں نے شہر بھنسا کا محاصرہ کر لیا تو ملک بطلوس بادشاہ بھنسا نے مسلمانوں کی ایک جماعت کو گفتگو کے لئے طلب کیا۔ جب وہ مسلمانوں کے مطالبات پر راضی نہیں ہوا تو دوسرے دن رومیوں کی اسی ہزار

سرزمین بھنسا کا جائے وقوع

شہر بھنسا کو حضرت یوسف علیہ السلام کے صاحبزادے افرائیم نے آباد کیا تھا۔ جس کو نہایت مضبوط فصیل سے محصور کیا گیا تھا۔ قلعہ ایسا عالیشان بنوایا تھا کہ جو اس زمانہ میں جواب نہیں رکھتا تھا۔ ایک بڑی نہر بحر یوسفؑ سے کھود کر بیچ قلعہ تک لائی گئی تھی۔ جس کی وجہ سے قلعہ والے پانی کی ضرورت سے بے نیاز ہو گئے تھے۔ شہر کی آرائش خاطر خواہ عمدہ مکانات آراستہ دکانوں اور صاف ستھری سڑکوں سے کی گئی تھی۔ یہ بھی روایت ہے کہ حضرت مریم علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عہد طفلی میں لے کر شہر بھنسا ہی میں تقریباً بارہ سال تک قیام پذیر رہی تھیں۔

بھنسا۔ بحر یوسفؑ کے کنارے پر جانب غرب کو آباد ہے۔ اس کے دو حصے ہیں۔ ایک بھنسا شرقی کہلاتا ہے (باقی صفحہ ۱۴۳)

؎ فتوحات بھنسا صفحہ ۳۳ تا ۳۶۔

فوج مسلمانوں کے مقابلہ پر آئی۔ لیکن سخت جنگ کے بعد بھی اُس روز فتح و شکست کا فیصلہ نہ ہو سکا۔ رومی قلعہ میں واپس چلے گئے۔[۱]
بیس روز تک مسلمان اس قلعہ کا محاصرہ کئے رہے۔ اور دشمنوں سے سخت لڑائی اور مقابلہ کرنے کے اتفاق پیش آتے رہے۔
اسی اثناء میں ذات الابرج کا بطریق بیس ہزار فوج کے ساتھ بطلوس کی طلب پر پہنچ گیا۔ اور اُس نے آتے ہی مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ لیکن سخت جنگ کے بعد وہ اور اُس کی فوج کے بہت آدمی مارے گئے۔ قریباً تین ہزار کو مسلمانوں نے گرفتار کر لیا کچھ دریا میں ڈوب گئے۔ باقی فرار ہو گئے۔ [۵۲]
پھر ایک شب کو ملک بطلوس نے اپنے سردار کراکبر کو دس ہزار فوج کے ساتھ مسلمانوں پر شبخون مارنے کے لئے روانہ کیا۔ جب مسلمانوں کی بے خبری میں اس لشکر نے اندھیری رات میں حملہ کر دیا تو مسلمانوں نے بھی ہوشیار ہو کر بڑی دلاوری اور شجاعت سے اُن کا مقابلہ کیا۔ خدا نے مسلمانوں کو فتح دی۔ اور رومی سردار کے قتل ہونے کے بعد رومیوں کی فوج اپنے

(بقیہ سلسلہ ۱۴۲) اور دوسرا بھنسا غربی یا الغربی ہے۔ یہ دونوں حصے دریائے مذکور کے دونوں جانب آباد ہیں۔ یہاں ہر سال اُن صحابہؓ اور تابعینؒ کا عرس ہوتا ہے۔ جو فتح اسلام کے زمانے میں اس مقام پر شہید ہوئے تھے۔ بھنسا میں بڑے بڑے علماء اور فضلا ہوئے ہیں۔ جن میں سے شہاب الدین ابو العباس بن ادریس المشہور بہ قرآنی اور فقیہ زین الدین عمر بن محمد بلقیاصی جنہوں نے مختصر التبریزی کی شرح لکھی ہے۔ زیادہ مشہور ہیں۔ اول الذکر نے ۶۸۴ھ میں اور آخر الذکر نے ۶۸۵ھ میں قضا کی۔ (دونوں ہم اثر تھے) (جغرافیہ مصر یعنی کتاب التحفۃ الازہریہ فی جغرافیۃ المصریہ)
(بحر یوسفیؑ وہ بحر ہے جس پر شہر بھنسا کا مدار ہے۔ بحر یوسفیؑ بہت ہی بابرکت ہے۔ اُس کا کنارہ آبادی کے بہت قریب ہے۔ اور اس قدر نزدیک ہے کہ دریائے نیل کی تھوڑی ہی طغیانی سے اس دریا میں اس قدر وافر پانی آ جاتا ہے کہ سب کنارے کے گاؤں و قصبات سیراب ہو جاتے ہیں۔ اور دریائے نیل کی طغیانی میں کمی کے وقت خود بخود اس کے سوتوں سے اس قدر پانی نکلتا ہے جس سے یہ دریا بہت اچھی طرح رواں ہو جایا کرتا ہے۔ جب کہ سرزمین بھنسا میں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے نہر جاری ہو گئی تو سیدنا یوسفؑ کے صاحبزادے نے پل بنوا کے آباد کیا)۔
بنی اسرائیل نے سرزمین بھنسا میں سکونت اختیار کر کے اور مکانات تعمیر کرا کے باغات لگائے تھے۔ ان تمام باغات اور مکانات کی آبادی۔ مصر اور فیوم کے غربی جانب میں تھی۔ غرض کہ اُس وقت سرزمین بھنسا کی غربی جانب سے لے کر مقام صعید کی آخری حد تک تمام و کمال بنی اسرائیل کے تحت میں تھی۔ (فتوحات بھنسا صفحہ ۵ تا ۸)۔
اس جنگ بھنسا میں خاص وہ حضرات جو جنگ بدر میں جناب رسالت مآب صلعم کی ہمراہی میں رہے تھے اُن میں سے قریب ستر بزرگوار کے موجود تھے۔ اور تمام سرزمین بھنسا میں قریب پانچ ہزار صحابیٔ رسول اللہ صلعم مدفون ہیں۔ عمرو بن العاصؓ روایت فرماتے تھے کہ بلا شک و شبہ رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا کہ بعد مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور بیت المقدس کے کوئی سرزمین مصر کی سرزمین سے زیادہ برکت والی نہیں ہے۔ اور سرزمین مصر بھی غربی جانب میں زیادہ مبارک ہے۔ اور شاید کہ وہ مبارک زمین یعنی مصر کا غربی جانب بھنسا ہے علی ابن حسینؓ فرماتے تھے کہ سرزمین مصر میں غربی جانب کوئی زمین زیادہ تر مبارک اور زیادہ تر برکت والی بھنسا کی سرزمین سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اور ابو علی دقاقی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ جب کبھی بھنسا کے میدان کی طرف جاتے تو اپنی پوشاک اُتار کر اُس مقام کی خاک پاک میں لوٹتے اور فرمایا کرتے تھے کہ اے میدان تو وہ ہے کہ جس کا جو غبار بلند ہوا۔ وہ اللہ ہی کی راہ میں بلند ہوا ہے۔ حضرت ذوالنونؒ مصری ہر سال میدان بھنسا کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے۔ (فتوحات بھنسا صفحہ ۲۵۴ تا ۲۵۸)
[۱] غربی مصر کا فرماں روا بطلوس اور شرقی مصر کا حکمران مقوقس تھا۔

---

[۵۲] فتوحات بھنسا ۳۱۷ تا ۳۲۶۔

قلعہ میں واپس چلی گئی۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کا بھی بہت نقصان ہوا۔ چار سو پینتیس بزرگوارانِ اسلام نے شربت شہادت نوش فرمایا۔ [1]

حضرت زبیرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ بھنسا کے محاصرین مسلمانوں کی امداد پر

ملک بطلوس والیٔ بھنسا کی دغابازیوں سے تنگ آ کر بعد مشورہ مسلمانوں نے حضرت خالدؓ کو امداد کے لئے بلانے کے واسطے امیر غانم ابن عیاضؓ سے کہا جنہوں نے حضرت خالدؓ کو تمام حالات کی اطلاع دے کر اُن سے جلد پہنچنے کی استدعا کی۔ حضرت خالدؓ نے امیر غانمؓ کے جواب میں حضرت زبیرؓ اور آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ہمراہ تین سو شہسوار سرزمین بھنسا کی طرف روانہ کر دیئے۔ بعد ازاں چند اور صحابہؓ کو دو دو سو سواروں پر افسر مقرر کر کے اُن سے فرمایا کہ حضرت زبیرؓ کے نقش قدم پر روانہ ہو جائیں۔ ان سب کی روانگی کے بعد حضرت خالدؓ نے اپنے مقام پر ایک رات اور بسر کی اور پھر صبح کو باقی ماندہ فوج کے ساتھ خود بھی بھنسا کی طرف کوچ فرمایا۔ [2]

حضرت زبیرؓ کا ورود بھنسا میں

حضرت زبیرؓ بن العوام جب مسافت طے فرما کر شہر بھنسا کے قریب پہنچے تو اُس وقت آپ نے معہ اپنے ہمراہیوں کے تہلیل و تکبیر کی آوازیں بلند کیں۔ اور آنحضرت صلعم پر درود بھیجنا شروع کیا جس کو سُن کر رُومی اپنے قلعہ پر چڑھ آئے۔ اور آپ کو اور آپ کے ہمراہیوں کو انہوں نے دیکھنا شروع کیا۔

حضرت زبیرؓ کا ارشاد

وقفہ وقفہ سے وہ صحابہؓ بھی جو حضرت زبیرؓ کے بعد ان کے نقشِ قدم پر روانہ ہوئے تھے۔ جب سب پہنچ گئے تو حضرت زبیرؓ نے اور ضرار بن ازورؓ نے امیر غانمؓ سے کہا کہ ہم کو یہ گمان ہوتا ہے کہ آپ سب کے سب مجہود ہیں۔ حالانکہ آپ سب لوگوں کے دشمن کھانے پینے میں مصروف ہیں۔ اور غافل ہیں۔ اگر آپ لوگ مجہود نہیں ہیں تو پھر یہ کیسی حالت ہے۔

بھنسا پر حملہ

بعد ازاں تمام امرائے لشکرِ اسلام دشمنوں سے مقابلہ کی غرض سے شہر بھنسا کے دروازے پر جا پہنچے۔ اور تیراندازی شروع کر دی۔ اور گوپھنیں مارنے لگے۔ دشمنوں نے بھی تیراندازی کرنے میں سرگرمی کی اور پتھروں کا مینہہ برسانا شروع کیا۔ یہ لڑائی ہو رہی تھی کہ شدت غیض و غضب میں دشمن خدا بطلوس دامن کوہ کی طرف قلعہ بھنسا کا دروازہ کھلوا کر قلعہ کے باہر آ گیا۔ اور معہ فوج کے مسلمانوں کے قریب آ کر اُن پر حملہ آور ہوا۔ جب لڑائی زور و شور کے ساتھ ہو رہی تھی اُس وقت حضرت خالدؓ پہنچ گئے۔ اور لڑائی میں شریک ہو گئے۔ بالآخر بطلوس کی فوج کو شکست ہوئی اور وہ مسلمانوں کے سامنے سے بھاگ کر بقیۃ السیف فوج کے ساتھ قلعہ میں واپس چلا گیا۔ اس لڑائی میں دشمنوں کے چار ہزار آدمی قتل اور دو ہزار ایک سو مسلمانوں کے ہاتھوں میں اسیر ہو گئے۔ اور دو سو اسی شہسوارانِ اسلام نے اپنی جانوں کو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی رضا جوئی میں نثار کیا۔ [3]

ملک البطلوس کا بیس ہزار فوج سے مسلمانوں پر شبخون اور حضرت زبیرؓ

اس شکست کا ہونا ملک البطلوس پر نہایت شاق گزرا۔ اور اس کا انتقام لینے کے لئے اُس نے مسلمانوں پر شبخون مارنے کا ارادہ کیا۔ تیاری کے بعد اُس نے قلعہ کے باب جبل۔ باب قندس اور باب شوق پر ایک ایک

[1-3] فتوحات بھنسا صفحہ ۳۵۶ تا ۳۷۶۔

گروہ کو متعین کیا۔ اور اپنے ہمراہیوں میں سے ایک شخص کو تعینات کیا کہ جب بطلوس باب تو ما سے حملہ کرنے کے واسطے نکلے تو وہ قرنا بجادے۔ تاکہ تمام لوگوں کو اطلاع ہو جائے اور بیکدم سب لوگ مسلمانوں پر ان کی غفلت میں ٹوٹ پڑیں۔ اور ان کا قتال شروع کر دیں۔ جب بطلوس حملہ کرنے کے لئے نکلا اور قرنا بجا تو لشکر اسلام کے بعض اصحاب رضہ نے قرنا کی آواز سنی تو وہ نہایت تیزی سے ان اصحاب کی طرف پہنچے جو بے خبر اور غافل تھے۔ قبل اس کے کہ دشمن کی فوج ان تک پہنچے وہ ہوشیار ہو گئے۔ اسی اثناء میں رومیوں نے مسلمانوں کے سامنے پہنچ کر رات کی تاریکی میں حملہ کرنا شروع کر دیا۔ حضرت خالد رضہ نے دشمنوں کی حملہ آوری کا غلغلہ سنا تو آپ بھی یکبارگی گھبرائے ہوئے اٹھے۔ اور بر ہنہ سر مناجات میں مشغول ہو گئے اور بعد مناجات نہایت تیزی سے ہتھیار لگا کر مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے۔ الغرض حضرت خالد رضہ اور آپ کے ہمراہی بطلوس کے سامنے پہنچ گئے۔ اور مقابلہ شروع ہو گیا۔ یہاں تک کہ لڑتے لڑتے آدھی رات کا وقت آ گیا۔

امیر عامر رضہ باب جبل کی طرف تھے۔ اس طرف بھی سخت لڑائی ہوئی۔ جس میں محمد بن حضرت ابوذر غفاری رضہ اور حضرت عبادہ بن صامت رضہ شہید ہوئے۔ غرض کہ چاروں طرف ہنگامہ کارزار گرم تھا۔

باب قندس کی جانب حضرت زبیر رضہ معہ دیگر صحابہ رضہ کی جماعت کے موجود تھے۔ جس وقت بطلوس نے چھاپہ مارا اور ہنگامہ برپا ہوا تو آپ معہ اپنے ساتھیوں کے بہت جلد دروازے پر پہنچ گئے۔ اور دشمنوں کی فوج سے باہم سخت مقابلہ اور جنگ واقع ہوئی۔ ایک سو بلیس شہسواران اسلام نے اسی دروازے پر دشمنوں کے ہاتھوں سے شہادت کا خلعت پہن کر آرام گاہ جنت کو کوچ فرمایا۔ بالآخر رومیوں کو شکست ہوئی وہ اپنے قلعہ میں بھاگ کر چلے گئے۔ اور اس کی دیواروں پر چڑھ کر انہوں نے سنگ باری اور تیر اندازی شروع کر دی۔ اس جنگ میں پانچ سو چالیس مسلمان شہید ہوئے۔ دشمنوں کا نقصان ہزاروں کا ہوا۔ مسلمانوں نے شہر بھنسا کا ایک سال تک محاصرہ رکھا۔[1]

حضرت زبیر رضہ کا قلعہ و شہر بھنسا میں فاتحانہ داخلہ

حضرت خالد رضہ کے ایک حبشی غلام۔ نجاح نے ایک شب دیکھا کہ ایک کتا خیمہ میں آکر دو روٹیاں لے کر باہر چلا۔ کیونکہ کئی روز سے روٹیاں غائب ہو رہی تھیں۔ اس لئے حضرت خالد رضہ نے غلام کو چھپ کر دیکھتے رہنے کے لئے کہ رکھا تھا۔ اب جو کتے کو روٹیاں لے جاتے ہوئے دیکھا تو غلام یہ جاننے کے لئے کہ کس کا کتا ہے اس کے پیچھے ہو لیا اور وہ چلتے چلتے ایک سرداب کے دہانے تک جا پہنچا۔ جس میں قدرے قلیل پانی دریا سے آتا تھا۔ اور اگلے بادشاہوں نے اس سرداب کو بھنسا والوں کی ضرورتیں نکلنے کے واسطے بنوا دیا تھا۔ اس سرداب کی کسی کو خبر نہ تھی۔ غلام یہ دیکھ کر واپس آیا اور اس نے حضرت خالد رضہ کو سارا ماجرا سنا دیا۔ انہوں نے خود جا کر اسے دیکھا اور دیکھ کر حد سے زیادہ خوش ہوئے۔ اور سورۂ فتح پڑھی۔ اس کے بعد وہ اپنے ہمراہی اصحاب رضہ کے پاس تشریف لے گئے۔ اور تمام قصہ سرداب کا ان کے روبرو بیان کر کے کہا کہ میں آپ صاحبان میں سے پورے ایک سو اصحاب ایسے چاہتا ہوں جو اپنی جانوں کو اللہ عزوجل کی خوشنودی حاصل کرنے کے عوض میں بیچ ڈالیں۔ اور جہاں میں جاؤں میرے ہمراہ چلیں۔ نیز ایک نہایت مضبوط اور بہادر جماعت اور بھی چاہتا ہوں کہ جو قلعہ کے دروازے کے سامنے حاضر اور موجود رہے۔ جس وقت ہم ایک سو دروازہ کھول دیں اس وقت وہ جماعت دروازہ کھولتے ہی بے تامل ہمارے پاس چلی آئے۔

---

[1] فتوحات بھنسا صفحہ ۳۷۶ تا ۳۹۴۔

الحاصل حضرت خالدؓ نے ایک سَو اصحاب جن میں عبدالرحمٰن بن حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عبداللہ بن حضرت عمرؓ وغیرہ تھے۔ اپنے ہمراہ لیا اور دروازے کے سامنے کے لئے حضرت زبیرؓ اور آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن حضرت زبیرؓ کو معہ دیگر صحابہؓ کے منتخب فرمایا۔ پھر خود مہراب کی طرف روانہ ہوئے۔ جس میں ہو کر اَسّی صحابہؓ اندر داخل ہو سکے۔ باقی بہ سبب مہراب کا راستہ تنگ ہونے کی وجہ سے اُس کے اندر داخل نہ ہو سکنے کی وجہ سے حضرت زبیرؓ کے پاس آکر شامل ہو گئے۔ جب آدھی رات گذر گئی تو اَسّی اصحابؓ نے دربانوں کو جو نشہ میں تھے قتل کر کے دروازہ کھول دیا۔ اور باہر والوں کو پکارا۔ وہ ہمہ تن گوش تھے۔ اُن کی آواز سنتے ہی سب کے سب بُرج پر جا پہنچے۔ اور جس قدر بطریق اُس بُرج کے متعلق وہاں موجود تھے۔ سب کو قتل کر دیا۔ اور تکبیر کی آوازیں بلند کیں پھر وہ سب کے سب حضرات بھی جو ابھی تک قلعہ کے اندر داخل نہیں ہوئے تھے اُن سب کے جواب میں تہلیل و تکبیر اور صلوٰۃ پڑھتے ہوئے اُس دروازے سے قلعہ میں داخل ہوئے۔ جس دروازے سے داخل ہو کر لوگ شہر بھنسا کے بازار کی جانب جایا کرتے تھے اور سب نے مل کر یک بارگی بطلوس کے محل پر حملہ کیا۔ بطلوس گرفتار کر لیا گیا۔ تین ہزار رُومی اور ایک سو چواسی مسلمان شہید ہوئے۔ بطلوس کے گرفتار ہونے سے قلعہ بھنسا کی جنگ کا معاملہ یک سُو ہو گیا بطلوس سے اِس شرط پر مصالحت ہو گئی کہ سالانہ ایک ہزار مثقال سونا اور اُسی مقدار میں چاندی خالص اور دس ہزار وسق جَو اور گیہوں لشکر اسلام کے امیر کی خدمت میں بطور جزیہ بھیجتا رہے گا۔ اور ہمیشہ بمقابلہ اہلِ اسلام عاجزی کے ساتھ پیش آئے گا۔ بعد اس کے اُس کو قید سے رہا کر دیا گیا۔ مگر قبل رہائی کے اُس کو کنیسہ یعنی عبادت گاہ میں لے گئے۔ اور کنیسہ کے اندر اُس سے اُس کی تمام مذہبی کتابوں کی قسم لی گئی۔ دوسری جانب بطلوس نے بھی مسلمانوں سے اِس امر کا اقرار کرا لیا کہ مصالحہ ہو جانے کے بعد بلا شک و شبہ تمام مسلمان بھنسا کے شہر سے چلے جائیں گے۔ اور اُسی قدر مسلمان بزرگوار بطلوس کے پاس چھوڑے جائیں گے جو مصالحہ کی مشروط رقموں کو اُس سے وصول کریں گے۔ اِس لئے تمام مسلمان شہر بھنسا سے باہر چلے گئے۔ اور صرف قعقاعؓ ابن یزید سلمی اور عوفؓ ابن سلامہ عذری اور مقسومؓ ابن سعد جہنی منجملہ اُمراء کے معدود سَو مسلمانوں کے بطلوس کے پاس باقی رہ گئے۔ [1]

حضرت زبیرؓ اور اکابر صحابہؓ کو بطلوس اور اُس کے معاہدہ پر بے اطمینانی۔

حضرت عمرو بن العاصؓ نے تحریر فرمایا تھا کہ بطلوس کو تم لوگ اپنی امان میں لے لو اور جن چیزوں کے دینے کی شرط پر بطلوس تم لوگوں سے صلح کرتا ہے وہ سب چیزیں بطلوس سے وصول کر لو اور بعد اس کے بطلوس کو چھوڑ دو۔ اس لئے کہ اگر تم ایسی کارروائی نہیں کرو گے تو اس صورت میں صعید کے تمام لوگ تم سب سے متنفر کریں گے۔ مگر حضرت زبیرؓ۔ خالدؓ ابن الولیدؓ مقدادؓ بن اسود کندیؓ اور دیگر چند صحابہؓ میں سے کسی بزرگوار کے دل کو بطلوس اور اُس کے معاہدہ پر کچھ اطمینان نہ تھا کیونکہ اُن سب حضرات کے دلوں کو بطلوس کے خیانت کار ہونے کا یقین ہو گیا تھا۔ اور وہ جانتے تھے کہ وہ عہد شکن ہے۔ الغرض دو ماہ تک بطلوس اور اُس کے سب لوگ مسلمانوں کے واسطے نقد و جنس یعنی غلہ درہم و غیرہ کل سامان رسد کی بہم رسانی میں برابر مصروف رہے۔ اور کسی طرح کی فروگذاشت مسلمانوں کی مہمانداری میں نہیں کی مگر اُس کی اندرونی کوشش اور دلی آرزو یہ تھی کہ کوئی سا وقت آئے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ عہد شکنی کرے۔ [2]

[1، 2] فتوحات بھنسا صفحہ ۴۰۰ تا ۴۰۹۔

بطلوس کی مسلمانوں سے دغا اور لغاؓ وصد صحابہؓ کی شہادت اور حضرت اسماءؓ زوجہ حضرت زبیرؓ کی بہادرانہ جنگ

بطلوس کی عہد شکنی کے خیال سے خالدؓ نے ایک جماعت کو جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ شہر کے اندر بطلوس کے محل کے قریب دروازوں پر مقرر کر دیا تھا۔ اس جماعت کے سوا لشکر اسلام کو شہر کے باہر خیموں میں قیام کرنے کا حکم دیا تھا۔ جب ڈیڑھ مہینے کی مدت مسلمانوں کے قیام پر ختم بلکہ معاصرہ کرنے پر گزر چکی تو ایک روز بطلوس نے عبادت خانہ کے اندر اجلاس کیا۔ اور اپنے بھروسہ کے سرداروں سے مسلمانوں کے بارے میں مشورہ طلب کیا۔ اُن سبھوں نے مسلمانوں کے قتل پر اتفاق کیا۔ تو انہوں نے تھوڑی رات گئے مسلمانوں کی اُس جماعت پر جو بطلوس کے محل کے قریب متعین تھی۔ دو ہزار سواروں کی جمعیت سے حملہ کیا اور اُن تمام مسلمانوں کے منہوں میں کپڑے ٹھونس دئیے تاکہ باہر کے مسلمان اُن کی آوازیں نہ سُن سکیں۔ پھر شہر کا دروازہ کھول کر باہر نکلے اور جو مسلمان خیموں میں تھے۔ اُن کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ مسلمان بے خبر سو رہے تھے کہ یہ ہنگامہ برپا ہو گیا۔ حضرت خالدؓ اور دوسرے اصحابؓ اپنی اپنی آرام گاہ سے اُٹھ کر چلے تو دیکھا کہ لشکر اسلام بطلوس کی عہد شکنی سے نہایت درجہ کٹھن مصیبت میں مبتلا ہو رہا تھا۔ زیادؓ بن ابی سفیان اُن کے بھائی ہبارا اور دیگر چند صحابہؓ ایک ٹیلہ پر جائے پناہ سمجھ کر چڑھ گئے تھے کہ دشمنوں نے چاروں طرف سے گھیر کر انہیں شہید کر دیا۔

لشکر میں موجودہ عورتوں نے دشمنوں سے نہایت سخت جنگ کی۔ حضرت اسماءؓ بنت حضرت ابوبکر صدیقؓ آسیہ انصاریہؓ ام ابانؓ اور لغامہ بنت منذرؓ اور انہیں عورتوں کی ہم رتبہ اور دلاور عورتوں نے اس رات کے معرکہ میں سخت لڑائی لڑی۔ ایک جماعت مسلمانوں کی شرف شہادت سے مشرف ہوئی۔ حضرت خالدؓ اور اُن کے ہمراہی صحابہؓ نے اپنے حملوں سے صفوں کی صفیں اُلٹ دیں تو آخر کار بطلوس اور اس کے ساتھی رومیوں کو شہر کے اندر جا کر دروازہ بند کر لینا پڑا۔ پھر اس نے دن نکلنے پر شہر میں متعین مسلمان جو گرفتار کر لئے گئے تھے اُن کو برج کے اوپر لے جا کر قتل کرا دیا۔ تاکہ مسلمان دیکھیں اور رنجیدہ ہوں۔ ؎

حضرت زبیرؓ اور آپ کے صاحبزادے عبداللہؓ بن زبیرؓ کا حملہ باب بحر پر

اس دوسری مرتبہ کے محاصرہ بہنسا میں تمام اصحابؓ لشکر اسلام نے کامل تین برس تک اس مقام میں قیام فرمایا۔ اس زمانے میں وہ اکثر اوقات سواد بہنسا پر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ جب اُن میں سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ چند اصحابؓ واحات کی طرف گئے تو ایک ماہ سے بھی کم مدت میں اُسے فتح کر لیا۔ عقبہؓ بن نافع فہری ایک ہزار سواروں سے برقہ کی طرف گئے اور پھر اسی مقام پر واپس آگئے۔ مگر اس محاصرہ پر جب عرصہ ہو گیا تو مقدور کرکے ایک شب سیڑھیوں اور دوسری ترکیبوں سے چند مسلمانوں کو قلعہ کے برجوں پر پہنچا دیا گیا۔ جنہوں نے پیچھے اُتر کر دربانوں کو قتل کر کے اُن کے سردار کے پاس سے کنجیاں حاصل کر لیں اور دروازہ کھول دیا۔ پھر وہ دوسرے دروازے کی طرف گئے۔ جس کا سلسلہ بطلوس کے محل تک جا کر ختم ہو جاتا تھا۔ وہ دروازہ تیغہ کیا ہوا تھا۔ مگر مسلمانوں نے تیغہ نکال کر دروازہ کھول دیا۔ اور برج پر چڑھ کر وہاں کے دروازے کو بھی کھول لیا۔ اور دشمنوں کی ایک جماعت جو سد راہ ہوئی اُن میں سے بہت سوں کو تہ تیغ کر دیا۔ اس ہنگامہ سے بطلوس ہوشیار ہو کر مع اپنے بطریقوں کے مسلمانوں کی جانب چلا۔ رومیوں نے بطلوس کے پہنچ جانے سے تقویت پا کر دروازہ پر پہنچ جانے میں

؎ فتوحات بہنسا صفحہ ۲۰۹ تا ۲۱۳۔

سبقت کی۔ اور دونوں طرف کے دلاوروں اور جنگ آوروں میں سخت لڑائی شروع ہوگئی۔ خالدؓ اور ان کے بعد دیگرے تمام صحابۂ کرامؓ بھی قلعہ میں داخل ہوگئے۔ [1]

حضرت زبیرؓ کا رجز

راوی نے بیان کیا ہے کہ حضرت زبیرؓ بن العوام سرداری کا نشان دستِ مبارک میں لئے ہوئے معہ اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے بصرہ کے اندر داخل ہوئے تو یہ اشعار خوش الحانی کے ساتھ فتح کی خوشی اور دلاوری اور حمیتِ دینِ اسلام کے جوش و خروش کے عالم میں زبان مبارک سے ارشاد فرماتے ہوئے آگے بڑھے۔

ایا بطلوس یا کلب العینا	ویا نسل الطغاۃ الارذلین
اتتک حماۃ دین اللہ حقا	واولاد الکرام الاشرفین
خیار الناس نسل بنی نزار	کرام فی الاعادی قاطعین
اذا اشتد لظی الہیجا تراہم	علیکم کالسباع المضاربین
فلم تر فیہم ابدا جبانا	ولم تر فیہم ابدا حزینا
ولست تری سوی مقدام قوم	نہار الحرب ضد یدا امتینا

ترجمہ:۔ اے بطلوس اے لعنت کے مارے کتے اور اُن سرکشوں کی اولاد جو سب سے بدتر قوم کے لوگ تھے۔ تیری جانب اللہ کے دین کی حمایت کرنے والے لوگ جو کہ سچا دین ہے آئے ہیں۔ اور وہ اُن بزرگوار لوگوں کی اولاد ہیں جو زیادہ تر شرف والے لوگ تھے۔ نیکوترین آدمیوں میں بنی نزار کی نسل ہیں۔ (یعنی سب کے سب حضرات بنی نزار میں سب سے زیادہ نیک لوگ ہیں اور ایک پہلو یہ بھی نکلتا ہے کہ یہ سب حضرات جو بنی نزار کی نسل ہیں تمام عالم کے نیکوکار لوگوں سے زیادہ تر نیک گروہ کے لوگوں میں سے ہیں) بزرگوار لوگ ہیں اور دشمنوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنے والے جس وقت کارزار کے شعلے بلند ہو رہے ہوں گے۔ لیکن ایسی نازک حالت اور کٹھن وقت میں بھی تم لوگ اُن میں سے کسی شخص کو کبھی بزدلی کی حالت میں دیکھو گے۔ اور نہ کسی کو غمگین پاؤ گے (جو اعلیٰ درجہ کی دلیری اور صبر و استقلال کی دلیل ہے)۔ اور نہ دیکھے گا تو بجز پیش رو قوم کے جنگ کے روز پُردل سردار اور متانت والا (یعنی جنگ کے روز اُن سب حضرات میں سے تو کسی بزرگوار کو سوائے اس حالت کے دوسری کسی حالت میں نہ دیکھے گا کہ اُن میں سے ہر ایک بزرگوار ایک گروہ کا پیشرو اور سردار اور پُردل اور دلاوری کے جوش کے عالم میں ہوگا۔ اور بڑی متانت کے ساتھ ہوگا) [2]

شہر کے اندر تمام صحابہؓ نے پہنچتے ہی ہنگامۂ کارزار گرم کر دیا اور وہ رومیوں پر ٹوٹ پڑے۔ اُس دھاوے میں بھی اُنہوں نے اُسی طریقہ سے حملہ کیا جیسا گزشتہ لڑائیوں میں بعض بعض موقعوں پر کیا تھا۔ وہ طریقہ یہ تھا کہ بعض بعض اُمرائے لشکرِ اسلام نے ایک ایک غول کے ساتھ ایک ایک دروازہ پر حملہ کیا۔ حضرت زبیرؓ اور آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ایک جماعت اُمرائے اسلام کے ساتھ باب البحر کی جانب حملہ آور ہوئے۔ اس جماعت نے بڑے ہمہمہ کے ساتھ نعرۂ تکبیر بلند کیا اور دشمنوں پر دھاوا کیا اور سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے دروازے کی جانب قدم بڑھایا۔ اُس وقت رومیوں

---

[1] [2] فتوحات یمنا صفحہ ۲۱۶ تا ۲۲۵۔

کی یہ حالت تھی کہ تمام رُومی قلعہ کی دیواروں پر چڑھے ہوئے۔ اہلِ اسلام پر تیر اندازی اور سنگ باری کر رہے تھے۔

عین کارزار میں حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کی نماز اور مسلمانوں کی فتح

جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ دروازہ پر پہنچ گئے تو اپنے گھوڑے سے نیچے اُتر پڑے اور دو رکعت نماز اس انہماک اور توجہ الی اللہ کے ساتھ خالقِ بے نیاز کی درگاہ میں ادا کی جو آپ کی تمام زندگی کا خاصہ رہا ہے اگرچہ آپ کے نماز پڑھنے کے اثناء میں رُومیوں نے جو دیواروں پر چڑھے ہوئے تھے۔ آپ کو کتنے ہی پتھر مارے۔ یعنی آپ کے نماز کے ختم کرنے تک برابر سنگ باری کرتے رہے۔ لیکن آپ نے اُن کی سنگ باری کی طرف مطلق اعتنا اور کچھ پرواہ نہیں کی۔ اور نہایت استقلال کے ساتھ جس طرح آپ نے نماز کو شروع کیا تھا اُسی طرح ایک حالت سے ختم کیا اور جب نماز ختم ہو چکی تو اُس وقت سب حضرات کے ساتھ جو آپ کے ہمراہ تھے مل کر اُس دروازے کے محافظ اور موجود رُومیوں پر حملہ کر کے سب کو قتل کیا۔ اور دروازے کے گرداگرد حصہ کو کھود کر دروازہ کھول دیا۔ بعد اس کے سب حضرات ایک ساتھ مل کر بُرج کے اُوپر چڑھ گئے اور وہاں کی ہر چیز کو مسمار اور منہدم کر ڈالا۔ اور بُرج کے نگہبان رُومیوں کو تیغ زنی کر کے اُس بُرج کا دروازہ بھی فتح کر لیا۔ یہ سب کارروائی حضرت زبیرؓ اور آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ نے اور آپ کے ہمراہی حضرات نے کی۔ [۱]

دوسرے صحابہؓ کی جماعتوں نے باب جبل کی طرف حملہ کر کے وہ دروازہ بھی کھول دیا۔ بطلوس حضرت خالدؓ کے ہاتھ سے مارا گیا تو رُومی ہمت ہار کر دروازوں کی جانب بھاگ نکلے لشکرِ اسلام کے شہسواروں نے اُن کا پیچھا کر کے بہت دشمنوں کو قتل اور قید کر لیا۔ اس معرکہ میں گلی کوچوں میں تیس ہزار رُومی مسلمانوں کے ہاتھوں سے قتل ہوئے۔ اور بیس ہزار کو مسلمانوں نے قید کر لیا۔ شہسوارانِ اسلام میں سے چار سو سے زیادہ نے شربت شہادت نوش کیا۔ جن میں ابو سلمہؓ اسدی بھی تھے۔ [۲]

فتح بھنسا کے بعد

مالِ غنیمت کا خمس جو فتح بھنسا سے حاصل ہوا تھا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ جو مصر کے امیر تھے۔ اُن کے پاس معہ ایک خط کے روانہ کیا گیا۔ اور جو امیر اُن کے ساتھ مصر میں تھے اُن کے واسطے بھی مالِ غنیمت کے حصے بھجوائے گئے۔ اور اسی طرح ایک خمس حضرت عمر ابن الخطابؓ کی خدمت میں اور جس قدر اصحاب رسول اللہ صلعم اُن کے پاس موجود تھے۔ اُن سب حضرات کے لئے بھی مدینہ منورہ بھجوایا۔ [۳]

بھنسا کے فتح ہو جانے کے بعد حضرت خالدؓ ایک دو مہینہ تک وہاں مقیم رہے۔ پھر ایک ہزار بزرگواروں کے ساتھ حضرت مسلم ابن عقیلؓ کو شہر بھنسا کا حاکم بنا کر دو ہزار شہسوارانِ اسلام کے ساتھ خود سرزمین صعید کی طرف کوچ فرما گئے۔

حضرت مسلمؓ حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت تک بھنسا میں حاکم رہے۔ اُس کے بعد محمدؓ بن جعفرؓ بن ابی طالبؓ اور اپنے اعزاء کو وہاں کا متولی مقرر فرما کر خود مدینہ طیبہ میں جا رہے۔ یہاں تک کہ حضرت حسین بن علیؓ کے زمانہ میں شہید ہو گئے۔ قریش اور شرفا نے بھنسا میں مشرقی جانب سکونت اختیار کی تھی۔ اُس کو محلہ اشراف

---

[۱] تا [۳] فتوحات بھنسا صفحہ ۳۳۴ تا ۳۴۸۔

کہتے تھے۔ شہر بہنسا بہت آباد تھا بنی اُمیہ اور بنی عباس کی لڑائی میں اُس کی آبادی میں کمی واقع ہو گئی جنگ و جدل کے زمانے میں بہت سے لوگ ترک سکونت کر کے دوسرے مقامات پر چلے گئے۔ بہنسا کے بعد حضرت خالدؓ کی قیادت میں ایک کے بعد دوسرے شہر سرزمین صعید کی آخری حد تک فتح ہو گئے ان کے بعد عدن اور سواکن کو بھی فتح فرمایا۔[۱]

انتظام خلافت اور حضرت عمرؓ کی شہادت

مسند امام احمد ابن حنبلؒ کا بیان ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ مصر کی کامل فتح کے بعد حضرت زبیرؓ مدینہ منورہ واپس تشریف لے گئے۔ آپ مدینہ منورہ ہی میں موجود تھے کہ حضرت عمرؓ کو وہ حادثہ پیش آیا جس سے آپ کو شہادت نصیب ہوئی۔ ڈائی فیملی الزبیرؓ میں ہے کہ ۲۳ھ میں حضرت عمرؓ کی شہادت سے پہلے حضرت زبیرؓ مدینہ آ چکے تھے۔ اور اُن کے جانشین کے انتخاب میں حصہ لیا تھا۔

حضرت عمرؓ کا قاتل

مدینہ منورہ میں مغیرہ بن شعبہؓ کا ایک نصرانی غلام (قوم پارسی) فیروز نامی تھا۔ جس کی کنیت ابو لولو تھی۔ اُس نے بازار میں ایک دن حضرت عمر فاروقؓ سے شکایت کی کہ میرا آقا مغیرہ بن شعبہؓ مجھ سے بہت زیادہ محصول لیتا ہے۔ آپ کم کرا دیجئے۔ حضرت عمرؓ نے تعداد دریافت فرمائی تو اُس نے دو درہم (تقریباً ساڑھے آنے) روز بتلائے۔ پھر حضرت عمرؓ نے استفسار فرمایا کہ تو کیا کام کرتا ہے۔ اُس نے عرض کیا۔ آہنگری (لوہار کا کام) نقاشی۔ نجاری (بڑھئی کا کام) فرمایا۔ ان صنعتوں کے مقابلے میں یہ محصول زیادہ نہیں ہے۔ پھر مخاطب ہو کر فرمایا۔ میں نے سنا ہے کہ تو ایک قسم کی چکی بناتا ہے جو ہوا کے زور سے چلتی ہے۔ مدینہ میں آٹے کی تکلیف ہوتی ہے۔ تو مجھے اس قسم کی ایک چکی بنا دے۔ اُس نے عرض کیا۔ میں ایسی چکی بنا دوں گا جس کی آواز اہل مشرق و مغرب سنیں گے۔ ابو لولو اسی قدر باتیں کر کے دل ہی دل میں ناراض ہو کر چلا گیا اور حضرت عمرؓ اُس کے تیور تاڑ گئے۔

قاتلانہ حملہ

دوسرے دن صبح کے وقت جب حضرت عمر فاروقؓ نماز پڑھانے کے لئے مسجد میں آئے تو ابو لولو بھی خنجر لے کر داخل ہوا۔ جوں ہی صفیں درست ہوئیں حضرت عمرؓ امامت کے لئے آگے بڑھے اور نماز شروع کی۔ ابو لولو نے میانِ صف سے نکل کر آپ پر چھ وار کئے۔ ایک ان میں سے ناف کے نیچے پڑا۔ حضرت عمرؓ نے فوراً حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو کھینچ کر اپنی جگہ پر کر دیا۔ اور خود صدمۂ زخم سے بیہوش ہو کر گر پڑے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے اس حالت میں نماز پڑھائی کہ حضرت عمرؓ فرش مسجد پر تڑپ رہے تھے۔ اور عبدالرحمٰنؓ نماز پڑھاتے تھے۔ ابو لولو نے مسجد سے نکلتے ہوئے کئی آدمیوں کو زخمی اور کلیبؓ ابن ابی بکر لیثی کو شہید کیا۔ بالآخر وہ گرفتار کیا گیا اور اُس نے خودکشی کر لی۔[۲]

جانشینی کی رسم

نماز ختم ہونے کے بعد حضرت عمرؓ کو گھر پر لوگ اُٹھا کر لائے۔ آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو بلا کر فرمایا۔ میں تم سے کچھ عہد کیا چاہتا ہوں۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا۔ آپ مجھ سے عہد کریں گے۔ فرمایا نہیں۔ یہ خدا میں ایسا نہ کروں گا۔ جاؤ میں اُن لوگوں سے عہد لوں گا۔ جن سے آنحضرتؐ راضی اور خوش تشریف لے گئے ہیں۔ یہ کہہ کر آپ نے حضرات علیؓ و عثمانؓ و زبیرؓ و سعدؓ اور خود عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو بلایا اور ان صحابہؓ سے مخاطب ہو کر کہا۔ تین روز تم لوگ طلحہؓ کا انتظار کرنا۔ اگر وہ آجائیں تو تنہا

---

[۱] فتوحات بہنسا صفحہ ۹۴۴ [۲] الفاروق صفحہ ۲۱۳ و ابن خلدون صفحہ ۱۵۲۔

ورنہ تم لوگ مشورہ کرکے اپنے میں سے امیر بنا لینا۔

خلیفہ منتخب کو وصیت کچھ دیر تک خاموش رہنے کے بعد صحابہ رضؓ کو مخاطب کرکے آپ نے فرمایا کہ جو شخص خلافت کے لئے منتخب ہو میں اُس کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ انصار رضؓ کے حقوق کا بہت لحاظ رکھے۔ کیونکہ یہ وہی ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلعم کی مدد کی۔ اپنے گھر میں ٹھہرایا۔ یہ تمہارے محسن ہیں ان کے ساتھ سلوک واحسان کرنا اور اُن کی لغزش وخطا سے درگزر کرنا۔ اور مہاجرین رضؓ کا کمال پاس کرے کیونکہ یہ ہی لوگ مادۂ اسلام ہیں۔ اور اہل ذمہ کا پورا خیال کیا جائے۔ اللہ کی ذمہ داری اور رسول اللہ صلعم کی ذمہ داری کو ملحوظ رکھے یعنی اُن سے جو اقرار کیا جائے وہ پورا کیا جائے۔ اس کے بعد آپ نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ اللھم قد بلغت لقد تركت الخليفه من بعدى على انقى من الراحته۔

مشورہ کے لئے ہدایات ابوطلحہ رضؓ انصاری ومقداد بن الاسود رضؓ کو طلب کرکے حکم دیا کہ ان لوگوں کے دروازے پر جا کر کھڑے رہنا اور کسی کو اُن کے پاس جانے نہ دینا۔ جب تک وہ باہم مشورہ نہ کرلیں۔ بعد ازاں اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضؓ کو بلا کر پوچھا دیکھو میرا قاتل کون ہے۔ عبداللہ بن عمر رضؓ نے عرض کیا ابولولو غلام مغیرہ رضؓ فرمایا۔ الحمد للہ مجھے ایسے شخص نے نہیں مارا جس نے ایک سجدہ بھی اللہ تعالیٰ کو کیا ہے۔

دفن کی اجازت طلبی پھر عبداللہ رضؓ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کی خدمت میں بھیج کر رسول اللہ صلعم اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے پہلو میں دفن کئے جانے کی اجازت طلب کی۔ حضرت عائشہ رضؓ نے اجازت دے دی۔ حضرت عمر رضؓ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور حضرت عبداللہ رضؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا اگر لوگ انتخاب خلیفہ میں مختلف ہوں تو تم کثرت رائے سے موافقت کرنا اور اگر فریقین برابر ہوں تو تم اُس گروہ کی رائے سے اتفاق کرنا جس میں عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ ہوں۔

مدینہ منورہ میں جب حضرت عمر رضؓ کے زخمی ہونے کی خبر مشہور ہوئی تو لوگوں نے دیکھنے کی اجازت چاہی۔ مہاجرین رضؓ اور انصار رضؓ آپ کے دیکھنے کو آنے لگے۔ علی رضؓ اور ابن عباس رضؓ آپ کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے۔ لوگوں کا یہ خیال تھا کہ زخم کاری نہیں لگا۔ شفا ہو جائے گی۔ چنانچہ ایک طبیب بلایا گیا۔ اُس نے حضرت عمر رضؓ کو نبیذ پلائی۔ وہ بجنسہ زخم کی راہ سے نکل گئی۔ پھر دودھ پلایا وہ بھی یوں ہی نکل گیا۔ اُس وقت لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اس زخم سے جان بر نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ لوگوں نے حضرت عمر رضؓ سے کہا کہ آپ اپنا جانشین منتخب کر جایئے۔ جواب دیا۔ میں کر چکا۔

حضرت زبیر رضؓ کی حضرت عمر رضؓ کو قبر میں اُتارنے میں شرکت الغرض زخمی ہونے کے بعد برابر ذکر اللہ کرتے رہے تا آں کہ شب چہارشنبہ ۲۷ ذی الحجہ سنہ ۲۳ھ کو اپنی خلافت کے دس برس چھ مہینے بعد جان بحق تسلیم ہوئے۔ حضرت صہیب رضؓ نے نماز پڑھائی۔ حضرت عثمان رضؓ۔ علی رضؓ زبیر رضؓ۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ سعد رضؓ وقاص رضؓ اور عبداللہ بن عمر رضؓ نے قبر میں اُتارا۔

وسعت فتوحات حضرت عمر رضؓ کے زمانے کی فتوحات کی وسعت اور اُس کے حدود کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ مکہ معظمہ سے شمالی کی جانب ۱۰۳۶ مشرق کی جانب ۱۰۸۷ جنوب کی جانب ۴۸۳ میل اور جنوب مغرب کی جانب جدہ تھا۔ ان میں شام۔ مصر۔ عراق عرب۔ جزیرہ۔ خوزستان۔ عراق عجم۔ آرمینیہ آذربائیجان۔ فارس۔ کرمان۔ خراسان۔ اور مکران جس میں کچھ حصہ بلوچستان کا بھی ہے۔ شامل تھا۔ [1]

---

[1] ترجمہ ابن خلدون صفحہ ۱۵۲ تا ۱۵۵۔

حضرت عمرؓ کا مزار مبارک

ہشام بن عروہؒ اپنے والد (عروہ بن حضرت زبیرؓ بن العوام) سے راوی ہیں کہ اُم المومنین حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ نے جب وفات پائی تو رسول اللہ صلعم کے پہلو میں دفن ہوئے اُن کا سر رسول اللہ صلعم کے دونوں شانوں کے درمیان تھا۔ عمرؓ نے انتقال کیا تو ابوبکرؓ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ اُن کا سر حضرت ابوبکرؓ کے دونوں شانوں کے درمیان تھا۔

قاسم بن محمد بن حضرت ابی بکرؓ کہتے ہیں میں نے اُم المومنین عائشہؓ کے پاس آکر خواہش کی کہ رسول اللہ صلعم اور آپ کے دونوں ساتھیوں کی قبر مجھے دکھا دیجئے۔ اُنہوں نے مجھے تین قبریں دکھائیں جو نہ بہت اونچی تھیں نہ بالکل زمین کے برابر تھیں۔ سُرخ رنگ کے سنگریزوں سے سطح ہموار تھی۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلعم کی قبر آگے ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کا سر رسول اللہ صلعم کے قدموں کے پاس پیچھے واقع ہے۔ اور حضرت عمرؓ کا سر حضرت ابوبکرؓ کے قدموں کے پاس ہے۔

ابو عبداللہ جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علیؓ بن ابی طالب کا بیان ہے کہ میرے والد نے کہا یہ قبریں زمین سے ایک بالشت اونچی ہیں۔ مُربع ایک کے بعد ایک ترتیب کے ساتھ واقع ہیں۔ [1]

شبیہ حضرت عمرؓ

شہادت کے وقت (حضرت عمرؓ کی) عمر تریسٹھ برس کی تھی۔ اور یہ روایت مجہول اس سے کم۔ [2] حضرت عمرؓ دس برس چھ مہینے اٹھارہ دن خلیفہ رہے۔ گندم گون۔ بلند بالا درازی قد کے باعث لوگوں سے اونچے نظر آتے ایسا معلوم ہوتا گویا سوار ہیں۔ بائیں ہاتھ سے کام کرتے۔ ڈاڑھی گھنی تھی۔ [3]

ہشام بن عروہ بن الزبیرؓ سے مروی ہے کہ ولید بن عبدالملک کے زمانے میں جب حجرۂ قبور کی دیوار گر گئی تو اس کی تعمیر و درستی کرتے وقت ایک قدم ظاہر ہوا جس سے لوگ گھبرا گئے۔ گمان ہوا کہ یہ نبی صلعم کا قدم ہے۔ کوئی ایسا آدمی نہ ملا جو اسے جانتا ہو یہاں تک عروہؓ نے کہا کہ واللہ یہ نبی صلعم کا قدم نہیں ہے۔ یہ عمرؓ کا قدم ہے۔ [4]

نامزدگانِ خلافت

حضرت عمر فاروقؓ نے زخمی ہونے کے بعد ابوطلحہ انصاریؓ اور مقداد بن الاسود کو حکم دیا تھا کہ علیؓ، عثمانؓ، زبیرؓ، سعدؓ و عبدالرحمٰنؓ اور طلحہؓ کو ایک مکان میں مجتمع کرنا۔ لوگوں کو اُن کے پاس آنے جانے سے روکنا۔ خلیفہ منتخب کرنے کے لئے تین روز کی مہلت دینا اس مدت میں جس کو وہ لوگ چاہیں بہ اتفاق اپنے میں سے خلیفہ بنالیں۔ اور اگر اختلاف واقع ہو تو کثرت رائے پر عمل کیا جائے۔ درصورت مساوات عبداللہ بن عمرؓ حکم بنائے جائیں۔ اور عبداللہ بن عمرؓ اس فریق سے اتفاق رائے کریں جس میں عبدالرحمٰن بن عوفؓ ہوں اور تین دن کے اندر طلحہؓ آجائیں تو وہ بھی شریک شوریٰ کرلئے جائیں ورنہ اُن کا انتظار نہ کیا جائے۔

طریقہ انتخاب خلیفہؓ

اس حکم کے مطابق ابوطلحہؓ اور مقدادؓ نے بزرگان موصوفین کو مسورؓ بن مخرمہ اور بعض کہتے ہیں کہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے مکان میں جمع کیا۔ اس عرصہ میں عمرو بن العاصؓ اور مغیرہ بن شعبہؓ آکر دروازے پر بیٹھ گئے۔ سعد بن وقاصؓ آئے اور یہ کہہ کر اُن کو اُٹھا دیا کہ تم لوگ دروازے پر اس

---

[1] ابوالفداؒ نے سفید رنگ لکھا ہے اور نیز یہ کہ سامنے کی جانب سر پر بال نہ تھے۔ (ترجمہ تاریخ ابوالفدا جلد دوم صفحہ ۹۲)۔

[1-3] تنبیہ والاشراف مسعودی صفحہ ۱۳۵ تا ۱۳۷ [4] ابن سعد اردو حصہ اول جزخامس صفحہ ۱۰۵ تا ۱۰۶۔

ارادہ سے آکر بیٹھے ہو کہ کل کہو گے ہم بھی اہلِ شوریٰ سے تھے۔ (یعنی کہ وہ کہیں یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم بھی اصحاب شوریٰ میں شامل تھے) پھر ارباب شوریٰ میں انتخاب خلیفہ کی بابت بحث ومباحثہ ہونے لگا۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ نے اُٹھ کر کہا تم میں سے ایسا کون شخص ہے جو اپنے آپ کو خلافت سے دست بردار قرار دیتا ہے۔ اُسی کو یہ اختیار دیا جائے گا۔ کہ وہ تم میں سے جس کو افضل ولایق سمجھے۔ اُسی کو خلیفہ مقرر کر دے۔ کسی نے اس کا جواب نہ دیا تو حضرت عبدالرحمٰن رضؓ نے کہا میں اپنے آپ کو خلافت سے دست بردار قرار دیتا ہوں اور انتخاب خلیفہ کے کام کو انجام دینے پر تیار ہوں۔ ارباب شوریٰ اس امر پر راضی ہو گئے۔ لیکن علی بن ابی طالبؑ نے ہاں یا نہیں کچھ جواب نہ دیا خاموش بیٹھے رہے۔ عبدالرحمٰن رضؓ نے اُن سے مخاطب ہو کر کہا۔ اے ابوالحسنؓ آپ کیا کہتے ہیں۔ علی بن ابی طالبؓ بولے میں بھی متفق اور راضی ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ تم پہلے یہ اقرار کر لو کہ جو فیصلہ کرو گے بلا رُو رعایت اور نفسانیت کو دخل دئے بغیر محض حق پرستی اور اُمت کی خیر خواہی کے لئے کرو گے۔ کسی کی رشتہ داری کا پاس و لحاظ نہ کرو گے اور حق کہتے میں کسی کی ملامت ونصیحت کا خیال نہ کرو گے۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ نے اس شرط کو تسلیم کر کے کہا اچھا آپ بھی اقرار کیجئے کہ آپ ہمارا ساتھ دیں گے۔ جو ہماری رائے سے اختلاف کرے گا اُس سے معارضہ کریں گے۔ (یعنی مقابلہ میں میری مدد کریں گے)۔ الغرض حضرت علیؓ اور حاضرین جلسہ نے اقرار کیا کہ ہم سب تمہارے فیصلہ کی تائید کریں گے۔ بعد ازاں عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ نے علی ابن ابی طالبؓ کو علیحدہ لے جا کر کہا کہ تم قرابت داری رسول اللہ صلعم اور سابق الاسلام اور حسن مساعی دین کی وجہ سے خلافت کے زیادہ مستحق ہو اور تم سے زیادہ موزوں کوئی اور شخص خلافت کے لئے نہیں ہے۔ لیکن یہ تو بتاؤ کہ ان لوگوں میں سے جو خلافت کے لئے نامزد کئے گئے ہیں تمہارے بعد کون زیادہ مستحق ہے۔ جواب دیا عثمان بن عفانؓ پھر عثمان رضؓ کو تخلیہ میں ملے جا کر اُن سے بھی ایسا ہی کہا۔ اُنہوں نے کہا علیؓ اس قدر باتیں ہونے کے بعد جلسہ ختم کر دیا گیا۔

حضرت زبیرؓ کی دست برداری از خلافت بحق حضرت علی رضؓ

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ صحابہ کبارؓ اور اُن لوگوں سے جو اُس وقت مدینہ میں موجود تھے۔ ملتے رہے اور خلافت کی بابت جو تھے روز کی صبح تک دریافت کرتے رہے۔ پھر مسور بن مخرمہ رضؓ کے مکان پر آئے اور حضرات زبیرؓ و سعدؓ کو بلا کر کہا۔ لوگوں کا اتفاق علیؓ و عثمان رضؓ کی خلافت پر ہوتا ہے۔ تم لوگ کیا کہتے ہو۔ اِن دونوں بزرگوں نے علیؓ پر اتفاق کیا۔ پھر سعدؓ نے عبدالرحمٰن رضؓ سے کہا بہتر ہو تا کہ تم ہم سے اپنی بیعت لے لیتے اور ہم کو اِن جھگڑوں سے آزاد کر دیتے۔ اُنہوں نے جواب دیا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ میں نے اپنی آپ کو پہلے ہی ان لوگوں کے دایرہ سے نکال لیا ہے۔ جو خلافت کے لئے نامزد کئے گئے ہیں۔ محض اس لئے کہ ان میں سے میں کسی کو منتخب کر دوں۔ بعد اس کے عبدالرحمٰن رضؓ علیؓ و عثمانؓ کو بلا کر باتیں کرتے رہے۔ تا آنکہ صبح کا وقت آگیا۔ کسی کو معلوم نہ تھا کہ کیا باتیں ہوئیں اور ارباب شوریٰ کیا کہیں گے۔ [1]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضؓ سے الگ لے جا کر دریافت کیا کہ اگر میں آپ سے بیعت نہ کروں تو آپ مجھے کس کی بیعت کرنے کی رائے دیتے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ آپ کو علی رضؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہئے۔ پھر میں نے حضرت علی رضؓ سے بھی تنہائی میں یہی سوال کیا تو اُنہوں نے حضرت عثمانؓ کا نام لیا۔ پھر میں نے حضرت زبیر رضؓ سے دریافت کیا تو اُنہوں نے کہا علیؓ یا عثمان رضؓ دونوں میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کر لو۔

---

[1] ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم ۱۸۰ تا ۱۸۲۔

پھر میں نے سعدؓ سے تنہائی میں دریافت کیا تو انہوں نے حضرت عثمانؓ کا نام لیا۔ پھر میں نے اور صاحب الرائے حضرات سے دریافت کیا تو کثرت رائے حضرت عثمانؓ ہی کی نسبت ظاہر ہوئی۔ سہ روزہ مہلت کی آخری شب کو پھر مذکورہ بالا حضرات کا مجمع اسی مذکورہ مکان میں ہوا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے حضرت زبیرؓ اور حضرت سعدؓ کو الگ بلاکر کہا کہ عام طور پر علیؓ اور عثمانؓ کی نسبت لوگوں کی زیادہ رائیں ظاہر ہوئی ہیں۔ ان دونوں حضرات نے بھی انہیں دونوں کی نسبت اپنی رائیں ظاہر کیں۔ پھر حضرت سعد بن وقاصؓ نے کہا کہ آپ تو ہم سے بیعت لے لیں۔ اور ان جھگڑوں سے ہمیں آزاد کر دیں۔

حضرت عبدالرحمنؓ نے فرمایا یہ کیسے ممکن ہے۔ میں ان لوگوں کے دائرے سے آزاد ہو چکا ہوں۔ جو خلافت کے لئے نامزد ہوئے ہیں۔ پھر حضرت عبدالرحمنؓ نے حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کو الگ لے جاکر کچھ باتیں کیں۔ انہیں مشورے اور باتوں میں صبح ہوگئی۔ [1]

جلسۂ انتخاب

نماز فجر کے بعد مہاجرینؓ اور سابقین اسلام انصارؓ اور امرائے اسلام کو طلب کیا۔ ایک ساعت میں مسجد پُر ہوگئی۔ تل رکھنے کی جگہ بھی نہ رہی۔ جب سب لوگ مسجد نبویؐ میں جمع ہو چکے تو اول حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے خطبہ پڑھا اور لوگوں کو انصاف اور اجتماع کی جانب نصیحت بلیغ کی۔

حضرت عثمانؓ کی تقریر

بعد ازاں حضرت عثمانؓ نے خطبہ پڑھا اور فرمایا۔

سب حمد و ثنا اسی خدائے پاک کی ہے جس نے اپنی رحمت کاملہ سے محمد صلعم کو نبی کرکے اور اپنا رسولؐ بنا کر مبعوث فرمایا۔ خدا نے اپنے رسول صلعم سے جو وعدے کئے وہ سب پورے کئے۔ اور اپنے نبی کریمؐ کو سب قریب اور بعید رشتہ داروں پر نصرت دی۔ خدا کی رحمت آپ پر نازل ہو۔ خداوندا ہم کو آنحضرت صلعم کا پیرو کر۔ اور آپ کی راہ پر چلا۔ آپ کی ذات بابرکات ہمارے لئے نورِ ہدایت ہے۔ اور ہم آپ کے حکم پر دوسرے لوگوں کے خلاف کرنے کے وقت قایم رہتے ہیں اور دشمنوں کی خصومت سے آپ کے حکم کے بجا لانے سے باز نہیں رہتے۔ خداوند تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہم لوگ صحابۂ کرامؓ کو امام و مقتدائے امام بنایا۔ اور آنحضرت صلعم کی اطاعت کی بدولت ہم ہی لوگ سردار ہوئے اور امرِ حکومت ہم لوگوں سے باہر نہیں جا سکتا۔ ہم پر غلبہ کرکے غیر قوم والے نہیں داخل ہو سکتے۔ مگر ہاں اپنی نادانی اور کجروی سے چاہے اُن کا یہ ارادہ ہو۔ اور اے ابن عوفؓ تمہارے لائق یہ بات تھی کہ تم خلافت سے علیحدہ ہو گئے اور یہ مقدمہ ہی ایسا نازک ہے کہ اگر لوگ تمہارے خلاف کریں اور تمہارے کہنے کے مطابق نہ مانیں تو عجب نہیں مگر میں تو سب لوگوں سے پہلے تمہارے بلانے پر آیا۔ اور جو کچھ میں نے کہا اُس کا ضامن ہوں۔ خدائے کریم سے اپنے اور تمہارے سب کے واسطے مغفرت چاہتا ہوں۔ [1]

حضرت زبیرؓ کی تقریر

جب حضرت عثمانؓ اپنی تقریر ختم کر چکے تو حضرت زبیرؓ نے یہ تقریر کی۔ خدا کی طرف بلانے والا جاہل نہیں ہوتا۔ اور اُس کا جواب دینے والا سود خوار

---

[1] تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۳۹۶ و ۳۹۷ [1] شمس التواریخ جلد چہارم ۱۳۸ و ۱۳۹۔

نہیں ہوتا۔ جس وقت کہ رائیں مختلف ہوں اور باہم اختلاف پھیلے۔ اے عبدالرحمٰن رضؓ جو کچھ تم نے تجویز کیا اور کہا ہے قابلِ تسلیم ہے۔ کسی اہلِ حق اور مردِ دانا کو اس میں انکار اور اس سے انحراف نہ ہوگا۔ اور جس اتفاق اور صلاح کاری کے واسطے تم نے ہم سب کو جمع کیا۔ بجز بد نصیب شخص کے اس سے اعتراض نہ کرے گا۔ درحقیقت خلافت کا بارگراں ہے۔ اور اس کے محاسبہ کا سخت خوف ہے۔ اگر خدائے تعالیٰ نے حدود شرعی مقرر نہ کئے ہوتے اور حرام حلال کو نہ بیان کر دیا ہوتا تو میں ضرور کہدیتا کہ امارت کرنے سے جان دے دینا بہتر تھا۔ لیکن خدائے تعالیٰ نے اپنے احکام ماننا اور طریقِ سنت کا جاری رکھنا ہم پر واجب کر دیا ہے ضرورت کے وقت امارت اختیار کرنا اور مسلمانوں کی اصلاح میں کوشش کرنا ضروری ہو گیا۔ تاکہ ہم گمراہ ہو کر نہ مریں۔ اور جہالت کی نابینائی سے اندھے بن کر دنیا کو نہ چھوڑیں۔ جس کام پر تم نے بلایا ہے میں اس کو قبول کرتا ہوں اور ہر طرح تمہارا معین و مددگار ہوں۔ اور نہیں قوت مگر خدا کے واسطے۔ اور میں تمہارے سب کے واسطے مغفرت چاہتا ہوں۔ [1]

حضرت سعد بن وقاص رضؓ کی تقریر

حضرت زبیر رضؓ کی اس تقریر کے بعد حضرت سعد بن وقاص رضؓ (جو مصر سے آچکے تھے) نے فرمایا کہ:۔

بعد حمدِ خدا اور نعت مصطفیٰ صلعم کے واضح ہو کہ راہِ حق خوب ظاہر ہو گئی اور راستے بالکل درست ہو گئے حق بات عیاں ہے۔ دروغ بے فروغ کی موت آگئی۔ اے صاحبو جھوٹ بات سے بچو۔ اور دھوکے دینے والی آرزو سے پرہیز کرو۔ تم سے قبل ایک قوم گزر چکی ہے۔ جس کو امید ول اور آرزوؤں نے لوٹ کر تباہ کر دیا۔ جو کچھ تم نے پایا اس قوم نے بھی پایا تھا۔ اور جس دنیا کے تم وارث ہوئے ہو وہ لوگ بھی وارث ہوئے تھے۔ مگر ان کی شامتِ اعمال سے خدا کا غضب ان پر نازل ہوا۔ خدا نے ان کو اپنا دشمن بنایا۔ اور ان پر سخت لعنت فرمائی۔ پھر وہ آیت پڑھی جس میں بنی اسرائیل کا ذکر ہے۔ اور ان کی نافرمانیاں کی ہیں۔ میں نے اپنا ترکش ٹھیک کر لیا ہے۔ اور اپنا تیر بھی سنبھال لیا ہے۔ (یعنی اپنے بچاؤ کی سپر کر لی ہے۔) طلحہ رضؓ بن عبید اللہ کا میں ضامن اور کفیل ہوں۔ جو کچھ میں کروں گا وہ اس کے خلاف نہ ہوں گے۔ باقی رہا امرِ خلافت۔ اے ابن عوف رضؓ اس کا تم کو اختیارِ کامل ہے۔ اپنی کوشش اور خیر خواہی کی نظر سے جس کو چاہو سپرد کرو۔ اور اللہ ہی کی طرف سے راہِ راست کی ہدایت ہے۔ اور اسی کی طرف پھر جانا ہے۔ میں اپنے اور تمہارے واسطے خدا سے بخشش کی دعا کرتا ہوں۔ اور تمہاری مخالفت کی اللہ ہی سے پناہ مانگتا ہوں۔ [2]

حضرت علی رضؓ کی تقریر

حضرت سعد رضؓ کی تقریر کے بعد حضرت علی رضؓ نے یہ تقریر کی:۔

سب تعریف اس خدائے برحق کو ہے۔ جس نے محمد صلعم کو نبی و پیغمبر بنا کر بھیجا ہم نبوت کے گھر اور حکمت و معرفت کی کان ہیں۔ ساکنانِ روئے زمین کے لئے باعثِ امان ہیں۔ اور مصیبت

[1،2] شمس التواریخ جلد چہارم صفحہ ۱۳۹ تا ۱۴۲۔

سے نجات دیتے ہیں۔ اگر کوئی ہم سے کچھ طلب کرے تو ہم کو ہر طرح حق ہے چاہے اُس کو دیں اور چاہے نہ دیں۔ اگر ضرورت درپیش آئے تو ہم راتوں کو اونٹوں کی سواری پر چلے جاویں۔ (یعنی ہم لوگ محنت ومشقت کے عادی ہیں۔ وقت اور بے وقت کو نہیں دیکھتے) اگر رسول اللہ صلعم ہم سے کچھ قول وقرار فرما جاتے۔ بیشک ہم آپ کے بعد اُس کو پورا کرتے۔ اور اگر کوئی بات ہمارے حق میں کہہ جاتے تو ہم ضرور اُس پر مرتے دم تک لڑتے رہتے۔ ہم سے پہلے کسی نے دعوتِ اسلام نہیں قبول کی۔ ہم نے سب سے پہلے اِسلام قبول کیا اور صلہ رحمی کی۔ پھر نارود قوت پانا ممکن نہیں۔ مگر خدائے برتر ہی کے ساتھ ہے۔ میرا کلام سنو اور اُسے خوب یاد رکھو وہ زمانہ قریب میں آنے والا ہے کہ یہ امر خلافت اِس اتفاق کے بعد تلواروں کے زور سے طے ہوگا۔ اِسی خلافت کے مقدمہ میں لوگ بدعہد یاں کریں گے۔ اور تم لوگ چند فریق ہو جاؤ گے آپس کا اتفاق اُٹھ جائے گا۔ اور بعض لوگ گمراہوں کے امام اور جاہلوں کے پیرو ہو جائیں گے[1]

حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت پر اجماع

اِن بزرگواروں کی تقریروں کے ختم ہونے کے بعد بیعت کی کارروائی شروع ہوئی۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے حاضرین سے کہا کہ جس کو تم لوگ خلافت کے لئے منتخب کرنا چاہتے ہو اُس کی طرف اشارہ کرو۔ عمارؓ نے علیؓ کی طرف اشارہ کیا۔ ابن ابی سرحؓ نے کہا اگر قریش کے اختلاف کا اندیشہ نہ ہو تو عثمانؓ کی خلافت پر بیعت کی جائے عبداللہ بن ربیعہؓ نے اِس سے اتفاق کیا۔ عمارؓ اور ابن ابی سرحؓ میں گفتگو بڑھ گئی۔ سخت کلامی کی نوبت آئی (یہ لوگ اصحابِ شوریٰ سے نہ تھے) حضرت سعدؓ نے اُٹھ کر کہا۔ اے عبدالرحمٰنؓ اس سے پہلے کہ لوگوں میں فتنہ برپا ہو جائے تم جس کو چاہو خلیفہ منتخب کر لو۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے جواب دیا میں نے اپنے ذہن میں خلیفہ منتخب کر لیا۔ اور رائے قایم کر لی ہے۔ اے لوگو ذرا دم بھر کو خاموش ہو جاؤ۔ پھر حضرت علیؓ کی طرف مخاطب ہو کر اور اُن کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ تم کو اِس شرط پر خلافت دی جاتی ہے کہ تم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم کی تعلیم دینا۔ اور خلیفتین یعنی دونوں خلیفہ جو اُن کے پہلے ہوئے ہیں اُن کی اتباع کرنا۔ (یعنی اُن کی خصلت پر چلنا) ۔ حضرت علیؓ نے کہا میں اُمید کرتا ہوں کہ میں اپنے مبلغ علم اور طاقت کے موافق عمل کروں گا۔ یہ جواب پاکر انہوں نے حضرت عثمانؓ سے مخاطب ہو کر یہی کلمات کہے۔ حضرت عثمانؓ نے کہا۔ ہاں میں اقرار کرتا ہوں کہ ایسا ہی کروں گا انشاءاللہ تعالیٰ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے یہ سنتے ہی مسجد کی چھت کی طرف سر اُٹھایا اور اُن کا ہاتھ حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں تھا اور وہ یہ پڑھتے تھے۔

"اللھم اشھد انی قد جعلت ما فی عنقی من ذالک فی عنق عثمانؓ"

تمام حضرات مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ اور منتظر تھے کہ دیکھئے حضرت عبدالرحمٰنؓ کیا فیصلہ سناتے ہیں مگر حضرت عبدالرحمٰنؓ کے فیصلہ سے پہلے بعض لوگوں نے اپنی اپنی رائیں

---

[1] شمس التواریخ جلد چہارم صفحہ ۴۳ [2] ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۱۸۲ و ۱۸۳

ظاہر کرنی شروع کر دیں۔ لیکن یہ لوگ اصحاب شوریٰ میں نہ تھے۔ مثلاً حضرت عمارہؓ نے
کہا کہ میں حضرت علیؓ کو مستحق خلافت سمجھتا ہوں۔ ابن ابی سرحؓ اور عبداللہ ابن ربیعہؓ
نے کہا کہ ہم حضرت عثمانؓ کو زیادہ مستحق اور مناسب پاتے ہیں۔ اسی قسم کی چہ میگوئیاں
شروع ہوئیں تو حضرت سعدؓ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ سے کہا کہ اب تم دیر کیوں کر رہے ہو
اندیشہ ہے کہ مسلمانوں میں کوئی فتنہ نہ پیدا ہو جائے۔ تم جلد اپنی رائے کا اظہار کر کے
اس مسئلہ کو ختم کر دو۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اٹھے۔ اور تمام مجمع کو مخاطب کر کے
کہا کہ جہاں تک میری طاقت میں تھا میں نے ہر طبقہ اور ہر گروہ کی رائے معلوم کر لی ہے
اور اس کام میں کسی غفلت و کم التفاتی کو مطلق راہ نہیں دی۔ میرے فیصلہ سے اب کسی
کو انکار کا موقع حاصل نہیں ہے۔ کیونکہ بہ رضا و رغبت تمام اصحاب شوریٰ اور نامزدگان
خلافت نے میرے فیصلہ کو ناطق تسلیم کر لیا ہے۔ اور میں اپنی طاقت صحیح فیصلہ تک پہنچنے
کے لئے صرف کر چکا ہوں۔ یہ کہہ کر انہوں نے حضرت عثمانؓ کو اپنے پاس بلایا اور کہا
خدا و رسول اللہ صلعم کے احکام اور سنت شیخین پر چلنے کا اقرار کرو۔ انہوں نے اقرار کیا کہ
میں خدا و رسول صلعم کے حکم اور حضرات صدیقؓ اور فاروقؓ کے نمونے پر چلنے کی کوشش
کروں گا۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰنؓ نے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس
کے بعد سب لوگ حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے۔ حضرت علیؓ کو اول اس
نظارے سے کچھ دل گرفتگی ہوئی اور مسجد سے اٹھ کر باہر جانے لگے۔ لیکن پھر کچھ خیال آیا
تو فوراً بڑی عجلت و بے تابی کے ساتھ صفوں کو چیرتے ہوئے بڑھے۔ اور حضرت عثمانؓ
کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ [1]

نامزدگان خلافت کے استحقاق کی وجہ حضرت عمرؓ کا بیان

مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے وفات کے وقت فرمایا
تھا کہ اس امر (خلافت) کا ان لوگوں سے زیادہ مستحق کوئی
نہیں ہے۔ جن سے رسول اللہ صلعم دمِ وفات تک خوش
تھے۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرات علیؓ۔ عثمانؓ۔ زبیرؓ۔ طلحہؓ
سعدؓ اور عبدالرحمٰنؓ کے نام لئے۔ [2]

صحیح بخاری میں ہے کہ لوگوں نے کہا امیرالمومنین اپنا جانشین بنا دیجئے۔ فرمایا۔ وفات کے
وقت تک رسول اللہ صلعم جن لوگوں سے راضی تھے ان سے زیادہ میں کسی کو حق دار
نہیں جانتا ہوں۔ پھر آپ نے حضرات علیؓ۔ عثمانؓ۔ زبیرؓ۔ طلحہؓ۔ سعدؓ اور
عبدالرحمٰنؓ کے نام لئے۔ باقی عبداللہ بن عمرؓ تم میں موجود ہی ہوگا۔ لیکن خلافت
میں اس کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔ (یعنی حضرت عبداللہؓ کو کوئی حق خلافت میں نہیں رہا تو
حضرت عمرؓ نے ان کو مجلس شوریٰ کا ممبر مقرر کیا) پھر فرمایا۔ اگر سعدؓ کو خلافت مل جائے تو

---

[1] تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۳۹۷ و ۳۹۸۔ [2] ترجمہ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۰۹۔

وہ اُس کے لایق ہیں۔ کیونکہ میں نے اُن کو اُن کی کمزوری یا خیانت کی وجہ سے موقوف نہیں کیا تھا۔ میرے بعد جو بھی خلیفہ ہو میں اُس کو وصیت کرتا ہوں کہ مہاجرین اولین کے حقوق کی نگہداشت کرے۔ اور اُن کی عزت کا پاس رکھے۔ اور انصار رضؓ کے ساتھ بھی بھلائی کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ جو اس مکان (مدینہ) میں اقامت گزیں ہیں۔ اور ایمان ان کے اندر پہلے سے موجود ہے۔ انصار رضؓ کے نیک لوگوں کی نیکی قبول کی جائے اور بدکاروں کی بدی سے درگزر کیا جائے۔ میں خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ شہر والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ کیونکہ یہ اسلام کی مدد میں مال جمع کرنے والے ہیں اور دشمن کے جلنے کا سبب ہیں۔ اُن سے صرف وہ ہی مال لیا جائے جو اُن کی ضروریات سے زاید ہو۔ بشرطیکہ اُن کی رضامندی ہو۔ میں دیہات کے باشندوں سے بھی اچھا سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ دیہاتی عرب کی بنیاد ہیں۔ اسلام کی جڑیں ہیں۔ اُن سے زکواۃ میں عمدہ مال نہ لیا جائے۔ اور جو مال لیا جائے وہ اُن کے فقرا کو تقسیم کر دیا جائے۔ میں اُن لوگوں کے متعلق بھی وصیت کرتا ہوں جو خدا اور اُس کے رسول صلعم کے ذمہ میں داخل ہیں اُن سے بھی حسن سلوک رکھا جائے۔ معاہدہ کی وفا کی جائے۔ اور اُن کی طرف سے دشمنوں سے جنگ کی جائے۔ اور ناقابلِ برداشت تکلیف اُن کو نہ دی جائے۔

جب حضرت عمر رضؓ کی وفات ہوگئی تو ہم اُن کا جنازہ لے کر چلے۔ اور حضرت عائشہ رضؓ کے پاس پہنچے۔ (حضرت) عبداللہ بن عمر رضؓ نے سلام کر کے کہا۔ اُم المومنین رضؓ عمر بن الخطاب رضؓ آپ سے اجازت مانگتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا۔ اندر لے آؤ۔ جنازہ اندر لے جایا گیا اور وہاں رسول اللہ صلعم اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے ساتھ رکھ دیا گیا۔ (دفن کر دیا گیا) دفن سے فارغ ہو کر سب لوگ جمع ہوئے۔ حضرت عبدالرحمن رضؓ نے کہا اپنا معاملہ تین آدمیوں کو سپرد کر دو۔

حضرت زبیر رضؓ کی رائے حضرت علی رضؓ کے حق میں

(حضرت) زبیر رضؓ بولے میں نے اپنا حق حضرت علی رضؓ کو دیا۔ (حضرت) طلحہ رضؓ نے کہا میں نے اپنی رائے (حضرت) عثمان رضؓ کو دی۔ (حضرت) سعد رضؓ بولے میں نے اپنی رائے (حضرت) عبدالرحمن بن عوف رضؓ کو دی۔ (حضرت) عبدالرحمن رضؓ نے کہا تم میں سے جو شخص اس خلافت سے برأت ظاہر کرے گا۔ ہم خلافت کا انتخاب اُسی کے سپرد کریں گے۔ اللہ اور اسلام اُس کا نگہبان ہوگا۔ ہر ایک کو غور کرنا چاہیے کہ اُس کے اعتقاد میں کون شخص افضل ہے۔ یہ سُن کر حضرت عثمان رضؓ اور حضرت علی رضؓ خاموش رہے۔ حضرت عبدالرحمن رضؓ نے کہا کیا آپ امر خلافت میرے ہاتھ میں دیتے ہیں کہ جس کو چاہوں خلیفہ بنا دوں۔ خدا کی قسم۔ تم میں جو افضل ہوگا میں اُس کے حق میں کوتاہی نہ کروں گا۔ ہر دو صاحبان نے کہا۔ ہاں۔

ے یہاں روایت میں تسامح ہوگیا ہے۔ کیونکہ حضرت طلحہ رضؓ بعد تشریف لا کر حضرت عثمان رضؓ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی تھی جیسا کہ آگے کی روایت میں بیان کیا گیا ہے۔

(حضرت) عبدالرحمٰن رضؓ نے (حضرت) علی رضؓ کا ہاتھ پکڑ کر کہا آپ کی رسول اللہ صلعم سے قرابت ہے اور آپ کو اسلام میں قدامت حاصل ہے۔ اگر میں آپ کو سردار بنا دوں تو آپ ضرور انصاف کریں گے۔ اور اگر میں (حضرت) عثمان رضؓ کو خلیفہ بنا دوں تو آپ اُن کی فرماں برداری اور اطاعت کریں گے۔ اس کے بعد حضرت عثمان رضؓ سے بھی علیحدگی میں یہ ہی کہا۔ جب دونوں سے قول و قرار لے لیا تو حضرت عثمان رضؓ سے کہا ہاتھ اُٹھاؤ حضرت عثمان رضؓ نے ہاتھ اُٹھائے۔ اور حضرت عبدالرحمٰن رضؓ نے اُن سے بیعت کی۔ پھر مدینہ والے اندر آ گئے اور سبھوں نے حضرت عثمان رضؓ سے بیعت کر لی۔ [۱]

انتخاب کے متعلق حضرت مسور رضؓ کا بیان

حضرت مسور بن مخرمہ رضؓ کہتے ہیں کہ جن لوگوں کو حضرت عمر رضؓ نے (خلافت کے بارے میں) اختیار دیا تھا وہ سب مجتمع ہو کر مشورہ کرنے لگے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضؓ نے اُن سے کہا کہ میں تم سے اس بارے میں جھگڑا نہیں کرتا ہوں (یعنی مجھ کو خلافت کی خواہش نہیں ہے) لیکن اگر تم چاہو تو میں تم ہی لوگوں میں سے تمہارے واسطے خلیفہ چھانٹ دوں (ان سب نے) قبول کر لیا۔ پھر جب (حضرت) عبدالرحمٰن رضؓ کو انہوں نے اپنا کام سپرد کر دیا۔ تو سب کے سب (حضرت) عبدالرحمٰن رضؓ کے ہمراہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ کوئی آدمی باقی نہیں رہا۔ اُس زمانہ میں اُن ہی سے مشورہ لیتے رہے۔ غرض کہ جس دن صبح کو ہم نے حضرت عثمان رضؓ سے بیعت کی ہے تو (حضرت) عبدالرحمٰن رضؓ نے اُس رات کو مجھے اُٹھایا اور میرے دروازے کو اس قدر کھٹکھٹایا کہ میری آنکھ کھل گئی۔ اور مجھے کہا کہ تم سوتے ہو۔ اور مجھے خدا کی قسم تین رات سے ذرا بھی نیند نہیں آئی۔ جاؤ (حضرت) زبیر رضؓ اور (حضرت) سعد رضؓ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ (حضرت) مسور رضؓ کہتے ہیں کہ میں اُن دونوں کو بلا لایا (حضرت) عبدالرحمٰن رضؓ نے اُن سے مشورہ کیا۔ پھر انہوں نے مجھے بلایا اور کہا (حضرت) علی رضؓ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ میں اُن کو بلا لایا۔ انہوں نے بہت دیر تک اُن سے باتیں کیں۔ پھر جس وقت (حضرت) علی رضؓ اُن کے پاس سے اُٹھے۔ (معلوم ہوتا تھا کہ) اُن کے دل میں خلافت کی آرزو ہے۔ اور (حضرت) عبدالرحمٰن رضؓ کو (حضرت) علی رضؓ کی خلافت سے ایک (اختلاف عظیم) کا خیال تھا۔ پھر انہوں نے مجھے کہا کہ اچھا (حضرت) عثمان رضؓ کو بھی میرے پاس بلا لاؤ۔ اور اُن سے یہ باتیں کرتے رہے کہ صبح ہو گئی۔ اور موذن نے اُن کو متفرق کر دیا۔ جب لوگ صبح کی نماز پڑھ چکے تو یہ چھ آدمی منبر کے پاس کھڑے ہوئے پھر تمام مہاجرین رضؓ و انصار رضؓ اور امرائے لشکر مجتمع ہوئے۔ اور یہ سب لوگ اس حج میں حضرت عمر رضؓ کے ہمراہ گئے تھے۔ غرض کہ یہ سب لوگ جمع ہو گئے۔ تو (حضرت) عبدالرحمٰن رضؓ نے خطبہ پڑھا۔ اور کہا۔ اے علی رضؓ (جہاں تک میں نے اندازہ کیا)

---

[۱] ترجمہ صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۱۰۶ و ۱۰۷۔

لوگ حضرت عثمانؓ کے مقابلہ میں کسی کو نہیں سمجھتے۔ تم میری طرف سے اپنے دل میں کچھ خیال نہ کرنا۔ حضرت علیؓ نے (حضرت عثمانؓ کی طرف مخاطب ہوکر) کہا کہ میں تمہاری سنت سنّت اللہ و رسول اللہ صلعم اور ان کے بعد دونوں خلفاء کی سنت پر بیعت کرتا ہوں پھر (حضرت) عبدالرحمٰنؓ نے بیعت کی۔ اس کے بعد کل مہاجرینؓ و انصارؓ اور امرائے لشکر اور سارے مسلمانوں نے بیعت کی۔ ؎۱

تاریخ اسلام میں ہے کہ حضرت طلحہؓ اس روز یعنی یکم محرم کو مدینہ منورہ میں موجود نہ تھے اور اسی لئے وہ شریک مشورہ نہ ہو سکے تھے۔ حضرت طلحہؓ اگلے روز یعنی دو محرم کو مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو یہ سن کر کہ تمام لوگوں نے بالاتفاق حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی ہے۔ آپ حضرت عثمانؓ کے پاس بغرض بیعت گئے۔ حضرت عثمانؓ نے ان سے کہا کہ آپ کی غیر موجودگی میں میرا انتخاب ہوگیا ہے۔ کیونکہ زیادہ دنوں آپ کا انتظار نہیں ہو سکتا تھا۔ اگر آپ مدعی خلافت ہوں تو میں آپ کے حق میں خلع خلافت کرنے کو تیار ہوں۔ حضرت طلحہؓ نے کہا کہ جب تمام لوگوں نے آپ کی خلافت پر بیعت کرلی ہے تو میں بھی آپ کی خلافت پر رضامند ہوں۔ میں مسلمانوں میں کوئی فتنہ اور اختلاف ڈالنا نہیں چاہتا۔ یہ کہہ کر انہوں نے بھی حضرت عثمان غنیؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ ؎۲

تاریخ ابن خلدون میں ہے کہ بیعت عامہ کے بعد اسی دن (حضرت طلحہؓ) آئے اور (حضرت) عثمانؓ کے پاس گئے (حضرت) عثمانؓ نے کہا تم کو اختیار ہے۔ اگر تم میری بیعت سے انکار کرو تو میں بیعت واپس دوں (حضرت طلحہؓ نے) دریافت کیا۔ کیا سبھوں نے بیعت کرلی۔ (حضرت) عثمانؓ نے کہا۔ ہاں۔

(حضرت) طلحہؓ نے کہا۔ میں اس سے اختلاف کرنا نہیں چاہتا جس پر تمام لوگوں نے اجتماع کرلیا ہے۔ میں تمہاری خلافت پر راضی ہوں۔ ؎۳

حضرت زبیرؓ و حضرت طلحہؓ کی نظر میں سب سے افضل کام

حضرت عروہ بن حضرت زبیرؓ روایت کرتے ہیں کہ کلاب ابن امیہ الاسکر نے[ا] مدینہ کی طرف ہجرت کی یہ زمانہ حضرت عمرؓ بن خطاب کی خلافت کا تھا۔ ایک عرصہ تک مدینہ منورہ میں مقیم رہا۔ ایک روز حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ اور (حضرت) زبیرؓ بن العوام (رضوان اللہ علیہم) سے ملاقات ہوئی۔ ان دونوں سے اس نے پوچھا:۔

"اسلام میں سب سے افضل کونسا کام ہے؟"

جواب ملا "جہاد"۔

؎ا کلاب بن امیہ بن الاسکر شاعر اور بہادر تھا۔ جاہلیت اور اسلام دونوں زمانے دیکھے۔ بہت بزرگ اور بلند پایہ شاعروں میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ کلاب حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا۔ ان سے فوج میں بھرتی ہونے کی درخواست کی حضرت عمرؓ نے اسے ایک پلٹن میں داخل کرلیا۔ ترجمہ اغانی جلد [illegible]

؎۱ ترجمہ صحیح بخاری جلد سوم صفحہ ۱۹۲ ؎۲ تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ؎۳ ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۱۸۳۔

خیبر کے یہودیوں کی شرارت اور جلاوطنی۔

یہودیوں کا اجتماعی زور ٹوٹ چکا تھا لیکن وہ انفرادی شرارتیں کرتے رہتے تھے حضرت زبیر رضؓ کھیتوں کی نگرانی اور فصل کی حفاظت بسا اوقات خود ہی انجام دیتے تھے۔ آپ ایک دفعہ عہدِ فاروقی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ اور حضرت مقداد بن الاسود رضؓ کے ساتھ اپنی جاگیریں دیکھ بھال کے لئے خیبر تشریف لے گئے۔ اور رات کے وقت تینوں علیحدہ علیحدہ اپنی اپنی جاگیر کے قریب سو گئے۔ رات کی تاریکی میں کسی یہودی نے شرارت سے حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ کی کلائی اس زور سے مروڑی کہ وہ بے اختیار چلا اُٹھے۔ حضرت زبیر رضؓ وغیرہ مدد کے لئے دوڑے اور واقعہ دریافت کرکے اُن کو لئے ہوئے حضرت عمر رضؓ کے پاس تشریف لائے۔ اور اُن سے یہودیوں کی شرارت کا حال بیان کیا۔ چنانچہ حضرت عمر رضؓ نے یہودیوں کو شام کے طرف جلا وطن کر دیا۔ [۱]

نافع رضؓ نے کہا (حضرت) عمر رضؓ کے زمانے میں اہلِ خیبر نے مسلمانوں میں تباہی پھیلانی چاہی اُن کے ساتھ خیانتیں کیں۔ اور عبداللہ بن عمر رضؓ کو بالاخانہ سے پھینک دیا جس سے اُن کے ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے اس لئے (حضرت) عمر رضؓ نے یہاں کی زمین اہلِ الحدیبیہ میں سے اُن لوگوں میں تقسیم کر دی جو یوم خیبر میں شریک ہوئے تھے۔ [۲]

حضرت زبیر رضؓ کا حضرت عمر رضؓ کی ایک بات ماننے سے انکار۔

ابن عمر رضؓ سے مروی ہے کہ عام الرمادہ (قحط) میں حضرت عمر رضؓ نے مصر سے حضرت عمرو بن العاص رضؓ کو غلہ روانہ کرنے کے لئے تحریر فرمایا۔ وہاں سے جب پہلی مرتبہ غلہ آیا تو عمر بن الخطاب رضؓ نے زبیر رضؓ بن العوام سے گفتگو کی کہ تم قافلے کو روک کر اہلِ بادیہ کی جانب پھیر دو اور اُن لوگوں میں تقسیم کر دو۔ واللہ شاید رسول اللہ صلعم کی صحبت کے بعد اس سے افضل کوئی شے تمہیں حاصل نہ ہوئی ہوگی۔ مگر (حضرت) زبیر رضؓ نے انکار کیا اور انکار کا سبب بھی بیان کیا۔ [۳]

حضرت زبیر رضؓ کی سفارش پر ایک شاعر کی قید سے رہائی۔

حضرت زبیر رضؓ اکثر لوگوں کی سفارش فرما دیا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضؓ کے زمانے کا ایک واقعہ یہ ہے کہ:—

حطیئہ نامی ایک مشہور ہجو گو شاعر تھا۔ ایک بار اُس نے زبرقان رضؓ بن بدر کی ہجو کی جس کا ایک شعر یہ تھا۔

دع المکارم لا ترحل لبغیتھا   واقعد فانک انت الطاعم الکاسی

(یعنی) فضائل چھوڑ دے۔ اُس کو حاصل کرنے کے لئے سفر نہ کر تو بیٹھ جا کیونکہ تو صرف کھانے اور پہننے والا آدمی ہے۔ زبرقان رضؓ نے حضرت عمر رضؓ سے شکایت کی۔ اُنہوں نے حضرت ابن عباس رضؓ سے پوچھا کہ یہ شعر ہجو کی تعریف میں آتا ہے۔ اُنہوں نے کہا بیشک۔ اس پر حطیئہ کو قید خانہ میں قید کیا گیا۔ حضرت زبیر رضؓ نے سفارش کی تو چھوڑ دیا۔ [۴]

حضرت علی رضؓ اور حضرت عباس رضؓ کے درمیان تصفیہ کی سعی۔

حضرت مالک بن اوس بصری کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضؓ کے یہاں گیا (اور میں بیٹھا ہی ہوا تھا) کہ اُن کا چوبدار (جس کا نام) یرفا تھا۔ اندر آیا اور کہنے لگا عثمان رضؓ اور عبدالرحمٰن رضؓ اندر آنا چاہتے ہیں۔ اور زبیر رضؓ اور سعد رضؓ بھی۔ حضرت عمر رضؓ نے فرمایا کہ (ہاں) اندر آنے دو۔ یہ اصحاب رضؓ اندر آئے اور

---

[۱] صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۳۰۷ [۲] ترجمہ فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۳۰ [۳] طبقات ابن سعد اردو حصہ دوم جز خامس صفحہ ۱۱۴ [۴] تذکرہ حضرت زبیر رضؓ۔

سلام کرکے بیٹھ گئے۔ پھر اتنے میں وہ چوبدار اندر آیا اور کہنے لگا کہ علیؓ اور عباسؓ اندر آنا چاہتے ہیں۔ آپ نے اُن کو بھی اجازت دی۔ (جب یہ بھی اندر آئے تو) عباسؓ نے عرض کیا۔ یا امیرالمومنینؓ میرے اور (اس ظالم (علیؓ) کے درمیان میں فیصلہ کر دیجئے۔ پھر ان کی آپس میں سخت کلامی ہوئی۔ حضرت عثمانؓ اور اُن کے ساتھیوں (حضرت زبیرؓ وغیرہ) نے کہا۔ یا امیرالمومنین اِن دونوں کا فیصلہ کرکے ایک کو دوسرے سے نجات دلوائیے۔ [۱]

حضرت مالکؓ بن اَوس کی اسی روایت میں اتنا اور ہے کہ میرا خیال ہے کہ شاید اسی کام کی وجہ سے اِن حضرات کو پہلے بھیجا گیا تھا۔

حضرت زبیرؓ کو جاگیر حضرت عمرؓ کی طرف سے

حضرت عبداللہ بن نمیرؓ سے حدیث ہے کہ حضرت عمرؓ نے اُن کو (حضرت زبیرؓ کو) عقیق [۲] کا بہت بڑا حصہ بطور جاگیر دیا۔ [۳]

فتوح البلدان میں ہے کہ بلاذری سے حدیث بیان کی الحسین نے اُنہوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی حفص بن غیاث نے اور اُن سے ہشام بن عروہؓ (بن الزبیرؓ) نے کہ (حضرت) عمرؓ لوگوں کو جاگیر دینے نکلے۔ الزبیرؓ اُن کے ساتھ تھے۔ وہ زمینیں تقسیم کرتے ہوئے العقیق تک پہنچے۔ پوچھا وہ جاگیریں لینے والے کہاں ہیں۔ میں اب تک اس سے بہتر کسی ٹکڑے سے نہیں گذرا۔ الزبیرؓ نے کہا یہ مجھے دے دو" اور اُنہوں نے وہ ٹکڑا اُنہیں دے دیا۔ [۴]

اسی العقیق کی زمینوں کے متعلق حدیث بیان کی۔ ہشام بن عروہؓ نے اور اُن سے اُن کے والد عروہؓ (بن الزبیرؓ) نے کہ (حضرت) عمر بن الخطابؓ نے خوات بن جبیر الانصاریؓ کو ایک بنجر زمین جاگیر دی جو ہم نے اُن سے خرید لی۔ [۵]

---

[۱] حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے درمیان نزاع آنحضرت صلعم کے متروکہ کے انتظام کے متعلق تھا۔ جسے حضرت عمرؓ نے ان دونوں اصحابؓ کے انتظام میں اس شرط پر دے دیا تھا کہ وہ اسی طرح عمل کریں جس طرح رسول اللہ صلعم نے اس معاملہ میں کیا تھا۔ یا حضرت ابوبکرؓ نے کیا تھا۔ یا ابتدائے حکومت سے خود حضرت عمرؓ نے کیا تھا۔ اس نزاع کی ساری تفصیل حضرت عمرؓ کی اس طویل تقریر یا فیصلہ کو ہم اپنی مصنفہ کتاب خاندان حضرت زبیرؓ (فی الوقت غیر مطبوعہ) میں۔ حضرت عباسؓ کے حالات میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں سے لے کر لکھ چکے ہیں۔ اس جگہ اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

[۲] عقیق اس راستے کو کہتے ہیں جو پانی اپنی روانی کے لئے بنا لیتا اور وسیع کر دیتا ہے۔ مدینہ منورہ کی تمام وادیوں میں یہ جانب غرب واقع ہے۔ اور بلحاظ آب و ہوا کے سب سے بہتر اور افضل ہے۔ اسلامی عروج کے زمانے میں مشہور و معروف نزہت گاہ عالی شان محلات اور شاداب باغوں سے آراستہ و پیراستہ تھی۔ لیکن آج کل صرف حضرت سعید بن العاصؓ کے قصر کے کچھ کھنڈر باقی رہ گئے ہیں۔

حضور اکرم صلعم نے عقیق کا کل قطعہ حضرت بلالؓ بن حارث کو عطا فرما دیا تھا۔ لیکن وہ اتنے بڑے قطع کو نہ سنبھال سکے لہذا حضرت عمرؓ نے ایک حصہ اُن کے پاس چھوڑ کر جس کو عقیق صغیر کہا جاتا تھا۔ باقی ماندہ حصے کو جو عقیق کبیر کے نام سے موسوم ہوا۔ صحابہ کرامؓ پر تقسیم فرما دیا۔ تاکہ اس وادی کی تزئین بہتر طور پر انجام پا سکے۔ (رہنمائے مدینہ صفحہ ۱۲۷ و ۱۲۸)

---

[۱] ترجمہ صحیح بخاری جلد سوم صفحہ ۲۰۰ [۳] ترجمہ صحیح مسلم جلد دوم صفحہ ۹۵ [۴] طبقات ابن سعد جز ثالث صفحہ ۷۰ [۵][۶] فتوح البلدان بلاذری جز اول صفحہ ۱۷ و ۱۸۔

حضرت عروہ بن الزبیرؓ نے مدینہ کو چھوڑ کر العقیق میں ہی سکونت اختیار کر لی تھی اور اس وادی کے قصور میں قصر حضرت عروہ بن الزبیرؓ مشہور تھا۔ جس کے قریب آپ نے بیر عروہؓ کھدوایا تھا۔ اس سے بڑھ کر میٹھا پانی اور کسی کنوئے کا نہ تھا۔ یہ بیر عروہؓ اس وقت تک بھی مدینہ منورہ میں موجود اور مشہور ہے۔ [۱]

حضرت زبیرؓ اور دیوان وظائف

انس بن عیاض ابو ضمرۃ اللیثیؒ نے ہشام بن عروہؓ سے اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ کی شہادت ہو جانے کے بعد حضرت زبیرؓ نے اپنا نام دیوانِ وظائف سے محو کرا دیا۔ کہ اب میں عمرؓ کے بعد کسی اور کے ہاتھ سے روپیہ نہیں لوں گا۔ [۲]

---

[۱] علامہ شبلیؒ نے الفاروق میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد میں اس قدر ہوا تھا کہ پہلے سال غنیمت سے جس قدر بچا وہ سب لوگوں پر دس دس روپیوں کے حساب سے تقسیم کر دیا تھا۔ دوسرے سال آمدنی زیادہ ہوئی تو یہ تعداد دس سے بیس تک پہنچ گئی۔ لیکن نہ فوج کی کچھ تنخواہ مقررہ ہوئی۔ نہ اہلِ فوج کا کوئی رجسٹر تھا۔ نہ کوئی محکمہ جنگ قایم ہوا۔
سنہ ۱۵ھ میں البتہ حضرت عمرؓ نے اس صیغہ کو اس قدر منظم اور باقاعدہ کر دیا کہ اُس وقت کے لحاظ سے تعجب ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ کی توجہ کرنے کے مختلف اسباب بیان کئے گئے ہیں۔ عام روایت یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ بحرین کے حاکم مقرر کئے گئے تھے۔ پانچ لاکھ درہم لے کر مدینہ آئے اور حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع دی۔ پانچ لاکھ کی رقم اُس وقت اس قدر اعجوبہ چیز تھی کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ خیر ہے۔ کہتے کیا ہو۔ اُنہوں نے پھر پانچ لاکھ کہا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم کو گنتی بھی آتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا۔ ہاں۔ یہ کہہ کر پانچ دفعہ لاکھ لاکھ کہا۔ حضرت عمرؓ کو یقین ہوا تو مجلس شوریٰ منعقد کی اور رائے پوچھی کہ اس قدر زر کثیر کیوں کر صرف کیا جائے۔ صحابہؓ نے مختلف تجویزیں پیش کیں۔
ولید بن ہشامؓ نے کہا کہ میں نے شام کے والیانِ ملک کو دیکھا ہے کہ اُن کے یہاں فوج کا دفتر اور رجسٹر مرتب رہتا ہے۔ حضرت عمرؓ کو یہ رائے پسند آئی اور فوج کی اسم نویسی اور ترتیب دفتر کا خیال پیدا ہوا۔
ایک اور روایت میں ہے کہ رائے دہندہ نے سلاطینِ عجم کا حوالہ دیا۔ اور یہی روایت قرین قیاس ہے۔ کیونکہ جب دفتر مرتب ہوا تو اُس کا نام دیوان رکھا گیا۔ اور یہ لفظ فارسی ہے۔ دبستان۔ دَبیر۔ دفتر۔ دیوان۔ سب ایک مادہ کے الفاظ ہیں۔ جن کا مشترک مادہ "دب" ایک پہلوی لفظ ہے۔ جس کے معنی نگاہ رکھنے کے ہیں۔
بہر حال سنہ ۱۵ھ میں حضرت عمرؓ نے فوج کا ایک مستقل محکمہ قایم کرنا چاہا۔ اس باب میں اُن کی سب سے زیادہ قابلِ لحاظ جو تجویز تھی وہ تمام ملک کا فوج بنانا تھا۔ اُنہوں نے اس مسئلہ کو کہ ہر مسلمان فوج اسلام کا ایک سپاہی ہے۔ باقاعدہ طور پر عمل میں لانا چاہا۔ لیکن چونکہ ابتدا میں ایسی تعمیم ممکن نہ تھی۔ اول قریش اور انصارؓ سے شروع کیا۔ مدینہ منورہ میں اُس وقت تین شخص بڑے نساب اور حساب کتاب کے فن کے استاد تھے۔ مخرمہؓ بن نوفل۔ جبیر بن مطعم اور عقیلؓ بن ابی طالب (جاحظ نے کتاب البیان والتبین جلد دوم صفحہ ۳۷ میں لکھا ہے کہ تمام قریش میں چار شخص اشعارِ عرب اور انساب واخبار کے حافظ تھے۔ مخرمہؓ بن نوفل۔ ابو الجہمؓ۔ خویطبؓ بن عبد العزیٰ اور عقیل بن ابی طالب) علم الانساب عرب کا موروثی فن تھا۔ حضرت عمرؓ نے اِن تینوں کو بلا کر یہ خدمت سپرد (باقی صفحہ ۱۶۴ پر)

---

[۱] یاقوت معجم البلدان جلد اول صفحہ ۳۴۳ و معارف ابن قتیبہ جلد اول صفحہ ۳۰ تا ۳۱ و فتوح البلدان جزو اول صفحہ ۶ و رہنمائے مدینہ صفحہ ۱۳
[۲] طبقات ابن سعد جزو ثالث صفحہ ۷۵۔

حضرت زبیرؓ اور خلافت حضرت عثمان غنیؓ

حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں حضرت زبیرؓ کسی ملکی مہم میں شریک نہیں ہوئے لیکن آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ افریقہ اور ایران کی لڑائیوں میں شریک رہے ہیں۔

(بسلسلہ صفحہ ۱۶۳) کی کہ تمام قریش و انصارؓ کا ایک دفتر تیار کریں جس میں ہر شخص کا نام و نسب مفصلاً مندرج ہو۔ ان لوگوں نے ایک نقشہ بنا کر پیش کیا جس میں سب سے پہلے بنو ہاشم۔ پھر حضرت ابوبکرؓ کا خاندان پھر حضرت عمرؓ کا قبیلہ درج تھا۔ یہ ترتیب انہوں نے خلافت و حکومت کے لحاظ سے قرار دی تھی۔ لیکن اگر وہ قایم رہتی تو خلافت خود غرضی کا آلہ بن جاتی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یوں نہیں۔ بلکہ آنحضرت صلعم کے قرابت داروں سے شروع کرو۔ اور درجہ بدرجہ جو لوگ جس قدر آنحضرت صلعم سے دور ہوتے گئے ہیں اسی ترتیب سے ان کے نام آخر میں لکھتے جاؤ۔ یہاں تک کہ جب میرے قبیلہ تک نوبت آئے تو میرا نام بھی لکھو۔ (اس موقع پر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ خلفائے اربعہ میں سے حضرت عمرؓ کا نسب سب سے آخر میں جاکر آنحضرت صلعم سے ملتا ہے۔ غرض اس ہدایت کے مطابق دفتر تیار ہوا۔ اور حسب ذیل تنخواہیں مقرر ہوئیں۔

(تقسیم مراتب)	(تنخواہ سالانہ)
(۱) جو لوگ جنگ بدر میں شریک تھے	پانچ ہزار درہم
(۲) مہاجرینِ حبش اور شرکائے جنگ احد ...	چار ہزار درہم
(۳) فتح مکہ کے پہلے جن لوگوں نے ہجرت کی ...	تین ہزار درہم
(۴) جو لوگ فتح مکہ میں ایمان لائے	دو ہزار درہم
(۵) جو لوگ جنگ یرموک اور قادسیہ میں شریک ہوئے ...	دو ہزار درہم
(۶) اہل یمن	چار سو درہم
(۷) یرموک اور قادسیہ کے بعد کے مجاہدین ...	تین سو درہم
(۸) بلا امتیاز مراتب	دو سو درہم

(علامہ شبلیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ تنخواہوں کی تفصیل میں مختلف روایتیں ہیں۔ کتاب الخراج صفحہ ۲۴۔ مقریزی جلد اول صفحہ ۹۲ بلاذری صفحہ ۴۴۸۔ یعقوبی صفحہ ۱۷۵۔ اور طبری صفحہ ۲۴۱۱ کے بیانات کے مطابق میں نے حتی الامکان لکھا ہے)۔

جن لوگوں کے نام درج دفتر ہوئے ان کی بیوی اور بچوں کی تنخواہیں مقرر ہوئیں چنانچہ مہاجرینؓ (باقی صفحہ ۱۶۵ پر)

حضرت عثمان رضؓ کے محاصرہ کے وقت اور شہادت ہو جانے کے بعد کے واقعات میں کیونکہ حضرت زبیر رضؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ کا بہت کچھ حصہ ہے۔ اس لئے آئندہ کے واقعات ذہن نشین کرنے اور سلسلہ قایم رکھنے کے لئے حضرت عثمان غنی رضؓ کے عہد کے واقعات لکھنا ناگزیر ہیں۔ چنانچہ ہم اجمالاً اُن کو یہاں لکھتے ہیں۔

حضرت عبیداللہ بن حضرت عمرؓ کا خون بہا۔

خلیفہ کے انتخاب کے وقت تک کے لئے حضرت صہیبؓ مدینہ کے گورنر بنا دئے گئے تھے۔ مدینہ میں جو عجمی رہتے تھے وہ ایک دوسرے سے ملتے رہتے تھے۔ حضرت عمرؓ کی شہادت کے دوسرے دن عبدالرحمٰن بن حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عبیداللہ بن حضرت عمرؓ سے کہا کہ ہرمزان اور جفینہ نصرانی بھی حضرت عمر رضؓ کے زخمی کرنے کے متعلق ابولولو کی سازش میں شریک تھے۔ کیونکہ یہ تینوں ایک جلسہ میں بیٹھے ہوئے مصلحت کر رہے تھے اور مجھے دیکھ کر متفرق ہو گئے تھے۔ ہرمزان۔ ابولولو کے ہاتھ سے وہی خنجر لے کر دیکھ رہا تھا جس سے حضرت عمر رضؓ زخمی ہوئے ہیں۔ مجھے دیکھ کر وہ خنجر اُس کے ہاتھ سے گر پڑا تھا۔

(بسلسلہ صفحہ ۱۶۴) اور انصارؓ کی بیویوں کی تنخواہیں دو دو سو سے چار سو درہم تک۔ اور اہلِ بدر کی اولاد ذکور کی تنخواہ دو دو ہزار درہم مقرر ہوئی۔ جن لوگوں کی جو تنخواہ مقرر ہوئی اُن کے غلاموں کی بھی وہ ہی تنخواہ مقرر ہوئی۔ جس قدر آدمی درج رجسٹر ہوئے [illegible] درحقیقت فوج کی حیثیت رکھتے تھے۔ لیکن اُن کی دو قسمیں قرار دی گئیں۔ (۱) جو ہر وقت جنگی مہمات میں مصروف رہتے تھے گویا یہ فوج نظام یا باقاعدہ فوج تھی۔ (۲) جو معمولاً اپنے گھروں پر رہتے تھے لیکن ضرورت کے وقت طلب کئے جا سکتے تھے۔ ان کو عربی میں مطوعہ کہتے ہیں اور آج کل کی اصطلاح میں اس قسم کی فوج والنٹیر کہلاتی ہے۔ البتہ اتنا فرق ہے کہ آج کل کے والنٹیر تنخواہ نہیں پاتے۔ (الفاروق جلد دوم صفحہ ۹۲ تا ۹۷)۔

حضرت عمر رضؓ نے جو مہاجرینؓ وانصارؓ بدر میں موجود تھے اُن سے شروع کیا تھا اور اُن میں سے ہر شخص کے لئے پانچ ہزار درہم سالانہ مقرر کیا جس میں اُن کے حلیف اور اُن کے موالی برابر رکھے گئے تھے۔ اُن لوگوں کا جن کا اسلام مثل اہلِ بدر کے اسلام [illegible] حبشہ میں تھے۔ اور اُحد میں حاضر ہوئے تھے۔ اُن میں سے ہر ایک کے لئے چار ہزار درہم سالانہ مقرر کیا۔ اہلِ بدر کے لڑکوں کے لئے دو دو ہزار درہم مقرر کیا۔ سوائے حسن رضؓ اور حسین رضؓ کے کہ رسول اللہ صلعم کی قرابت کی وجہ سے اُن کو علی رضؓ کے ساتھ رکھا اور ان میں سے ہر ایک کے لئے پانچ پانچ ہزار درہم مقرر کئے۔ عباس ابن عبدالمطلب رضؓ کے بھی بوجہ قرابت رسول اللہ صلعم پانچ ہزار درہم مقرر کئے انہوں نے سوائے ازواج نبی صلعم کے اور کسی کو اہلِ بدر پر ترجیح نہیں دی۔ اُن میں سے ہر بیوی کے لئے بارہ ہزار درہم مقرر کئے۔ ان جنہوں نے قبل فتح مکہ ہجرت کی اُن میں سے ہر ایک کے لئے تین ہزار درہم مقرر کئے۔ فتح مکہ میں اسلام لانے والوں [illegible] ہر شخص کے لئے دو ہزار درہم مقرر کئے۔ اور انہوں نے ابنائے مہاجرات (یعنی ہجرت کرنیوالی عورتوں) کا [illegible] صفیہ رضؓ بنت عبدالمطلب (حضرت زبیر رضؓ کی والدہ، جدہ) کے لئے چھ ہزار درہم۔ اسماءؓ بنت عمیس کے لئے ایک ہزار درہم [illegible] بنت عقبہ اور عبداللہ رضؓ بن مسعود کی والدہ کے لئے ایک ایک ہزار درہم مقرر کئے۔ عمرؓ پیدا ہونے والے بچے کے [illegible] مقرر کرتے اور جب بالغ ہو جاتا تو اور زیادہ کر دیتے تھے۔ مصعبؓ بن سعد سے مروی ہے کہ اہلِ بدر مہاجرینؓ [illegible] چھ ہزار درہم مقرر کئے۔ ازواج مطہرات کے دس دس ہزار سوائے جویریہؓ اور صفیہؓ کے کہ اُن کے لئے چھ چھ ہزار مقرر کئے۔ [illegible] ترجیح دے کر بارہ ہزار مقرر کئے۔ پہلی ہجرت کرنے والی عورتوں میں سے اسماءؓ بنت عمیس اور اسماءؓ بنت ابوبکرؓ [illegible] (زوجہ حضرت زبیرؓ) اور اُم عبداللہ والدہ عبداللہؓ بن مسعود کے ایک ایک ہزار درہم مقرر کئے۔ (طبقات ابن سعد اردو ترجمہ حصہ اول [illegible])

عبید اللہ بن حضرت عمرؓ نے موقع پا کر ایک روز ہرمزان پر تلوار چلائی وہ زخمی ہو کر گرے اور حضرت سعد بن وقاصؓ نے دوڑ کر عبید اللہؓ کو گرفتار کر لیا۔ اور حضرت صہیبؓ کے سپرد کر دیا۔ جنہوں نے خلیفہ کے منتخب ہونے تک اُنہیں قید کر دیا۔[1]

بعد بیعت حضرت عثمان غنیؓ کے پاس لائے اور اس مقدمہ کو پیش کیا۔ حضرت علیؓ نے عبید اللہؓ کے قتل کی رائے دی۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا ایسا نہ ہوگا کل اُس کا باپ مارا گیا ہے اور آج لڑکا مارا جائے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا میں اُس کا ولی ہوں اور اُس کا خون بہا ادا کرتا ہوں یہ کہہ کر اپنے مال سے خون بہا ادا کر دیا۔ اور ممبر پر چڑھ کر ایک پر اثر تقریر کی۔ (سب اس فیصلہ سے خوش ہوئے لیکن حضرت علیؓ اپنے فیصلہ پر مُصر[1] رہے۔ اس لئے عبید اللہؓ حضرت امیر معاویہؓ کے پاس شام چلے گئے اور جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے خلاف لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔[2]

فتوحات

فتوحات کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا۔ ہرقل کے قسطنطنیہ چلے جانے کے بعد مسلمانوں نے جیسا پہلے لکھا جا چکا ہے اسکندریہ پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ اب ۲۵ھ میں اُس نے اپنے ایک لشکر کو سردار منویل کے ساتھ اہل اسکندریہ کی تحریک سے اسکندریہ پر روانہ کیا اور حضرت عمرو بن العاصؓ نے مقابلہ کر کے رُومی سردار کو قتل کر دیا الجزیرے کی شورش فرو کی گئی۔ دیلم پر جہاد کیا گیا۔ آذربیجان اور آرمینیہ کی بغاوت دبائی گئی۔ اور وہاں کے بہت سے شہر فتح کئے گئے۔ پھر والیٔ کوفہ نے آٹھ ہزار فوج کی کمک شام کو روانہ کی جہاں رومیوں نے زور شور سے اسّی ہزار فوج لے کر حملہ کر دیا تھا۔ حبیبؓ بن سلمہ نے اُس کو شکست دے کر بہت سے شہروں کو فتح کر لیا۔ اُدھر خود حضرت امیر معاویہؓ نے رُوم پر حملہ کیا وہ اپنے شہروں کو چھوڑ کر بھاگ گئے تو امیر معاویہؓ نے شام و الجزیرہ کے بہت سے مسلمانوں کو لے جا کر وہاں بسا دیا اور رُومی قلعہ منہدم کر دئے۔ ان واقعات میں ۲۴ و ۲۵ھ ختم ہو گئے۔[3]

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ اور فتح افریقہ

۲۶ھ میں حضرت عبد اللہؓ نے جرجیر بادشاہ افریقہ کو شکست دے کر قتل کیا۔ اور اُن کے ہاتھ پر افریقہ فتح ہوا۔[4][2]

حضرت امیر معاویہؓ کے اصرار پر حضرت عثمان غنیؓ نے بحری جہاد کی اجازت دے دی۔ جنہوں نے ۲۸ھ میں جزیرہ قبرس رودس فتح کر لیا۔ بعضے کہتے ہیں ۲۹ھ میں اور بقول بعض ۳۳ھ میں یہ لڑائی ہوی۔[5]

سریر خلافت پر متمکن ہو کر حضرت عثمانؓ کو تین سال ہوئے تھے کہ اہل فارس و خراسان نے بغاوت کی جو فرو کر دی گئی۔[6] اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد کابل و سیستان فتح کیا گیا۔[6]

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی شرکت جنگ طبرستان و جرجان میں اور اُن کی فتح

۲۹ھ میں حضرت سعید بن العاصؓ کوفہ کی گورنری پر مامور ہوئے اُنہوں نے کوفہ پہنچ کر ۳۰ھ میں ایک لشکر مرتب کیا۔ اور سب سے پہلے طبرستان کا رُخ کیا۔ اس لشکر کے ہمراہ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ بھی تھے آخرکار طبرستان اور جرجان فتح کر لئے گئے۔

---

[1] یہ مسئلہ یقیناً اجتہادی تھا صحابہؓ میں کثرت رائے اس طرف تھی کہ عبید اللہؓ کو قتل نہ کیا جائے۔ اور بعض کی رائے قتل کی تھی لیکن حضرت عثمانؓ کو حق حاصل تھا کہ وہ اپنے اجتہاد سے ایک خونی کے معصوم ہونے کا حکم دے سکیں۔ امیر المومنین کے اس حکم کے بعد عبید اللہؓ کو کسی صورت سے قتل کرنا یا اس حکم کو توڑنا کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا تھا۔

[2] اس فتح کے تفصیلی حالات ہم اپنے سلسلہ کی کتاب سیرت امیر المومنین سیدنا حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ میں لکھ چکے ہیں جو ابھی غیر مطبوعہ ہے۔

---

[1] تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۲۹۹ [2] ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحات ۲۰۳ تا ۲۰۶۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور ترتیب قرآن مجید

سنہ ۳۰ھ میں حضرت عثمانؓ نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو دیگر صحابہؓ کے ساتھ قرآن مجید کی ترتیب[1] کے لئے مامور فرمایا۔ جنہوں نے حسب الحکم قریش کے لہجہ میں اُس کو مرتب کیا۔ یہ ہی قرآن مجید ہے جو دنیا میں آج رایج ہے۔[1]

مسجد نبویؐ کی از سر نو تعمیر

مسجد نبویؐ جو آنحضرت صلعم کے زمانے میں کچی بنی تھی جس میں کھجور کے تنے کے ستون تھے۔ اور کھجور ہی کے پتوں سے پاٹی گئی تھی۔ اور ابھی تک اُسی حالت میں تھی، ماہ ربیع الاول سنہ ۲۹ھ میں حضرت عثمانؓ نے اُس کے اطراف کو وسیع کر کے از سر نو عمارت سنگین و پختہ تعمیر کرائی۔ ستون منقش کڑیوں کے لگوائے۔ مسجد کا طول ایک سو ساٹھ[۱۶۰] اور عرض ایک سو پچاس[۱۵۰] گز کر دیا۔[2]

ایران کی فتح کی تکمیل

سنہ ۳۱ھ میں جس وقت شام میں بحری معرکہ آرائی ہو رہی تھی۔ اور اُدھر مشرق میں ساسانی سلطنت کا چراغ گل ہو رہا تھا۔ نیز جو ممالک اسلام کی اطاعت قبول کرنے کے بعد بار بار بغاوت کرتے تھے۔ اُن کی اصلاح ہوتی جاتی تھی۔ تاجدار عجم یزدگرد۔ بھاگتا ہوا۔ مَرْو پہنچا۔ وہاں جس کسی سے مدد مانگتا۔ وہ دشمنی کرتا۔ ترکوں نے مدد تو کی مگر اُس کی رہی سہی قوت کا خاتمہ ہو گیا۔ ہمراہی سرداروں اور مددگاروں کی سازشوں اور ہوسوں کا یہ انجام ہوا کہ یزدگرد کو ایک چکی والے کے یہاں پناہ لینی پڑی۔ دشمن سردار وہاں بھی پہنچ گئے۔ اور اُس کو ٹانٹ کی پھانسی دے کر مار ڈالا۔ لاش کو دریا میں پھینک دیا۔ عیسائیانِ مَرْو۔ نے لاش کو دریا سے نکال کر اور تابوت میں رکھ کر۔ ناؤس میں دفن کر دیا۔ یزدگرد کی حکومت بیس[۲۰] برس رہی از اں جملہ سولہ[۱۶] برس۔ عرب کی لڑائیوں میں صرف ہوئے۔ ملوک ساسانیہ کی حکومت اُس کے مرنے سے منقرض ہو گئی۔[3]

مَرْو میں جس وقت دولتِ ساسان نے آخری سانس لی۔ اُس وقت ابن عامرؓ تمام ملک مشرق خراسان سیستان مکران۔ صغد و ترکستان کو زیر و زبر کر رہے تھے۔ اُن ممالک کے اکثر سردار جو اطاعت کا اقرار کر کے سرکش ہو گئے تھے اُن سب کو درست کیا گیا۔ بلاد دہستاق۔ خزر۔ جوین۔ بیہق۔ بست۔ الفرایین۔ نیشاپور۔ نیسا۔ ابی ورد۔ سرخس۔ طوس۔ ہرات۔ بادغیس۔ بوشنج۔ لیج۔ جوزجان۔ طالقان۔ فاریاب۔ بلخ۔ خوارزم۔ جیرفت۔ زرلق۔ کرکویہ۔ روشت۔ تاشرود۔ سرواد۔ زرنج۔ اصطبل رستم۔ کش۔ ودان۔ اور کابل۔ میں اُن کے سپہ سالاروں کی تلواریں ایسے زور شور سے چلیں کہ شمال و مغرب میں دریائے جیحوں تک اور جنوب و مغرب میں مکران و ہندوستان کی حد تک کوئی مقام ایسا نہیں رہا جہاں اللہ اکبر کی صدا نہ بلند کی گئی ہو۔ کوئی قوت ایسی باقی نہیں چھوڑی گئی جو مقابلہ میں سر اُٹھا سکے۔[4]

صحابۂ کرامؓ کی وفات

خلافت حضرت عثمانؓ سنہ ۳۲ھ میں پچاسی اور بقول بعض بہتر سال کی عمر پا کر حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کی وفات ہوئی۔[5]

---

[1] قرآن مجید کے کتابی شکل میں لائے جانے اور موجودہ لہجے میں مرتب کئے جانے کی پوری تفصیل بھی ہم نے اپنے اس سلسلہ کی کتاب سیر اعلام المؤمنین حضرت عبداللہ بن زبیرؓ میں لکھی ہے جو ابھی غیر مطبوعہ ہے۔

---

[1] تاریخ ابوالفدا جلد دوم صفحہ ۱۰۰ ابن خلدون صفحہ ۲۰۸ تا ۲۱۰ [2] شمس التواریخ جلد چہارم صفحہ ۱۲۸ و ۱۲۹ [3] ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم حصہ [illegible] [4] تاریخ الامت صفحہ [5] فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۶۴۔

علامہ مسعودیؒ لکھتے ہیں کہ ۳۲ھ میں حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے پچھتر سال کی عمر میں انتقال کیا۔[1]

۳۱ھ میں سفیانؓ بن حرب۔ حضرت امیر معاویہؓ کے والد نے اور ۳۲ھ میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بن غافل بن حبیب بن شمخ نے جو اولاد مدرکہ بن الیاس بن مضر۔ میں سے تھے۔ انتقال کیا۔[2]

۳۲ھ ہی میں بہ عمر اٹھاسی سال حضرت عباسؓ کا انتقال ہوا۔[3]

حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کی وصیت حضرت زبیرؓ کو

۳۲ھ میں حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کی وفات ہونے سے قبل آپ نے حضرت زبیرؓ کو اپنے چھوٹے بچوں کی نگہداشت کی وصیت کی۔[4]

حضرت زبیرؓ کا وصیت پر عمل

چنانچہ حضرت زبیرؓ آپ کے (حضرت عبد الرحمٰنؓ کے) بعد آپ کے مال و اسباب کی نگرانی فرماتے اور آپ کی اولاد پر حسب ضرورت صرف فرماتے تھے۔[5]

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی حضرت زبیرؓ کو وصیت۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے بھی اپنے انتقال کے وقت حضرت زبیرؓ کو اپنے مال اور اولاد کی نگہداشت کی وصیت کی تھی۔ چنانچہ آپ نہایت دیانت داری کے ساتھ اُن کے مال و متاع کی حفاظت کر کے اُن کے اہل و عیال پر صرف فرمایا کرتے تھے۔[6]

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی وصیت کا متن

اگر انہیں اس مرض میں موت پیش آ جائے تو اُن کی وصیت کا مرجع اللہ کی طرف سے زبیرؓ بن العوام کی طرف اور اُن کے فرزند عبد اللہ بن الزبیرؓ کی طرف ہے یہ دونوں (یعنی زبیرؓ اور ابن زبیرؓ) جو پسند کریں اور جو فیصلہ کریں۔ وہ اُن کے لئے جائز و مباح ہے۔ عبد اللہ ابن مسعودؓ کی بیٹیوں میں سے کسی کا نکاح بغیر ان دونوں کی اجازت کے نہیں ہوگا اس سے زینب کی طرف سے روکا نہ جائے گا۔ عامر بن عبد اللہ بن الزبیرؓ سے مروی ہے کہ عبد اللہ بن مسعودؓ نے حضرت زبیرؓ کو وصیت کی۔ رسول اللہ صلعم نے ان دونوں کے درمیان عقد مواخاۃ کیا تھا انہوں نے اُن کو اور اُن کے بیٹے عبد اللہ بن الزبیرؓ کو وصیت کی جو حسب ذیل ہے:-

یہ عبد اللہ بن مسعودؓ کی وصیت ہے۔ اگر انہیں بیماری میں کوئی حادثہ پیش آ جائے تو اُن کی وصیت کا مرجع حضرت زبیرؓ بن العوام اور اُن کے بیٹے عبد اللہ بن الزبیرؓ ہوں گے۔ یہ دونوں بالکل مختار و مجاز ہوں گے۔ کہ اس کے متعلق جو انتظام کریں اور جو فیصلہ کریں اُن پر اس بارے میں کسی قسم کی تنگی نہ ہوگی۔ عبد اللہ بن مسعودؓ کی بیٹیوں میں سے کسی کا نکاح بغیر ان دونوں کے علم کے نہیں کیا جائے گا۔ اور نہ اِن اور سے اُن کی بیوی زینب بنت الثقیفہ کی وجہ سے باز رہا جائیگا وصیت میں اُن کے غلام کے بارے میں یہ تھا کہ جب فلاں شخص پانچ سو درہم ادا کر دے تو وہ آزاد ہے۔ عبید اللہ بن عبد اللہ

---

[4] حضرت زبیرؓ کی امانت داری۔ دیانت اور انتظامی قابلیت کا عام شہرہ تھا۔ اس لئے اپنی وفات کے وقت عموماً صحابہ کرامؓ اپنی آل و اولاد اور مال و متاع کی حفاظت کی آپ سے درخواست کیا کرتے تھے۔ اور آپ اُن کی درخواستوں کو قبول فرما کر اُن کے مال کی حفاظت اور بال بچوں کی نگہداشت فرمایا کرتے تھے۔

---

[1] ترجمہ تنبیہ و اشراف مسعودی صفحہ ۲۶۱ و ۲۴۳ [2] ترجمہ تاریخ ابو الفدا جلد دوم صفحہ ۱۰۱ [3] ترجمہ تنبیہ و اشراف مسعودی صفحہ ۲۴۲ [4] ابن عساکر حالات حضرت زبیرؓ [5] اصابہ تذکرہ حضرت زبیرؓ [6] صحیح بخاری صفحہ

بن عتبہ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ کی ۳۲ھ میں وفات ہوئی۔ اور بقیع میں مدفون ہوئے۔ زر بن حُبیش سے مروی ہے کہ ابن مسعودؓ نے نوّے ہزار درہم چھوڑے۔

قیسؒ ابن حازم سے مروی ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ کی وفات کے بعد حضرت زبیرؓ ابن العوام حضرت عثمانؓ کے پاس آئے اور کہا کہ عبداللہ بن مسعودؓ کا وظیفہ مجھے دے دیجئے۔ کیونکہ عبداللہ بن مسعودؓ کے اعزہ بیت المال سے اس کے زیادہ مستحق ہیں۔ انہوں نے ان کو پندرہ ہزار درہم دئے۔

ہشام بن عروہؓ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے حضرت زبیرؓ کو وصیت کی۔ حضرت عثمانؓ نے انھیں دو سال سے وظیفہ سے محروم کر دیا تھا۔ ان کے پاس حضرت زبیرؓ آئے۔ اور کہا کہ عبداللہ بن مسعودؓ کے عیال بیت المال سے زیادہ اس کے محتاج ہیں۔ تو انہوں نے ان کو وظیفہ کے بیس ہزار یا پچیس ہزار درہم دئے۔ [1]

عبداللہ بن مسعودؓ جب فوت ہوئے تو حضرت زبیرؓ بن العوام نے حضرت عثمانؓ سے کہا۔ عبداللہؓ کی عطا مجھے دے دیجئے۔ کہ بیت المال سے زیادہ ان کے اہل و عیال اس کے حق دار ہیں۔ اور انہوں نے وہ پندرہ سو درہم ان کو عطا کر دئے۔ اسمٰعیلؒ ابن ابی خالد کی سند سے یزید نے (یزید بن ہارون نے) کہا۔ (حضرت) زبیرؓ۔ عبداللہ بن مسعودؓ کے وصی تھے۔

اسباب فتنہ و فساد

حضرت عثمانؓ کی خلافت کے چھ سال ایسے گزرے کہ لوگوں کو حضرت عمرؓ کے زمانے سے زیادہ امن و اطمینان نصیب رہا۔ اگر یہ دور یونہی جاری رہتا تو حضرت عثمانؓ کا زمانہ حضرت عمرؓ کے زمانے سے اچھا رہتا۔ لیکن فتنے اٹھ کھڑے ہوئے جن کی وجہ سے مسلمانوں کا اتفاق ٹوٹ گیا۔ اور بہت بڑے انقلابات وقوع میں آئے جس کی تفصیل واقعات مابعد کو سمجھنے کے لئے دینا ضروری ہے۔

ابن خلدون لکھتے ہیں کہ جب خداوند تعالیٰ نے مسلمانوں کو کامل فتح عنایت فرمائی اور اکثر ممالک ملت اسلامیہ کے قبضہ میں آ گئے اور عرب نے تو جہ ممالک مصر و شام و ایران و عراق وغیرہ کے باشندوں میں مل جل کر رہنے سہنے لگے۔ اس وقت آنحضرت صلعم کے شرف صحبت سے ممتاز اور ان کے پورے پورے مقلد مسلمانوں کے قائد تھی۔ مہاجرین و انصار۔ قریش و اہل حجاز وغیرہ وہ لوگ تھے جو اس دولت عظمٰی سے سرفراز ہوئے تھے۔ اور باقی عرب بنی وائل، عبدالقیس، ربیعہ، ازد، کندہ، تمیم، قضاعہ وغیرہم۔ اس عزت و شرف سے ممتاز نہ تھے۔ کیونکہ ان کو آنحضرت صلعم کی مقدس صحبت نصیب ہی نہیں ہوئی تھی اور اگر ان میں سے کسی کو کچھ صحبت نصیب بھی ہوئی تھی تو نہایت کم۔ مگر فتوحات میں انہیں کا زیادہ حصہ تھا۔ اس وجہ سے وہ اپنے آپ کو سابقین صحابہ کرامؓ سے افضل اور اپنے حقوق کو اعلیٰ سمجھتے تھے۔ زمانہ عام لشکر کشی میں اس امر کا چنداں کسی نے خیال نہیں کیا۔ لیکن فتوحات و کامیابی کے بعد یہ دیکھ کر کہ ان پر مہاجرینؓ و انصارؓ۔ قریش اور ان کے علاوہ اور قبائل کے لوگ حکومت کر رہے ہیں۔ وہ دل ہی دل میں کبیدہ ہونے لگے۔ رفتہ رفتہ امیر المومنین حضرت عثمانؓ کا زمانہ خلافت آ گیا۔ پس ان لوگوں نے طعن و تشنیع والیان ممالک اسلامیہ پر شروع کر دئے اور امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ کے احکام کی تعمیل میں سستی اور ان کے انتظامات پر حرف گیری کرنے لگے۔ کبھی کسی والی کی تبدیلی کی درخواست کرتے اور کبھی کسی عامل کی معزولیت کی التجا کرتے غرض ہر طرح سے امیر المومنینؓ کی رائے کی مخالفت پر تلے رہے۔ [3]

محمد بن حضرت ابوبکرؓ کی ناراضی

۳۱ھ میں محمد بن ابی حذیفہ اور محمد بن ابی بکرؓ جو مصر میں والئی مصر عبداللہ بن سعد بن ابی سرحؓ کے پاس مقیم تھے۔ عبداللہ بن سعدؓ سے مخالفت و ناخوشی کا

---

[1] ترجمہ طبقات ابن سعد اردو حصہ دوم جزء خامس صفحہ ۱۲۰ تا ۱۲۳ [2] فتوح البلدان جزء دوم صفحہ ۲۳۲ [3] ابن خلدون کا تاریخ جلد ۲ صفحہ ۲۱۷

اظہار کیا۔ عبداللہ بن سعدؓ کے سانحہ ان دونوں بزرگوں کی ناخوشی بڑھتے بڑھتے یہاں تک نوبت پہنچی کہ انہوں نے علانیہ حضرت عثمان غنیؓ پر یہ اعتراض و طعن کیا کہ انہوں نے عبداللہ بن سعدؓ جیسے شخصوں کو جن سے آنحضرت صلعم ناخوش رہے صوبوں کا گورنر بنائے رکھا۔ اور ان کی زیادتیاں اور مظالم دیکھ کر بھی انہیں معزول نہیں کرتے ہ۔ [1]

حضرت عمرؓ اپنے عہد میں اعیانِ قریش کو مدینہ ہی میں رکھتے تھے کسی کو کوئی ضرورت پیش آجاتی تو اس کے انجام دینے کے بعد وہ واپس آجاتے۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ جب قریش متفرق ہو جائیں گے تو ان کی رایوں میں اتحاد نہیں رہے گا۔ حضرت عثمانؓ نے اپنے عہد میں اس رکاوٹ کو اٹھا دیا۔ اور رؤسائے قریش جا بجا ملکوں اور شہروں میں پھیل گئے۔

قریشیوں سے حسد

قریش خلافت کی وجہ سے بمنزلہ شاہی خاندان کے ارکان کے سمجھے جاتے تھے۔ اس وجہ سے وہ جہاں جہاں گئے ان کی عزت و حرمت ہوئی۔ وہیں مختلف شہروں میں ان کی بڑی بڑی جائدادیں اور ملکیتیں ہو گئیں۔ لوگ ان کے پاس جمع ہونے لگے۔ کیونکہ استحقاقِ خلافت کے شرائط ان میں مجتمع تھے۔ اس لئے ان کے مصاحبین یہ توقع رکھنے لگے کہ ممکن ہے۔ ایک دن یہ خلیفہ ہو جائیں۔ یہ تمنائیں دلوں سے زبان تک آنے لگیں اور ان کی وجہ سے بھی خیالات و آرا میں اختلاف پیدا ہونا شروع ہوگیا۔ [2]

سنہ ۳۳ھ ولید بن عقبہ کی معزولی کے بعد حضرت عثمان غنیؓ نے سعید بن العاصؓ کو کوفہ کی گورنری پر مامور فرمایا تو سعیدؓ نے کوفہ میں پہنچ کر رؤسائے شہر اور اہلِ قادسیہ سے ایسے مراسم بڑھائے کہ وہ راتوں کو لوگوں کے انساب اور عرب و اسلام کے ایام و اخبار کے تذکرے اور باہم ہنسی مذاق کرنے کو سعید بن العاصؓ کی صحبت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ اکثر ہنسی مذاق ہوتے ہوتے نوبت طعن و تشنیع و سخت کلامی تک پہنچ جاتی تھی۔

ایک روز اثنائے کلام میں سعید بن العاصؓ نے کہا "ھذا السواد بستان قریش" یعنی یہ علاقہ تو قریش کا باغ ہے۔ (مالک) اشتر نے (غصہ سے) جواب دیا جس سواد کو اللہ تعالیٰ نے ہماری تلواروں کے زور سے عنایت فرمایا ہے تم اس کو اپنا اور اپنی قوم کا بستان خیال کرتے ہو۔ اشتر کے اس جواب سے حاضرین نے بھی کچھ کہنا شروع کیا۔ عبدالرحمٰن اسدی (بنی اسد بن خزیمہ) سعید بن العاصؓ کے پولیس کے افسر نے ان لوگوں کو شور و غل مچانے اور لاحاصل گفتگو کرنے سے بہ تشدد منع کیا۔ تو لوگ اس پر ٹوٹ پڑے اور اس قدر مارا کہ وہ بیہوش ہوگیا۔ اس واقعہ کے بعد سعید بن العاصؓ نے رات کی صحبت موقوف کرکے دربان مقرر کر دئے کہ لوگوں کو آنے سے باز رکھیں لوگوں کو رات کی روزانہ مجلس کے موقوف ہونے کا بہت ملال ہوا۔ جہاں کہیں ان میں سے دو چار آدمی جمع ہوتے۔ امیر المومنین حضرت عثمانؓ اور سعید بن العاصؓ کی برائیاں بیان کرتے۔ بازاریوں اور عوام کا ایک گروہ ان کے پاس جمع ہو جایا کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ یہ سلسلہ طویل ہوا اور فتنہ بڑھنے لگا تو سعید بن العاصؓ اور اکثر اہل کوفہ نے اس گروہ کی تمام روئداد حضرت عثمانؓ کو لکھ بھیجی۔

رؤسائے کوفہ وغیرہ کی جلاوطنی

حضرت عثمانؓ نے حضرت سعید بن العاصؓ کے جواب میں ان کو لکھا کہ ان لوگوں کو (حضرت) معاویہؓ کے پاس شام میں بھیج دو۔ چنانچہ وہ لوگ وہاں بھیجے گئے۔ حضرت معاویہؓ نے ان لوگوں کو عزت و احترام کے ساتھ ٹھہرایا اور حسبِ وظائف و تنخواہیں ان کو عراق

---

[1] تاریخ اسلام ابو الفدا صفحہ ۲۱۶ [2] تاریخ الامت صفحہ

میں ملتی تھیں بدستور جاری رکھیں۔ اور اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھا کر کھانا کھلایا۔ وجہ یہ تھی کہ حضرت عثمانؓ نے انہیں لکھا تھا کہ چند سرکش لوگوں کی جماعت تمہارے پاس بھجوائی ہے تم کوشش کرو کہ وہ راہ راست پر آجائیں۔ حضرت امیر معاویہؓ نے لوگوں سے نہایت محبت اور ہمدردی کا برتاؤ کر کے انہیں سمجھایا کہ قریش کی سیادت کو تسلیم کریں اور مسلمانوں کے باہمی اتفاق کو درہم برہم نہ ہونے دیں۔ لیکن صعصعہ ابن صوحان نے امیر معاویہؓ کی نہایت معقول باتوں کا بہت ہی غیر معقول اور سراسر نادرست جواب دیا۔ اور اپنی ضد پر اڑا رہا تو حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عثمان غنیؓ کی خدمت میں لکھا کہ یہ لوگ راہ راست پر آنے والے نظر نہیں آتے۔ ان کو نہ عقل ہے نہ دین کا پاس ہے۔ انصاف وحق سے اُن کو کوئی سروکار نہیں ہے۔ البتہ فتنہ اور اہل ذمہ کے مال نے اُن کو رنج میں ڈال رکھا ہے۔ سوائے فتنہ وفساد کے اُن کا کوئی کام نہیں اِن سے نیکی کی اُمید کم اور برائی کا اندیشہ زیادہ ہے۔ پھر حضرت معاویہؓ نے ان لوگوں کو حمص میں حضرت عثمانؓ کے ایما سے عبدالرحمٰن بن حضرت خالد ابن الولیدؓ کے پاس بھیجدیا۔ یا یہ دمشق کی طرف سے نکل کر جزیرہ کی طرف جارہے تھے کہ ان کی خبر سُن کر عبدالرحمٰنؓ نے ان سب کو اپنے پاس بلایا۔ اور عبدالرحمٰنؓ نے اُن کو اپنی مجلس میں بلا کر کہا۔ (اے شیطان کے بھکانے کے آلات تم کو نہ مرحبا کہوں گا اور نہ دعا نیک دوں گا۔ شیطان بیچارہ تو تمہارے آگے پریشان ہے اور تم خوش دل اور فارغ خاطر ہو۔ عبدالرحمٰنؓ اگر تم کو ادب نہ دے تو خدا کرے گھر نقصان پائے اے لوگو تم کیا بلا ہو اہل عرب ہو یا عجم)۔ میرے ساتھ ایسی باتیں نہ کرنا جیسی (حضرت) معاویہؓ سے کی ہیں۔ میں خالدؓ کا بیٹا ہوں۔ صعصعہ اگر میں نے سنا کہ میرے ہمراہیوں میں سے کسی نے تم لوگوں کی بے ادبی کی وجہ سے تیری ناک چھیل دی۔ اور تجھے ذلیل کیا تو تجھ کو یہاں سے بہت دور پھینکوں گا۔ اور اُن کے ساتھ ایسی سختی کا برتاؤ کیا کہ یہ لوگ مرعوب ہو کر کہنے لگے۔ ہم اپنے اقوال سے اللہ کے سامنے تائب ہوتے ہیں۔ (رجوع کرتے ہیں) اُشتر امیرالمومنین حضرت عثمان غنیؓ کی خدمت میں تائب ہو کر حاضر ہوا۔ دریافت کیا کہاں جانا چاہتے ہو۔ عرض کیا۔ عبدالرحمٰن بن خالدؓ کے پاس حکم ہوا اچھا جاؤ۔ پس اُشتر اس گروہ کی طرف پھر واپس آیا۔ [1]

چند روز کے بعد یہ لوگ سیدھے ہو گئے اور اپنی سابقہ سرکشی پر اظہار افسوس کیا تو عبدالرحمٰنؓ نے دربار خلافت میں اس کی اطلاع لکھ بھیجی۔ وہاں سے اجازت آگئی کہ اگر یہ لوگ اب کوفہ کی طرف جانا چاہیں تو جانے دو۔ [2]

یہودیوں کی شرارت قریش کعبہ کے متولی ہونے کی وجہ سے عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ اور انہوں ہی نے اسلام کی سختی سے مخالفت کی تھی۔ اور اپنے جانوں اور مال کو مخالفت اسلام میں قربان کیا تھا۔ جب وہ بھی اسلام لے آئے تو گروہ کے گروہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ آنحضرت صلعم کی حیات ہی میں یہودیوں کا بھی جو دین اسلام کے سخت دشمن تھے بہت کچھ قلع قمع ہو گیا تھا۔ کئی مفسد اور دغا باز قبیلے جلاوطن کر دئے گئے تھے۔ خیبر کے یہودیوں کو بھی جلاوطنی کا حکم ہو گیا تھا مگر پھر اُن کی عاجزانہ درخواست پر بٹائی پر اُن کو کاشتکاری وغیرہ کی اجازت دے دی گئی تھی لیکن حضرت عمرؓ کے زمانے میں اُن کے آئے دن کے فتنہ و فساد کی وجہ سے (جیسا ہم اوپر اپنی کتاب میں لکھ آئے ہیں حضرت زبیرؓ کے مشورے سے) اُن کو خیبر سے بھی نکال دینے کی ضرورت پیش آئی۔ اور وہ نکال دئے گئے۔ مگر مسلمانوں کے خلاف جلاوطنی اور پراگندگی پر بھی اُن کی مفسدانہ سازشوں میں نہ کچھ کمی ہوئی اور نہ اُن کے دلوں میں جو آگ بھڑک رہی تھی وہ ٹھنڈی ہی ہوئی۔ ان یہودیوں کے کئی گروہ تھے۔ ایک وہ جو خلوص کے ساتھ مسلمان ہو گئے تھے دوسرے وہ جو اگرچہ مسلمان ہو گئے مگر منافق تھے۔

---

[1] ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۲۲۳ تا ۲۲۷ [2] تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۱۸ ۴

یہ بہت خوف ناک اور ضرر رساں تھے۔ کیونکہ دوستی کے پردے میں نقصان پہنچاتے تھے۔ اور اسلام کی بربادی کی سازشیں اور تدبیریں کرتے رہتے تھے۔ [1]

ابن سبا اور اس کے ہتھکنڈے

انہیں منافقین میں سے ایک عبداللہ ابن سبا۔ صنعا علاقہ یمن کا رہنے والا تھا۔ اُس کا یہودی خاندان وہاں بہت معزز تھا۔ اور علوم دینی کی وجہ سے ہادی و پیشوا بھی تھا۔ خود عبداللہ بن سبا توریت و انجیل سے خوب واقف اور عربی میں دستگاہ کامل رکھتا تھا۔ اپنے عقائد میں بہت مضبوط۔ کٹر۔ ہوشیار۔ ذی فہم۔ اور تجربہ کار تھا۔ اسلام کے پھیلنے کی وجہ سے خاص کر یہودیوں پر بہت بڑا زوال آگیا تھا۔ نہ دنیوی جاہ و منزلت باقی رہ گئی تھی۔ نہ دینی پیشوائی۔ کس مپرسی کے اندھیرے میں اُن کے وجود کا پتہ نہ ملتا تھا۔ عبداللہ بن سبا کے دل میں جوش اور دماغ میں تدبیروں کا خزانہ تھا۔ اُس نے انسانی طبیعتوں پر غور کیا تھا۔ موقع اور محل پہچانتا اور اُس سے فائدہ اُٹھانا جانتا تھا۔ اس لئے اُس نے مسلمانوں میں رُوشناسی حاصل کرکے اور اُن کا ہمدرد بنکر اسلام کے برباد کرنے اور اُن میں نسلی و خاندانی رقابت کے جذبات پیدا کرکے تفرقہ ڈالنے اور غلط عقیدوں کے ذریعہ سے گمراہ کرنے کا فرض ادا کرنا چاہا۔ اُس نے بہترین تدبیر یہ سوچی کہ وہ اسلام قبول کرلے اور اندر اندر اسلام کی جڑ کھود ڈالے۔ اس کام کے لئے اُس نے خلافت صدیقی رض اور خلافت فاروقی رض کا زمانہ موافق و مناسب نہ سمجھا۔ اس لئے وہ خاموش رہا۔ لیکن خلافت عثمانی میں جب اُس نے اپنی تدبیروں کے بارآور ہونے کو ممکن سمجھا اور موافق پایا تو مدینہ میں آکر حضرت عثمان رض کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اور مرتبہ و جاہ کا خواستگار رہا۔ مگر حضرت عثمان رض نے کچھ التفات نہیں کیا۔ اُس کو ندامت ہوئی لیکن وہ ندامت اُس کی مخالف اسلام تدبیروں کے لئے تازیانہ ہوگئی اور اُس نے سرگرمی سے ایک پروپگنڈا بظاہر خلافت کے موافق لیکن درحقیقت اسلام کی تخریب کے لئے شروع کردیا۔ [2]

روحانی جذبہ اور اسلامی خلوص آنحضرت صلعم کے زمانے سے حضرت عثمان رض کی خلافت کے ابتدائی زمانے تک بکثرت نظر آتا ہے لیکن جس قدر زمانہ گذرتا گیا۔ نئی فتوحات۔ ملک نئے۔ دولت کی زیادتی نے۔ نئی نسل۔ نومسلم اور ان قبائل عرب کے دیسوں میں جو مکہ اور مدینہ سے دور رہتے تھے اور جنہوں نے ملکوں کی فتوحات میں حصہ لیا تھا تغیر پیدا کردیا۔ ان لوگوں نے حضرات مہاجرین رض و انصار رض کی وہ قربانیاں اور جاں نثاریاں جو انہوں نے ابتدائے اسلام میں اسلام کے قدم جمانے کے لئے کی تھیں۔ نہیں دیکھی تھیں وہ قرآن کی تعلیمات سے نہ اچھی طرح واقف تھے۔ نہ کافی طور پر متاثر ہوئے تھے۔ اس لئے اُن کی نگاہوں میں مہاجرین رض و انصار رض کی اُس درجہ کی دینی عظمت اور سیاسی وقعت نہیں تھی۔ جو اُس کے پیشتر زمانے میں تھی۔ یہ لوگ اپنے آپ کو مہاجرین رض و انصار رض کے ہم پلہ سمجھنے لگتے تھے۔ اور جادۂ اعتدال سے گذر کر ان حضرات کی صداقت و نیک نیتی پر بھی حملہ کرنے کی جراءت کر اُٹھتے تھے۔

عبداللہ بن سبا کو ان قبائل عرب کو اور اُن نومسلموں کو جن کے دلوں میں اپنے قدیم جرائم و عقائد کے جراثیم موجود تھے۔ اس طرح بہکانے کا اچھا موقع مل گیا۔ اُس نے مٹی ہوئی خاندانی عداوت بنی ہاشم اور بنی اُمیہ کو زندہ کرنے میں جان توڑ کوشش کی۔ اُس کا ہر وقت یہی سبق تھا کہ بنو ہاشم کے حقوق سب سے بڑھ کر ہیں۔

---

[1] و [2] فتنہ ابن سبا صفحہ ۳۰ تا ۳۲۔

لیکن خلافت حضرت عثمان رضؓ کے زمانے میں اُن کا وہ حصہ حکومت میں نہیں جو بنی اُمیہ کا ہے۔ یہ قوی ہوتے جاتے ہیں اور وہ کمزور ہوتے جاتے ہیں۔

وہ لوگوں کو در پردہ اہلِ بیت کی محبت کے پیرائے میں امیر المومنین حضرت عثمان رضؓ و شیخین حضرت صدیق اکبر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ پر گھڑے ہوئے معایب کی تعلیم دیتا رہا۔ امیر المومنین حضرت عثمان رضؓ پر اکثر طعن و تشنیع کرتا اور خفیہ طور سے اہلبیت کی دعوت دیتا اور کہتا تھا کہ محمد صلعم پھر واپس آئیں گے جیسے کہ حضرت عیسیٰ عؑ واپس آئیں گے۔ اور علی رضؓ ابن ابی طالب وصی رسول اللہ صلعم ہیں۔ (یعنی ہر پیغمبر کا ایک خلیفہ اور ایک وصی ہوا کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلعم کے وصی حضرت علی رضؓ ہیں جس طرح آنحضرت صلعم خاتم الانبیا ہیں اسی طرح حضرت علیؓ خاتم الاوصیا ہیں) حضرت عثمان رضؓ اور اُن کے پیشرو حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ نے بھی جبراً اور غصباً بغیر کسی استحقاق کے خلافت لے لی ہے۔ (مطلب اس کا یہ تھا کہ حضرت علی رضؓ کی لوگ مدد کریں اور حضرت عثمان رضؓ کو شہید یا معزول کریں۔ تاکہ مسلمانوں کا اتفاق ٹوٹ جائے) ۔ ؎۱

سیر معاویہ رضؓ میں ہے کہ عبد اللہ بن سبا نے حضرت علی رضؓ کو قریب قریب بالکل الوہیت کا درجہ دے کر اُن کی حمایت میں زور و شور کے ساتھ پروپیگنڈا شروع کر دیا اور تمام دنیائے اسلام میں اس نے اپنے داعی پھیلا دئے جنھیں یہ ہدایات کر دی گئی تھیں کہ جہاں جاؤ :-

"منقیانہ و بزرگانہ وضع رکھنا اور مذہبی وعظ و پند سے عوام میں اثر پیدا کر کے اور انھیں اپنا معتقد بنا کر خلیفہ وقت حضرت عثمان غنی رضؓ کے خلاف مذہبی رنگ میں بدگمانیاں پیدا کرنا اور انھیں رسوا اور بدنام کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرنا۔ عثمانی عہدیداروں اور والیوں کو بھی تنگ و بدنام کرنے کی ہر ممکن سعی کرنا۔ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضؓ کی اقربا نوازی اور بے انصافی کے قصے خوب آب و رنگ دیکر بیان کرتے رہنا اور ساتھ ہی یہ کہنا کہ خلافت کے مستحق حقیقی حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ لوگ ابتدا سے ان کا حق غصب کرتے چلے آئے ہیں۔"

ہر ملک میں یہ سبائی پھیلے ہوئے تھے جو مذہبی تقدس کے رنگ میں زبانوں پر قال اللہ و قال الرسول کا رنگ

ملا لوگوں نے حضرت عائشہ سے تذکرہ کیا کہ حضرت علی رضؓ وصی تھے۔ حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ وصیت ان کو کب کی تھی۔ حضور صلعم میرے سینے کے سہارے سے لگے بیٹھے تھے۔ کہ آپ نے طشت منگایا۔ میری گود ہی میں جھکے ہوئے تھے مجھے معلوم بھی نہ ہوا کہ حضور صلعم نے وفات پائی۔ وصیت کس وقت کی۔ (ترجمہ بخاری شریف جلد دوم پارہ گیارہ صفحہ ۹)۔

نضل بن مرزوق سے مروی ہے کہ میں نے حسن بن الحسن کو ایک شخص سے کہتے سنا جو اُن لوگوں میں سے تھا کہ (ان اہل بیت کے بارے) میں غلو کرتے ہیں (یعنی اُن کا مرتبہ حد سے زیادہ بڑھاتے ہیں) کہ تم لوگوں پر افسوس ہے۔ تم لوگ اللہ کے لئے ہم سے محبت کرو۔ اگر ہم اللہ کی طاعت کریں تو تم لوگ ہم سے محبت کرو۔ اور اگر ہم اللہ کی نافرمانی کریں تو ہم سے بغض کرو۔

ایک شخص نے اُن سے کہا کہ آپ لوگ رسول اللہ صلعم کے اہل قرابت ہیں اور آپ کے اہل بیت ہیں۔ (اس لئے ہم لوگ آپ کی مدح میں مبالغہ کرتے ہیں) انہوں نے کہا کہ تم پر افسوس ہے اگر اللہ تعالیٰ بغیر اللہ کی اطاعت کے (باقی صفحہ ۱۷۴ پر)

؎۱ ترجمہ تاریخ ابن خلدون صفحہ

چڑھائے۔ جسموں پر عبا و قبا پہنے جبینوں پر سجدہ ہائے ریائی کے نشان لئے اور دلوں کی گہرائیوں میں شر و فتن کے خباثت بھرے عوام کو گمراہ کر رہے تھے۔ چونکہ پروپیگنڈا عام تھا۔ اور داعی اپنے طور پر اسلامی رنگ میں باتیں پھیلاتے تھے اس لئے ان سے عمومیت کے ساتھ سب متاثر ہوتے تھے۔ [۱]

پھر قبایل عرب کے دلوں میں اس طرح کے خیالات پیدا کرکے کہ انہوں نے ہی اپنی جانیں دے کر ملک فتح کئے۔ اور اس کے حصول کے لئے اپنا خون بہایا لیکن ان تمام جاں فشانیوں سے اغیار (قریش و انصار) فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اور ان حق تلفیوں کی ذمہ داری حضرت عثمانؓ اور مروان پر ڈالی جاتی اور کہا جاتا کہ مروان خلیفہ ہی کا مقرر کیا ہوا ہے۔ ان کا رشتہ دار ہے۔ ممکن نہیں کہ مروان کی خود غرضانہ اور نا منصفانہ حرکتوں اور بے اعتدالیوں سے خلیفہ واقف نہ ہوں۔ اس قسم کی باتیں رفتہ رفتہ لوگوں کے دلوں میں اثر کرنے لگیں۔ خاص کر ان کے دلوں میں جن کو ابھارنے کے لئے کہی جاتی تھیں۔

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۱۷۳) رسول اللہ صلعم کی کسی قسم کی قرابت کے سبب سے کسی کو (اپنے عذاب سے) بچا تا تو وہ بالضرور اس کے سبب ان لوگوں کو فائدہ پہنچاتا جو باعتبار ماں اور باپ کے ہم سے زیادہ آنحضرت صلعم کے قرابت دار ہیں۔ (مثلاً حسنؓ اور حسینؓ) واللہ میں تو ضرور ڈرتا ہوں کہ ہم میں سے گنہگار کو دو چند عذاب دیا جائے گا۔ اور مجھے ضرور امید ہے کہ ہم میں سے نیکوکار کو دو چند اجر دیا جائے گا۔ تم لوگوں کی خرابی ہو (ہماری مدح میں مبالغہ کرنے سے) اللہ سے ڈرو اور ہم لوگوں کے بارے میں حق کہو۔ کیونکہ حق ہی تمہارے مقاصد (مدح سرائی) کو بہت زیادہ نفع پہنچانے والا ہے۔ اور حق سے ہم بھی تم سے راضی ہوں گے پھر فرمایا کہ اگر یہی دین الٰہی ہے جو تم لوگ کہتے ہو تو بیشک ہمارے بزرگوں نے ہمارے ساتھ برائی کی۔ (کہ یہ دین اور یہ نجات کا راستہ صرف تمہیں بتایا اور ہمیں نہ بتایا ان بزرگوں نے نہ تو ہمیں اس دین کی اطلاع دی اور نہ ہمیں اس پر عمل کرنے کی رغبت دلائی) اس کے جواب میں اس شخص نے کہا کہ کیا رسول علیہ السلام نے علیؓ کے لئے یہ نہیں فرمایا۔ من کنت مولاہ فعلیؓ مولا (جس سے میں محبت کرتا ہوں اس سے علیؓ بھی محبت کرتے ہیں) یا جس دین کے میں تابع ہوں اس کے علیؓ بھی تابع ہیں) تو انہوں نے کہا۔ واللہ رسول اللہ صلعم اس سے خلافت و سلطنت مراد لیتے تو وہ ان لوگوں سے اس کو اس طرح صاف صاف بیان فرما دیتے جس طرح آنحضرت صلعم نے نماز اور روزہ رمضان و حج بیت اللہ کو صاف صاف بیان فرمایا۔ آپ ضرور ضرور ان لوگوں سے فرماتے کہ اے لوگو میرے بعد علیؓ تمہارے ولی (حاکم و خلیفہ) ہیں۔ کیونکہ سب لوگوں سے زیادہ امت کے خیر خواہ رسول اللہؐ تھے۔ اگر معاملہ اس طرح ہوتا جس طرح تم لوگ کہتے ہو کہ (اس حدیث میں رسول اللہ صلعم نے اپنے بعد علیؓ کو خلیفہ بنایا اور) اللہ اور اس کے رسول صلعم نے اس خلافت اور نبی علیہ السلام کے بعد آپ کی قائم مقامی کے لئے علیؓ کو منتخب کیا۔ تو اس معاملہ میں علیؓ سب لوگوں سے زیادہ خطاوار اور سب سے زیادہ مجرم تھے۔ کیونکہ جس امر کا انہیں رسول اللہ صلعم نے حکم دیا انہوں نے اسے ترک کر دیا۔ (کیونکہ آپ کے بعد انہوں نے یقیناً پچیس سال تک خلافت نہیں حاصل کی) یا (اگر انہیں آپ کے ارشاد کے مطابق آپ کی قائم مقامی کا موقع نہ مل سکا تھا۔ تو کم سے کم یہ ہی کرتے کہ) اس کے بارے میں لوگوں سے معذرت کر دیتے۔ (کہ میں ان وجوہ سے امتثال امر پر قادر نہ ہو سکا)

فضیل بن مرزوق سے یہ بھی مروی ہے کہ میں نے عمر بن علیؓ و حسین بن علیؓ جو جعفر کے چچا تھے سے دریافت کیا کہ آپ کے اہل بیت میں کوئی شخص ایسا ہے جس کی اطاعت فرض کی گئی ہو جس کے لئے آپ لوگ یہ پہچانتے ہوں۔ (یعنی آپ سے وہ شخص (باقی صفحہ ۱۷۵ پر)

---

[۱] سیر معاویہؓ مولفہ مولوی شریف احمد صاحب مرآد۔ نزہیرکا۔ سہرورد دی ۱/۱ رہردی صفحہ ۶۰۔

عبداللہ بن سبا نے جب دیکھا کہ اُس کا جادو اثر کر رہا ہے تو اُس کی ہمت اور بڑھی پھر وہ حضرت عثمانؓ اور اُن کی حکومت کی بُرائیاں علانیہ کرنے لگا۔ ؎۱

ابن سبا بصرہ میں

عبداللہ بن سبا تمام منصوبے اور اپنی تحریک کی تمام تجویزوں کو مدینہ منورہ سے سوچ سمجھ کر بصرہ میں آیا۔ بصرہ میں حکیم بن جبلہ عبدی کے مکان پر آکر اُترا۔ (یہ شخص ڈاکے مارا کرتا تھا۔ اسلامی لشکر کے ساتھ شریک ہو جاتا تھا۔ اور موقع پاکر ذمیوں کو لوٹ لیتا تھا) فتنہ ابن سبا اور اہلِ بیت کی تشیع اور امیر المومنین عثمانؓ کے طعن و تشنیع کی تعلیم شروع کر دی۔ جب حکیم بن جبلہ کو اس کی اطلاع ہوئی۔ تو اس نے ابن سبا کو اپنے مکان سے نکال دیا۔ ؎۲

عبداللہ بن عامر گورنر کوفہ کو جب ابن سبا کی شرارتیں معلوم ہوئیں تو اُس کو اپنے پاس بلوا کر اُس سے گفتگو کی اور پوچھا کہ تم کون ہو اُس نے کہا اہلِ کتاب سے ہوں دینِ اسلام کا ذوق رکھتا ہوں۔ اُنہوں نے کہا جو باتیں میں نے تمہاری سنی ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ تم مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے یہاں آئے ہو۔ میں تمہارا رہنا یہاں پسند نہیں کرتا۔

کوفہ میں آمد

یہ سن کر عبداللہ بن سبا نے بصرہ میں اپنا رہنا مناسب نہ سمجھا۔ اپنے خاص خاص رازداروں کو وہاں چھوڑ کر اور اپنی بنائی ہوئی جماعت کو تمام تجاویز و ہدایتیں دے کر دوسرے فوجی مرکز کوفہ میں آگیا۔ یہاں پہلے سے ہی ایک جماعت حضرت عثمانؓ اور اُن کے عامل کی دشمن موجود تھی۔ اِس لئے ابن سبا کو کوفہ میں بصرے سے زیادہ موقع اپنی شرارت پھیلانے کا اور اُس کو کامیاب بنانے کا ملا۔ عام طور پر لوگ اُسے تعظیم و تکریم سے دیکھنے لگے۔ جب اُس کے خیالات کا چرچا ہوا تو وہاں کے گورنر سعید بن العاصؓ نے اُس کو ڈانٹا۔ اور شرفاء نے بھی اُس کو مشتبہ آدمی سمجھا۔ چنانچہ ابن سبا کوفہ سے نکل کر شام کی طرف روانہ ہوا۔ مگر بصرہ کی طرح کوفہ میں بھی اپنی

(بسلسلہ صفحہ ۱۷۴) معلوم ہے جس کی اطاعت فرض کی گئی ہو) اور جس شخص نے اس (مفترض الطاعۃ) کے لئے یہ وصف نہیں پہچانا اور مر گیا تو وہ جاہلیت (کفر) کی موت مرا۔ ان دونوں (عمر بن علیؓ و حسین بن علیؓ) نے کہا کہ نہیں، واللہ (مفترض الطاعۃ) ہم میں نہیں ہے۔ جس شخص نے ہم لوگوں کے بارے میں یہ کہا تو وہ کذاب (بڑا جھوٹا) ہے۔

فضیل بن مرزوق نے کہا کہ پھر میں نے عمر بن علیؓ سے کہا کہ اللہ آپ پر رحمت کرے۔ کیا آپ لوگوں کے گمان میں یہ مرتبہ علیؓ کے لئے تھا کہ نبی صلعم نے انہیں وصیت کی تھی۔ پھر حسنؓ کے لئے تھا کہ انہیں علیؓ نے وصیت کی تھی۔ پھر یہ (مرتبہ) حسینؓ کے لئے تھا کہ انہیں حسنؓ نے وصیت کی تھی۔ پھر علی بن حسینؓ (زین العابدینؒ) کے لئے تھا کہ انہیں حسینؓ نے وصیت کی تھی۔ پھر محمد بن علیؓ کے لئے تھا کہ انہیں علیؓ (زین العابدینؒ) نے وصیت کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ واللہ میرے والد کا انتقال ہو گیا مگر انہوں نے دو حرف کی بھی وصیت نہیں کی۔ خدا ان (بہتان باندھنے والوں) کو غارت کرے۔ واللہ یہ صرف ہم لوگوں کے ذریعے پیٹ بھرنے والے لوگ ہیں۔ راوی نے کہا کہ یہ خنیس خبیث ہے۔ (جس نے آپ لوگوں پر یہ بہتان باندھے) انہوں نے کہا کہ خنیس خبیث کون۔ راوی نے کہا کہ (معلی بن خنیس) انہوں نے کہا ہاں معلی بن خنیس واللہ میں اپنے بستر پر بڑی دیر تک سوچتا رہا جس وقت اُن لوگوں کو معلی بن خنیس نے گمراہ کر دیا۔ میں اُس قوم سے تعجب کرتا تھا۔ جن کی عقلوں کو اللہ نے تاریک کر دیا۔ (ترجمہ طبقات کبیر جزو ۵ صفحہ ۳۷۶ تا ۳۷۷)

؎۱ فتنۂ ابن سبا صفحہ ۳۵ تا ۳۷ ؎۲ ترجمہ ابن خلدون صفحہ ۲۲۷۔

ایک جماعت چھوڑ آیا جس میں مالک اشتر وغیرہ کی اور اُس کے اُن احباب کی جو حمص میں اُس کے ساتھ گئے تھے۔ اور اُن کے احباب واقارب کی جماعت شامل تھی۔ جب وہ شام اور دمشق پہنچا تو یہاں اُس کی دال نہ گلی اور جلد ہی اُس کو شہر بدر ہونا پڑا۔

ابن سبا کا مصر میں ورود اور جعلی خطوط

شام سے خارج ہو کر وہ سیدھا مصر پہنچا۔ جہاں کے گورنر عبداللہ بن سعدؓ تھے۔ مصر میں اپنے سابقہ تجربہ سے فائدہ اُٹھا کر زیادہ احتیاط اور زیادہ گہرے پن سے اُس نے اپنا کام شروع کیا۔ یہاں اُس نے اپنی سوسائٹی کا نظام مرتب کیا۔ اور محبت اہل بیت اور حمایت حضرت علیؓ کے اظہار کو خاص الخاص ذریعہ کامیابی بنایا۔ مصر کے گورنر عبداللہ بن سعدؓ کی نسبت مصریوں اور وہاں کے مقیم عربوں کو شکایتیں تھیں۔ اور خود ابن سعدؓ کو افریقہ۔ بربر اور قسطنطنیہ کے معاملات کی وجہ سے داخلی باتوں کی طرف زیادہ فرصت نہ تھی۔ یہاں سے عبداللہ بن سبا نے اپنے بصرے اور کوفہ کے دوستوں سے خط وکتابت جاری رکھی اور مقررہ ومجوزہ نظام کے موافق مصر۔ کوفہ اور بصرہ سے وہاں کے عاملوں کی شکایتوں میں مدینہ والوں کے پاس پیہم خطوط جانے شروع ہوئے ساتھ ہی بصرہ والوں کے پاس کوفہ اور مصر والوں کی خطوط پہنچے کہ یہاں کے گورنروں نے بڑے ظلم پر کمر باندھ رکھی ہے۔ اور رعایا پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے۔ اسی طرح بصرے اور کوفہ سے مصر والوں کے پاس اور بصرہ ومصر و دمشق سے کوفہ والوں کے پاس خطوط پہنچنے لگے۔ کیونکہ کسی جگہ بھی عاملوں اور گورنروں کے ہاتھوں سے رعایا پر ظلم نہ ہوتا تھا۔ لہٰذا ہر جگہ کے آدمیوں نے سمجھا کہ ہمارے سوا دوسرے صوبوں کے گورنر ظلم وتشدد روا رکھ رہے ہیں اور حضرت عثمانؓ ظالمانہ طور پر اپنے عاملوں یا گورنروں کو اُن کے عہدوں پر بحال رکھنے اور معزول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ [1]

حضرت سعید بن العاصؓ کی مخالفت

جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے چونکہ ہر صوبے اور ہر علاقے سے مدینہ منورہ میں برابر خطوط پہنچ رہے تھے۔ لہٰذا حضرت عثمانؓ نے اکابر صحابہؓ کے کہنے سے تمام صوبوں کے حالات کی واقفیت کے لئے ایک ایک صحابیؓ کو بھیجا جنہوں نے چند روز کے بعد آکر بیان کیا کہ عاملوں اور والیوں میں کوئی برائی نہیں ہے۔ نہ کہیں بدامنی ہے۔ اہل مدینہ مطمئن ہو گئے۔

لیکن چند روز کے بعد پھر وہی کیفیت پیدا ہو گئی۔ سعید بن العاصؓ نے ہر طرف شورش اور زبانوں پر علانیہ شکایات کو دیکھ کر قعقاع بن عمروؓ کو کوفہ میں اپنا قائم مقام بنایا۔ اور حضرت عثمانؓ کو تمام حالات زبانی سنانے کے ارادہ سے مدینہ کا عزم کیا۔ اُن کے روانہ ہونے کے بعد کوفہ کے لوگوں نے مالک اشتر وغیرہ کو جو حمص میں مقیم تھے لکھا کہ آج کل کوفہ خالی ہے جس طرح ممکن ہو اپنے آپ کو کوفہ پہنچا دیں۔ اُس وقت کوفہ کی حالت اس نزاکت پر پہنچ گئی کہ لوگ علانیہ حضرت عثمانؓ اور اُن کے عاملوں کو برا بھلا کہنے لگے۔ اس ہنگامہ نے یہاں تک ترقی کی کہ یزید بن قیس ایک جمعیت کو ہمراہ لے کر اس ارادہ سے نکلا کہ مدینہ پہنچ کر حضرت عثمانؓ کو معزول کر دے۔ اس کے ہمراہ ایک گروہ ان لوگوں کا تھا جو ابن سبا کے مقلد تھے اور در پردہ اس سے خط وکتابت کرتے تھے۔ لیکن قعقاعؓ نے سد راہ ہو کر ایک جماعت ہمراہ لے جا کر قیس کو گرفتار کر لیا۔ پھر یزید کے اس کہنے پر کہ مجھے سعید بن العاصؓ سے

---

[1] تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۱۸۱ تا ۲۰۱ ۔ [2] خفتہ ابن سبا صفحہ ۷۴ و ۷۵۔

چند شکایات ہیں میرا مقصد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ سعیدؓ معزول کر دیئے جائیں۔ اور بہت کچھ منت سماجت کرنے پر اُسے چھوڑ دیا۔
لیکن اس کے بعد ہی مالک اشتر اپنی جمعیت کے ساتھ حمص سے کوفہ میں پہنچ گیا۔ ان لوگوں کے کوفہ میں پہنچنے پر شورش پسندوں میں ایک تازہ قوت اور جوش پیدا ہوا۔ مالک اشتر نے علانیہ لوگوں کو یزید بن قیس کی جماعت میں شامل ہونے کی ترغیب دی یہ اشتر کوفہ کے قریب پہنچ کر اپنے ہمراہیوں سے آگے بڑھ کر ان کے آنے سے پہلے کوفہ میں داخل ہوا اور جمعہ کے دن مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو کر حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت سعید بن العاصؓ سے متعلق غلط باتیں منسوب کرنے لگا لوگوں نے اس کے کہنے پر اشتر کی اہانت کی۔ اہل الرائے اور سمجھ دار لوگوں نے اس کو تقریر کرنے سے روک دیا۔ لیکن لاحاصل تھا۔ یزید نے باہر نکل کر پکار کر کہہ دیا جس کا جی چاہے سعیدؓ کے روکنے کو مجھ سے آکر مل جائے۔ اس کے سنتے ہی عوام الناس کا ایک گروہ یزید کے ساتھ ہو گیا۔ رؤسا اور سمجھ دار لوگوں نے ہر چند سمجھایا لیکن ان کی بات اس گروہ میں سے کسی نے نہ سنی۔ ؎۱

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ گورنر کوفہ

یزید بن قیس معہ اپنے ہمراہیوں کے قادسیہ کے مقام جرعہ میں سعید بن العاصؓ کو روکنے کے لئے آ ٹھہرا۔ تاآنکہ سعیدؓ آ پہنچے۔ یزید کے ہمراہیوں نے اُن سے کہا کہ تم واپس لوٹ جاؤ۔ ہمیں تمہاری حاجت نہیں ہے۔ اور ابوموسیٰ اشعریؓ کو بھیج دو۔ سعیدؓ نے واپس مدینہ منورہ آکر حضرت عثمانؓ سے واقعات بیان کئے تو آپ نے حضرت ابوموسیٰؓ کو کوفہ کی امارت پر مامور فرما دیا۔ جنہوں نے کوفہ پہنچ کر جمعہ کے روز سب کو جمع کر کے خطبہ دیا۔ اور امیر المومنین حضرت عثمانؓ کی اطاعت کی تاکید کی۔ لوگوں نے قبول کیا۔ بقول بعض اہل کوفہ نے مجتمع ہو کر یہ رائے قائم کی کہ کسی شخص کو امیر المومنینؓ کے پاس بھیج کر اُن کے اعمال کی زیادتیوں پر اُن کو نصیحت کرنا چاہیئے۔ چنانچہ انہوں نے اس کام کے لئے عامر بن عبداللہ تمیمی عنبری کو مدینہ روانہ کیا۔ ؎۲

حضرت عثمانؓ کے دو فرمان

اطراف و جوانب کے شور و شر اور اپنے عمال پر طعن و تشنیع بڑھتے جانے پر حضرت عثمانؓ نے دو گشتی فرمان تمام ممالک محروسہ میں روانہ کئے۔ اُن میں ایک عام رعایا کے نام اس مضمون کا تھا کہ مجھے اطلاع پہنچی ہے کہ میرے عمال سے عام رعایا کو نقصان پہنچا ہے۔ اس وجہ سے میں نے اُن کو حکم دیا ہے کہ میرے کل عمال موسم حج میں آئیں۔ پس جس شخص کو میرے عمال سے کچھ نقصان پہنچا ہو یا کسی کا کچھ نقصان ہوا ہو کسی کا کچھ حق کسی عامل پر ہو اُس کو چاہیئے کہ موسم حج میں آکر اپنے حق کو مجھ سے یا میرے عمال سے لے اور اُس کی تصدیق کرائے اور ثبوت دے۔ اس خط کے پڑھنے سے لوگ رو پڑے اور امیر المومنینؓ کے حق میں دعائے خیر کرنے لگے۔

دوسرا فرمان بغرض طلبی عمال کے نام تھا۔ چنانچہ موسم حج میں عبداللہ بن عامرؓ۔ عبداللہ بن ابی سرحؓ۔ معاویہؓ بن ابی سفیانؓ۔ سعید بن العاصؓ و عمرو بن العاصؓ آئے۔ امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ افسوس ہے کہ تم لوگوں کی شکایتیں اور تمہاری ایذا رسانی کی خبریں مجھ تک پہنچی ہیں۔ واللہ مجھے خود اس امر کا خیال ہے کہ کہیں وہ لوگ سچے نہ نکل جائیں۔ ان عمال نے عرض کیا۔ آپ نے لوگوں کو اس امر کے دریافت کرنے کو نہیں بھیجا تھا۔ کیا ان لوگوں نے یعنی آپ کے قاصدوں نے آپ کو نہیں بتایا کہ ہم لوگوں کی انہوں نے کوئی برائی نہیں دیکھی۔ ہم لوگوں کو اس شکایت کی اطلاع تک نہیں ہے اور نہ اس کی کچھ اصلیت ہے۔

امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ میں نہیں چاہتا کہ کسی کا مجھ پر کوئی الزام باقی رہ جائے۔ اللہ اس کو خوب جانتا

؎۱ تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۴۲۱ ؎۲ ابن خلدون کتاب جلد چہارم صفحہ ۲۲۸ تا ۲۳۱ - ؎۳ ایضاً ۲۳۰ و ۲۳۱

ہے کہ میں نے سوائے خیر کے لوگوں کے ساتھ کچھ نہیں کیا۔ (اس موقع حج پر) کسی نے ذرہ بھر بھی کسی کی (کسی عامل کی) شکایت پیش نہیں کی۔ (حالانکہ اعلان کر دیا گیا تھا کہ جس کو جو شکایت کسی عامل سے ہو آکر بیان کرے) ؎

جلسہ میں اعتراضات کا ازالہ۔

حج سے فارغ ہونے کے بعد حضرت عثمان رض معہ اپنے عمال کے مدینہ تشریف لائے۔ اور حضرت زبیر رض و حضرت علی رض اور حضرت طلحہ رض کو بلایا۔ اس جلسہ میں جو اعتراض لوگوں نے کئے حضرت عثمان رض نے اُن کے کافی و شافی جواب دئے۔ اس کے بعد مجلس برخواست ہوگئی۔ اور سب بخوشی خاطر اور رضامندی خاموشی سے منتشر ہوگئے۔ ؎

شام جانے سے حضرت عثمان رض کا انکار

ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد حضرت معاویہ رض نے عرض کیا۔ امیرالمومنین اس سے پہلے کہ آپ پر حملہ ہو جس کا آپ تحمل نہ کر سکیں گے۔ مناسب ہوگا کہ آپ میرے ساتھ شام چلیں۔ کل اہل شام میرے مطیع ہیں۔ امیرالمومنین رض نے جواب دیا۔ میں کسی معاوضہ میں رسول اللہ صلعم کی قربت نہیں چھوڑ سکتا۔

پھر حضرت معاویہ رض نے عرض کیا۔ اچھا۔ میں ایک لشکر جرار آپ کی محافظت کے لئے بھیجے دیتا ہوں۔ جو آپ کے پاس ٹھہرا رہے۔ امیرالمومنین حضرت عثمان رض نے جواب دیا کہ میں آنحضرت صلعم کے پڑوسیوں کو تنگ نہیں کروں گا۔ یہ سن کر حضرت معاویہ رض نے کہا واللہ آپ دھوکا کھائیں گے۔ امیرالمومنین حضرت عثمان رض **حسبی اللّٰہ و نعم الوکیل** (یعنی خدا مجھ کو کافی اور اچھا کارساز ہے) کہہ کر خاموش ہوگئے۔ ؎

حضرت معاویہ رض کی روانگی اور صحابۂ کرام رض سے درخواست

جب حضرت معاویہ رض رخصت ہو کر چلے یعنی سفر شام پر آمادہ ہو کر روانہ ہوئے تو جماعت مہاجرین رض پر ہو کر گذرے۔ حضرات زبیر رض و علی رض و طلحہ رض اس مجمع میں موجود تھے۔ معاویہ رض نے اُن کے پاس ٹھہر کر کہا :-

"حکومت ایک ایسی چیز ہے جس پر قدیم زمانے سے لوگ لڑتے مرتے چلے آئے ہیں۔ جب خداوند تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کو مبعوث فرمایا۔ دین اسلام کا روشن آفتاب چمکا اور اپنی شعاعوں سے ظلمت کدۂ کفرستان کو نورانی کر دیا تو لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ اُس وقت قدامت اور سابقیت اسلام کا لحاظ کیا گیا۔ شرافت وعلم و اجتہاد کا پاس رکھا گیا۔ اور اب تک یہ ہی طریقہ جاری ہے۔ اگر لوگ طریق جاری و مسنون پر قائم رہیں اور اُس پر عمل کریں تو بہو المراد یہ دولت خلافت انہیں بزرگوں میں رہے گی۔ اور باقی لوگ اُن کے تابع و زیر فرمان رہیں گے۔ اور اگر بزور خلافت دربے دہ طالب دنیا ہوئے تو یقین ہے کہ یہ نعمت اُن سے سلب کر لی جائے گی۔ اور حکومت و ریاست خداوند تعالیٰ دوسروں کو دے دیگا۔ خداوند تعالیٰ حقیقی تبدیلی و تغیر پر ہر طرح قادر و توانا ہے۔ اُس کو کچھ مشکل نہیں۔ میں آپ لوگوں میں ایک بوڑھے بڑے (حضرت عثمان رض) کو چھوڑے جاتا ہوں۔ آپ اُن کے ساتھ خیر خواہی کریں۔ اور ہر طرح اُن کے شریک حال رہیں۔ آپ کو اس کام کے عوض سعادت نصیب ہوگی۔ یہ درخواست کر کے معاویہ رض شام کو سدھارے۔ اُن کی روانگی کے بعد حضرت علی رض نے فرمایا۔ میں اُن میں خیر و نیکی دیکھتا ہوں۔ حضرت زبیر رض نے ارشاد فرمایا۔ واللہ اس وقت کے سوا تو کبھی ہمارے اور آپ کے دل میں اُن کی عظمت و عزت نہ تھی۔ ؎

؎ ابن خلدون صفحہ ۲۳۷ تا ۲۴۰ ؎ شمس التواریخ جلد چہارم ۳۲۵ و ۳۳۵ و ابن اثیر۔

مخالفین کا ارادہ

منحرف اور مخالفین امیرالمومنین حضرت عثمانؓ نے باہم عہد و پیمان کیا تھا کہ جس وقت اُمراء وعمال حضرت عثمانؓ سے رخصت ہوکر روانہ ہوں تو اُن کی غیبت میں امیرالمومنین حضرت عثمانؓ پر حملہ کریں گے۔ لیکن اتفاق سے جب وہ امراء و عمال کی روانگی کے وقت حملہ نہ کرسکے تو انہوں نے بذریعہ خط وکتابت یہ طے کرلیا کہ ایک مقررہ دن پر مدینہ منورہ میں جمع ہو جانا چاہیئے۔ چنانچہ بلوائیان مصر نے جس میں عبدالرحمٰن۔ کنانہ بن بشر تجیبی۔ سودان بن حمران سکونی۔ میسرہ یا قتیرہ بن فلاں سکونی یہ سرگروہ غافقی بن حرب عکی تھے۔ انہوں نے ایک ہزار کی تعداد سے مدینہ پر خروج کیا۔ اسی تعداد میں بلوائیان کوفہ۔ زید بن صقوان عبدی۔ اشتر نخعی۔ زیاد بن النضر حارثی۔ عبداللہ بن الاصم عامری کے ہمراہ اور اسی قدر آدمیوں کے ساتھ بلوائیان بصرہ۔ حکیم بن جبلہ عبدی۔ ذریح بن عباد۔ بشیر بن شریح قیسی اور ابن المحرش یہ سرگروہی حرقوص بن زہیر سعدی۔ باظہار ارادہ حج شوال میں مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے۔

منافقین کی چال بازیاں

جب تین منزل مدینہ منورہ باقی رہ گیا تو چند لوگ اہل بصرہ سے آگے بڑھ کر ذوخشب میں آ ٹھہرے۔ اُن لوگوں کی طبیعتیں حضرت طلحہؓ کی طرف مائل تھیں۔ اور کچھ لوگ بلوائیان کوفہ کے اپنے گروہ سے نکل کر اعوص میں آکر مقیم ہوئے۔ ان لوگوں کا رجحان حضرت زبیرؓ کی جانب تھا۔ اسی گروہ کے ساتھ کچھ لوگ اہل مصر کے بھی تھے۔ اور عام بلوائی ذوالمروہ میں ٹھہرے رہے۔ مصریوں کی طبیعت حضرت علی ابن ابی طالبؓ کی جانب تھی۔

زیاد بن النضر و عبداللہ بن الاصم نے بلوائیوں سے مخاطب ہوکر کہا۔ تم لوگ عجلت نہ کرو۔ جب تک ہم پہلے مدینہ میں داخل ہوکر اہل مدینہ کی حالت معلوم نہ کرآئیں۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ مدینہ والوں نے بھی جنگی تیاریاں کی ہیں بخدائے لایزال اگر یہ خبر صحیح ہے تو ہم کچھ نہ کرسکیں گے۔ تمام بلوائی یہ سن کر خاموش ہوگئے اور یہ دونوں مدینہ میں داخل ہوئے۔ اور حضرات زبیرؓ و طلحہؓ و علیؓ اور امہات المومنینؓ سے ملے۔ اور اُن سے یہ ظاہر کیا کہ ہم لوگ بہ ارادۂ حج آئے ہیں۔ اور بعض عمال کی شکایت لائے ہیں۔ اُن بزرگوں نے زیاد و عبداللہ کو اس ارادہ سے روکا (ملامت کی اور واپس جانے کا حکم دیا) ۔[1]

جعلی خطوط کے ذریعہ پروپیگنڈا

اس جگہ یہ بات خصوصیت سے قابل تذکرہ ہے کہ عبداللہ بن سبا کے آدمی جو مدینہ منورہ میں موجود تھے۔ اُنہوں نے حضرت زبیرؓ حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ نیز اُمہات المومنینؓ کے نام سے بہت سے خطوط لکھ لکھ کر کوفہ و بصرہ و مصر کے اُن لوگوں کے نام روانہ کئے تھے۔ جو ان بزرگوں سے عقیدت رکھتے اور عبداللہ بن سبا کے دام تزویر میں پورے اور یقینی طور پر نہیں پھنسے تھے۔ ان خطوط میں لکھا ہوتا تھا کہ حضرت عثمانؓ اب اس قابل نہیں رہے کہ اُن کو تخت خلافت پر متمکن رہنے دیا جائے۔ مناسب یہی ہے اور اُمت مسلمہ کی فلاح اسی میں مضمر ہے کہ اِس آنے والے ذی الحجہ میں اس ضروری کام کو سرانجام دے دیا جائے۔ یہی وجہ تھی جو یہ تینوں قافلے مدینہ منورہ میں ہر قسم کا فساد مچانے اور کشت و خون کے لئے آئے تھے۔ ورنہ تین ہزار آدمیوں کا کیا حوصلہ تھا کہ وہ اُس مدینۃ النبیؐ پر تصرف کرنے اور زبردستی اپنے ارادے کو پورا کرانے کے عزم سے آتے۔

---

[1] ابن خلدون صفحہ ۲۴۱ و ۲۴۲۔

جس مدینہ پر جنگِ احزاب کے کثیر التعداد کفار دخل نہ پا سکے تھے۔ ان بلوائیوں کو ان جعلی خطوط کی وجہ سے یہ دلیری تھی کہ مدینے کے سب اکابر ہماری حمایت پر آمادہ ہیں اور ہم جو کچھ کریں گے۔ گویا ہم انہیں کے منشاء کو پورا کریں گے۔ مدینہ میں جب ہر ایک بزرگ نے اُن کی آمد کو نامناسب قرار دیا۔ اور انہوں نے مدینہ میں کسی قسم کی مستعدی و جنگی تیاری نہ دیکھی تو ان بزرگوں کی مخالفت رائے کو مصلحت اندیشی پر محمول کیا۔[1]

حضرت زبیرؓ علیؓ۔ اور طلحہؓ کا خلافت سے انکار۔

زیاد بن النضر اور عبداللہ بن الاصم یہ دونوں آدمی لوٹ کر اپنے گروہ میں آئے اور سرداران بلوائیان کوفہ و بصرہ و مصر کو مجتمع کر کے یہ مشورہ کیا کہ ہر فریق جدا جدا اپنے اپنے معتقد علیہ اصحاب کے پاس جا کر وحیلہ سے جس طرح ممکن ہو اُن کو اپنا ہم صفیر بنائے۔ چنانچہ چند مصری حضرت علیؓ بن ابی طالب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ اس وقت لشکر میں مقام احجار الزیت پر مقیم تھے۔ اور اپنے لڑکے حسنؓ کو اُن لوگوں کو منتشر کرنے کو امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے پاس بھیج دیا تھا۔ جو اُن کے پاس بقصد بلوہ مجتمع ہوئے تھے۔

مصریوں نے حضرت علیؓ سے کہا کہ ہم (حضرت) عثمانؓ کی امارت سے بیزار ہیں۔ آپ ہم سے بیعت لے لیجئے۔ ابھی ہم لوگ واپس چلے جاتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے غصہ سے فرمایا۔ بے شک لشکر ذو مروہ۔ ذو خشب اور اعوص آنحضرت صلعم کے ارشاد کے مطابق ملعون ہیں۔ اور اس حدیث کو صالحین جانتے ہیں۔ تم لوگ میرے پاس سے دور ہو جاؤ۔ آئندہ سے اس قسم کی گفتگو میرے سامنے نہ کرنا۔

بصریوں اور کوفیوں کی جماعتیں جو حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے پاس گئی ہوئی تھیں اُن لوگوں نے بھی حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ سے ایسا ہی کہا۔ انہوں نے بھی ان کو جھڑک دیا۔ اور خلافت کے حصول سے انکار کر دیا۔

جب اس کینہ وری اور حیلہ سازی میں بھی اُن کو کامیابی نہ ہوئی تو ان مقامات سے منتشر ہو کر اپنے اپنے لشکر دل میں چلے آئے۔[2]

حضرت زبیرؓ علیؓ اور طلحہؓ کی باغیوں کو فہمائش اور اُنکی مدینہ سے واپسی۔

حضرت زبیرؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت علیؓ ہر سہ بزرگوں سے بیعت لینے کی کوشش کی گئی۔ اور ہر ایک نے سختی سے انکار کر دیا۔ وہ کسی طرح راضی نہ ہوئے۔ تو مصر والوں نے حضرت علیؓ سے کہا کہ ہمارے یہاں کا عامل عبداللہ بن سعد بن ابی سرح چونکہ ظالم ہے ہم اُس کے معزول کرائے بغیر مدینہ سے ہرگز نہ جائیں گے۔

حضرت علیؓ اور دوسرے اصحاب کرامؓ نے مناسب وقت سمجھ کر حضرت عثمانؓ کو مشورہ دیا کہ ان بلوائیوں کو مدینہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی یہاں سے ٹال دینا اور اُن کی ضد کو پورا کر دینا درست معلوم ہوتا ہے۔ عبداللہ بن سعیدؓ کو مصر کی امارت سے معزول کر دو۔ حضرت عثمانؓ نے دریافت کیا کہ پھر کس کو مصر کا عامل تجویز کیا جائے۔ پھر دیگر صحابہؓ کے مشورہ سے محمد بن حضرت ابوبکر صدیقؓ کو مصر کی امارت کا

---

[1] تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۳۴۱ [2] تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۲۴۲۔

فرمان لکھ کر دے دیا۔ محمد بن ابی بکر رض پہلے ہی سے حضرت علی رض کے حامی اور عبد اللہ بن سبا کے فریب میں آئے ہوئے تھے۔ اُن کے تقرر کے بعد حضرت علی رض نے بلوائیوں کے سرداروں کو رخصت کیا اور کہا کہ جاؤ اب تمہاری مراد پوری ہوگئی۔ حضرت زبیر رض اور حضرت طلحہ رض نے بھی بہت کچھ سمجھا بجھا کر لوگوں کو رخصت کر دیا۔ لہ

بلوائیوں کی مدینہ کو واپسی تیسرے یا چوتھے روز کیا دیکھتے ہیں کہ باغیوں کی ساری کی ساری جماعت تکبیر کے نعرے بلند کرتی ہوئی مدینہ میں داخل ہوئی اور حضرت عثمان رض کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ لہ

محاصرہ کی صبح کو حضرت علی رض نے بلوائیوں سے فرمایا کہ تم کو کس چیز نے چلے جانے کے بعد واپس بلا لیا۔ بلوائیوں نے کہا۔ ہم نے ایک خط ایک قاصد کے ہاتھ سے پایا ہے جس میں ہمارے قتل کا حکم تھا۔ اسی طرح بصریوں نے حضرت طلحہ رض سے اور کوفیوں نے حضرت زبیر رض سے کہا۔ اور ان بلوائیوں میں سے ہر ایک یہ کہہ رہا تھا کہ ہم اپنے بھائیوں کی مدد کے لئے آئے ہیں۔ حضرت علی رض نے اُن کو مخاطب کر کے کہا کہ تم کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ اہل مصر کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ کیونکہ تم اُن سے منزلوں کی مسافت پر تھے۔ تم ایک ہی وقت معین پر کیسے واپس ہوئے۔ بخدا یہ امر روز روشن سے زیادہ ظاہر ہے کہ تمہاری طبیعتیں صاف نہیں۔ بلوائیوں نے جواب دیا تم جو چاہو خیال کرو۔ ہم کو اس خلیفہ کو معزول یا قتل کرنا ضروری ہے۔ سہ

ملہ حضرت ابوبکر صدیق رض کی وفات کے وقت آپ کے صاحبزادے محمد خورد سال تھے۔ ان کی والدہ سے حضرت علی رض نے عقد کر لیا تھا۔ خورد سالی کی وجہ سے محمد بن حضرت صدیق اکبر رض اپنی والدہ کے ہمراہ آئے اور انہوں نے حضرت علی رض کے گھر میں پرورش پائی۔ اس لئے انہیں حضرت علی رض کے ساتھ خاص تعلق تھا۔ یہ محمد بن ابوبکر صدیق رض حضرت عثمان رض کے مخالف ہوگئے تھے اور مصر سے باغیوں کے ساتھ مدینہ منورہ آئے تھے۔ فتنۂ ابن سبا کے صفحہ ۷۷ و ۸۷ پر لکھا ہے کہ باغیانِ مصر کے ساتھ محمد بن حضرت ابوبکر رض بھی مدینہ آئے تھے۔

ابن خلدون لکھتے ہیں کہ بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ زمانہ محاصرہ امیر المومنین حضرت عثمان رض میں محمد بن حضرت ابوبکر رض اور محمد بن حذیفہ مصر میں لوگوں کو حضرت عثمان رض کے برخلاف اُبھار رہے تھے پس جب ماہ رجب میں بلوائیانِ مصر بظاہر حج کرنے کو اور درحقیقت بہ ارادۂ قتل حضرت عثمان رض یا خلع خلافت کے واسطے نکلے اور اُن پر عبد الرحمٰن بن عدیس بلوائی حاکم تھا انہیں لوگوں میں محمد بن حضرت ابوبکر رض بھی تھے۔ اُن کی روانگی کے بعد ہی عبد اللہ بن سعد رض (بن ابی سرح) نے ایک قاصد دربار خلافت کے طرف اس خبر سے آگاہ کرنے کو روانہ کیا۔ اور محمد بن حذیفہ مصر میں ٹھہرے رہے۔

پس جب عبد اللہ بن سعد بہ قصد مدینہ رملہ پہنچے تو یہ خبر اُن کے گوش زد ہوئی کہ مصریوں نے امیر المومنین حضرت عثمان رض کا محاصرہ کر لیا ہے اور محمد بن ابی حذیفہ مصر پر مسلط ہوگیا ہے۔ اس خبر کے سنتے ہی ابن ابی سرح مصر کی طرف لوٹے اور فلسطین میں پہنچکر مقام کیا۔ اتنے میں امیر المومنین حضرت عثمان رض شہید ہوگئے۔ (ترجمہ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم ۲۲۵ و ۲۲۶)۔

محمد بن حضرت ابوبکر صدیق رض کے حالات ہم نے اپنے اس سلسلہ کی تیسری جلد۔ سیرت امیر المومنین سیدنا حضرت عبد اللہ بن زبیر رض میں تفصیل سے لکھے ہیں۔ وہ ابھی غیر مطبوعہ ہے۔

لہ تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۳۴۲ سہ ترجمہ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۲۴۳۔

آپ اس کام میں ہماری امداد کریں۔ حضرت علیؓ نے برہم ہو کر فرمایا۔ میں تمہاری مدد کیسے کر سکتا ہوں۔ یہ سن کر ان لوگوں نے کہا۔ پھر آپ نے ہم کو کیوں لکھا تھا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں نے کبھی تم کو کچھ بھی نہیں لکھا۔ یہ سن کر وہ آپس میں حیرت کے ساتھ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

حضرت علیؓ اس کے بعد مدینہ سے مقام حجار الزیت میں تشریف لے گئے۔ اور بلوائیوں نے حضرت عثمانؓ کو تنگ کرنا شروع کیا۔ اس وقت تک بلوائیانِ مصر و کوفہ و بصرہ امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ لیکن اس واقعہ کے بعد انہوں نے لوگوں کو امیر المومنینؓ کے پاس جانے اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکنا شروع کیا۔ [1]

مروان کے جعلی خط کے نتائج

بعض کا بیان ہے کہ جس وقت بلوائیان مصر مدینہ منورہ کی طرف لوٹے محمدؓ بن مسلمہؓ ان کی طرف سبب دریافت کرنے کو آئے تو بلوائیوں نے انہیں ایک خط [1] دیا اور کہا کہ یہ خط حضرت عثمانؓ کے غلام کے پاس مقام بویب میں برآمد ہوا ہے جو صدقہ کے اونٹ پر سوار جا رہا تھا جس میں عبدالرحمن بن عوس، عمرو بن الحمق۔ عروہ بن البیاع پر درے لگائے جانے۔ قید کرنے اور سر و ڈاڑھیاں مونڈنے اور بعضوں کو سولی دینے کا حکم تھا۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ یہ خط ابوالاعور سلمی کے پاس سے برآمد ہوا تھا۔ چنانچہ اس خط کے ملتے ہی بلوائیانِ مصر لوٹے۔ اور ان کے ساتھ ہی کوفی و بصری بھی واپس ہوئے۔ اور محمدؓ بن مسلمہؓ سے عندالاستفسار بیان کیا کہ ہم لوگوں نے (حضرات) علیؓ۔ سعد بن وقاصؓ اور سعید ابن زیدؓ سے اس بارے میں گفتگو کی ہے۔ ان لوگوں نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ (حضرت) علیؓ سے چل کر گفتگو کریں گے۔ پس مناسب ہے کہ (حضرت) علیؓ ہمارے ساتھ (حضرت) عثمانؓ کے پاس چلیں۔ اس گفتگو کرنے کے بعد بلوائیانِ مصر سے چند لوگ اٹھے۔ اور (حضرت) علیؓ اور محمدؓ بن سلمہؓ کو ہمراہ لے کر امیر المومنینؓ کے مکان پر گئے۔ اور ان سے واقعہ بیان کیا۔

حضرت عثمانؓ نے قسم کھا کر فرمایا کہ مجھے اس خط سے آگاہی نہیں ہے اور نہ میں نے لکھا ہے۔ محمدؓ بن سلمہؓ بولے بیشک یہ صحیح ہے۔ یہ کام مروان کا ہے۔

اس عرصہ میں بلوائیانِ مصر کا ایک گروہ آگیا۔ ابن عدیس نے ابن ابی سرح کی شکایت شروع کی۔ اور مصر میں جو حادثات گذرے تھے ان کو بیان کیا اور بتلایا کہ جب کبھی ابن ابی سرح پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ امیر المومنینؓ نے ایسا ہی لکھا ہے۔ ہم درحقیقت تمہارے قتل کرنے کو آئے تھے۔ (حضرات) علیؓ اور محمدؓ بن سلمہؓ نے ہم کو سمجھا کر واپس کیا کہ تمہاری شکایتیں رفع کرا دیں گے لیکن اس اثناء میں ہم کو یہ خط ملا ہے۔ جس میں ہمارے لئے سزائیں درج ہیں۔ مقام تعجب ہے کہ آپ کو اس خط کی خبر نہ ہو جس پر آپ کی مہر ہو اور آپ کا غلام لے کر جائے۔ آپ کا ضعف اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ آپ کے بغیر اطلاع جس کا جو جی چاہتا ہے کرتا ہے۔ لہٰذا بہتر ہے کہ آپ خلافت

---

[1] معاملہ کچھ بھی نہ تھا محض چند آدمیوں کی سازش تھی جس سے اسلام کا بیگناہ خلیفہ اس بیدردی سے ذبح کیا گیا چند شرار نے خود ہی ایک رقعہ حضرت عثمانؓ کی طرف سے جعلی بنایا اور پھر ایک شخص کے ہاتھ اس رقعہ کو بھیج کر اسے رستہ میں پکڑ لیا۔ اور پھر حضرت عثمانؓ کے آگے پیش کیا جس کو دیکھ کر آپ نے صاف انکار کیا۔ کہ اسکی مجھے خبر بھی نہیں۔ بیشک وہ اپنے قول میں بالکل سچے تھے۔ پھر ان لوگوں نے شرارت سے مروان کے سر اس جعلی رقعہ کو تھوپ دیا۔ اس نے صاف طور پر کہا کہ یہ رقعہ میرا نہیں ہے۔ نہ میں نے خود لکھا نہ کسی سے لکھوایا۔ پس اس ناپاک سازش کی ساری بنیاد جعلی خط کو سمجھنا چاہیئے۔ (کتاب شہادت صفحہ ۲۶۵)۔

---

[1] تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۲۳۲۔

چھوڑ دیں۔ حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا۔ میں اُس لباس کو نہیں اُتارنا چاہتا جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھے پہنایا ہے۔ اگر مجھ سے غلطی ہوگی تو میں توبہ کر لوں گا۔ اور اپنی غلط رائے سے رجوع کر دوں گا۔

ابن عدیس نے کہا۔ اب ہم پر فرض ہے کہ آپ سے خلافت چھین لیں یا آپ کو قتل کر ڈالیں۔ اگر آپ کے دوستوں میں سے کوئی مزاحمت کرے تو اُس سے لڑیں۔

امیرالمومنین رضؓ نے ارشاد فرمایا۔ تم مطمئن رہو کوئی شخص تم کو نقصان نہ پہنچائے گا۔ اگر مجھ کو اس کا خیال ہوتا تو اطراف و جوانب سے فوجوں کو طلب کر لیتا۔ اِس فقرے کے تمام ہوتے ہی وہ سب شور و غل کرنے لگے جو جس کے جی میں آتا کہتا تھا۔ حضرت علی رضؓ اُٹھے اور تمام بلوائیوں کو حضرت عثمان رضؓ کے مکان سے نکال کر اپنے مکان پر آ گئے۔ اور مصریوں نے امیرالمومنین رضؓ کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ ؎۱

کئی مرتبہ حضرت عثمان رضؓ نے اپنی پاک باطنی اور نیک نیتی سے بگڑے ہوئے معاملہ کو سلجھا لیا تھا لیکن مروان بن حکم نے جو اُن کا چچا زاد بھائی تھا۔ اپنی دریدہ دہنی اور بدلگامی سے بنے بنائے کام کو بگاڑ دیا۔ کیونکہ حضرت عثمان رضؓ نہایت با مروت اور نرم مزاج تھے اسی لئے مروان کو اِس جراءت و دیدہ دلیری کا موقع ملتا رہا۔

مروان اور اُس کے باپ حکم کو آنحضرت صلعم نے مدینہ سے خارج کر دیا تھا۔ دونوں خلفاء کے زمانوں میں بھی یہ باپ بیٹے جلاوطن رہے۔ اور مدینہ میں اُنہیں داخل نہ ہونے دیا۔ حضرت عثمان رضؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں مروان کو مدینہ بلا کرا تھا

؎۱ حکم بن ابی العاص اُن لوگوں میں سے ہے جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے تھے۔ یہ سب دو ہزار آدمی تھے۔ اس وقت مروان بن حکم کی عمر بہت چھوٹی تھی۔ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضؓ اور حضرت مسعود بن مخرمہ رضؓ کے ہم عمروں میں اسے شمار کرنا چاہیئے۔ کہ فتح ہونے کے وقت مروان کی عمر سات سال کی تھی۔ اس لئے حضور اکرم صلعم کے زمانے میں اسی صغیر سنی میں مروان کسی ایسی خطا کا مرتکب نہیں ہو سکتا تھا جس سے اسے جلاوطن کر دیا جائے۔ مروان مکہ ہی کا رہنے والا تھا اور وہیں وہ اور اس کا باپ رہتے تھے۔ لہٰذا جلاوطنی کا کوئی سوال نہیں۔ اس قصہ کے بارے میں علماء نے بہت کچھ چھان بین کی ہے۔ اور یہ بات پائے ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ دونوں باپ بیٹے فوری چلے گئے تھے۔ ان کے نکالے جانے کا قصہ صحاح میں کہیں بھی نہیں اور نہ اس کی کوئی سند ہے۔

حضرت عثمان غنی رضؓ کی جو وقعت اور عزت حضور انور صلعم کی نظروں میں تھی وہ کسی سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ حضور نے ان کی سفارشوں پر شدید سے شدید خطا وار کی سزا بخش دی۔ مثلاً عبداللہ بن ابی سرح جو کاتب وحی تھا۔ اور پھر اسلام سے مرتد ہو گیا تھا۔ حضور صلعم نے اس کے قتل کا حکم دے دیا تھا۔ مگر جب حضرت عثمان رضؓ نے سفارش کی تو حضور اکرم صلعم نے عبداللہ سے اسلام پر دوبارہ بیعت لے لی۔ اس کے مقابلہ میں حکم بن ابی العاص کا معاملہ تو کچھ زیادہ سنگین نہیں ہے۔ حضرت عثمان غنی رضؓ کی دلی کیفیت اور فطرت یہ تھی کہ وہ اللہ سے بہت ڈرتے تھے۔ آپ ہرگز کوئی فعل ایسا نہیں کر سکتے تھے۔ جو خلاف خدا اور رسول ؐ ہو۔ علاوہ ازیں کوئی ایسی روایت کسی کتاب میں موجود نہیں جس سے یہ معلوم ہو کہ دونوں باپ بیٹوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر رضؓ کے حضور میں مدینہ واپس آنے کی درخواست بھیجی ہو اور وہ درخواست رد کر دی گئی ہو۔ (کتاب شہادت صفحہ ۲۰۷)۔

؎۱ ترجمہ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۳۰۱ تا ۳۰۵۔

مبیر منشی بنالیا۔ تو وہ اپنی چالاکیوں سے صحابۂ کرامؓ کے خلاف بعض اوقات در خلافت سے احکام صادر کرانے میں کامیاب ہونے لگا۔ یہی وجہ ہے کہ باشندگانِ مدینہ اُس سے ناراض تھے۔ اِن ایام محاصرہ اور بدامنی میں اہل مدینہ نے باغیوں اور بلوائیوں کے ساتھ مل کر کئی مرتبہ مروان کے مطالبہ کی آواز بلند کرائی۔ اگر حضرت عثمانؓ مروان کو بلوائیوں کے حوالے کر دیتے تو یقیناً فتنہ فرو ہو جاتا۔ کیونکہ کم از کم مدینہ میں تو کوئی شخص حضرت عثمانؓ کا مخالف باقی نہ رہتا۔ مدینہ کے ہر شخص کو اگر ملال تھا تو مروان سے تھا۔ حضرت عثمانؓ سے کوئی عناد نہ تھا۔ حضرت عثمانؓ نے مروان کے سپرد کرنے سے اس لئے انکار کیا کہ اُن کو یقین تھا۔ لوگ مروان کو قتل کر دیں گے۔ لہٰذا اُنہوں نے پسند نہ کیا کہ وہ مروان کے قتل کے موجب ہوں۔ [۱]

پہلے تو بلوائیان مصر و کوفہ و بصرہ امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے لیکن اس واقعہ کے بعد انہوں نے لوگوں کو امیر المومنینؓ کے پاس جانے اور اُن کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکنا شروع کیا۔ امیر المومنینؓ نے والیان ممالک اسلامیہ کے نام متعدد فرامین بھیجے اور اُن کو واقعات سے مطلع کیا۔ اُنہوں نے فوجیں روانہ کیں۔ لیکن یہ فوجیں ابھی راستہ ہی میں تھیں کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت ہوگئی اور وہ فوجیں راستوں سے اپنے اپنے مقامات پر واپس چلی گئیں۔

صحابۂ کرامؓ اور حضرت عثمانؓ کی عیادت

بلوائیوں کے آنے کے بعد جو جمعہ آیا اُس میں امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے نماز پڑھائی۔ اور خطبہ دینے کو ممبر پر چڑھے۔ اِس اثناء میں بلوائیوں نے آپ پر پتھر پھینکے۔ جن کے صدمہ سے آپ بیہوش ہو کر ممبر سے گر پڑے۔ لوگ آپ کو گھر پر لے آئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب ہوش آیا تو اُن لوگوں کو جو آپ کی طرف سے بلوائیوں سے لڑ رہے تھے۔ آپ نے اُن کو لڑائی سے روک کر واپس بلا لیا۔

حضرت زبیرؓ۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت علیؓ عیادت کرنے کو امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے پاس اُن کے

---

[۱] اب وہی بات کہ حضرت عثمانؓ نے مروان کو اپنا پیش دست کیوں بنا لیا تھا۔ اس میں کسی کو چوں و چرا کی ضرورت کیوں۔ یہ بات بالکل خلیفۂ وقت کے ہاتھ میں تھی کہ وہ جس کو چاہے اپنا کارکن بنا لیتے۔ پھر یہ بھی ہے کہ اس وقت تک مروان کا کوئی ایسا جرم بھی منظر عام پر نہیں تھا کہ جس کی سزا میں اسے کوئی عہدہ نہ دیا جاتا۔ تمام اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ جس وقت حضور اکرم صلعم کی وفات ہوئی ہے تو مروان بالغ بھی نہیں ہوا تھا۔ اس وقت اس کی عمر زیادہ سے زیادہ دس سال کی تھی۔ یہ ظاہر و باطن میں ہر طرح مسلمان تھا قرآن پڑھتا اور احکام دین سیکھتا تھا کوئی بات اس میں ایسی نہیں تھی جس کی وجہ سے اُسے بُرا کہا جاتا۔ لہٰذا اُسے کسی منصب پر مقرر کر لینے میں حضرت عثمان غنیؓ کسی خطا کے مرتکب قرار نہیں دیے جا سکتے۔ اگر بفرض محال اس کے باپ نے کوئی خطا بھی کی تھی۔ اور اسے کو جلا وطن بھی کیا گیا تھا تو اس کی خطا کا کوئی اثر بیٹے کے اوپر عائد نہیں کیا جا سکتا جب کہ حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی حاطب بن ابی بلتعہ اور جیسا کہ ابھی اوپر بیان ہوا ہے عبداللہ بن ابی سرح جیسے لوگوں کی خطاؤں سے خود سرکار دو عالم صلعم نے صرف نظر فرمائی۔ اور خطا بخشی فرمائی گئی۔ ایسی صورت میں جبکہ مروان کی کسی خطا کا کوئی تذکرہ موجود نہیں ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ کو خطا وار ٹھیرانا کسی طرح درست قرار نہیں دیا جا سکتا۔ (کتاب شہادت صفحہ ۲۸۰)

---

[۱] تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۴۳۴ و ۴۳۵ و ۴۳۶۔

مکان پر آئے۔ اُس وقت بنی اُمیہ کے چند لوگ وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ جن میں مروان بھی تھا۔ اُن لوگوں نے حضرت علیؓ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم نے ہم کو ہلاک کر ڈالا اور تم نے یہ کارروائیاں کیں۔ اگر تم اپنے مقصود کو پہنچ گئے تو کیا تم دنیا کو اپنا مطیع کر لوگے۔

حضرت علیؓ نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا اور غصہ سے اُٹھ کر چلے آئے۔ بعد ازاں حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ بھی اپنے مکانوں پر لوٹ آئے۔

حالتِ حصار میں تیئیس یوم تک امیرالمومنین حضرت عثمانؓ نماز پڑھاتے رہے۔ بعد ازاں بلوائیوں نے اُن کو مسجد میں آنے اور امامت کرنے سے روک دیا۔ لوگوں کو بلوائیوں کا امیر غافقی بن حرب عکی نماز پڑھانے لگا۔ اہلِ مدینہ۔ اپنے مکانوں اور باغات میں مسلح عزلت گزیں ہو گئے۔ حصار چالیس روز تک رہا۔ بعض کہتے ہیں کہ زمانہ حصار میں امیرالمومنینؓ نے حضرت ابو ایوب انصاریؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ چند روز تک اُنہوں نے نماز پڑھائی۔ پھر بعد اُن کے حضرت علیؓ نماز پڑھاتے رہے۔ اور بعضوں کا بیان ہے کہ حالتِ حصار میں حضرت علیؓ نے سہل بن حنیف کو نماز پڑھانے پر مامور کیا تھا۔ چنانچہ عشرہ ذی الحجہ تک یہ امامت کرتے رہے۔ پھر عید کی نماز پڑھائی اور چند نمازوں میں امامت کی تا آنکہ امیرالمومنینؓ شہید ہو گئے۔ [۱]

صاحبزادگان صحابہ کرامؓ حضرت عثمانؓ کی حفاظت پر۔

جب بلوائیوں نے زیادہ شورش کی اور معلوم ہوا کہ وہ دروازہ توڑ کر مکان کے اندر داخل ہونا اور حضرت عثمانؓ کو شہید کر دینا چاہتے ہیں تو حضرت زبیرؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت علیؓ نے اپنے صاحبزادگان کو حضرت عثمانؓ کے دروازے پر بھیج دیا۔ اِن صاحبزادوں نے دروازے پر پہنچ کر بلوائیوں کو روکا تو مجبوراً اُن کو رُکنا پڑا۔ [۲]

بلوائیانِ مصر و کوفہ و بصرہ چالیس روز تک محاصرہ کئے رہے۔ اٹھارویں روز یہ خبر مشہور ہوئی کہ عساکرِ اسلامیہ ممالکِ اسلامیہ سے آ رہے ہیں۔ اس خبر کے مشہور ہوتے ہی بلوائیوں نے محاصرے میں سختی شروع کی۔ اور امیرالمومنینؓ کے پاس جانے سے روک دیا۔ کھانا اور پانی بند کر دیا۔ امیرالمومنینؓ نے صحابہ کرامؓ اور اُمہات المومنینؓ کے پاس کہلا بھیجا کہ بلوائیوں نے میرا پانی بند کر دیا ہے۔ اگر تم لوگ مجھے پانی پہنچا سکتے ہو تو مجھے پانی بھیج دو۔ حضرت علیؓ نے بلوائیوں سے جا کر کہا کہ تمہارا یہ فعل نہ مسلمانوں کے مشابہ ہے نہ کافروں سے۔ تم لوگ کھانا پانی نہ بند کرو۔ بلاشبہ رومی اور ایرانی اپنے لوگوں کو کھلاتے پلاتے ہیں۔ بلوائی نہ مانے تو حضرت علیؓ لوٹ آئے۔

اِس عرصہ میں اُم المومنین اُم حبیبہؓ کچھ کھانے کی چیزیں لے کر اپنے خچر پر سوار آئیں۔ بلوائیوں نے اُنہیں روکا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ میں (حضرت) عثمانؓ کے پاس جاتی ہوں۔ اِس غرض سے کہ بنی اُمیہ کی امانتیں اُن کے پاس ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ بیوہ اور یتیموں کا مال ضائع ہو جائے۔ بلوائی بولے۔ تم (حضرت) عثمانؓ تک نہیں جا سکتیں۔ اُم المومنین اُم حبیبہؓ نے یہ سن کر خچر آگے بڑھایا تو بلوائیوں نے خچر کے منہ پر ضربیں ماریں اور اُس کی لگام کاٹ دی۔ خچر بھاگا اور اُم المومنینؓ گرتے گرتے بچیں۔ اہلِ مدینہ نے دوڑ کر پکڑ لیا۔ اور آہستہ آہستہ آپ کو گھر پر لائے۔

اِس واقعہ کے بعد امیرالمومنین حضرت عثمانؓ اپنے مکان کی چھت پر نکل کر کھڑے ہوئے اور اپنے حقوق اور

---

[۱] ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۲۴۴ تا ۲۴۵ [۲] تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۴۳۵۔

سابقین میں ہونے کا اظہار کیا جس پر بعضوں نے کہا۔ جانے دو۔ اور اب امیرالمومنین رضؓ سے درگزر کرو۔ مگر اسی اثناء میں اشتر آ گیا اس نے لوگوں کو متفرق کر دیا اور سمجھایا کہ ہر گز کسی کے دام تزویر میں نہ آنا۔

محمد بن حضرت ابوبکرؓ کا بہن کی ہمراہی سے انکار

پھر اُم المومنین حضرت عائشہ رضؓ بہ قصد حج روانہ ہونے لگیں۔ تو حضرت عائشہ رضؓ نے اپنے سوتیلے بھائی محمد بن ابوبکر صدیق رضؓ کو ہمراہی کی غرض سے بلایا مگر محمد بن ابوبکرؓ نے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ اس پر حنظلہ رضؓ کاتب وحی بولے تم کو اُم المومنین رضؓ اپنی ہمراہی کے لئے بلاتی ہیں۔ تم ان کے ساتھ نہیں جاتے۔ اور سفہائے عرب کی اتباع کرتے ہو۔ جو تمہارے شایان شان نہیں ہے۔ بفرض محال اگر اس کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ امیرالمومنین حضرت عثمان رضؓ شہید ہو گئے تو تم پر بنو عبد مناف مسلط ہو جائیں گے۔ محمد بن حضرت ابوبکر رضؓ نے اس کا انہیں کوئی جواب نہیں دیا۔ اور حنظلہ رضؓ کوفہ کی طرف چلے گئے۔

حضرت زبیر رضؓ اور حضرت طلحہ رضؓ کی خانہ نشینی

حضرت زبیر رضؓ اور حضرت طلحہ رضؓ کو ان واقعات کی جو اُم المومنین اُم حبیبہ رضؓ اور حضرت علی رضؓ کے ساتھ پیش آئے تھے۔ اطلاع ہوئی۔ تو ان بزرگوں نے بھی لوگوں سے ملنا جلنا اور باہر آنا جانا بند کر کے بالکل خانہ نشینی اختیار کر لی۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت زبیر رضؓ قبل شہادت حضرت عثمان رضؓ مدینہ سے باہر چلے گئے۔ [۱]

آل حزم (انصاری رضؓ جن کا گھر امیرالمومنین رضؓ کے گھر سے ملا ہوا تھا) تھوڑے دنوں تک چھپا کر امیرالمومنین حضرت عثمان رضؓ کے گھر میں پانی پہنچاتے رہے۔

امیر حج

ابن عباس رضؓ بھی دروازے پر بلوائیوں کی مدافعت کے لئے حاضر تھے۔ امیرالمومنین رضؓ نے ان کو امیر حجاج مقرر کر کے حج کرنے کو فرمایا۔ آپ نے عرض کیا کہ مجھے ان بلوائیوں پر جہاد کرنا حج کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ لیکن امیرالمومنین رضؓ نے ان کو قسم دے کر مجبور کیا۔ چنانچہ آپ امیر حج ہو کر مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔

بلوائیوں نے جب دیکھا کہ حجاج امیرالمومنین حضرت عثمان رضؓ ہی کی طرف مائل ہیں اور انہیں کے مقرر کردہ امیرالحج کے ساتھ جاتے ہیں اور اطراف و جوانب سے جو لوگ آتے ہیں وہ انہیں کا دم بھرتے ہیں تو اس وقت انہوں نے امیرالمومنین حضرت عثمان رضؓ کے شہید کرنے کا مصمم قصد کر لیا اور آپ کی شہادت کو اپنی گلو خلاصی کا ذریعہ سمجھ کر سبھوں نے یورش کر کے دروازہ کھولنے کا قصد کیا۔ [۲]

تاریخ الامت میں ہے کہ بلوائیوں کو خبر ملی کہ جو لوگ حج کے لئے آئے ہیں ان کا ارادہ ہے کہ حضرت عثمان رضؓ کی امداد کے لئے مدینہ منورہ آئیں۔ اس خبر کو معلوم کر کے بلوائی پریشان ہو گئے۔ اور انہوں نے جلسہ کر کے یہ بات طے کی کہ جب تک ہم حضرت عثمان رضؓ کو نہ مار ڈالیں گے ہم کو نجات نہ ملے گی۔ ان کے شہید ہوتے ہی لوگوں کو اپنا آپا نیتجہ نظر آئے گا۔ اور وہ وہیں رک جائیں گے۔ اس قرارداد کے مطابق سب نے حضرت عثمان رضؓ کے دروازہ پر نرغہ کیا۔ [۳]

صاحبزادگان صحابہ کرام رضؓ کی جنگ بلوائیوں سے

ابن خلدون میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ۔ حسن بن حضرت علی رضؓ۔ محمد بن حضرت طلحہ رضؓ مروان بن حکم۔ سعید بن العاص رضؓ اور جو لوگ ابنائے صحابہ رضؓ سے ان کے ہمراہ تھے۔ انہوں نے بلوائیوں کو دروازہ کھولنے سے روکا اور لڑ کر انہیں پیچھے ہٹا دیا۔ حضرت عثمان رضؓ نے ان کو

---

[۱] شمس التواریخ جلد چہارم صفحہ ۵۸۷ [۲] ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۲۵۸ و ۲۵۹ [۳] تاریخ الامت صفحہ

لڑنے سے منع فرمایا۔ اور قسم دے کر۔ جدال و قتال سے رُوک کر اندر چلے آنے کا حکم دیا۔ بلوائیوں نے دروازے کو آگ لگا کر جلا دیا اور اندر گھسے۔ اُس وقت امیر المومنین رضؓ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور سورۂ طٰہٰ شروع کی تھی۔ چونکہ سب حاضرین مکان بھی نماز میں شریک تھے۔ اِس لیئے بلوائیوں کو کسی نے بھی کسی فعل سے نہ روکا۔ یہ نماز سے فارغ ہوئے تو وہ لوگ چلے گئے۔ اور امیر المومنین رضؓ قرآن پڑھنے لگے جس وقت آیۂ الذین قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایمانا وقالوا حسبنا اللہ و نعم الوکیل۔ پر پہنچے تو حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔

"آنحضرت صلعم نے مجھ سے ایک اقرار لیا ہے۔ اور میں اس پر صابر رہوں"۔ یہ فرما کر پھر اُن لوگوں کو لڑنے سے روکا اور حسن بن حضرت علی رضؓ کو اُن کے باپ کے پاس چلے جانے کا حکم دیا۔ لیکن با ایں ہمہ وہ بلوائیوں سے لڑتے اور اُن کو رُوکتے رہے۔ ؎۱

تاریخ الامت میں ہے کہ حضرت عثمان رضؓ نے اُن کی۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضؓ۔ حضرت حسن رضؓ۔ محمد بن حضرت طلحہ رضؓ۔ سعید بن عاص رضؓ۔ مروان اور دیگر فرزندان کبار صحابہ رضؓ کی قلت تعداد پر خیال فرما کر فرمایا کہ "میں اپنی حمایت کے فرض سے تم سب کو سبکدوش کرتا ہوں" مگر اِن حضرات نے نہ مانا تو دروازہ کھول کر آپ باہر تشریف لے آئے۔ آپ کو مکان سے باہر دیکھتے ہی اِن حامیانِ خلافت نے بلوائیوں پر اس زور سے حملہ کیا کہ وہ شکست کھا کر بھاگے۔ اور فرزندانِ صحابہ رضؓ نے اُن کا تعاقب کیا۔

امیر المومنین کا دیارِ رسول اللہ صلعم کو چھوڑنے سے انکار۔

بعد ازاں مغیرہ رضؓ نے حضرت عثمان رضؓ سے عرض کیا کہ دو ہی صورتیں ہیں۔ یا یہ کیجئے کہ ہم پیچھے سے دروازہ توڑ دیتے ہیں آپ مکہ معظمہ یا شام کی طرف چلئے۔ حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا کہ "میں مکہ نہیں جا سکتا۔ اس لئے کہ میں نے اپنے کانوں سے آنحضرت صلعم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک شخص مکہ پر ظلم کریگا۔ اور جتنا عذاب سارے عالم پر ہوگا۔ آدھا اُس ایک اکیلے پر ہوگا۔ اور میں اپنی وجہ سے کسی کو تکلیف میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ باقی رہا شام تو میں مقام ہجرت اور جوار تربت رسول اللہ صلعم کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ اور میں لڑوں گا بھی نہیں۔ نہ کسی کو لڑنے کی اجازت دوں گا"۔

یہ مایوسانہ جواب سُن کر مغیرہ رضؓ دشمنوں کے مقابلہ پر رجز پڑھتے ہوئے نکلے۔ اور اُن کے ساتھ ہی حضرت حسن رضؓ محمد بن حضرت طلحہ رضؓ۔ سعید بن العاص رضؓ اور حضرت ابو ہریرہ رضؓ رجز خوانی کرتے ہوئے بڑھے بن بعد حضرت عبد اللہ بن زبیر رضؓ

؎ حضرت عثمان غنی کی پیشگوئی

آنحضرت نبی کریم صلعم نے حضرت عثمان غنی رضؓ سے فرمایا کہ اے عثمان رضؓ بیشک اللہ تمہیں ایک قمیص پہنائے گا۔ اگر منافقین تم سے کہیں کہ وہ قمیص اُتار دو تو تم ہرگز نہیں اُتارنا۔ یہاں تک کہ تم مجھ سے ملاقات کرو۔ (مسند امام احمد حنبل رضؓ و ترمذی و ابن حبان و حاکم۔ عن اُم المومنین حضرت عائشہ رضؓ)

اس حدیث میں قمیص کو خلافت سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی حضرت عثمان رضؓ سے ارشاد مبارک ہوا تھا کہ تم خلیفہ ہو گے۔ اگر بے دین اور بلوائی تم کو عزلِ خلافت کے لئے کہیں تو تم ہرگز تا دمِ زیست معزول نہ ہونا۔ یہ معجزہ اس طرح ثابت ہو کہ آپ خلیفہ ہوئے بلوائیوں نے آپ سے معزول ہونے کا مطالبہ کیا لیکن آپ نے فرمان مبارک کے مطابق عزلِ خلافت سے انکار کیا اور فرمایا مجھ سے آنحضرت صلعم نے جو عہد لیا ہے میں اُس پر صابر ہوں۔ چنانچہ آپ شہید کئے گئے۔ (رسالہ ارشاد جلد ۹ نمبر ۵ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ)

؎۱ ترجمہ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۲۵۹۔

نکلے جن سے حضرت عثمانؓ کی زندگی کے آخری ترین واقعات مروی ہیں۔

حضرت عثمانؓ کوٹھے پر جاکر تلاوت قرآن شریف میں مشغول ہوگئے۔ حضرت حسنؓ اور حضرت محمد بن طلحہؓ زخمی ہوگئے تو بلوائیوں کو اندیشہ ہوا کہ ہم پر بنو ہاشمؓ چڑھ آئیں گے۔ اس لئے وہ پچھواڑے سے ایک انصاریؓ کے گھر میں ہوکر حضرت عثمانؓ کے مکان پر چڑھ آئے۔ اور آپ کے قریب پہنچ گئے۔ جو حضرات دروازے پر دشمنوں کی روک ٹوک کر رہے تھے اُنہیں خبر بھی نہ ہوئی۔ [1]

مغیرہ بن الاخنس ابن شریق بھی چند لوگوں کو لے کر بلوائیوں کے مقابلہ پر آکر لڑے اور شہید ہوگئے۔ پھر حضرت ابو ہریرہؓ یہ کہتے ہوئے آئے۔ اے لوگو تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ میں تم کو نجات کی طرف بلاتا ہوں۔ اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلاتے ہو۔ اور لڑنے لگے۔ تاآں کہ حضرت عثمانؓ نے اُن کو بھی جنگ سے روکا۔ [2]

نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بروز شہادت حضرت عثمانؓ بلوائیوں کے مقابلہ پر تیار ہوئے۔ حضرت عثمانؓ نے قسم دے کر اُنہیں بھی روک دیا۔

حضرت سلیطؓ کہتے ہیں کہ افسوس حضرت عثمانؓ نے ہم کو لڑائی سے روک دیا۔ ورنہ ہم بلوائیوں کو مار کر اپنے شہر سے نکال دیتے۔ [3]

صاحبزادگان صحابہ کرام کی دلاوری و ثابت قدمی

حضرت عثمانؓ کے محافظین اور آپ سے بلوائیوں کو دفع کرنے والے یہ اصحاب ہیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ۔ حضرت حسنؓ بن علیؓ حضرت زید بن ثابتؓ۔ مروان بن الحکم۔ حضرت مغیرہ بن اخنس۔ ان کے علاوہ ایک جماعت جن کی تعداد ایک روایت میں چھ سو ہے۔ [4]

روایت ہے کہ اگر حضرت عثمانؓ جنگ کا حکم دیتے تو بلوائیوں کی مجال نہ تھی کہ آپ کو ذرا بھی ایذا پہنچا سکتے۔ لیکن حضرت عثمانؓ نے سب صحابیوںؓ کو خدا کی قسم دلائی اور فرمایا۔ خبردار میرے باب میں ایک شاخ حجام (سینگی جس سے حجام خون کھینچتا ہے) بھر کر بھی خون نہ گرنے پائے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے حملے

راوی کا بیان ہے کہ میں دیکھتا تھا کہ جب بلوائی ہجوم کرکے آپ کے مکان پر چڑھ آتے تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ایک چھوٹے سے لشکر کو لے کر ان پر حملہ کرتے اور دور بھگا دیتے۔ اگر چاہتے تو اُن کو قتل بھی کرتے۔ اور سعید بن اسود بختری اپنی تلوار کی دھار جھکا کر دھمکانے کے طور پر لوگوں کو تلوار سے مار مار کر بھگاتے تھے۔ اگر چاہتے تو قتل بھی کر ڈالتے۔ مگر حضرت عثمانؓ کی قسم مانع اور مزاحم تھی۔ [5]

امیر المومنین حضرت عثمانؓ کی شہادت

بلوائیوں کے سب لوگ صلاح کرکے ادھر دروازے پر حملہ کرتے رہے۔ اور ایک گروہ بلوائیوں کا حضرت عثمانؓ کے مکان کی پشت پر پہنچا اور عمرو بن حزم (انصاریؓ) کے گھر سے سیڑھی لگا کر اور دوسری روایت کے مطابق پشت مکان میں نقب لگا کر اُس کی راہ سے گھر میں گھس پڑا۔ سارا مکان ان ہی لوگوں سے بھر گیا۔ [6]

تاریخ ابن خلدون میں ہے کہ بلوائی پشت مکان سے عمرو بن حزم انصاریؓ کے مکان سے ہوکر (جن کا مکان حضرت عثمانؓ کے مکان سے ملا ہوا تھا)۔ سیڑھی لگا کر امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے مکان میں گھس آئے۔ اُن لوگوں کو اس کی اطلاع نہ ہوئی۔ جو حفاظت کی غرض سے دروازے پر تھے۔ کئی شخصوں نے بلوائیوں میں سے حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچ کر

---

[1] تاریخ الامامت صفحہ [2] ترجمہ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۹۵ [3] تا [5] شمس التواریخ جلد چہارم صفحہ ۵۸۵ [6] تاریخ کامل ابن اثیر

خلع خلافت کی گفتگو کی۔ اور واپس چلے گئے۔ اُن کے بعد محمد بن حضرت ابوبکر صدیق رضؓ امیرالمومنین حضرت عثمانؓ کے پاس گئے۔ اور دیر تک گفتگو کرتے رہے جس کے ذکر کی حاجت نہیں ہے۔ پھر شرما کر چلے گئے۔ [۱]

ابن اثیر نے لکھا ہے کہ سب سے پیچھے اُن لوگوں میں سے جو واپس ہوئے تھے محمد بن حضرت ابوبکرؓ داخل ہوئے۔ امیرالمومنین حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ افسوس ہے کیا تم اللہ تعالیٰ پر غصہ کرتے ہو۔ کیا تمہارا حق میں نے لے لیا ہے۔ جو تم مجھ سے لینے کو آئے ہو۔ محمد بن حضرت ابوبکرؓ نے آپ کی ڈاڑھی پکڑ کر کہا۔ اللہ رسوا کرے عثل کو۔[۲] امیرالمومنین حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ میں عثل نہیں ہوں۔ بلکہ عثمانؓ ہوں۔ اور امیرالمومنین ہوں۔ محمد نے جواب دیا۔ تم کو معاویہؓ اور فلاں فلاں شخصوں نے نہ بچایا۔ اس بڑھاپے میں بھی تم کو خلافت کی ہوس باقی ہے۔ امیرالمومنین حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ اگر تمہارے باپ ہوتے تو وہ میرے بڑھاپے کی قدر کرتے اور وہ اس ڈاڑھی کو نہ پکڑتے۔ محمد نے جواب دیا بیشک اگر میرے والد تم کو یہ کام کرتے دیکھتے تو وہ ان کاموں کو پسند نہ کرتے۔ اور مجھ سے زیادہ سختی سے تمہاری ڈاڑھی پکڑتے۔ امیرالمومنین حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ میں تم پر اللہ تعالیٰ سے مدد چاہتا ہوں۔ اور اُسی سے اعانت کا خواستگار ہوں۔ محمد بن ابی بکرؓ یہ سُن کر شرما گئے۔ اور ڈاڑھی چھوڑ کر چلے آئے۔ [۳]

بعد ازاں کمینوں کا ایک گروہ جا پہونچا۔ اُن میں سے ایک نے آپ پر تلوار چلائی۔ حضرت نائلہ بنت الفرافصہ حضرت عثمانؓ کی بیوی نے ہاتھ سے روکا۔ اُن کی انگلیاں کٹ گئیں۔ پھر دوسرے نے وار کیا۔ خون کے قطرے مصحفِ کریم پر گرے۔ آپ شہید ہو گئے۔

بعد شہادت امیرالمومنین حضرت عثمانؓ آپ کے چند غلام آئے۔ جنہوں نے قاتلین سے مقابلہ کیا اس معرکہ میں بعض بلوائی اور بعض غلام کام آئے۔ بلوائیوں نے گھر میں جو کچھ تھا اُس کو اور عورتوں کے کپڑے اور زیورات کو لوٹا پھر بیت المال کی طرف آئے۔ اور اُس کو بھی لوٹا۔ بلوائیوں میں سے دو ایک نے امیرالمومنین حضرت عثمانؓ

---

[۱] محمد بن ابوبکرؓ حجۃ الوداع کے ساتھ ذوالحلیفہ میں پیدا ہوئے تھے۔ اُن کی والدہ اسماء بنت عمیس تھیں کچھ کم چار مہینے کے تھے کہ حضور انور صلعم کا وصال ہوا۔ تین برس کی عمر بھی نہ تھی۔ جب اُن کے والد امیرالمومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ کا انتقال ہو گیا جس کے بعد ان کی والدہ نے حضرت علیؓ سے نکاح کر لیا تھا۔ اِس طرح اُنہوں نے حضرت علیؓ کے پاس پرورش پائی۔ جنگ جمل میں یہ اپنی بہن اُم المومنین حضرت عائشہؓ کے خلاف لڑے تھے۔ اور جس وقت اُم المومنین حضرت صدیقہؓ کے اونٹ کی کونچیں کاٹ ڈالی گئی تھیں اور ان کا ہودہ گر پڑا۔ اُس وقت اُن کے بھائی محمد نے ہودہ میں اُن کو سنبھالنے کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا۔ اُم المومنین حضرت صدیقہؓ نے اِس ہاتھ کے بڑھانے والے کو بد دعا کی تھی کہ جس کا یہ ہاتھ ہو خدائے تعالیٰ اُسے آگ میں جلا دے۔ اِس پر محمد بن ابی بکرؓ نے کہا۔ اے بہن کیا آخرت سے پہلے دنیا ہی میں جلواتی ہو۔ فرمایا۔ ہاں۔ چنانچہ اُم المومنین کی دعا قبول ہوئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اُنہیں مصر کا حاکم کر دیا تھا۔ مگر اُن کی بہت سی نا روا باتوں سے مصری خوش نہیں تھے۔ اُنہیں مصریوں نے جن کی مدد کے لئے یہ کھڑے ہو گئے تھے اور حضرت عثمانؓ کو قتل کرنے کے لئے تیار تھے۔ اُنہیں مار ڈالا اور انکی لاش کو گدھے کی کھال میں رکھ کے جلا دیا۔ اِس طرح اُم المومنین حضرت صدیقہؓ کی دعا کو قبولیت حاصل ہوئی۔ (کتاب شہادت صفحہ ۳۲۵ و ۳۴۵۔

[۲] عثل بمعنی ہونا۔ بعد ا(کنایۃ الحمق) اور العثل بمعنی بوڑھا احمق ایک یہودی مدینہ میں تھا اُس کا نام ہے تشبیہا۔ شمس التواریخ جلد چہارم ۳۰۶

---

[۱] ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۲۵۹ و ۲۶۰ [۳] ابن اثیر صفحہ

کا سر کاٹ لینے کا قصد کیا۔ عورتوں نے شور مچا کر روکا۔ ابن عباس نے کہا جاننے والوں کے میرے ہم کو کوئی مرد کا نہیں بیان کیا جاتا ہے کہ جس نے امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے قتل کا بیڑہ اٹھایا تھا وہ کنانہ بن بشر تجیبی ہے۔ اسی نے تلوار چلائی تھی اور عمرو بن حمق نے نیزے کے چند زخم پہنچائے تھے۔ اور عمرو بن ضابی نے ٹھوکریں ماری تھیں جس سے چند پسلیاں ٹوٹ گئی تھیں۔ ٹھوکریں لگانے کے وقت یہ کہتا جاتا تھا کہ تم نے میرے باپ کو قید کیا تھا۔ جو بیچارہ حالت قید ہی میں مر گیا۔ [1]

امیر المومنین حضرت عثمانؓ کی شہادت اٹھارویں ذی الحجہ ۳۵ھ یوم جمعہ کو ہوئی۔ [2]

مسعودی کا بیان ہے کہ حضرت عثمانؓ بیاسی (۸۲) برس کی عمر میں بارہ سال خلافت کرنے کے بعد ذی الحجہ ۳۵ھ میں شہید ہوئے۔ جب کہ ماہ مذکور کی بارہ شبیں باقی تھیں۔ بقول بعض عید الضحیٰ (قربانی) کے دن اٹھاسی سال کی عمر میں شہید ہوئے۔ اور غرہ محرم ۲۴ھ میں یوم جمعہ کو ان کے ہاتھ پر بیعت ہوئی تھی۔

جس وقت بلوائی آپ کے قتل کی غرض سے مکان میں داخل ہوئے اس وقت صرف حضرت نائلہؓ آپ کے پاس تھیں۔ ایک ملعون نے تلوار کا وار کیا۔ حضرت نائلہؓ نے بڑھ کر روکا۔ تین انگلیاں کٹ کر الگ ہو گئیں۔ اور حضرت عثمانؓ کائنات ارضی و سماوی کو کہرام میں چھوڑ کر شہید ہو گئے۔ (صحیح بخاری کتاب الفتن) قرآن مجید سامنے کھلا رکھا تھا۔ آیۂ پاک فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم پر خون کے قطرے گر کر جم گئے۔ [3]

انہوں نے شور کیا مگر اس ہنگامہ میں کسی نے نہ سنا۔ ان کو اس کا موقع نہ تھا کہ کوٹھے یا دروازہ پر جا کر بلوائیوں کے آنے کی اطلاع کر دیتیں۔ جب بلوائی اپنا کام کر کے گھر سے نکل گئے تب حضرت نائلہؓ نے کوٹھے پر چڑھ کر پکار کر کہا کہ لوگو دوڑو حضرت امیر المومنینؓ شہید ہو گئے۔ ظالموں نے گھر میں گھس کر آپ کا کام تمام کر دیا ہے۔ اس آواز کو سنتے ہی جو اصحاب دروازے پر لڑ رہے تھے اور اپنی دانست میں بلوائیوں کو مکان میں داخل ہونے اور قتل کرنے سے روک رہے تھے وہ سب مکان میں داخل ہوئے۔ اور حضرت عثمانؓ کو شہید دیکھ کر سکتہ کے عالم میں رہ گئے اور رنج و غم سے بدحواس ہو کر رونے لگے تمام شہر میں اس حادثہ جانکاہ کی خبر ہو گئی۔ اور ہر گلی و کوچہ میں واویلا و امصیبتا کی صدائیں بلند ہو گئیں۔ ہر شخص کی زبان پر تھا کہ افسوس خلیفۂ برحق مظلوم و ناحق شہید کئے گئے۔

اب بھی مفسدوں اور باغیوں کی آتش انتقام فرو نہ ہوئی تھی۔ مدینہ منورہ میں ایک اودھم مچا ہوا تھا۔ انہی کی حکومت معلوم ہوتی تھی۔ لوگ اپنے دروازے بند کئے اندر بیٹھے تھے کسی کی مجال نہ تھی جو تجہیز و تکفین کی جرأت کرے۔ دو روز تک نعش مبارک اسی حالت میں بے گور و کفن پڑی رہی۔ عصر کے وقت جمعہ کے روز یہ واقعہ المیہ پیش آیا اور سنیچر کی شب کو کچھ آدمی اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ کر اندر گئے۔ ایک طوفان برپا تھا۔ غسل دینے کو پانی نہ تھا اور نہ اس کا موقع اسی طرح خون ہی میں لتھڑے ہوئے اٹھا کر جنازہ پر رکھا۔ اور کفن ڈال کر لے چلے۔ جنازہ کے ساتھ صرف چار آدمی تھے۔ اور سترہ آدمیوں نے مل کر نماز جنازہ پڑھائی۔ جنازہ کیا تھا عبرت کی ایک جیتی جاگتی تصویر تھی۔ وہ جلیل القدر جس کی فرمان روائی کابل سے لے کر مراکش تک پھیلی ہوئی تھی۔ جس کی ایک گردش چشم حکمرانوں اور ملکوں کی قسمت کا فیصلہ کرتی رہی تھی۔ اور جس کے کاشانۂ عالیہ میں سرکار دو عالم صلعم کی دو بیٹیاں دلہن بن کر آئی تھیں اس کی نعش کو کوئی دفن کرنے والا نہ ملتا تھا۔ اُسے چار گرہ کپڑا کفن کے لئے ملنا غیر ممکن ہو گیا تھا۔ جس نے ہزار ہا روپے کی گراں قدر رقم خرچ کر کے "بیر رومہ" خریدا

[1،2] ابن خلدون صفحہ ۲۲۰ تا ۲۲۲ [3] کتاب سیرت معاویہؓ صفحہ ۷۸۔

اور اُسے مسلمانوں کے لئے وقف کیا اسے غسل کے لئے دس سیر پانی ملنا غیر ممکن ہوگیا۔ جو سب کے جنازوں کی نماز میں زندگی بھر شریک ہوتا رہا۔ اس کے جنازہ کے ساتھ چار آدمی تھے اور صرف (۱۷) آدمی نماز پڑھ سکے۔ ؎۱

سانحۂ ہوش ربا اور صحابۂ کرامؓ جب اس سانحۂ ہوش ربا کی خبر حضرت زبیرؓ و حضرت علیؓ و حضرت طلحہؓ اور دیگر صحابہؓ و اعیانِ مدینہ کو ہوئی تو سب آپ کے گھر کی طرف دوڑ پڑے۔ سب کی زبان پر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن تھا۔ اور سب کا کثرتِ رنج والم سے حال زبون تھا۔ سب کی عقلیں گم تھیں اور خونابۂ جگر چشم گریاں سے جاری تھا۔ حضرت علیؓ نے عالمِ غضب میں حضرت حسنؓ کے منھ پر ایک تمانچہ اور حضرت حسینؓ کے سینہ پر ایک گھونسا مارا اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور محمد بن طلحہؓ کو بہت سخت سست کہا۔ ؎۲

حضرت عثمانؓ کے دفن کی اجازت طلبی حضرت عثمانؓ تین دن تک بے گور و کفن پڑے رہے۔ پھر حکیم بن حزامؓ اور جبیر بن مطعمؓ حضرت علیؓ کے پاس گئے آپ نے دفن کی اجازت دیدی۔

حضرت زبیرؓ کی شرکت حضرت عثمانؓ کے دفن میں چنانچہ شب کے وقت مابین مغرب و عشاء جنازہ لے کر نکلے۔ جنازہ کے ساتھ حضرت زبیرؓ، حضرت حسنؓ، ابوجعلم بن خدیفہؓ اور مروان وغیرہم تھے بعضوں کا یہ خیال ہے کہ حضرت علیؓ، طلحہؓ، زید بن ثابتؓ اور کعب ابن مالک بھی شریک جنازہ تھے۔

حضرت عثمان غنیؓ کی نماز جنازہ جبیر بن مطعمؓ نے نماز جنازہ پڑھائی بعض کہتے ہیں کہ مروان نے بعض کہتے ہیں کہ حکیم بن حزام نے نماز پڑھائی تھی۔ مسند ابن حنبلؓ میں ہے کہ (حضرت عثمانؓ کی) نماز جنازہ حضرت زبیرؓ نے۔ اور ابن سعد میں ہے کہ حضرت جبیر ابن مطعمؓ نے پڑھائی اور جنت البقیع کے پیچھے حش کوکب میں اس حلم و بردباری کے مجسمہ اور بیکسی مظلومی کے پیکر کو سپرد خاک کیا۔ بعد کو یہ خاص دیوار توڑ کر جنت البقیع میں داخل کر لیا گیا۔ آج بھی جنت البقیع کے سب سے آخر میں مزار موجود ہے۔ ؎۳

بلوائیوں میں سے چند لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو دفن کرنے اور نماز جنازہ پڑھنے سے تعرض کیا تھا لیکن حضرت علیؓ نے اُن کو روک دیا۔ حضرت عثمانؓ بغیر غسل کے انہیں کپڑوں میں (جو بوقت شہادت پہنے ہوئے تھے) جنت البقیع کے باہر حش کوکب میں دفن کئے گئے۔ ؎۴

ایک روایت میں ہے کہ آپ کے دفن میں پانچ یا چھ اشخاص تھے۔ حضرت جبیر بن مطعمؓ حضرت حکیمؓ بن حزام اسدی (حضرت زبیرؓ کے چچازاد بھائی) نیارؓ بن مکرم الاسلمی تو مردوں میں سے۔ اور نائلہؓ بنت فرافصہ، اُم البنین بنت عقبہ حضرت عثمانؓ کی بیویاں۔ نیارؓ اور جبیرؓ اور حضرت حکیمؓ۔ نائلہؓ اُم البنین نے اوپر سے لٹکا دیا اور بعد دفن قبر مخفی کر دی۔

۱؎ مروان کی جنازہ میں شرکت سمجھ میں نہیں آتی کیونکہ وہ معرکہ میں اس قدر زخمی ہوا تھا کہ لوگ اس کو اُٹھا کر لے گئے تھے۔ اس قدر جلد اُس کا اچھا ہو جانا قرین قیاس نہیں ہے۔ علاوہ اس کے ایک روایت یہ ہے کہ مروان اپنے لڑکے کو لے کر مدینہ سے نکل گیا تھا۔ (شمس التواریخ جلد چہارم صفحہ ۶۱۸)۔

۲؎ نیار بن مکرم الاسلمی اُن چار اصحابؓ میں سے تھے جنہوں نے حضرت عثمانؓ کو دفن کیا۔ نماز جنازہ پڑھی اور اُن کی قبر میں اُترے انہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے (حدیث) سنی ہے اور ثقہ و قلیل الحدیث تھے۔ (طبقات ابن سعد اردو ترجمہ جزو ثامن صفحہ ۵)

۱؎ سیرت معاویہؓ صفحہ ۷۹ ۲؎ شمس التواریخ جلد چہارم صفحہ ۶۱۵ و ۶۱۶ ۳؎ سیر الصحابہؓ حصہ اول خلفائے راشدین صفحہ ۱۸۷ ۴؎ ابن خلدون صفحہ ۲۶۲۔

روایت حضرت حسنؓ

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ میں آپ کے دفن میں شریک تھا۔ آپ خون آلودہ کپڑوں کے ساتھ دفن کئے گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ تین روز تک دفن نہ ہو سکے۔ پھر رات کے وقت بارہ شخص آئے منجملہ اُن کے چند عورتیں تھیں۔ حویطب بن عبدالعزیٰ۔ حکیم بن حزامؓ اسدی اور عبداللہ بن زبیرؓ تھے جو آپ کو دروازے کے کیواڑ پر لے گئے۔ جب قبرستان میں پہنچے تو کچھ لوگ وہاں موجود تھے۔ اُنہوں نے دفن سے روکا اور کہا خدا کی قسم ہم صبح لوگوں سے کہدیں گے کہ یہاں دفن ہوئے ہیں۔ بالآخر یہاں سے جنازہ اُٹھا اور حش کوکب میں پہنچے۔ قبر کھودی۔ بی بی عائشہ بنت حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں چراغ تھا۔ جب آپ کو دفن کرنے لگے تو عائشہؓ چلا کر رونے لگیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے منع کیا۔ اور کہا۔ بخدا اگر تم خاموش نہ رہو گی تو میں تمہارے سر پر ماروں گا۔ وہ خاموش ہو رہیں پھر آپ کو دفن کر دیا۔ [۱]

حالات حضرت عثمانؓ

حضرت عثمانؓ ماں اور باپ دونوں طرف سے قریشی تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے حضرت عثمانؓ بن عفان بن ابوالعاص بن اُمیہ بن عبدشمس بن عبدمناف بن قصی۔

آپ کی والدہ کا نام اروٰی بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبدشمس بن عبدمناف تھا۔ یہ لڑکی تھیں۔ بیضا اُم حکیم بنت عبدالمطلب۔ آنحضرت صلعم کی حقیقی پھوپھی کی۔ باپ کی طرف سے چوتھی پشت میں آنحضرت صلعم سے مل جاتے ہیں۔ اور برادر زادہ بھتیجے ہوتے ہیں۔ اور ماں کی طرف سے دوسری پشت میں ملتے ہیں۔ اور ہمشیرزادہ بھانجے ہوتے ہیں قد نہ بہت طویل تھا نہ بیحد چھوٹا خوشرو تھے۔ چہرے پر کسی قدر چیچک کے داغوں کے آثار دکھائی دیتے تھے۔ بازو چوڑے پنڈلیاں گوشت سے بھری ہوئی تھیں۔ ڈاڑھی بڑی تھی اور سر میں بال زیادہ تھے۔ بالوں کو کبھی کبھی حنا سے رنگ لیتے تھے۔ رنگ گندمی تھا۔

عام الفیل کے چھٹے سال پیدا ہوئے۔ اُس زمانے کی ضرورت کے مطابق پڑھنا لکھنا سیکھا۔ [۲]

ابن اثیر کا بیان ہے کہ امیرالمومنین حضرت عثمانؓ کو ذی النورین اس وجہ سے کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کی دو صاحبزادیاں رقیہؓ و کلثومؓ یکے بعد دیگرے آپ کے عقد میں آئی تھیں۔ [۳]

---

[۳] اولاً حضرت رقیہؓ اور اُم کلثومؓ دونوں صاحبزادیوں کے عقد ہو چکے تھے۔ بی بی رقیہؓ کا نکاح عتبہ بن ابی لہب سے اور بی بی کلثومؓ کا نکاح عتیبہ بن ابی لہب سے ہوا تھا۔ خمیس میں اس طرح ہے کہ عتبہ کا نکاح حضرت رقیہؓ سے ہوا۔ اور عتیبہ کا عقد حضرت کلثومؓ سے۔ اور شیر کے پھاڑنے کا قصہ عتیبہ کی نسبت لکھا ہے۔ بعد نقل قصہ لکھتے ہیں کہ شیر نے کس کو پھاڑا اس میں اختلاف ہے۔ بعضے عتبہ کا نام لکھتے ہیں اور بعض عتیبہ کا۔ عتبہ نے قریش کے کہنے سے بی بی رقیہؓ کو طلاق دے دی تو اُنہوں نے سعید بن ابی العاص کی لڑکی سے عتبہ کا نکاح کر دیا۔ عتبہ سے صرف حضرت رقیہؓ کا نکاح ہوا تھا۔ رخصت نہیں ہوئی تھی کہ وہ آنحضرت صلعم کے پاس آیا اور آپ سے گستاخی کرنے سے طلاق دے کر چلا گیا۔ رسول اکرم صلعم نے اُس کو گستاخی پر بددعا دی جس کی وجہ سے ایک سفر میں اُس کو شیر نے چیر ڈالا۔ حضرت عثمانؓ سے حضرت رقیہؓ کا نکاح سلسلہ نبوت میں ہوا۔ اس لئے ہجرت حبشہ اُولیٰ میں آپ حضرت عثمانؓ کے ساتھ تھیں جو رجب سنہ ۵ نبوی میں ہوئی۔ (شمس التواریخ جلد چہارم صفحہ ۶۷۹ تا ۶۸۴)۔ (باقی صفحہ ۱۹۳ پر)

---

[۱] خمیس و عقد الفرید از شمس التواریخ جلد چہارم صفحہ ۶۲۱ [۲] ابن خلدون صفحہ ۲۲۲۔

مخالفین حضرت عثمانؓ

جو لوگ حضرت عثمانؓ کی مخالفت و عداوت پر اُٹھے اُن میں خلوص نیت نہ تھا۔ ذاتی اسباب کی وجہ سے دشمن ہو گئے تھے۔ اُن میں نمایاں محمد بن حذیفہؓ۔ محمد بن حضرت ابوبکرؓ۔ کعب بن ذی الحبکہ۔ عمیر بن ضابی اور کمیل بن زیاد کے نام نمایاں ہیں۔

۱۔ محمد بن حذیفہؓ۔ عبد شمس کے پوتے۔ بنی اُمیہ کے گروہ میں سے تھے۔ اُن کے باپ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے تو حضرت عثمانؓ نے پرورش کی۔ بڑے ہو کر کسی ملک کی گورنری کے خواستگار ہوئے۔ اُن میں لیاقت نہ تھی۔ اس لیے گورنری نہیں ملی تو انہوں نے باہر جانے کی اجازت چاہی۔ حضرت عثمانؓ نے شتر اولاد کے زادراہ فراہم کر دیا۔ مدینہ سے نکل کر یہ مصر پہنچے اور محض اس لئے کہ گورنری نہ دی تھی۔ حضرت عثمانؓ کے مخالف ہو کر اُن کے دشمنوں سے مل گئے۔ اور فساد کی آگ بھڑکانے لگے۔

۲۔ محمد بن ابی بکرؓ کو بعض گروہوں نے بہکایا اور لالچ ان میں پیدا ہو گیا تھا۔ ایک دفعہ اُن کی سرکشی کی وجہ سے حضرت عثمانؓ نے اُن کی پیٹھ پر درّے لگائے تھے۔ اُس کا بھی کینہ تھا۔

۳۔ کعب بن ذی الحبکہ کوئی گیند کھیلنے کا بڑا شوقین تھا۔ حضرت عثمانؓ نے سنا تو اپنے عامل ولید کو لکھا کہ اُس کو سزا دو تاکہ وہ اس لغویت سے باز آجائے۔ ولید نے اُس کو سزا دی اور اعلان کر دیا کہ جو کوئی اس طرح تضیع اوقات کرے گا وہ اسی طرح سزا کا مستوجب ہوگا۔ کعب اس سزا یابی پر برہم تھا۔ اسی جوش میں انتقام لینے مدینہ میں آیا۔

۴۔ عمیر بن ضابی جو آپ کے قتل کرنے کے لئے نرغہ کر کے مدینہ پر چڑھ آیا تھا۔ اس کے باپ نے جبکہ ولید بن عقبہ والیٔ کوفہ تھے ایک انصاری سے شکاری کُتیا عاریتہً لی تھی جو ہرن کا شکار اچھا کرتی تھی۔ جب مانگنے پر اُس نے کُتیا نہ دی تو اُس سے انصاری نے زبردستی چھین لی۔ یوں زور نہ چلا تو اُس نے انصاریؓ کی ہجو میں تین شعر کہے۔ پچھلے شعر کا مطلب یہ تھا کہ:-

"اپنی کُتیا کو نہ چھوڑنا وہ تو تمہاری ماں ہے اور ماں کو عاق کرنا بڑا بھاری گناہ ہے"۔

انصاری نے اس ہجو کی شکایت حضرت عثمانؓ کی خدمت میں کی۔ آپ نے اُسے سزا دی اور قید کر دیا۔ اس قید میں وہ اتفاقاً مر گیا۔ اور اُس کا بیٹا عمیر باپ کا بدلہ لینے مدینہ میں آیا۔

۵۔ کمیل بن زیاد نے ایک دفعہ حضرت عثمانؓ کے سامنے گستاخی اور دریدہ دہنی کی تھی آپ نے اُس کے منہ پر تھپڑ مار دیا۔ جس سے وہ چوتڑوں کے بل گر پڑا۔ اُس نے اُٹھ کر کہا۔ امیر المومنین آپ نے مجھ پر زیادتی کی ہے۔ خدا کی قسم میں نے گستاخی نہیں کی۔ حضرت عثمانؓ نے نہایت ہی سادگی اور نیک نفسی سے فرمایا تو بھی مجھے معاف کر دو۔ اس

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۱۹۲) دوسری بیوی حضرت عثمانؓ کی حضرت اُم کلثومؓ بی بی رقیہؓ کی بہن ہیں۔ آپ کینت ہی سے مشہور ہیں۔ حضرت فاطمہ زہرا سے یقیناً بڑی ہیں۔ مگر اس میں اختلاف ہے کہ حضرت رقیہؓ سے بڑی ہیں یا چھوٹی۔

روضتہ الاحباب میں حضرت اُم کلثوم کا نام آمنہؓ ہے۔ آپ کا سنہ ولادت نامعلوم ہے۔ آپ کا عقد پہلے عتیبہ بن ابی لہب سے قبل زمانہ نبوت ہوا تھا۔ عتیبہ نے بھی آپ کو طلاق دے دی تھی۔ بعد وفات حضرت رقیہؓ آپ کا عقد حضور اکرم صلعم نے حضرت عثمانؓ سے کر دیا۔ ۹ھ میں حضرت اُم کلثومؓ نے انتقال فرمایا۔ حضرت صفیہؓ والدہ حضرت زبیرؓ نے غسل دیا۔ (طبقات ابن سعد جلد چہارم صفحہ ۲۶۹ تا ۲۹۶)۔ ان دو کے علاوہ حضرت عثمانؓ نے چھ عقد اور کئے تھے۔ (ترجمہ تاریخ ابن خلدون حصہ ثانی جلد چہارم صفحہ ۲۸۵)۔

زبان سے معاف کر دیا۔ مگر دل میں کینہ رکھا۔ اور موقع پاتے ہی دشمنی پر آمادہ ہوگیا۔

غرض جنہوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا وہ بندۂ غرض تھے۔ سب اچھے لوگ جو اُس عہد میں تھے وہ آپ کی خوبیوں اور فضل و کمال کے معترف تھے۔ بنی اُمیہ نے اِس ہنگامہ کا بار حضرت علیؓ کے سر ڈال دیا۔ مگر حضرت علیؓ نے ہمیشہ اِس سے انکار کیا۔

حضرت عثمانؓ کے فضائل

حضور اکرم صلعم نے فرمایا تھا کہ جو شخص بیر رومہ کھودے اُس کے لئے جنت ہے۔ تو اُسے حضرت عثمانؓ نے کھدوایا۔ اور فرمایا تھا کہ جو شخص جیش عسرت کا سامان درست کرے اُس کے لئے جنت ہے۔ تو حضرت عثمانؓ نے اُس کا سامان درست کر دیا تھا۔ (نیز آپ عشرہ مبشرہ میں ہیں)۔ [۱]

حضرت عمرؓ کے زمانے تک جمعہ کے دن اذان اُس وقت ہوتی تھی۔ جب امام ممبر پر جاتا تھا۔ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں جب لوگوں کی کثرت ہوئی تو آپ نے حکم دیا کہ خطبہ کی اذان سے پہلے بھی ایک اذان ہوا کرے۔ چنانچہ اُس وقت سے آج تک جمعہ کے دن یہ اذان دی جاتی ہے۔ [۲]

حضرت زبیرؓ کو حضرت عثمانؓ کا عطیہ

فضل بن دکین نے کہا کہ بیان کیا مجھ کو قیس بن ربیع نے ابی حصین سے کہ حضرت عثمانؓ بن عفان نے حضرت زبیرؓ بن العوام کے لئے چھ لاکھ کے عطیہ کا فرمان صادر فرمایا پس حضرت زبیرؓ بنی کاہل (اپنے ماموؤں کے خاندان کے پاس گئے) اور اُن سے پوچھا۔ کونسا مال اچھا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ اصفہان کا مال۔ پس حضرت زبیرؓ نے فرمایا مجھے اصفہان کا مال دو۔ [۳]

حضرت زبیرؓ کو جاگیر حضرت عثمانؓ کی طرف سے

فتوح البلدان میں ہے کہ ہم سے شیبان بن فروخ نے بیان کیا۔ اُنہوں نے کہا۔ مجھ سے ابو عوانہ نے بیان کیا۔ اور اُن سے ابراہیم بن المہاجر نے اور اُن سے موسیٰ بن (حضرت) طلحہؓ نے کہ حضرت عثمانؓ نے اصحاب نبی صلعم میں سے پانچ کو جاگیریں دیں۔ وہ پانچ اصحابؓ یہ تھے۔ (حضرت) عبداللہ بن مسعودؓ (حضرت) سعد بن مالک الزہریؓ (حضرت) الزبیرؓ بن العوام (حضرت) خباب بن الارتؓ (حضرت) اُسامہ بن زیدؓ۔

موسیٰ بن حضرت طلحہؓ کہتے ہیں کہ حضرت سعدؓ اور ابن مسعودؓ میرے ہمسایہ تھے۔ میں نے اُنہیں دیکھا کہ وہ اپنی زمینیں ثلث اور ربع لگان پر دیتے ہیں۔ (یہ تقسیم السواد کی ہے)۔ [۴]

حضرت زبیرؓ کے سب سے زیادہ مستحق خلافت ہونے کے متعلق حضرت عثمانؓ کی حدیث

مروان بن حکم سے روایت ہے کہ جس سال نکسیر کا مرض عام ہوا تھا اُسی سال حضرت عثمانؓ کو بھی یہ مرض نہایت سخت ہوا یہاں تک کہ آپ حج بھی نہ کر سکے۔ اُنہوں نے اپنی زندگی کا خاتمہ

۱۔ حضرت زبیرؓ کے ماموں کا خاندان بنی کاہل نہیں ہے بلکہ بنی ہاشم ہے ترجمہ الکمال فی اسماء الرجال میں ہے کہ کاہلی اسدی بنو اسد کی ایک شاخ ہے۔ جو بنی کاہل بھی کہلاتے تھے۔ یہ کاہلی اسدی۔ اسد بن عبد العزیٰ بن قصی سے نہیں ہیں۔ بلکہ اسد بن خذیمہ کی شاخ ہے۔

---

[۱] ترجمہ صحیح بخاری صفحہ ۱۴۹ [۲] ترجمہ تنبیہ و اشراف مسعودی صفحہ ۱۴۲ [۳] طبقات ابن سعد جزء ثالث صفحہ ۵ ، [۴] فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۸۱۴

سمجھ کر وصیت بھی کر دی۔ اسی دوران میں ایک قریشی شخص نے اُن سے آکر کہا کہ کسی کو اپنا جانشین بنا دیجئے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ کیا لوگ کہتے ہیں۔ اُس نے کہا جی ہاں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ کس کو خلیفہ بنانے کو کہتے ہیں۔ وہ شخص خاموش ہو گیا۔ اتنے میں ایک اور شخص حضرت عثمانؓ کے پاس آیا۔ غالباً حارث تھا۔ اُس نے حضرت عثمانؓ سے کہا کسی کو اپنا خلیفہ مقرر فرما دیجئے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ تم اپنی طرف سے کہہ رہے ہو۔ یا لوگوں نے کہا ہے۔ اُس نے کہا لوگ کہتے ہیں۔ فرمایا۔ وہ کس کو خلیفہ بنانا چاہتے ہیں۔ وہ خاموش ہو گیا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ غالباً اُنہوں نے (حضرت) زبیرؓ کے متعلق کہا ہوگا۔ اس شخص نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ ہاں۔ قسم ہے اُس خدا کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے۔ وہ سب سے بہتر ہیں۔ اور بیشک وہ رسول اللہ صلعم کو سب سے زیادہ پیارے تھے۔[1]

مروان کا بیان ہے کہ میں حضرت عثمانؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص اُن کے پاس آیا۔ اور عرض کیا کہ اپنی طرف سے کسی کو خلیفہ بنا دیجئے۔ حضرت عثمانؓ نے پوچھا۔ کیا لوگ کہتے ہیں۔ اُس نے عرض کیا ہاں۔ (حضرت) زبیرؓ کو۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ سن لو۔ خدا کی قسم تم خوب واقف ہو کہ وہ (حضرت زبیرؓ) تم سب سے زیادہ بہتر ہیں۔[2]

حضرت زبیرؓ کا خلیفہ بننے سے انکار۔

ابن عساکر کا بیان ہے کہ حضرت عثمانؓ سنہ ۳۱ھ میں جب نکسیر کے مرض میں سخت مبتلا ہوئے تو اکثر صحابہؓ کو آپ کی حیات سے نا اُمیدی ہو گئی تھی۔ لوگوں نے آپ سے اپنا خلیفہ بنانے پر اصرار کیا۔ اسی اصرار کی بناء پر آپ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بلا کر وصیت کی کہ میرے بعد میرے قائم مقام تم ہونا۔ اُنہوں نے صاف انکار کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ کے متعلق اپنے کاتب حمران سے وصیت لکھا دی۔ اُس نے ناسمجھی سے قبل از وقت ظاہر کر دیا۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ اُس پر سخت ناراض ہوئے اور جلاوطن کر کے بصرہ بھیج دیا۔[3]

حضرت عثمانؓ کی شہادت کا راز

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے ضمن میں کہیں آپ کی رحم دلی کہیں اقربا نوازی اور کہیں عمال کی بے راہ روی عنوان بنائے گئے ہیں۔ مگر یہ سب آپ کے حیا کے کرشمے تھے۔ جس پر مہرِ نبوت صلعم بھی ثبت فرمائی گئی تھی کہ میری اُمت میں سب سے زیادہ حیا دار عثمانؓ ہیں۔[4] حیا داری میں مودت۔ مروت۔ رحم و کرم جو د و سخا۔ عدل و انصاف وغیرہ نیک اعمال سب ہی شامل ہوتے ہیں۔ جو آپ میں بدرجہ اتم موجود تھے۔ آپ کے عادل ہونے کی شہادت یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول هل يستوي هو ومن يأمر بالعدل وهو على صراط مستقيم [کیا وہ شخص (جو ظلم کرتا ہے) اور وہ شخص جو عدل کے حکم کے ساتھ حکم کرتا ہے برابر ہے؟ وہ (جو عادل ہے) راہِ راست پر ہے] میں مروی ہے کہ اُس عادل سے مراد (حضرت) عثمانؓ بن عفان ہیں۔[5] آپ کو یہ بھی ارشاد صلعم ہو چکا تھا کہ عثمانؓ اللہ تمہیں ایک روز ایک کرتہ پہنائے گا۔ اگر منافقین تم سے اُسے اُتروانا چاہیں تو تم اُسے کسی ظالم کے لئے نہ اُتارنا۔[6] چنانچہ جب ایسی نوبت آئی تو آپ نے خلافت سے دستبردار ہونے سے صاف انکار فرما دیا۔ چونکہ آپ کو حضور اکرم صلعم سے شہادت کی خوشخبری بھی حاصل ہو چکی تھی۔ اس لئے کافی جمعیت اور قوت موجود ہوتے حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کی دشمنان دین سے مبارزت کے لئے اجازت طلبی و دیگر جاں نثاروں کے اصرار کے باوجود بھی یہی ارشاد ہوتا رہا کہ میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں جو میرے بارے میں کسی کا خون بہایا ہو۔[7]

یہ سب اس لئے تھا کہ آپ سے سرکار دو عالم صلعم نے جو عہد لیا تھا اُس پر صابر و شاکر ہو کر اپنی جانِ عزیز کو اُن کی رضا جوئی پر قربان کر دیں۔ اس مظلوم موت کے جو نتائج نکلنے والے تھے اُن کے متعلق آپ نے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ اگر تم مجھے قتل کرو گے تو کبھی سب مل کے نماز پڑھو گے نہ آپس میں مل کر دشمن سے جہاد کرو گے۔ ضرور ضرور آپس میں اختلاف کرو گے اور ایک دوسرے سے مل کے خون ریزی کرو گے۔[8] چنانچہ وہی ہوا کہ آج تک مسلمانوں کو حقیقی چین اور سکھ حاصل نہ ہو سکا۔ اور اپنے ہادی کی نافرمانی کا نتیجہ اس وقت تک کرب و بے چینی کے ساتھ بھگت رہے ہیں۔

---

[1] ترجمہ صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۱۰۸ و ۱۰۹ [2] تذکرہ حضرت عبداللہ بن عوف صفحہ ۳۹ و ابن عساکر جلد پنجم صفحہ ۱۶ [3] ۴۳ [4] ترجمہ ابن سعد حصہ اول جزو ثالث ۲۰۲ [5] ایضاً ۲۰۹ [6] ایضاً ۲۱۵۔

حضرت زبیرؓ اور خلافت حضرت علیؓ

حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے وقت۔ مدینہ منورہ میں حضرت زبیرؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت علیؓ تین بڑے صاحب اثر صحابۂ کرامؓ موجود تھے۔ ان کے علاوہ حضرت سعد بن وقاصؓ (عشرہ مبشرہ) اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ وغیرہ بھی موجود تھے۔ مگر بلوائیوں اور باغیوں کے ہاتھوں سب کی عزتیں معرض خطر میں تھیں۔ مدینہ منورہ کی حکومت تمام وکمال بلوائیوں کے ہاتھوں میں تھی۔ اس لئے اول الذکر تینوں اصحاب کرامؓ اگرچہ بلوائیوں کی نگاہوں میں خاص عزت و وقعت رکھتے تھے۔ لیکن ان سب نے اپنی اپنی عزتوں کی حفاظت کے خیال سے گھروں کے دروازے بند کرلئے تھے۔ اور سب خانہ نشین ہو بیٹھے تھے۔ اور کوئی گھر سے باہر نہیں نکلتا تھا۔

حضرت علیؓ بعض ضرورتوں سے باہر بھی تشریف لے جاتے تھے۔ اور بعض کا خیال ہے کہ آپ مدینہ سے باہر اسی مقصد اور اسی غرض سے گئے تھے کہ ان بلوائیوں کی شرارتوں سے محفوظ رہیں۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ شہید ہوئے ہیں تو آپ مدینہ منورہ سے کئی میل کے فاصلہ پر تھے۔ اور یہ ہی صورت بقول شمس التواریخ کے حضرت زبیرؓ کی تھی۔ آپ بھی قبل شہادت مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے گئے تھے۔

مدینہ میں بلوائیوں کی حکومت

جب سے مدینہ منورہ میں داخل ہو کر حضرت عثمان غنیؓ کو مصر و کوفہ اور بصرے کے باغیوں نے گھر سے نکلنے اور مسجد میں آنے سے روک دیا تھا۔ اسی روز سے مدینہ منورہ میں اُن کی حکومت تھی۔ لیکن حضرت عثمانؓ کے شہید ہونے کے بعد مدینہ میں قریباً ایک ہفتہ غافقی بن حرب عکی۔ بلوائیوں کے سردار کی حکومت رہی۔ وہ ہی ہر حکم جاری کرتا اور نمازوں کی امامت کرتا تھا۔

انتخاب خلیفہ کی تجویز

ان بلوائیوں میں بعض لوگ مآل اندیش اور سمجھ دار بھی تھے۔ اُنہوں نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر ہم لوگ اسی طرح حضرت عثمانؓ کے قتل کے بعد یہاں سے منتشر ہوگئے تو ہمارے لئے کوئی نیک نتیجہ نہیں پیدا ہو سکتا۔ ہم جہاں ہوں گے وہیں قتل کردئے جائیں گے۔ لہٰذا اُنہوں نے مشورہ کرکے سب کو آمادہ کیا کہ جلد اب کسی کو خلیفہ منتخب کراؤ۔ اور بغیر خلیفہ منتخب کرائے یہاں سے جانے کا نام نہ لو۔

انہیں ایام شورش میں اطمینان کرلینے کے بعد کوفہ و بصرے سے بھی اس قرارداد کے موافق لوگ روانہ ہو کر مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ نہایت غیر مشہور اور غیر معلوم طریقہ پر ابن سبا بھی مدینہ میں داخل ہو کر اپنے ایجنٹوں اور دوستوں میں شامل ہوگیا۔ چونکہ بلوائیوں میں سب ہی ایسے اشخاص نہ تھے۔ جو عبد اللہ بن سبا کے رازدار ہوں۔ بلکہ بہت سے بیوقوف واقعہ پسند اور دوسرے ارادوں کے لوگ بھی تھے۔ اس لئے عبد اللہ بن سبا نے یہاں آکر خود کوئی سرداری کی شان مصلحتاً حاصل نہیں کی۔ بلکہ اپنے ایجنٹوں ہی کے ذریعہ تمام مجمع کو متحرک کرتا اور اپنے حسب منشاء کام لیتا رہا۔ یہ انتخاب خلیفہ کی تجویز

---

[۱] تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۲۲۸ و ۲۲۹۔

بھی درحقیقت ابن سبا ہی کی تھی۔

حضرت زبیرؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت علیؓ کا خلافت قبول کرنے سے انکار۔

چنانچہ یہ لوگ جمع ہوکر حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت علیؓ کے پاس الگ الگ گئے۔ اور ان بزرگوں میں سے ہر ایک سے درخواست کی کہ آپ خلافت قبول فرمالیں۔ اور ہم سے بیعت لے لیں۔ ہر ایک بزرگ نے خلافت قبول کرنے سے انکار کردیا۔ اور یہ نامراد مجبور ہوکر رہ گئے۔

ابن سبا کی کارگر تدبیر

آخر عبداللہ بن سبا نے ایک تدبیر سمجھائی۔ مدینہ منورہ میں ان باغیوں اور بلوائیوں نے ایک ڈھنڈورا پٹوادیا کہ اہلِ مدینہ ہی ارباب حل وعقد ہیں اور اہلِ مدینہ ہی ابتداء سے خلیفہ کا انتخاب کرتے آئے ہیں۔ اور اہلِ مدینہ ہی کے مشورے اور انتخاب سے منتخب کئے ہوئے خلیفہ کو مسلمانوں نے ہمیشہ خلیفہ تسلیم کیا ہے۔ لہٰذا ہم اعلان کرتے ہیں اور اہلِ مدینہ کو آگاہ کئے دیتے ہیں کہ تم کو صرف دو دن کی مہلت دیتے ہیں۔ اس دو دن کے عرصہ میں کوئی خلیفہ منتخب کرلو۔ ورنہ دو دن کے بعد ہم، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت علیؓ کو قتل کردیں گے۔ اس اعلان کو سن کر اہلِ مدینہ کے وفود بے تابانہ اپنے گھروں سے نکل کر ان تینوں اصحاب کرامؓ کے پاس پہنچے۔ لیکن حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ نے صاف انکار کردیا۔ اور کہا کہ ہم خلیفہ نہیں بننا چاہتے۔

حضرت علیؓ سے بیعت

حضرت علیؓ نے اول انکار کیا۔ لیکن پھر لوگوں کے اصرار پر راضی ہوگئے۔ اہلِ مدینہ اور بلوائیوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلی[1]

حضرت زبیرؓ و حضرت طلحہؓ کی مشروط بیعت۔

تاریخ ابن خلدون میں ہے کہ بعضوں نے کہا ہے کہ بعد شہادت حضرت عثمانؓ پانچ یوم تک غافقی بن حرب مدینہ منورہ کا امیر رہا۔ بعد ازاں بلوائیان مصر مجتمع ہوکر (حضرت) علی بن ابی طالبؓ کے پاس آئے۔ انہوں نے خلافت سے انکار کیا۔ اور بلوائیان کوفہ حضرت زبیرؓ کے پاس اور بلوائیانِ بصرہ حضرت طلحہؓ کے پاس گئے۔ ان صحابہ کرامؓ نے بھی خلافت سے انکار کیا۔ تب بلوائیوں نے مجتمع ہوکر حضرت سعد بن وقاصؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو منصب خلافت پر متمکن کرنا چاہا۔ یہ حضرات بھی خلافت سے انکاری ہوئے۔ بلوائیوں کو سخت حیرت ہوئی کہ کوئی شخص خلافت قبول ہی نہیں کرتا تھا۔ پھر ان میں سے جو لوگ ذرا عقل و ہوش رکھتے تھے۔ انہوں نے یہ خیال کرکے کہ "ان عوام کالانعام" کا بغیر نصب خلیفہ واپس جانا فتنہ و فساد برپا کرنا ہے۔ اہلِ مدینہ کو مجتمع کیا اور یہ کہا کہ تم لوگ اہلِ شوریٰ سے ہو۔ تمہارا حکم تمام امت پر جائز و نافذ ہے۔ امام نصب کرو ہم تمہارے مطیع ہیں۔ اور اس کام کے انصرام کے لئے ہم تمہیں دو دن کی مہلت دیتے ہیں۔ اگر اس مقررہ مدت میں تم نے امام نہیں نصب کیا تو ہم فلاں فلاں اشخاص کو مار ڈالیں گے۔[2]

اہلِ مدینہ یہ سن کر حضرت علیؓ کے پاس گئے تو انہوں نے خلافت سے انکار کیا۔ ان لوگوں نے اسلام کے انہدام سے ڈرایا۔ تب حضرت علیؓ نے اگلے دن کا وعدہ کیا۔ صبح ہی وہ لوگ پھر آپہونچے۔ حکیم بن جبلہ (باغی) مصریوں کے ساتھ

---

[2] ابن اثیر نے بجائے فلاں فلاں کے حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت علیؓ کے اسمائے گرامی لکھے ہیں۔

---

[1] تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۲۴۹ و ۲۵۰ و ابن اثیر۔

اور اشتر (باغی) کوفیوں کے ہمراہ حاضر ہوا۔

حکیم بن جبلہ نے حضرت زبیرؓ کو اور اشتر نے حضرت طلحہؓ کو بہ اکراہ لاکر پیش کیا۔ چنانچہ لوگوں نے (حضرت) علی بن ابی طالبؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ سب سے پہلے حضرت طلحہؓ نے بیعت کی۔ اس شرط پر کہ کتاب اللہ اور سنت الرسول اللہ کے مطابق حکم دیں گے۔ اور حدود شرعی قایم کریں گے۔ یعنی قاتلین حضرت عثمانؓ سے قصاص لیں گے۔ پھر حضرت زبیرؓ نے بھی اسی شرط سے بیعت کی۔ [1]

تاریخ اسلام میں ہے کہ لوگ حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کے لئے عرض کی تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ تو مجھ کو خلیفہ منتخب کرتے ہو لیکن جب تک اصحاب بدر مجھ کو خلیفہ نہ تسلیم کرلیں تمہارے انتخاب سے کیا ہوتا ہے۔ یہ سن کر لوگ اصحاب بدر کی طرف گئے اور جہاں تک ممکن ہوا ان کو جمع کرکے لائے۔ سب سے پہلے اشتر (باغی) نے بیعت کی۔ اس کے بعد اور لوگوں نے ہاتھ بڑھائے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کی بھی نیت معلوم ہونی چاہیئے۔ چنانچہ اشتر باغی حضرت طلحہؓ کی طرف اور حکیم بن جبلہ باغی حضرت زبیرؓ کی طرف گئے اور دونوں حضراتؓ بہ اکراہ حضرت علیؓ کے پاس تشریف لائے۔ حضرت علیؓ نے ان دونوں حضراتؓ سے کہا کہ آپ میں سے جو صاحب خلافت کے خواہشمند ہوں۔ میں ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار ہوں۔ حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ نے انکار کیا۔ پھر ان دونوں اصحاب کرامؓ سے کہا گیا کہ اگر آپ خلیفہ بننا نہیں چاہتے تو حضرت علیؓ سے بیعت کیجئے۔ دونوں حضراتؓ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ مالک اشتر (باغی) نے تلوار کھینچ کر حضرت طلحہؓ سے کہا کہ اگر بیعت نہ کی تو ابھی قصہ پاک کردیا جائے گا۔ حضرت طلحہؓ نے یہ حالات دیکھ کر حضرت علیؓ سے کہا کہ میں اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ آپ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم کے مطابق حکم دین اور حدود شرعی جاری کریں۔ یعنی قاتلان حضرت عثمانؓ سے قصاص لیں۔

حضرت علیؓ نے ان باتوں کا اقرار کیا تو حضرت طلحہؓ نے بیعت کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ جو کٹا ہوا تھا۔ (جنگ احد میں آپ کا ہاتھ آنحضرت صلعم کی حفاظت کرتے ہوئے زخموں کی کثرت سے بیکار ہوگیا تھا۔ کیونکہ آپ اس وقت تیروں اور تلواروں کو اپنے ہاتھ پر روکتے تھے) بعض لوگوں نے اس مجلس میں سب سے پہلے حضرت طلحہؓ کے کٹے ہوئے ہاتھ (یا خشک شدہ ہاتھ) کو بیعت کے لئے بڑھتے ہوئے دیکھ کر بدفالی سمجھی۔

حضرت طلحہؓ کے بعد حضرت زبیرؓ کے ساتھ بھی یہی واقعہ پیش آیا۔ اور آپ نے بھی حضرت طلحہؓ والی شرطیں پیش کرکے بیعت کی۔

بیعت نہ کرنے والے اصحابؓ

حضرت سعد بن وقاصؓ (عشرہ مبشرہ) سے بھی بیعت کے لئے کہا گیا۔ لیکن انہوں نے اپنا دروازہ بند کرلیا۔ اور کہا کہ سب لوگ جب بیعت کرلیں گے تو میں بھی بیعت کرلوں گا۔ میری طرف سے کسی قسم کا اندیشہ مت کرو۔ حضرت علیؓ نے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھی حضرت سعد بن وقاصؓ کی طرح بیعت میں تامل کیا۔ ان سے لوگوں نے ضمانت طلب کیا۔ مالک اشتر نے تلوار نکال کر کہا کہ ان کو قتل کئے دیتا ہوں۔ حضرت علیؓ نے مالک اشتر کو روکا اور کہا کہ عبداللہ بن عمرؓ کا میں ضامن ہوں۔

---

[1] ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۲۸۷ و ۲۸۸۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ عمرے کے ارادے سے مکہ معظمہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ آپ کے جانے کا حال حضرت علیؓ کو معلوم ہوا اور لوگوں نے کہا کہ وہ آپ کے خلاف ارادے لے کر روانہ ہوئے ہیں۔ حضرت علیؓ نے فوراً ان کی گرفتاری کے لئے لوگوں کو روانہ کرنا چاہا۔ اتنے میں حضرت علیؓ کی صاحبزادی امِ کلثومؓ جو حضرت عمر فاروقؓ کی زوجہ تھیں۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی علاتی ماں تھیں۔ انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت علیؓ کو یقین دلایا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ آپ کے خلاف کوئی حرکت نہیں کریں گے۔ وہ صرف عمرہ ادا کرنے کے لئے روانہ ہوئے ہیں۔ تب حضرت علیؓ کو اطمینان ہوا۔

ان کے علاوہ محمد بن مسلمہؓ۔ اسامہ بن زیدؓ، حسان بن ثابتؓ، کعب بن مالکؓ۔ ابو سعید خدریؓ۔ نعمان بن بشیرؓ۔ زید بن ثابتؓ۔ مغیرہ بن شعبہؓ اور عبداللہ بن سلامؓ وغیرہ وغیرہ جلیل القدر بدری حضرات نے بھی بیعت نہیں کی۔ نیز بہت سے اشخاص بالخصوص بنو امیہ بیعت میں شامل نہ ہونے کے لئے مدینہ منورہ سے شام کی طرف فوراً چل دئے۔

جو اصحابؓ مدینہ منورہ میں موجود تھے۔ اور پھر بھی انہوں نے بیعت نہ کی۔ ان کو حضرت علیؓ نے طلب کرکے وجہ دریافت کی تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ ابھی مسلمانوں میں خونریزی کے اسباب موجود ہیں۔ فتنہ کا کلی انسداد نہیں ہوا ہے۔ اس لئے ابھی ہم رکے ہوئے ہیں۔ اور بالکل غیر جانبدار رہنا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے مروان بن الحکم کو طلب کیا۔ مگر اس کا کہیں پتہ نہیں چلا۔

تاریخ ابن خلدون میں ہے کہ جن لوگوں نے بیعت نہیں کی۔ ان میں انصارؓ میں سے حسان بن ثابتؓ۔ کعب بن مالکؓ سلمہ بن مخلدؓ۔ ابو سعید خدریؓ۔ محمد بن مسلمہؓ۔ نعمان بن بشیرؓ زید بن ثابتؓ۔ رافع بن خدیجؓ۔ فضالہ بن عبیدؓ کعب بن عجرہؓ۔ سلمہ بن سلامہؓ بن اقش۔ اور مہاجرینؓ میں سے عبداللہ بن سلامؓ صہیبؓ بن سنانؓ اسامہ بن زیدؓ قدامہ بن مظعونؓ اور مغیرہ بن شعبہؓ جیسے اصحاب تھے۔

نعمان بن بشیرؓ حضرت نائلہؓ زوجہ حضرت عثمانؓ کی کٹی ہوئی انگلیاں اور حضرت عثمانؓ کا خون آلود قمیص لیکر حضرت امیر معاویہؓ کے پاس شام چلے گئے۔ [۱]

قاتلین کی شناخت کی کوشش

حضرت نائلہؓ زوجہ حضرت عثمانؓ سے قاتلوں کے نام دریافت کیا گیا تو انہوں نے دو شخصوں کا صرف حلیہ بتایا اور نام نہیں بتا سکیں۔ محمد بن حضرت ابو بکر صدیقؓ کی نسبت پوچھا کہ یہ بھی قاتلوں میں ہیں تو انہوں نے کہا کہ حضرت عثمانؓ کے شہید ہونے سے پہلے یہ دروازے سے باہر جا چکے تھے۔ [۲]

حضرات زبیرؓ و طلحہؓ کا حضرت علیؓ سے قصاص کا مطالبہ

حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ دونوں نے اپنی بیعت کے اگلے دن حضرت علیؓ کے پاس جاکر کہا کہ ہم نے بیعت اس شرط پر کی ہے کہ آپ قاتلین حضرت عثمانؓ سے قصاص لیں۔ اگر آپ نے قصاص لینے میں تامل فرمایا تو ہماری بیعت فسخ ہو جائے گی۔

حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ میں قاتلین حضرت عثمانؓ سے ضرور انتقام لوں گا۔ اور اس معاملہ میں انصاف کروں گا۔ لیکن ابھی تک بلوائیوں کا زور ہے۔ اور امر خلافت پورے طور پر مستحکم نہیں ہوا ہے۔ میں اطمینان اور سہولت ہونے پر

---

[۱] ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۲۸۶ و ۲۸۷۔ [۲] تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۴۵۷ تا ۴۵۹۔

اس طرف توجہ دوں گا۔ فی الحال اس معاملہ میں کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ دونوں صاحب حضرت علیؓ کی گفتگو سُن کر اور اُٹھ کر اپنے گھروں کو چلے آئے۔ لیکن لوگوں میں اس کے متعلق سرگوشیاں اور چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں۔

قاتلین حضرت عثمانؓ اور بلوائیوں کو تو یہ فکر ہوئی کہ اگر قصاص لیا گیا تو پھر ہماری خیر نہیں ہے۔ اور اُن لوگوں کو جو حضرت عثمانؓ کو مظلوم سمجھتے اور بلوائیوں سے نفرت رکھتے تھے اس بات کا یقین ہوا کہ یہ لوگ جنہوں نے حضرت عثمانؓ کو ظالمانہ طور پر شہید کیا ہے اپنے کیفر کردار کو نہ پہنچیں گے۔ اور مزے سے فاتحانہ گلچھرے اڑاتے ہوئے پھریں گے۔

اس قسم کے خیالات کا لوگوں کے دلوں میں پیدا ہونا حضرت علیؓ کی خلافت کے لئے مضر تھا۔ اُن کے پاس بجز صبر کے کوئی چارہ کار نہ تھا۔ [1]

ابن خلدون میں ہے کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے عوام کی بیعت کرنے کے بعد خطبہ دیا۔ یہ واقعہ یوم جمعہ کو ہوا جب کہ پانچ راتیں ذی الحجہ ۳۵ھ کی باقی رہ گئیں تھیں۔

حضرت علی بن ابی طالبؓ خطبہ دے کر اپنے مکان پر واپس آئے۔ تو حضرت زبیرؓ و حضرت طلحہؓ وہاں تشریف لائے اور یہ کہا کہ چونکہ ہم نے بیعت اس شرط سے کی ہے کہ حدود و قصاص جاری و قائم کرو گے۔ لہذا تم حضرت عثمانؓ کے قاتلین سے قصاص لو۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے جواب دیا کہ بالفعل مجھ کو ایسی قدرت حاصل نہیں ہے کہ جو تم چاہتے ہو اس کے مطابق عمل کروں۔ جب تک کہ لوگ راہ راست پر نہ آلیں۔ اور کل کاموں کا انتظام اور انصرام نہ ہو جائے۔ میں خود اس فکر میں ہوں کہ حضرت عثمانؓ کے حقوق کی نگہداشت عمدہ طور پر کی جائے۔ اس کلام کے بعد حضرت زبیرؓ و حضرت طلحہؓ اُٹھ کر چلے آئے۔ اور لوگوں میں قاتلین حضرت عثمانؓ کے قصاص کے متعلق سرگوشیاں ہونے لگیں۔ حضرت علیؓ کو جب اس کی خبر لگی تو اُنہوں نے ایک خطبہ دیا جس میں اُن کی ضرورت و احتیاج اور اپنی بریت کو بیان فرمایا۔ بعد اس کے مروان و بنی اُمیہ شام کی طرف بھاگ کر چلے گئے اور حضرت علیؓ قریش کے خروج کو نہ روک سکے۔ [2]

بلوائیوں کا مدینہ خالی کرنے سے انکار

بیعت خلافت کے تیسرے دن حضرت علیؓ نے حکم دیا کہ کوفہ و بصرہ و مصر وغیرہ ممالک اور دوسرے صوبوں سے آئے ہوئے تمام اعراب واپس چلے جائیں۔ اس حکم کو سُن کر عبد اللہ بن سبا اور اُس کی جماعت کے لوگوں نے واپس جانے اور مدینہ کو خالی کرنے سے انکار کیا اور اکثر بلوائیوں نے ان کا اس انکار میں ساتھ دیا۔ اُن کے حکم کو اُن لوگوں نے ماننے سے انکار کیا جو بظاہر اپنے آپ کو حضرت علیؓ کا بڑا فدائی اور شیدائی ظاہر کرتے تھے۔

حضرت علیؓ نے اپنی خلافت کے تیسرے یا چوتھے دن ہی حضرت عثمانؓ کے زمانے کے تمام عاملوں اور والیوں کو معزولی کا فرمان لکھوایا۔ اور اُن کی جگہ دوسرے لوگوں کا تقرر فرمایا۔

چند ماہ حالات کی نزاکت کو دیکھ کر حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ نے حضرت علیؓ کے پاس جا کر کہا کہ آپ ہم کو بصرہ و کوفہ کی طرف بھیج دیجئے۔ وہاں کے لوگوں کو چونکہ ہم سے ایک گونہ عقیدت ہے لہذا ہم وہاں جا کر لوگوں کے منتشر خیالات کو یکسو کر دیں گے۔ لیکن اس پر حضرت علیؓ کو شبہ ہوا۔ اور اُنہوں نے اپنی مصلحت کے پیش نظر ان دونوں بزرگوں کو مدینہ سے باہر جانے کی اجازت نہ دی۔ کیونکہ اہل بصرہ حضرت طلحہؓ کے طرفدار اور اہل کوفہ حضرت زبیرؓ کو پسند

---

[1] تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۴۵۹ [2] ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۲۸۸ و ۲۸۹ [3] تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۴۵۰ و ۴۶۱

کرتے تھے۔ ؎۱

یہ سن کر حضرت مغیرہ بن شعبہؓ جو بڑے مدبر اور دوراندیش اور حضرت علیؓ کے قریبی رشتہ دار تھے۔ حضرت علیؓ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ نے حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ اور دوسرے قریش کو جو مدینہ سے باہر جانے کی مخالفت کر دی ہے اور اُن کو روک لیا ہے۔ اس کا یہ اثر ہوگا کہ تمام قریش آپ کی خلافت کو اپنے لئے باعث تکلیف سمجھیں گے۔ اور اُن کو آپ کے ساتھ ہمدردی نہیں رہے گی۔ ؎۲

تاریخ ابن خلدون میں ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے یہ رائے بھی دی کہ جب تک حکومت و خلافت کو استقلال حاصل نہ ہو اُس وقت تک آپ حضرت عثمانؓ کے عمال کو برقرار رکھیں۔ بعد استقلال و استقرار حکومت جس کو چاہنا معزول و تبدیل کر دینا۔ حضرت علیؓ نے اُس سے انکار کیا۔

سیرت (حضرت) معاویہؓ میں ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے جب تمام عمال عثمانی کی معزولی کا حال سنا تو وہ حضرت علیؓ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی کہ:۔

"اگر آپ اپنی خلافت کا استحکام چاہتے ہیں تو میرے نزدیک آپ ہرگز یہ قدم نہ اٹھائیں۔ حضرت امیر معاویہؓ کو بدستور شام کا والی رہنے دیں انہیں ان کے منصب سے معزول نہ کریں علاوہ ازیں آپ حضرت طلحہؓ کو بصرہ کا اور حضرت زبیرؓ کو کوفہ کا والی مقرر کر دیں۔ اس کے بعد جب ہر طرف آپ کا پورا تسلط ہو جائے اور فتنہ و شورش کی طاقتیں مرعوب ہو کر بیٹھ جائیں۔ امن قائم ہو جائے اس وقت آپ کو اختیار ہے کہ آپ جو چاہیں کریں۔ ورنہ بصورت دیگر یہی طاقتیں آپ کے دست و بازو بننے کے بجائے آپ کے خلاف برسرکار ہوں گی۔" ؎۳

اس مدبرانہ رائے کو اگر مان لیا جاتا تو حضرت علیؓ کی خلافت فتنہ و فساد سے یکسر مبرا رہی۔ مگر ہنگامی جوش ہیں۔ حضرت علیؓ نے اس پر غور نہیں کیا اور فرمایا کہ:۔

"(حضرت) زبیرؓ اور (حضرت) طلحہؓ کے معاملہ کے متعلق تو غور کروں گا لیکن (حضرت) معاویہؓ کے متعلق میں فی الحال کسی غور و خوض کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتا، انہوں نے میرے مقرر کردہ عامل کی مزاحمت کر کے میرے اقتدار کے خلاف اعلان جنگ کیا ہے وہ مجھ سے کہہ سکتے تھے۔ مگر انہوں نے منتخب شدہ خلیفہ کی اطاعت و انقیاد سے روگردانی و انحراف کیا ہے۔ وہ جب تک اپنی حرکتوں سے باز نہ آئیں گے اس وقت تک میں انہیں کہیں کا حاکم مقرر کروں گا۔ اور نہ اُن سے کوئی امداد لوں گا۔" ؎۴

ابن خلدون میں ہے کہ پھر دوسرے دن حضرت مغیرہؓ نے آکر کہا کہ جہاں تک جلد ممکن ہو عمال حضرت عثمانؓ کو معزول کر دو۔ حضرت ابن عباسؓ نے یہ سن کر حضرت علیؓ سے کہا کہ مغیرہؓ نے جو نصیحت آپ کو کل کی تھی وہ ٹھیک تھی۔ اور آج تم کو دھوکا دیا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کا مشورہ

حضرت علیؓ نے فرمایا! پھر کیا رائے ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا مناسب تو یہ تھا کہ وقت شہادت حضرت عثمانؓ تم مکہ چلے جاتے لیکن اب بہتر ہے کہ حضرت عثمانؓ کے عمال مثل حضرت معاویہؓ وغیرہ کو بحال رکھو۔ تا آنکہ خلافت و حکومت کو ایک گونہ اقتدار ہو جائے۔ ورنہ بنی اُمیہ

؎۱ سیر المہاجرینؓ حصہ اول صفحہ ۱۵۷ ؎۲ تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۴۶۰ ؎۳ و ؎۴ سیر حضرت معاویہؓ صفحہ ۸۳ و ۸۴۔

لوگوں کو دھوکا دیں گے کہ ہم قاتلین حضرت عثمانؓ سے قصاص طلب کرتے ہیں۔ جیسا کہ اہلِ مدینہ بھی کہہ رہے ہیں۔ اور اس ذریعہ سے تمہاری حکومت درہم برہم ہو جائے گی۔ اور تم اُن کو دفع نہ کر سکو گے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں معاویہؓ کو صرف تلوار کے ذریعہ سے سیدھا کروں گا۔ اور کوئی رعایت روا نہ رکھوں گا۔ ابن عباسؓ نے کہا۔ بیشک تم ایک شجاع شخص ضرور ہو۔ لیکن لڑائی میں صائب الرائے نہیں ہو کیا تم نے یہ نہیں سنا ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے ہیں۔ الحرب خدعۃ۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ ہاں یہ سچ ہے۔ پھر ابن عباسؓ نے کہا کہ اگر تم میرے کہنے پر عمل کرو تو میں تم کو ایسے راستہ پر چلاؤں کہ وہ انجام کار پر غور کرتے ہی رہ جائیں۔ اور پیش نہادہ اُمور اُن کو سوجھ نہ پڑیں اس میں تمہارا نقصان ہے۔ اور نہ کچھ گناہ ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا مجھ میں نہ تمہاری خصلتیں ہیں نہ معاویہؓ کی۔ اس پر ابن عباسؓ نے کہا۔ اچھا تم اپنا مال و اسباب لے کر ینبوع چلے جاؤ۔ اور وہاں دروازہ بند کرکے بیٹھ جاؤ۔ اس سے عرب خوب سرگردان اور پریشان ہوں گے۔ لیکن تمہارے سوا کسی کو لائق امارت نہ پائیں گے۔ اور اگر تم ان لوگوں یعنی قاتلین حضرت عثمانؓ کے ساتھ اُٹھو گے تو لوگ تم پر خون عثمانؓ کا الزام لگائیں گے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ نہیں۔ میں تمہاری بات پر عمل کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ بلکہ تم کو میری بات پر عمل کرنا چاہیئے۔ ابن عباسؓ بولے۔ بیشک یہ ہی مناسب ہے اور میرے حق میں یہ ہی بہتر ہے۔

حضرت علیؓ نے اُن سے کہا۔ اچھا میں نے تم کو شام کا عامل مقرر کیا۔ تم سامان سفر درست کرو۔ اور شام کی طرف روانہ ہو جاؤ۔

ابن عباسؓ نے کہا یہ رائے مناسب نہیں ہے۔ حضرت معاویہؓ حضرت عثمانؓ کے بھائی اور وہاں اُن کے عامل ہیں۔ اور مجھ کو آپ کے ساتھ تعلق قرابت ہے۔ وہ مجھ کو پہنچتے کے ساتھ ہی بعوض خون حضرت عثمانؓ قتل کر ڈالیں گے۔ یا قید کر دیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ سے آپ خط و کتابت کریں۔ اور اُن سے بیعت لے لیں۔ حضرت علیؓ نے اس سے بھی انکار کیا تو ابن عباسؓ خاموش ہو گئے۔ اور کیونکہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی نصیحت کو قبول کرنے سے حضرت علیؓ نے انکار کیا تھا اس وجہ سے وہ ناراض ہو کر مکہ معظمہ کو چلے گئے۔ [1]

تقرر والیان حکومت اور نزاکت حالات

حضرت علیؓ اپنی امارت و خلافت کے پہلے سال اور ۳۶ھ میں بصرہ پر عثمان بن حنیف کو کوفہ پر عمارہ بن شہاب کو۔ یمن پر عبید اللہ بن عباسؓ کو مصر پر قیس بن سعدؓ کو اور شام پر سہل بن حنیف کو والی مقرر کر کے روانہ کیا۔

عثمان بن حنیفؓ جب بصرہ میں پہنچے تو بعض لوگوں نے اُن کی امارت کو تسلیم کرکے اطاعت قبول کی۔ اور بعضوں نے کہا کہ بالفعل ہم سکوت کرتے ہیں۔ آئندہ جو اہلِ مدینہ کریں گے اُس کی ہم اتباع کریں گے۔

عمارہ بن شہاب جو کوفہ کی طرف گئے تھے جب مقام زبالہ میں پہنچے تو طلیحہ بن خویلد سے ملاقات ہو گئی۔ صاحب سلامت ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ عمارہ امیر ہو کر کوفہ کو جا رہے ہیں۔ طلیحہ نے اُن سے کہا کہ بہتر یہ ہے تم واپس چلے جاؤ۔ کیونکہ اہلِ کوفہ اپنے امیر ابو موسیٰؓ کو کسی سے تبدیل کرنا نہیں چاہتے۔ اور اگر تم میرا کہنا نہیں مانو گے تو میں تمہاری گردن ابھی ایک وار سے اُڑائے دیتا ہوں۔ یہ سن کر عمارہ آگے نہ بڑھ سکے مجبور ہو کر واپس چلے آئے۔

عبید اللہ بن عباسؓ کے یمن میں داخل ہونے سے پہلے یعلی بن منیہ مال و اسباب فراہم کرکے مکہ کی جانب روانہ ہو چکے تھے۔ اس لئے عبید اللہ بن عباسؓ نے بہ اطمینان یمن کی حکومت سنبھال لی۔

قیس بن سعد مصر کو جا رہے تھے کہ ایلہ میں اُن کی سواروں کے ایک دستہ سے ملاقات ہوئی جو مصر سے آ رہا تھا۔ اُن

---

[1] ترجمہ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۲۸۹ تا ۲۹۱ و ابن اثیر صفحہ

لوگوں نے دریافت کیا تم کون ہو۔ انہوں نے جواب دیا۔ میں قیس بن سعدؓ ہوں اور حضرت عثمانؓ کے گروہ سے ہوں قیس یہ کہہ کر آگے بڑھ گئے۔ اور مصر پہنچ گئے۔ اور حضرت علیؓ کے حکم کو ظاہر کیا۔ تو بعضوں نے اُن کا ساتھ دیا۔ اطاعت قبول کی۔ اور چند لوگوں نے بہ انتظار قصاص قاتلین حضرت عثمانؓ سکونت اختیار کیا۔ بعضوں نے یہ کہا کہ جب تک ہمارے بھائی مدینہ سے واپس نہ آئیں گے اُس وقت تک ہم کچھ نہیں کرنا چاہتے۔

سہیل بن حنیف جو امیر شام ہوکر روانہ ہوئے تھے۔ تبوک میں پہنچ کر چند سواروں سے ملاقی ہوئے۔ جنہوں نے دریافت کیا تم کون ہو۔ سہیل نے جواب دیا میں امیر شام مقرر ہوا ہوں۔ سواروں نے کہا اگر حضرت عثمانؓ کی طرف سے تم کو امارت ملی ہے تو مبارک ہو۔ تشریف لے چلئے۔ ہم بھی ہمرکاب ہیں۔ اور اگر حضرت عثمانؓ کے سوا دوسرے نے آپ کو حاکم شام کیا ہے تو اُلٹے واپس جائیے۔ اسی میں آپ کی خیریت ہے۔ حضرت سہیل نے کہا کیا تم کو معلوم نہیں کہ حضرت عثمانؓ شہید ہوے۔ اور حضرت علیؓ سریر آرائے خلافت ہیں اُن سواروں نے جواب دیا۔ ہم خوب جانتے ہیں۔ مگر آپ آگے نہ بڑہیں۔ اسی مقام سے پلٹ جائیں۔ (کیونکہ اہلِ شام حضرت علیؓ کے مخالف اور حضرت معاویہؓ کے موافق ہیں اور حضرت عثمانؓ کے خون کے مدعی ہیں۔ روضۃ الصفا)

حضرت سہیل یہ سن کر مدینہ کی جانب لوٹے۔ اُن کے پہنچنے کے بعد ہی اور عمال کی خبریں بھی آگئیں۔ (یعنی حضرت سہیل مدینہ میں داخل ہوئے ہی تھے اُن کے ساتھ ہی بعض دوسرے واپس شدہ عمال بھی مدینہ میں پہنچے۔ اور سارا قصہ کہہ سنایا) [1]

جریر بن عبد اللہ البجلی حضرت عثمانؓ کی شہادت کے وقت ہمدان کے عامل تھے۔ حضرت علیؓ نے اُن کو لکھا کہ اپنے صوبہ سے بیعت لے کر ہمارے پاس چلے آؤ۔ وہ اس حکم کی تعمیل میں مدینہ چلے آئے۔ [2]

پھر حضرت علیؓ نے ایک خط لکھ کر سعید اسلمی کی معرفت حضرت ابو موسیٰؓ (اشعری) کی طرف روانہ کیا۔ ابو موسیٰؓ نے جواباً لکھا کہ اہل کوفہ میں سے میرے ہاتھ پر اکثر نے یہ رضا و رغبت اور بعضوں نے بہ اکراہ بیعت کی ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ کا بیعت پر سکوت

دوسرا خط سبرہ جہنی کے ہاتھ حضرت معاویہؓ کے پاس بھیجا۔ حضرت معاویہؓ نے زمانۂ شہادت حضرت عثمانؓ سے تین مہینہ تک کچھ جواب نہ دیا۔ اور قاصد کو اپنے پاس ٹھہرائے رکھا۔

حضرت امیر معاویہؓ کا قاصد اور اس کی مشکلات۔

بعد از اں ایک خط قبیصہ عبسی کو دیکر (جریر بن عبد اللہ کے ساتھ) مدینہ کی طرف روانہ کیا۔ اس خط پر حضرت علیؓ کا پتہ یہ لکھا ہوا تھا۔ من معاویہ الی علی۔ یہ خط لے کر دونوں قاصد ماہ ربیع الاول ۳۶ھ میں داخل مدینہ ہوے۔ اپنے قاصد کو حضرت معاویہؓ نے زبانی جو کچھ پیغام تھا سمجھا کر حضرت علیؓ کے قاصد کے ہمراہ مدینہ کو روانہ کیا تھا۔ اس پیغام کو قاصد نے بیان کرکے حضرت علیؓ کو خط دیا۔ مہر توڑی گئی۔ اور لفافہ کھولا گیا تو اس میں (بہ روایت ابن اثیر کوئی خط نہ تھا اور بہ روایت تاریخ بدائع ایک سادہ کاغذ لفافہ کے اندر سے نکلا) حضرت علیؓ نے تیوری چڑھا کر کہا۔ یہ کیا معاملہ ہے۔ قاصد نے عرض کیا۔ میں قاصد ہوں پیغام رساں کیا مجھ کو امان ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ تمہارا کیا قصور قاصد نہیں مارا جاتا۔ جو دل میں آئے بے خوف وخطر ظاہر کرو۔ قاصد نے عرض کیا کہ میں شام میں ایسے لوگوں کو چھوڑ آیا ہوں جو سوا قصاص خون حضرت عثمانؓ کے کسی طرح راضی نہ ہوں گے۔ میں نے ساٹھ ہزار شیوخ کو دیکھا ہے۔ کہ وہ لوگ حضرت عثمانؓ کی خون آلودہ قمیص پر رو رہے ہیں۔ جو اسی غرض سے جامع دمشق کی ممبر پر رکھی ہے۔ حضرت علیؓ نے کہا وہ لوگ

---

[1] ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۲۹۱ و ۲۹۲ وابن اثیر صفحہ   [2] تاریخ اسلام حصہ اول صفحہ ۲۶۲۔

مجھ سے خون حضرت عثمانؓ کا بدلہ طلب کرتے ہیں۔ حالانکہ میں خون حضرت عثمانؓ سے بری ہوں۔ خدا قاتلین حضرت عثمانؓ سے سمجھے۔ یہ کہہ کر قاصد کو حضرت معاویہؓ کی طرف واپس کر دیا۔

بلوائیوں اور سبائیوں نے قاصد کو گالیاں دیں۔ اور کہا کہ مارو اس کتے کو جو کتوں کی طرف سے آیا ہے۔ قاصد نے آلِ مضر اور آلِ قیس کی دہائی دی۔ اور مدد کے لئے بلایا تو آلِ مضر نے سبائیوں کی ایذا رسانی سے قاصد کو بچا لیا۔ اور وہ مدینہ سے روانہ ہو کر دمشق پہنچا۔

جریر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ جب مدینہ والوں کو حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے انقطاع تعلقات کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے حضرت معاویہؓ سے قتال کرنے کی بابت حضرت علیؓ کے پاس رائے دریافت کرنے کے لئے زیادؓ بن حنظلہ تمیمی کو بھیجا۔

حضرت علیؓ کا شام پر حملہ کرنے کا ارادہ۔

یہ (زیاد بن حنظلہ) ایک مدت سے حضرت علیؓ کے پاس نہیں گئے تھے۔ حضرت علیؓ نے تھوڑی دیر تو نہیں بٹھائے رکھا۔ پھر مخاطب ہو کر کہا۔ آمادہ ہو جاؤ۔ زیاد نے دریافت کیا کس کام کے لئے۔ فرمایا شام کی لڑائی پر۔ زیاد نے عرض کیا۔ نرمی اور تالیف قلوب مناسب ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا نہیں۔ باغیوں کی سزا دہی ناگزیر ہے۔ زیاد سمجھ گئے کہ حضرت علیؓ طرح دینے والے نہیں ہیں۔ ضرور حضرت معاویہؓ سے جنگ کریں گے۔ پھر وہ (زیاد) اٹھ کر ان لوگوں کے پاس آئے جنہوں نے ان کو دریافت حال کے لئے بھیجا تھا۔ اور حضرت علیؓ کی رائے سے ان کو مطلع کر دیا۔ [1]

حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کی مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ میں آمد۔

اہلِ مدینہ کو جب حضرت علیؓ کی نیت معلوم ہو گئی تو اس واقعہ کے بعد حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ عمرہ کی اجازت لے کر مکہ معظمہ چلے آئے۔ [2]

مکہ معظمہ میں آمد کی وجہ

جب حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ نے دیکھا کہ حضرت علیؓ عمال حضرت عثمانؓ خصوصاً حضرت معاویہؓ کی معزولی کا قصد مصمم رکھتے ہیں اور اس بارے میں خیر خواہوں کی بات نہیں سنتے۔ اور فی الحال بنی امیہ کی معزولی اور حضرت معاویہؓ کی موقوفی میں فتنہ و فساد کا اندیشہ ہے۔ لہٰذا اب ان سے علیحدہ ہو جانا مصلحت ہے۔ چنانچہ دونوں حضراتؓ (عمرہ) کے ارادے سے مکہ معظمہ چلے آئے۔ یہاں اہلِ مکہ کو بسبب شہادت حضرت عثمانؓ نہایت اضطراب میں پایا۔

حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ نے اہلِ اسلام کے باہمی جدال و قتال سے محترز رہنا چاہا۔ اور لوگوں کو یہ رائے دی کہ صحابہؓ کبار میں سے جس پر سب کا اتفاق ہو اس کی بیعت کر لو اور بات نہ بڑھاؤ۔ [3]

---

[1] تاریخ بدائع میں بجائے زیاد بن حنظلہ کے حنظلہ تمیمی آپ کے مقرب دوست و ندیم قدیم لکھا ہے۔ اور تقریب التہذیب و خلاصہ میں ہے کہ حنظلہ بن ربیع بن صیفی تمیمی معروف بہ حنظلہ کاتب صحابی ہیں۔ جنگ عراق میں حضرت خالدؓ کے ساتھ تھے۔ پھر کوفہ رہے اور حضرت علیؓ کے بعد وفات پائی۔ (شمس التواریخ جلد ۴ صفحہ ۹/۳)۔

---

[1] [2] ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۲۹ تا ۲۹ [3] تاریخ بدائع صفحہ

تاریخ طبری میں ہے کہ تمام صوبوں کے صدر مقامات میں ایک اضطراب پیدا ہو گیا۔ حضرت معاویہؓ حضرت عثمانؓ کے قتل کے حادثہ میں حضرت علیؓ کو متہم سمجھتے تھے۔ اس لئے کہ انہوں نے قصاص نہیں لیا۔ بلکہ بلوائیوں اور قاتلوں کو اپنے لشکر میں رکھا۔ علاوہ بریں حضرت علیؓ کی طرف سے اُن کی معزولی کا جو فرمان صادر ہوا اُس سے انہوں نے خیال کیا کہ حضرت علیؓ کی خلافت کا نتیجہ میرے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ الغرض دونوں کے تعلقات منقطع ہو گئے۔ اور حضرت علیؓ نے حضرت معاویہؓ پر چڑھائی کرنے کی تیاری شروع کر دی تو حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ جو اساطین امت میں تھے۔ چار ماہ تک اس شورش و ہنگامہ کو دیکھتے اور رفع فساد کا انتظار کرتے رہے۔ آخر کب تک خاموش رہتے۔ اب تھک کر حضرت علیؓ کے پاس گئے۔ اور اصلاح و اقامتِ حدود کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے اپنی مجبوری ظاہر کی تو ان دونوں حضرات نے عملاً اس شورش کو فرو کرنے کے لئے مکہ معظمہ کا رخ کیا۔ [1]

شام پر حملہ کی تیاری

حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ مکہ معظمہ چلے گئے تو حضرت علیؓ نے شام پر فوج کشی کا قصد مصمم کر کے اہل مدینہ کو اہلِ شام کی لڑائی پر اُبھارا اور اُن کو سامانِ سفر و جنگ درست اور مہیا کرنے کا حکم دیا۔ لواءِ لشکر اپنے صاحبزادے محمد[1] بن حنفیہ کو مرحمت فرمایا۔ میمنہ پر عبداللہ بن حضرت عباسؓ کو میسرہ پر عمرو بن ابی سلمہؓ کو اور بعض کہتے ہیں کہ عمرو بن سفیان بن عبدالاسد کو مقدمۃ الجیش پر ابولیلیٰ بن عمرو بن الجراح (حضرت ابوعبیدہؓ امین الامت کے بھائی) کو مقرر فرمایا۔ اس لشکر کے کسی حصہ پر اُن لوگوں میں سے کسی کو سردار نہیں کیا جنہوں نے حضرت عثمانؓ پر خروج کیا تھا۔ مدینہ منورہ کو قثم بن حضرت عباسؓ کے سپرد فرمایا۔ قیس بن سعد کو مصر میں عثمان بن حنیف کو بصرے میں اور حضرت ابوموسیٰ کو کوفہ میں لشکر کے فراہم کرنے اور کمک بھیجنے کو لکھ دیا۔

مکہ سے مخالفت کی خبر

ہنوز شام پر فوج کشی کی تیاری ہو رہی تھی۔ کہ یہ خبر گوش گذار ہوئی کہ اہلِ مکہ اور اُم المومنین حضرت عائشہؓ۔ حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ دوسری طرف کا قصد رکھتے ہیں اور بر سرِ مخالفت ہیں۔ یہ سن کر حضرت علیؓ نے فی الحال شام کی عزیمت فسخ کر دی۔ [2]

---

[1] آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ والدہ آپ کی خولہ بنت جعفر حنفیہ تھی۔ (ترجمہ اردو اکمال فی اسماء الرجال صفحہ ۴۴۳ و صحیح بخاری صفحہ)۔

محمد اکبر الموسوم بہ الحنفیہ بن حضرت علیؓ کی والدہ حنفیہ خولہ بنت جعفر بن قیس بن مسلمہ بن ثعلبہ یربوع بن ثعلبہ بن الدول بن حنفیہ بن لجیم بن صعب بن علی بن بکر بن وائل تھیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ اُن کی والدہ یمامہ کی قیدیوں میں تھیں۔ جو حضرت علیؓ کے حصے میں آئیں۔ حسن بن صالح سے مروی ہے کہ میں نے عبداللہ بن الحسن کو بیان کرتے سنا کہ ابوبکرؓ نے محمد ابن الحنفیہ کی والدہ کو حضرت علیؓ کو دیا۔

حضرت اسماءؓ بنت حضرت ابی بکر الصدیقؓ سے مروی ہے کہ میں نے محمد الحنفیہ کی والدہ کو دیکھا ہے کہ وہ سندھی اور کالی تھیں۔ وہ بنی حنفیہ کی لونڈی تھیں اور اُن لوگوں میں سے نہ تھیں۔ حضرت خالدؓ بن الولید نے صرف اُن کے غلاموں پر صلح کی تھی۔ اور خود اُن لوگوں پر اُن سے صلح نہیں کی تھی۔ (یعنی جنگ یمامہ میں اس طرح صلح کی کہ اُن لوگوں کے غلام مسلمانوں کو مل جائیں گے اور خود وہ لوگ غلام نہیں بنائے جائیں گے (طبقات ابن سعد اردو جزو ثامن صفحہ ۱۰۷)۔

مختار ثقفی زندیق سے تعلقات کی بنا پر امیر المومنین حضرت عبداللہ بن زبیرؓ آپ سے ناراض ہو گئے تھے۔ اس تعلق کے واقعات اور امیر المومنینؓ کی ناراضی کے اسباب و حالات ہماری کتاب سیرتِ امیر المومنین حضرت عبداللہ بن زبیرؓ میں تفصیل سے لکھے گئے ہیں۔ جو ابھی غیر طبع شدہ ہے۔ وفات ان کی مدینہ میں ۸۱ھ میں ہوئی۔ عمر ان کی پینسٹھ سال کی تھی۔ بقیع میں مدفون ہوئے۔

---

[1] تاریخ طبری صفحہ   [2] ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۴۹۳ و ابن اثیر صفحہ

اہلِ مدینہ کا اضطراب

جس وقت کہ معظمہ کی خبر حضرت علیؓ کو پہنچی تو آپ نے مدینہ منورہ کے لوگوں کو جمع کر کے بیان کیا کہ بالاسُعبہ حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے میری خلافت و امارت کے درہم برہم کرنے پر اتفاق کر لیا۔ اور بظاہر لوگوں کو اصلاح کی طرف بلایا ہے۔ میں تحمل کروں گا جب تک تمہاری جماعت پر مجھے کسی امر کا اندیشہ نہ ہوگا۔ اگر وہ لوگ رکے رہے تو میں بھی رکا رہوں گا۔ حضرت علیؓ نے یہ کہہ کر حضرت زبیرؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت عائشہؓ کی طرف رُخ کیا۔ مگر اہلِ مدینہ کو جو آپ نے تیاری کا حکم دیا تو ان لوگوں پر یہ امر شاق گذرا۔ پھر آپ نے کمیل نخعی کے ذریعے سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بلا بھیجا۔ اور ان سے ہمراہ چلنے کو کہا۔

حضرت ابن عمرؓ کا جنگ سے احتراز اور مکہ کو روانگی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے جواب دیا کہ میں بھی اہلِ مدینہ سے ہوں۔ جو وہ کریں گے وہ ہی میں بھی کروں گا۔ اگر وہ آپ کے ساتھ ہوں تو مجھے بھی انکار نہیں۔ اگر وہ نہ جائیں گے تو میں بھی نہ جاؤں گا۔

حضرت علیؓ نے کہا اچھا! مجھے ضامن دو کہ تم مدینہ سے میرے خلاف خروج نہ کرو گے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے جواب دیا کہ واللہ ایسا نہ ہوگا۔ پھر وہ اپنے گھر لوٹ آئے۔ اور اہلِ مدینہ سے ملے۔ اہلِ مدینہ کا یہ قول تھا کہ بڑی مشکل ہے۔ اب ہم کو کیا کرنا چاہیئے۔ یہ کام ابھی تک ہم پر مشتبہ ہے۔ جب تک صاف ظاہر نہ ہو جائے گا ہم گھر سے قدم باہر نہیں نکالیں گے۔

رات کے وقت حضرت عبداللہ بن عمرؓ مخفی مدینہ سے نکل کر چل دئے۔ اور جلتے وقت اپنی سوتیلی ماں حضرت اُم کلثومؓ بنت حضرت علیؓ سے اہلِ مدینہ کا مقولہ کہہ گئے۔ اور یہ بھی ظاہر کر دیا کہ میں بہ قصد عمرہ مکہ معظمہ جاتا ہوں اور حضرت علیؓ کے خلاف نہیں ہوں۔ میری طرف سے مطمئن رہیں۔

صبح ہوتے ہی حضرت علیؓ سے لوگوں نے آ کر بیان کیا کہ شب کو نیا واقعہ پیش آیا۔ جو حضرت عائشہؓ حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت معاویہؓ کی مخالفت سے زیادہ سخت ہے۔ فرمایا۔ وہ کیا ہے۔ عرض کیا۔ شب کو ابن عمرؓ شام کی جانب روانہ ہو گئے۔

حضرت علیؓ نے یہ سن کر فوراً حکم دیا کہ ناکہ بندی ہو جائے۔ پھر آپ بازار تشریف لے گئے۔ تاکہ اطراف کے آنے والوں سے معلوم ہو جائے کہ درحقیقت ابن عمرؓ شام کی طرف گئے ہیں۔ یا اور کسی طرف۔ اور بہ نظر احتیاط چاروں طرف سوار و پیادے پھیلا دئے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے گرفتار کرانے کا حکم دیا۔ شہر میں حضرت ابن عمرؓ کی روانگی کی خبر سے ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔

حضرت اُم کلثومؓ (حضرت علیؓ کی صاحبزادی اور حضرت عمر فاروقؓ کی بیوی) اپنے والد کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا اے والدِ مہربان آپ پریشان نہ ہوں۔ ابن عمرؓ بغرض ادائے عمرہ مکہ گئے ہیں۔ اور آپ سے مخالف ہو کر نہیں گئے ہیں۔ حضرت علیؓ کو ان کے کہنے سے اطمینان ہو گیا۔ اور لوگوں سے فرمایا۔ لوگو آؤ۔ واللہ اُم کلثومؓ سچ کہتی ہیں اور ابن عمرؓ بھی سچے ہیں۔ مجھ کو ان پر پورا اعتماد ہے کہ وہ میرے خلاف نہ ہوں گے۔ یہ سن کر سب لوگ حضرت ابن عمرؓ کی طلب سے باز رہے۔[1]

شہادت حضرت عثمانؓ سے اُم المومنین حضرت صدیقہؓ کو صدمۂ عظیم۔

مکہ میں لوگوں کے مجتمع ہونے کا یہ سبب ہوا کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ زمانۂ محاصرہ حضرت عثمانؓ میں بغرض حج مکہ معظمہ تشریف لے گئی تھیں۔

---

[1] ابن اثیر و ابن خلدون صفحہ ۲۹۴ و ۲۹۵۔

اور بعد مناسک حج مدینہ منورہ کو واپس آرہی تھیں۔ اثنائے راہ میں بمقام سدف بنی لیث کے ایک شخص (آپ کے ماموں) عبید بن ابی سلمہ بن لیث سے ملاقات ہوئی۔ اُنہوں نے ظاہر کیا کہ حضرت عثمانؓ شہید ہو گئے۔ اور چند روز مدینہ منورہ بے چراغ رہا۔ حضرت اُم المومنینؓ نے فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پھر کیا ہوا۔ عبیدہ نے کہا۔ حضرت علیؓ کی بیعت خلافت ہو گئی۔ اُم المومنینؓ نے ارشاد کیا۔ واللہ حضرت عثمانؓ مظلوم شہید کئے گئے۔ میں اُن کے خون کا معاوضہ لوں گی۔ یہ فرما کر آپ اُسی مقام سے واپس ہو کر مکہ میں داخل ہوئیں۔ آپ کی واپسی کا حال سن کر لوگ آپ کی سواری کے اردگرد جمع ہو گئے۔ آپ نے اس مجمع کے روبرو فرمایا۔

مکہ معظمہ میں اُم المومنینؓ کی ایک تقریر۔

افسوس ہے کہ اطراف وجوانب کے شہروں اور جنگلوں کے لوگوں اور مدینہ کے غلاموں نے مجتمع ہو کر بلوہ کیا اور حضرت عثمانؓ سے مخالفت کی اس وجہ سے کہ انہوں نے نو عمروں کو عامل مقرر کیا تھا۔ حالانکہ اُن سے پہلے جو بزرگوار تھے اُنہوں نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ کچھ اُن کی ایجاد نہ تھی۔ نیز اس الزام پر کہ آپ نے چراگاہوں کے واسطے زمین خاص کر دی تھی حالانکہ حضرت عثمانؓ نے اُن کے الزاموں کا جواب بھی دے دیا تھا۔ اور اُن کے حسب خواہش عمال کا انتظام بھی کر دیا تھا۔ پھر بھی

۱؎ سیرت معاویہؓ میں ہے کہ جہاں تک ذمہ داری کے عہدوں سے صحابہ کبارؓ کو معزول کرنے کا تعلق ہے وہاں تک تو حضرت فاروق اعظمؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی اس الزام کے مورد ہوئے بغیر نہیں بچ سکتے۔ اول الذکرؓ نے حضرت خالد سیف اللہؓ۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ اور حضرت سعد بن وقاصؓ فاتح ایران جیسے مایہ ناز اور ہر دلعزیز صحابہؓ کو معزول کیا۔ اور مؤخر الذکرؓ نے عثمان خلافت ہاتھ میں لیتے ہی تمام عمال عثمانی کو ایک قلم معزول کر دیا۔ حالانکہ ان میں وہ بزرگ بھی تھے جن کے دست و بازو کی قوت سے قبرس، طرابلس اور آرمینیہ جیسے اہم ممالک فتح ہوئے تھے۔ لیکن پروپیگنڈا کرنے والے حضرت عثمان غنیؓ کے فعل و عمل کو اس رنگ میں پیش کرتے ہیں۔ گویا کہ اس کی زمانہ ماقبل و مابعد میں کوئی نظیر ہی نہیں۔ اور خصوصاً حضرت عثمان غنیؓ نے جو کیا وہ کوئی نئی بات تھی۔ حضرت عمرو بن العاصؓ تو خود بھی اموی تھے۔ اور اس لئے معزول کئے گئے تھے کہ انہوں نے والی مصر کی حیثیت سے اسکندریہ کی بغاوت فرو کرنے میں ذمیوں کے ساتھ نہایت غیر روادارانہ اور نامنصفانہ سلوک کیا تھا۔ مصر میں نہروں کے جاری ہونے کے باوجود مالیات میں کوئی اضافہ نہ کر سکے تھے۔ حالانکہ ان کے بعد عبد اللہ بن ابی سرح نے مصر کی ولایت پر فائز ہوتے ہی مالیات میں کثیر اضافہ کر دیا تھا۔ (یعقوبی جلد دوم صفحہ ۱۸۹)۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ والی بصرہ رعایا کو خوش نہ رکھ سکنے۔ سب کو مخالف بنا لینے اور وفد بصرہ کی طرف سے ان کی معزولی کا باضابطہ مطالبہ ہونے پر معزول ہوئے۔ حضرت سعد بن وقاصؓ اس لئے معزول ہوئے کہ بیت المال سے ایک گراں قدر رقم قرض لے کر اس کی ادائیگی میں سہل انگاری سے کام لیتے رہے حتیٰ کہ عبد اللہ بن مسعودؓ مہتمم بیت المال نے ایک روز ان سے سخت تقاضہ کیا جس پر سخت کلامی تک نوبت پہونچ گئی۔ (طبری صفحہ ۲۸۱)۔

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی معزولی کی وجہ یہ تھی کہ ان پر رشوت ستانی کا الزام عاید ہوا تھا اگرچہ یہ سراسر بہتان تھا حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت سعد بن وقاصؓ کے تقرر کی وصیت کی تھی (طبری ۲-۲۸۰)۔

حضرت عمار بن یاسرؓ تو عہد فاروقی میں معزول ہو چکے تھے۔ عبد اللہ بن ارقمؓ اور معیقیبؓ مہتممان بیت المال کہن سالی اور ضعیفی کی بناء پر معزول ہوئے کہ یہ حضرت صدیق اکبرؓ کے وقت سے ان خدمات پر مامور تھے۔ زید بن ثابت جوان تھے اور حساب کتاب میں بہت بڑی مہارت رکھتے تھے۔ (باقی صفحہ ۲۰۸) پر

یہ لوگ شرارت سے باز نہ آئے اور بلا عذر قوی اور دلیل محکم اپنے دعوے پر قائم رہے۔ بلکہ اور بھی عداوت زیادہ ظاہر کرنے لگے۔ ہائے غضب ان لوگوں نے بد عہدی کی۔ بلا سوچے سمجھے عجلت کر بیٹھے۔ جو خون اللہ تعالیٰ نے حرام کیا تھا وہ اُنہوں ہی نے بہا دیا جس شہر کو اللہ تعالیٰ نے بزرگ و معظم و محترم کیا اُنہوں نے وہاں پر خون کی ندیاں جاری کیں۔ جس مہینہ میں خونریزی ممنوع تھی اُس میں کشت و خون کا بازار گرم کیا۔ جس مال کا لینا جائز نہ تھا اُس کو لوٹ لیا۔ واللہ حضرت عثمان رضؓ کی ایک اُنگلی تمام روئے زمین کے اشراف سے افضل ہے۔ جو تہمت لگا کر حضرت عثمان رضؓ کی عداوت پر کمربستہ ہوئے تھے اور پھر آپ کا خون کیا اُس سے حضرت عثمان رضؓ ایسے پاک و صاف ہوگئے تھے جیسے سونا کیٹ سے اور کپڑا میل سے صاف ہو جاتا ہے۔

حضرت عثمان رضؓ کے خون کا قصاص لینے پر مکہ معظمہ کے لوگوں کی آمادگی۔

عبد اللہ بن عامر حضرمیؓ جو حضرت عثمان رضؓ کی طرف سے مکہ کے عامل تھے اُنہوں نے یہ کلام سن کر کہا کہ سب سے پہلے حضرت عثمان رضؓ کے خون کا بدلہ لینے والا میں ہوں۔ اُن کے کلام کے تمام ہوتے ہی بنی اُمیہ نے جو بعد شہادت

(بسلسلہ صفحہ ۲۰۰) البتہ ایک حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی معزولی ضرور بے وجہ تھی۔ لیکن لوگوں نے حضرت عثمان رضؓ کو ان کی طرف سے اس درجہ بدگمان کر دیا تھا کہ معزولی ناگزیر ہوگئی تھی۔ پروپیگنڈا کرنے والے ان اسباب و وجوہ کو تو مخفی رکھتے تھے۔ اور ہر جگہ کہتے پھرتے تھے کہ دیکھو اتنے بڑے بزرگوار اور جلیل القدر صحابہؓ کو بلا سبب محض اپنے خاندان والوں کی پرورش کے لئے علیحدہ کر دیا۔ لوگوں کو یہ سُن سُن کر قدرتاً اشتعال پیدا ہوتا تھا۔ تحقیق تو کوئی کرتا نہ تھا۔ جو سنتا تھا اُسے یقین کر لیتا تھا۔ یہ حقیقت تو تھی صحابہ کبارؓ کی معزولی کی۔ اب اس الزام کو تنقید کی کسوٹی پر لائیے کہ حضرت عثمان رضؓ نے نااہل و ناتجربہ کار افراد کو ذمہ داری کے عہدوں پر مامور کر دیا۔ عبد اللہ بن عامر۔ ولید بن عقبہ۔ سعید بن العاص اور عبد اللہ ابی سرح نے اپنے دوران ملازمت میں جس انتظامی و عسکری لیاقت کا ثبوت دنیا کے سامنے پیش کیا۔ تاریخ اس کی شاہد ہے۔ ضرور ان میں زہد و اتقا کی فراوانی تو نہ تھی مگر حربی قابلیت انتظامی اور جنگی فتوحات میں یہ کسی سے کم نہ تھے۔ اور نہ رہے۔ ایسے لوگوں کو نااہل و ناتجربہ کار ہرگز نہیں کہا جا سکتا جانے دیجئے۔ اسے بھی ان لوگوں کا تقرر کوئی نیا تقرر نہ تھا عثمانی عہد ہی میں انہیں پہلی پہل مناصب نہیں ملے تھے۔ بلکہ اس سے پیشتر عہد فاروقی ہی میں یہ لوگ انتظامی تجربات حاصل کر چکے تھے۔ اور مختلف مناصب پر مامور رہ چکے تھے۔

سعید بن عاص وہی تو ہیں جنہوں نے طبرستان اور آرمینیہ فتح کیا تھا۔ ولید بن عقبہ وہی نوجوان ہیں جو پیشتر بھی جزیرہ کے عامل رہ چکے تھے۔ طرابلس اور قبرص کو عبد اللہ بن سرح کے سوا اور کس نے فتح کیا۔ خود امیر معاویہؓ بھی عہد فاروقی ہی میں شام کے والی مقرر ہو چکے تھے۔ ان فتوحات و تقررات سے ان کی تجربہ کاری ثابت ہوتی ہے۔ یا ناتجربہ کاری اس کا فیصلہ ناظرین خود ہی کر لیں۔ پروپیگنڈا کرنے اور شرانگیزی پھیلانے والے انکی فتوحات اور گزشتہ تقررات کا ذکر عمداً نہ کرتے تھے۔ اور علانیہ یہ کہتے تھے کہ ان نااہلوں اور ناتجربہ کاروں کو کنبہ پروری کی بنا پر مقرر کیا گیا ہے نہ کہ اہلیت کی بنا پر۔ چونکہ یہ فطری امر ہے کہ ہر رعایا کو اپنے والیوں سے کچھ نہ کچھ شکایات ضرور ہوتی ہیں سازشی اس نفسیاتی نکتہ سے واقف تھے۔ اس لئے رعیت و عوام بہت جلد متاثر ہو جاتے تھے۔

عبد اللہ بن عامر والی البصرہ فی الحقیقت بہت کمسن نوجوان تھے۔ لیکن فطری جوہر ان کی ایک ایک ادا سے نمایاں تھے۔ جو پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ عمر کی کمی و بیشی کو لیاقت فطری سے کوئی تعلق نہیں۔ یہی وہ کمسن نوجوان تھا جس نے کابل۔ ہرات۔ سجستان اور نیشاپور کو اپنے زور بازو اور اپنی شجاعت و تدبیر سے فتح کیا تھا۔ اور ابراہیمؑ اور امیر معاویہ رضؓ کے عہد میں بھی جس سے بڑے بڑے کارنامے ظہور پذیر ہوئے اور جو تمام مشرقی ممالک و بلاد اور اس نواح کی جنگی و حربی فتوحات کا کفیل بنایا گیا۔ اس سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ صحابہ کبارؓ کی بے وجہ معزولی کے الزام کی طرح ناتجربہ کار و نااہل عمال کے تقرر کا الزام بھی بالکل بے بنیاد اور بالکل لغو ہے۔ کتاب سیرت معاویہؓ صفحہ ۶۵ تا ۶۷)

حضرت عثمان رض مکہ کی طرف بھاگ گئے تھے۔ بخوشی خاطر اپنی آمادگی ظاہر کی۔ اُن میں سعید بن العاص رض اور ولید بن عقبہ بھی تھے۔ اس عرصہ میں عبداللہ بن عامر بصرہ سے اور یعلی بن منیہ۔ یمن سے چھ سو اونٹ اور چھ لاکھ دینار لے کر مکہ میں آ گئے۔

حضرت زبیر رض اور حضرت طلحہ رض کا مکہ معظمہ میں ورود۔

اسی دوران میں حضرت زبیر رض اور حضرت طلحہ رض مدینہ منورہ سے وارد مکہ معظمہ ہوئے۔ اُم المومنین حضرت عائشہ رض نے دونوں حضرات سے دریافت کیا کہ آپ دونوں یہاں کیسے تشریف لائے۔ اُنہوں نے جواب دیا۔ مدینہ کے شریف اور نیک لوگوں پر بلوائی اور اعراب مستولی ہو گئے ہیں۔ وہ حق کو باطل سے ممتاز نہیں کرتے۔ اور اہلِ مدینہ اپنی جانوں کو اُن سے محفوظ رکھنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ اور عجب عالم حیرانی میں ہیں اِن وجوہ سے ہم یہاں چلے آئے ہیں۔

اُم المومنین حضرت عائشہ رض نے حضرت زبیر رض اور حضرت طلحہ رض سے کہا انھضوا الیھم (ہم کو اُن کے پاس لے جاؤ) اُن پر خروج کرنے کا ہمارا ارادہ ہے آپ بھی ہمارے ساتھ اُن پر خروج کریں۔ دونوں بزرگوں نے رضامندی اور آمادگی ظاہر فرمائی۔ یہ دونوں بزرگ اور عبداللہ بن عامر سابق گورنر بصرہ اور یعلی بن منیہ گورنر یمن اُم المومنین کے لشکر میں سردار اور ارباب حل و عقد تھے۔ سب اہلِ مکہ تابع فرمان تھے۔

اصحاب کرام رض اور اُم المومنین رض میں مشورہ۔

حاضرین میں سے بعضوں نے رائے دی کہ شام کی طرف چلنا چاہیے۔ اِس پر عبداللہ بن عامر نے کہا کہ شام میں حضرت معاویہ رض ہیں اور وہ شام کو سنبھالے رکھیں گے۔ کافی طاقت و اہمیت رکھتے ہیں۔ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب یہاں سے بصرہ چلیں وہاں میرے دوستوں اور ہمدردوں کی بھی ایک کافی تعداد موجود ہے۔ وہاں اب تک میں عاملانہ حیثیت سے رہا ہوں۔ نیز اہلِ بصرہ کا رجحان طبع حضرت طلحہ رض کی طرف زیادہ ہے۔ لہٰذا بصرہ میں ہم کو یقیناً کامیابی ہوگی۔ اور اس طرح ایک زبردست صوبہ اور بہت بڑی جمعیت ہمارے ہاتھ آ جائے گی۔ کسی شخص نے کہا کہ ہم مکہ ہی میں رہ کر کیوں مقابلہ نہ کریں۔ اس پر عبداللہ بن عامر نے کہا کہ مکہ والوں کو ہم ضرور اپنا ہم خیال بنا چکے ہیں۔ لیکن ان لوگوں میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ اگر وہ لوگ جو مدینہ میں موجود ہیں حملہ آور ہوں تو اُن کا حملہ سنبھال سکیں۔ جب ہم اہلِ بصرہ کو آمادہ و تیار کر لیں گے اور وہ اہلِ مکہ کی طرح ہمارے ساتھ ہو جائیں گے تو ہماری طاقت اس قدر ہوگی کہ ہم ہر ایک حملہ کو سنبھال سکیں گے۔ اور خون حضرت عثمان رض کے لئے قاتلین حضرت عثمان رض سے بخوبی لڑ سکیں گے۔ سبھوں نے اس رائے سے اتفاق کر کے حضرت عبداللہ بن عمر رض کو بلوایا اور اُن سے قاتلین حضرت عثمان رض پر خروج کرنے کو کہا۔ اُنہوں نے یہ جواب دیا کہ میں اہلِ مدینہ کے ساتھ ہوں۔ جو وہ کریں گے وہی میں بھی کر دوں گا۔ اُن کا یہ جواب سُن کر کسی نے اصرار نہیں کیا۔

امہات المومنین حضرت عائشہ رض کے ہمراہ حج کے واسطے تشریف لائی تھیں۔ اُنہوں نے بھی آپ کا ساتھ دینے اور ہمراہی پر آمادگی ظاہر کی۔ اُم المومنین حضرت حفصہ رض نے بھی حضرت عائشہ رض کی ہمراہی میں بصرہ کا قصد کیا تھا لیکن اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن عمر رض کے کہنے سے رُک گئیں۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رض بھی مکہ معظمہ پہنچ گئے تھے۔ وہ بھی اس لشکر کے ہمراہ ہو گئے۔

حضرت زبیر رض اور حضرت طلحہ رض کا بغرض اصلاح حضرت عائشہ رض وغیرہ کے ساتھ بصرہ کی طرف کوچ

ابن عامر[1] اور یعلی بن منیہ نے اپنے اُس مال و اسباب سے جو بصرہ اور یمن سے لائے تھے قافلہ کی روانگی کا سامان درست کیا اور یہ

---

[1] عبداللہ بن عامر ابن کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی کو حضرت عثمان غنی رض نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رض کو بصرے کی امارت سے معزول کر کے اُس جگہ کا والی بنا دیا تھا یہ حضرت عثمان رض کے ماموں زاد بھائی تھے۔ (باقی صفحہ ۲۱۰ پر)

منادی کر دی کہ اُم المومنین حضرت عائشہ رضؓ اور حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ بصرہ کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں۔ جو شخص اسلام کا ہمدرد اور خون حضرت عثمانؓ کا بدلہ لینا چاہتا ہو وہ آئے اور شریک لشکر ہو جائے جس کے پاس سواری نہ ہو گی اُس کو سواری دی جائے گی۔ چنانچہ چھ سو آدمی اونٹوں پر سوار ہو کر ایک ہزار مکہ و مدینہ کے آدمیوں کے ہمراہ یعنی زاید از ڈیڑھ ہزار کا لشکر روانہ ہوا۔ کچھ دور چل کر اور اطراف و جوانب کے آدمی آن ملے۔ جس سے تین ہزار کی جمعیت ہو گئی۔ عین روانگی کے وقت مروان بن الحکم اور سعید بن العاص بھی کہ میں پہنچے۔ اور شریک لشکر ہوئے۔

اس لشکر کے روانہ ہونے کے بعد اُم الفضل بنت الحرث حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی والدہ نے قبیلہ جہینہ کے ایک شخص ظفر نامی کو اُجرت پر ایک خط دے کر حضرت علیؓ کے پاس روانہ کیا۔ جس میں مکہ کے تمام واقعات کی اطلاع درج تھی۔

مروان بن الحکم کی شرارات اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی امامت نماز

کہ سے نکلنے کے بعد جب اول نماز کا وقت آیا تو قافلہ ٹھہر گیا۔ مروان نے اذان دی۔ پھر حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کے پاس آ کر کہا کہ آپ دونوں میں سے امامت کس کے سپرد ہو گی یعنی کون امامت کریں گے۔ یہ حضرات ابھی کچھ کہنے نہ پائے تھے کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا۔ میرے باپ۔ حضرت محمد بن طلحہؓ نے کہا۔ نہیں میرے والد نماز پڑھائیں گے۔

حضرت اُم المومنین بی بی عائشہؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے مروان کو بلا بھیجا۔ اور فرمایا کیا تم ہمارے کام کو درہم برہم

(بسلسلہ صفحہ ۲۰۹) اُنہوں نے اپنی ولایت بصرہ کے زمانے میں خراسان۔ وسط ایشیا کے اکثر مقامات مرو وغیرہ اور بلخ۔ سجستان اور کابل کو فتح کیا تھا۔

حضرت عثمانؓ کے جب لوگ بہت خلاف ہو گئے تو انہوں نے بصرے سے ایک لشکر بھی اُن کی مدد کے لئے روانہ کیا تھا جس کو راستہ میں حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر ملی اور وہ واپس بصرہ ہو گیا۔

ابن عامر نے جب یہ دیکھا تو جو کچھ (بصرے کے) بیت المال میں تھا سب لاد لیا۔ بصرہ پر عبداللہ بن عامر الحضرمی کو قائم مقام بنایا اور خود مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں حضرات طلحہؓ و زبیرؓ و عائشہؓ کے پاس پہنچے جو شام کا ارادہ کر رہے تھے۔ اُنہوں نے کہا۔ نہیں آپ لوگ بصرے آئیے وہاں لوگوں پر میرے احسانات ہیں۔ وہ مال کی جگہ ہے اور اُس میں لوگوں کی ایک تعداد ہے۔ واللہ اگر میں چاہتا تو اس سے نہ نکلتا یہاں تک کہ بعض کو بعض سے پٹوا دیتا۔ حضرت طلحہؓ نے کہا کہ تم نے کیوں نہ ایسا کیا۔ [illegible]

سب کی رائے بصرے جانے پر متفق ہو گئی۔ ابن عامر اُن لوگوں کو بصرے لائے۔ جب جنگ جمل میں جو ہونا تھا وہ ہوا۔ لوگوں کو شکست ہو گئی۔ عبداللہ بن عامر حضرت زبیرؓ کے پاس آئے اُن کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ ”اے ابو عبداللہ میں تمہیں اُمت محمد صلعم کے بارے میں قسم دیتا ہوں کیونکہ آج کے بعد یہ اُمت اندیشہ ہے کہ باقی نہ رہے گی“۔ حضرت زبیرؓ نے کہا کہ ”دونوں لشکروں کو پریشان ہونے کے لئے چھوڑ دو۔ کیونکہ خوف شدید کے ساتھ اُمیدیں ہوتی ہیں“۔ جنگ جمل کے تصفیہ کے بعد ابن عامر لشکر شام میں جا کر شامل ہونے کے لئے دمشق چلے گئے۔ تین سال تک حضرت معاویہؓ کی جانب سے یہ بصرے کے دوبارہ عامل رہے اور حضرت معاویہؓ نے ایک سال قبل ۵۹ھ میں ان کی وفات مکہ معظمہ میں ہو گئی۔ اور عرفات کی سرزمین میں مدفون ہوئے۔ (طبقات ابن سعد اردو حصہ پنجم صفحہ ۵۵ و ۵۶)۔

کرنا چاہتے ہو۔ امامت میرا بھانجا عبداللہ بن زبیر رض کرے گا۔

امہات المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رض کے ہمراہ ذات عراق تک آئیں اور اس مقام سے رو کر رخصت ہوئیں اور اسلام کی نازک حالت پر سخت ماتم کیا۔

مروان کی دوسری شرارت

بعد اس کے چند منزل اور چل کر ایک روز مروان بن الحکم نے حضرت زبیر رض اور حضرت طلحہ رض سے پوچھا کہ اگر آپ فتحمند ہوگئے تو خلیفہ کسے بنائیں گے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم دونوں میں سے جس کو لوگ منتخب کریں گے۔

یہ سنکر سعید بن العاص رض نے کہا کہ آپ صاحبان تو صرف خون حضرت عثمان رض کا بدلہ لینے کو نکلے ہیں۔ حکومت حضرت عثمان رض کے لڑکے کو دینی چاہیئے۔

ان دونوں بزرگوں رض نے جواب دیا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اکابر و شیوخ مہاجرین کو چھوڑ کر اُن کے لڑکوں کو حاکم بنائیں۔ سعید بن العاص رض نے کہا کہ ایسی حالت میں میں کوشش نہ کر سکوں گا۔ مگر یہ کہ بنی عبد مناف سے حکومت نکالنے کی کوشش کی جائے۔ یعنی آپ کی وفات تک یہ امید نہ رکھوں کہ خلافت میرے خاندان میں رہے گی۔ حضرات زبیر رض اور طلحہ رض نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔

سعید بن العاص رض ان حضرات کی ہمراہی سے علیحدہ ہو کر لوٹ گئے۔ اور اُن کے ساتھ عبداللہ بن خالد بن اُسید اور مغیرہ بن شعبہ رض اور قبیلہ ثقیف کے جو لوگ تھے وہ لوٹ گئے۔

حضرت زبیر رض اور حضرت طلحہ رض بقیہ لوگوں کو ہمراہ لئے ہوئے آگے بڑھے۔ اُن کے ہمراہ ابان اور ولید حضرت عثمان رض کے دونوں فرزند تھے۔ یہ لشکر جب بصرہ کے قریب پہنچا تو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رض نے عبداللہ بن عامر کو بصرہ کی جانب روانہ کیا اور اُن کے ہاتھ رؤسائے بصرہ نیز احنف بن قیس و صبرہ بن شیمان وغیرہ عمائدین شہر کے نام خطوط روانہ کئے اور خود بہ انتظار جواب حضین میں ٹھیری رہیں۔

گورنر بصرہ کے ایلچیوں سے گفتگو

بصرہ کے موجودہ گورنر حضرت عثمان بن حنیف کو جب ام المومنین حضرت عائشہ رض اور حضرت زبیر رض و حضرت طلحہ رض کی تشریف آوری کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے عمران بن حصین جو عام آدمیوں سے تھا اور ابوالاسود دوئلی کو جو خواص شہر سے تھا بطور ایلچی آنے کا سبب دریافت کرنے کو بھیجا۔

ام المومنین حضرت عائشہ رض نے فرمایا۔ عام بلوائیوں اور فتنہ پرداز لوگوں نے یہ ہنگامہ برپا کیا ہے۔ میں مسلمانوں کو لے کر اس غرض سے نکلی ہوں کہ ان کو واقعات سے مطلع کروں۔ اور ان کی اصلاح کروں۔ اس خروج سے میرا مقصود اصلاح بین المسلمین کے سوا کچھ نہیں ہے۔

وہاں سے اُٹھ کر یہ لوگ حضرت زبیر رض اور حضرت طلحہ رض کی خدمت میں آئے۔ اور آنے کا سبب دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم حضرت عثمان رض کے خون کا بدلہ لینے کے لئے نکلے ہیں۔ پھر ان بصرہ والوں نے دریافت کیا کہ آپ دونوں صاحبوں نے علی بن ابی طالب رض کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی۔ جواباً فرمایا کہ ہاں ہم نے بیعت کی تھی مگر اس شرط پر کہ قاتلین حضرت عثمان رض سے قصاص لیا جائے۔ دوسرے یہ کہ ہم سے جب بیعت لی گئی تو تلوار ہمارے سر پر تھی۔

بصرہ کے عمائدین کی گورنر بصرہ سے سرد مہری

دونوں ایلچی لوٹ کر عثمان بن حنیف کے پاس آگئے اور جو کچھ سنا تھا بیان کر دیا۔ عثمان بن حنیف نے سنکر انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا۔ پھر ان لوگوں یعنی عمائدین بصرہ سے کہا تمہارا کیا ارادہ ہے۔ انہوں نے کہا خاموش

اختیار کرو۔ عثمان بن حنیف نے کہا نہیں بلکہ میں اُن کو روکوں گا جبتک حضرت علیؓ یہاں نہ آئیں چنانچہ عمائدین بصرہ یہ سنکر اپنے اپنے گھر میں کر بیٹھ رہے۔

گورنر بصرہ کی کوشش کی ناکامی

عثمان بن حنیف نے لوگوں کو مسلح ہونے اور لشکر جمع کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ سب لوگ مسجد میں مجتمع ہوئے۔ تو عثمان نے کوفہ کے ایک شخص قیس نامی کو تقریر کرنے کے لیے کھڑا کیا۔ اس شخص نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ :۔

لوگو اگر حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ اور اُن کے ہمراہی مکہ سے یہاں اپنی جان کے خوف سے آئے ہیں تو یہ بات غلط ہے۔ کیونکہ مکہ میں تو چڑیوں تک کو جان کی امان حاصل ہے۔ کوئی کسی کو نہیں ستا سکتا۔ اور اگر خون حضرت عثمان غنیؓ کا بدلہ لینے کو آئے ہیں تو ہم حضرت عثمانؓ کے قاتل نہیں ہیں۔ تم لوگ میری بات سنو۔ میرے کہنے پر عمل کرو۔ مناسب یہ ہے کہ جس طرف سے یہ آئے ہیں اُسی طرف لوٹا دو۔

یہ تقریر سن کر اسود بن سریع سعدی نے کھڑے ہوکر کہا۔ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ وہ لوگ ہمکو قاتلین حضرت عثمانؓ سمجھ کر آئے ہیں۔ نہیں۔ اُن کا ایسا خیال نہیں ہے۔ بلکہ ہم سے اور ہمارے سوا اور لوگوں سے قاتلین حضرت عثمانؓ کا مقابلہ کرنے کے لئے مدد طلب کرنے آئے ہیں۔

یہ الفاظ سن کر لوگوں نے قیس پر کنکریاں پھینکنی شروع کیں اور جلسہ درہم برہم ہوگیا۔ نیز عثمان بن حنیف کو معلوم ہوگیا کہ بصرہ میں حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کے ہمدرد و معاونین موجود ہیں۔ اور اس سے اُس کو ایک طرح کا صدمہ ہوا۔

طرفین کا اجتماع اور اُم المومنینؓ کی تقریر

بعد اس کے اُم المومنینؓ اور حضرت زبیرؓ و طلحہؓ کا لشکر حضبین سے چل کر مربد تک پہنچا۔ عثمان بن حنیف اپنے متبعین کو لے کر بقصد مقابلہ بصرہ سے نکلا۔ اہل بصرہ سے جو لوگ حضرت عائشہؓ کا ساتھ دینا چاہتے تھے وہ شہر سے نکل کر آپ کے لشکر میں داخل ہوگئے۔

طرفین کا اجتماع مربد[1] میں ہوا۔ حضرت طلحہؓ میمنہ پر تھے۔ اور حضرت زبیرؓ میسرہ پر سردار تھے۔ حضرت طلحہؓ نے صف سے نکل کر خطبہ پڑھا۔ خدا کی حمد و ثنا کی۔ آنحضرت صلعم پر درود بھیجا۔ حضرت عثمانؓ کے فضایل بیان کئے اور آپ کے طلب قصاص پر لوگوں کو برانگیختہ کیا۔

اسی طرح حضرت زبیرؓ میسرہ سے نکلے اور ایسا ہی بیان کیا۔ عثمان بن حنیف کے لشکر والوں نے ان بیانات کی تکذیب کی۔

بعدہٗ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حمد خدا بیان کی۔ اور فرمایا۔ عام اشخاص جو حضرت عثمانؓ کو برا کہتے

---

[1] لغت میں مربد اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں اونٹ باندھے جائیں یا کھجوریں درختوں سے توڑ کر خشک کی جائیں۔ البصرہ کے مغربی دروازے پر ایک وسیع میدان تھا ریگستان سے جو قافلے آتے اسی میدان میں کجاوے کھولتے تھے۔ کہ اونٹوں کا مقام بستی کے باہر ہے۔ مسافر لباس سفر اتار کے اور اُجلے کپڑے پہن کے شہر میں جاتے تھے۔ یہ مربد البصرہ کا قصہ ہے۔ بعد کو تمدن نے مربد کو المربد بنا کے عالیشان مساکن و منازل کا شہرستان بنادیا۔ امرائے دولت یہیں رہنے لگے۔ اور دوسرے لوگوں نے بھی یہاں اپنی بیرونی فرودگاہیں بنالیں۔ (فتوح البلدان جزو دوم صفحہ ۱۳۹)۔

اور ان کے عمال کو طعن و تشنیع سے یاد کرتے تھے۔ ہمارے پاس مدینہ میں اکثر شکایتیں لاتے مگر ہم ان کو جھوٹا۔ مکار۔ دغا باز مفتری اور فتنہ پرداز پاتے تھے۔ اور حضرت عثمانؓ کو نیک پرہیزگار، وفادار، منصف۔ عادل اور رحم دل جانتے تھے۔ اہل غرض کے دلوں میں جو بات تھی اس کے خلاف ظاہر کرتے اور ہمیشہ دلی خیالات پوشیدہ رکھتے تھے۔ افسوس اس پر بھی لوگوں نے بس نہ کیا۔ بلکہ ایک جتھے نے چوری چوری قایم ہو کر فی الجملہ قوت حاصل کرلی۔ اور دفعتاً آپ کا محاصرہ کرلیا۔ اور آپ کو بلاجرم و قصور نہایت تکلیف کے ساتھ بےبس و مجبور کرکے بے آب و دانہ شہید کر ڈالا۔ محرمات خداوندی کو بلا تردد اور بغیر عذر شرعی حلال کرلیا۔ اب تم کو بجز اس کے کہ قاتلین حضرت عثمانؓ سے بدلہ لو اور کتاب اللہ پر عمل کرو اور کوئی صورت جایز نہیں ہے۔

تقریر کا اثر

عثمان بن حنیف کے ہمراہی اس تقریر کے اثر سے دو فریق ہو گئے۔ ایک فریق تو حضرت ام المومنینؓ کا مطیع ہو گیا۔ اور دوسرا عثمان بن حنیف کے ساتھ رہا۔ پھر دونوں فریق آپس میں ایک دوسرے پر کنکریاں مارنے لگے۔ ام المومنینؓ یہ دیکھ کر اپنے خیمہ میں واپس تشریف لے آئیں۔ اور اہل میمنہ بھی عثمان بن حنیف سے ہٹکر مقام دباغین حدود مربد میں چلے آئے۔

حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ یہ دیکھ کر کہ عثمان کے لشکر میں پھوٹ پڑ گئی ہے۔ میدان سے واپس آکر اپنے خیموں میں مقیم ہو گئے۔

لیکن عثمان بن حنیف اپنے باقی ہمراہیوں کو لئے ہوئے میدان میں کھڑا رہا۔ اور اس نے جاریہ بن قدامہ کو ام المومنینؓ کے خدمت میں بھیجا۔ جس نے آکر عرض کیا کہ حضرت عثمان غنیؓ کا قتل ہونا زیادہ پسندیدہ تھا۔ بمقابلہ اس کے کہ تم اس ملعون اونٹ پر سوار ہو کر نکلیں۔ تم نے پردہ کی ہتک کی جسے اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا تھا۔ اگر تم اپنے ارادے سے آئی ہو تو مدینہ کی طرف واپس لوٹ جاؤ اور اگر بجبر و اکراہ آئی ہو تو خدا سے مدد چاہو اور لوگوں سے واپس چلنے کو کہو۔ یہ تقریر ابھی ختم نہ ہونے پائی تھی کہ حکیم بن جبلہ نے ام المومنینؓ کے لشکر پر حملہ کیا۔ ادھر سے بھی مدافعت کی گئی۔ مگر شام ہونے کی سبب لڑائی ختم ہو گئی۔ رات بھر فریقین تیاریوں میں مصروف رہے۔ اور لوٹ گھسوٹ کرتے رہے۔ جو جس کو پاتا تھا گرفتار کرکے لے جاتا تھا۔ دوسرے دن دارالرزق کے میدان میں دونوں فریق جنگ آزما ہوئے۔ دن ڈھلے تک بازار جدال و قتال گرم رہا۔ عثمان بن حنیف کے ہمراہی بہت مارے گئے۔ اور طرفین سے ایک تعداد کثیر زخمی ہوئی۔

فریقین میں معاہدہ بصرہ پر قبضہ کی شرط

بالآخر یہ طے پایا کہ ایک شخص جو معتمد علیہ دونوں فریقوں کا ہو مدینہ بھیجا جائے۔ اور اہل مدینہ سے دریافت کیا کہ حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ نے جبراً بیعت کی ہے۔ یا خوشی سے۔ اگر جبراً بیعت ان کی ثابت ہو جائے تو عثمان بن حنیف بصرہ چھوڑ کر چلے جائیں۔ اور حضرات زبیرؓ و طلحہؓ بصرہ پر قبضہ کرلیں اور بصورت دیگر یہ دونوں حضرات بصرہ سے باز آئیں۔ اور معہ لشکر بصرہ سے کوچ کردیں۔

حضرت کعب بن سورؓ کا سفر مدینہ۔

بعد تکمیل عہد نامہ کعب بن سورؓ (قاضی بصرہ) مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ جب یہ مدینہ میں داخل ہوئے۔ جمعہ کا دن تھا۔ لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے۔ انہوں نے اس مجمع میں کھڑے ہو کر کہا۔ اے اہل مدینہ میں اہل بصرہ کی طرف سے تمہارے پاس قاصد ہو کر آیا ہوں اور سب صاحبوں سے یہ پوچھتا ہوں کہ حضرت زبیرؓ و طلحہؓ نے حضرت علیؓ کی بیعت

بطیب خاطر راضی وخوشی سے کی ہے۔ یا جبراً کراہت وزبردستی وخوف جان سے اس کے جواب میں جملہ حاضرین نے سکوت اختیار کیا۔ مگر حضرت اُسامہ بن زیدؓ کھڑے ہو گئے اور کہا۔ حضرات زبیرؓ وطلحہؓ نے جبراً بیعت کی تھی اس فقرے کے تمام ہوتے ہی لوگ چاروں طرف سے حضرت اُسامہؓ پر ٹوٹ پڑے اور اُن کو مارنے لگے۔ قریب تھا کہ اُن کا کام تمام ہو جائے کہ حضرت صہیبؓ۔ ابو ایوبؓ اور محمد بن سلمہؓ دوڑ پڑے۔ اور حضرت اُسامہؓ کو لوگوں کے ہاتھ سے بچا کر اُن کے گھر پہنچا آئے۔

کعب بن سورؓ (قاضی بصرہ) یہ حال دریافت کر کے بصرہ کی جانب واپس ہوئے۔

حضرت علیؓ کا خط گورنر بصرہ کے نام۔

اس واقعہ کی خبر حضرت علیؓ کو پہنچی تو انہوں نے ایک خط عثمان بن حنیف کے نام اس مضمون کا لکھا کہ:۔

حضرات زبیرؓ اور طلحہؓ میری خلافت سے ناخوش ہوئے۔ مجھ کو افضل جاننا اور مجھ سے اتفاق کرنا اُن کو ناگوار ہوا۔ اگر وہ مجھ سے خلع خلافت چاہتے ہوں تو اس خواہش میں اُن کا کوئی عذر مقبول نہیں ہے۔ اور اگر اس کے سوا وہ کسی بات کے متمنی ہیں تو وہ ہم کو دیکھ لیں گے۔ اور ہم انہیں دیکھ لیں گے۔

گورنر بصرہ کے نقض عہد کی وجہ سے جنگ۔

کعب بن سورؓ کی واپسی پر حضرات زبیرؓ وطلحہؓ نے عثمان بن حنیف گورنر بصرہ کو گفتگو کرنے کے لئے بلا بھیجا۔ اور بصرہ خالی کرنے کا پیام دیا۔ عثمان نے حضرت علیؓ کا خط آنے کی وجہ سے بصرہ خالی کرنے سے انکار کر دیا۔ پس حضرات زبیرؓ وطلحہؓ چند اشخاص کو لے کر اندھیری رات میں بعد نماز عشاء مسجد کی طرف آئے۔ یہ لوگ عشاء دیر سے پڑھتے تھے۔ اس لئے اُس وقت مسجد میں نمازی جمع تھے۔ اتفاقاً اُس وقت عثمان بن حنیف نے معمولی وقت سے دیر کر دی۔ اور مسجد میں نہیں آئے۔ کہتے ہیں اُس رات میں آندھی وبارانی بہ شدت تھا۔ اور تاریکی عالم گیر تھی۔ حضرات زبیرؓ وطلحہؓ کے حکم سے عبدالرحمن بن عتاب نے آگے بڑھ کر مسجد کے اندر حملہ کیا۔ مسجد میں جو لوگ موجود تھے وہ بھی تلواریں نکال کر مقابل ہوئے۔ دونوں طرف سے خوب تلوار چلی اور تلواروں کی جھنکار سے مسجد گونج اُٹھی۔ مسجد میں چالیس اشخاص تھے۔ وہ قتل ہوئے۔ پھر اُن کا کوئی مزاحم نہ رہا۔ عثمان بن حنیف کو ڈھونڈا مگر نہ پایا۔ آخر وہاں سے جا کر عثمان بن حنیف کے گھر میں گھس پڑے۔ اور اُس کو نکال کر حضرات زبیرؓ وطلحہؓ کے پاس پکڑ لائے۔ ان کے پاس پہنچتے پہنچتے لوگوں نے عثمان کی ڈاڑھی اور مونچھ کے تمام بال نوچ ڈالے تھے۔ حضرات زبیرؓ وطلحہؓ کو عثمان کی یہ توہین دیکھ کر تاسف ہوا۔ اور انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو حالات سے اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا کہ عثمان چھوڑ دئے جائیں۔ بعض کہتے ہیں کہ جب عثمان بن حنیف پکڑے گئے تو اُم المومنینؓ کی خدمت میں بھیجے گئے۔ تو آپ نے اُن کو شہر بدر کرنے اور مارنے کا حکم نہ دیا تھا۔ اور مجاشع بن مسعود عثمان کو نکالنے اور مارنے پر مامور تھے۔ چنانچہ اُن کو چالیس درے مار کر اور چار ابرو کا صفایا کر کے اُن کو انصار ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا اور بیت المال پر حضرت عبدالرحمن بن حضرت ابو بکر صدیقؓ کو افسر کر دیا۔ [1]

حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کا بیت المال پر حملہ

مندرجہ بالا واقعہ میں مسجد کے اندر حملہ آوری کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور یہ چالیس اشخاص وہاں موجود تھے جنہوں نے تلواریں نکال کر حملہ آور

---

[1] ایضاً اردو ترجمہ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۵۰۷ تا ۵۰۸۔

کا مقابلہ کیا۔ اور مارڈالے گئے۔ ابن اثیر و ابن خلدون کا اس واقعہ کو مسجد کے اندر بیان کرنا بلاذری کے بیان سے بالکل مغائر ہے جس میں اس حملہ کو بیت المال پر بیان کیا گیا ہے۔ جس کی محافظت پر چالیس یا اس سے زیادہ السیابجہ[۱] قوم کے لوگ مقرر تھے جو قتل کر دئے گئے۔ چنانچہ فتح البلدان بلاذری جزو دوم صفحہ ۸۱ پر تحریر ہے کہ السیابجہ میں سے ایک جماعت البصرہ کے بیت المال کی موکل تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کی تعداد چالیس تھی۔ بعض کہتے ہیں چار سو۔ حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ اور حضرت الزبیرؓ بن العوام جب بصرہ آئے۔ اور بصرہ پر ان دنوں (حضرت) علی بن ابی طالبؓ کی جانب سے عثمان بن حنیف الانصاری عامل تھے۔ تو انہوں نے انکار کیا کہ جب تک (حضرت) علیؓ نہ آئیں بیعت تسلیم نہیں کریں گے۔ (حضرت طلحہؓ والزبیرؓ کے اصحاب نے) صبح سویرے ان پر حملہ کیا۔ اور انہیں قتل کر دیا۔ حملہ آوروں کے سردار عبداللہ بن الزبیرؓ تھے۔ السیابجہ کا سردار اس زمانہ میں ابو سالبتہ الزطی تھا۔ وہ مرد صالح تھا۔

بصرہ میں داخل ہونے کے بعد حضرات زبیرؓ و طلحہؓ کے خطبے

بصرہ میں داخل ہو کر حضرات زبیرؓ و طلحہؓ نے لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا۔ اے اہل بصرہ۔ توبہ۔ گناہ کے لئے ہے ہم لوگوں نے چاہا تھا کہ حضرت عثمان بن امیرالمومنین کی نسبت جو شکایتیں عام لوگوں کی تھیں اس سے آپ کو بری الذمہ کر دیں۔ مگر اس درمیان میں کمینے بلوائیوں نے بلوا کر کے آپ کو شہید کر ڈالا۔

حاضرین نے حضرت طلحہؓ کو مخاطب کر کے کہا آپ کے خطوط تو ہمارے پاس اس کے خلاف آتے تھے۔

حضرت زبیرؓ نے جواب دیا۔ ہم نے یقیناً ایسے خطوط نہیں لکھے۔ اس فقرے کو ختم کر کے حضرت عثمانؓ بن ذی النورین کی شہادت کا واقعہ بیان کیا۔ اور حضرت علیؓ کو اس واقعہ میں متہم کیا۔

ایک شخص بنی عبدالقیس نے اٹھ کر کہا۔ آپ تھوڑی دیر خاموش رہیں۔ حضرت زبیرؓ خاموش ہو گئے۔ اس نے کہا۔ اے حضرات مہاجرینؓ آپ وہ لوگ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اسلام کی دعوت قبول کی۔ اور اس فضیلت میں آپ اوروں سے بڑھے رہے۔ آپ کے بعد اور لوگ اسلام میں داخل ہوئے تاآنکہ آنحضرت صلعم نے انتقال فرمایا۔ بعد آپ کے یکے بعد دیگرے دو شخصوں کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور ان کو خلیفہ بنا لیا۔ ہم اس پر راضی ہو گئے۔ اور آپ کے مقرر کئے ہوئے شخصوں کو اپنا امیر مان لیا۔ دوسرے خلیفہ کی وفات پر چھ آدمیوں کے مشورہ پر امر خلافت رہا۔ تو آپ نے بلا ہمارے مشورہ کے تیسرے شخص کو امیر بنا لیا۔ پھر آپ ہی لوگ ان سے بددل ہوئے۔ اور بغیر مشورہ ہمارے ان کو مار ڈالا۔ پھر آپ نے (حضرت) علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور اس میں بھی ہم سے مشورہ نہیں کیا۔ اور اب ان کے خلاف ہمیں ابھارنے تشریف لائے ہیں۔ آپ کو کس چیز نے ان سے انتقام لینے پر آمادہ کیا ہے۔ کس وجہ پر ہم آپ کا ساتھ دے کر ان سے لڑیں۔

---

[۱] السیابجہ اور الزط (قوم جاٹ) اور الاندغار یہ قومیں فارس کے لشکر میں اہل السند میں سے تھیں۔ فارسی لشکر کے ساتھ ان کو بھی قید کر لیا گیا تھا۔ یہ قومیں اسلام لے آئیں۔ حضرت عمرؓ کے گورنر بصرہ ابو موسیٰ الاشعریؓ نے ان کو بصرہ میں لا بسایا۔ (حضرت) معاویہؓ نے زط (جاٹ) اور السیابجہ میں سے ایک جماعت کو شام اور انطاکیہ کی طرف منتقل کر دیا تھا۔ جو وہاں جا کر بس گئے تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ ملاح تھے اور سواحل پر کشتی رانی کرتے تھے۔ اور یہ کہ یہ سندی قوم تھی جو البصرہ میں رہتی تھی۔ اور یہ زندانوں کی محافظت اور پہرہ داری کا کام کرتی تھی۔

طبری میں السیابجہ۔ آغانی میں السیابجہ اور ابن اثیر میں السبابجہ لکھا گیا ہے۔

حضرت زبیرؓ و حضرت طلحہؓ کے ہمراہی اُس شخص پر ٹوٹ پڑے اور قتل کرنا چاہا مگر اُس کی قوم کے لوگوں نے اُس وقت اُسے اُن کے ہاتھ سے بچالیا۔

دوسرے دن موقع پاکر اہلِ لشکر نے پھر اُس شخص پر حملہ کیا۔ اور اُس کے سب ساتھیوں کو گھیر لیا۔ آخر ایک دم سے اُن کے ستّر آدمی مار دیئے۔ اس کے بعد حضرات طلحہؓ و زبیرؓ بصرہ میں مقیم رہے۔ بیت المال پر اُن کا قبضہ تھا۔ مجلس اُن کے تحت میں تھا۔ اہلِ بصرہ اُن کے مطیع ہوگئے۔ جو تھوڑے اُن کی رفاقت سے علیحدہ تھے وہ چھپ رہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حکیم[1] بن جبلہ کی گفت گو۔

عثمان بن حنیف عامل بصرہ پر جو کچھ گذری تو حکیم نے عثمان کی کمک کو عبدالقیس اور ربیعہ کا ایک گروہ ہمراہ لے کر دارالرزق کا قصد کیا۔ اور کہا کہ اگر میں عثمان کی مدد نہ کروں تو اللہ سے بالکل نڈر ہوں۔ اس گھر میں غلہ بھرا تھا وہاں اُس کی اتفاقاً حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے ملاقات ہوگئی جن کا ارادہ تھا کہ یہ غلہ نکال کر اپنی جماعت پر تقسیم کردیں۔ چنانچہ اسی غرض سے وہ بھی اُس وقت یہاں آئے تھے۔ ان دونوں میں ملاقات ہوئی تو حضرت ابن زبیرؓ نے حکیم سے پوچھا۔ تم یہاں کس واسطے آئے ہو۔

حکیم نے کہا۔ ہم کچھ غلہ لینے آئے ہیں۔ اور ہماری یہ خواہش ہے کہ آپ عثمان کو چھوڑ دیں۔ اور وہ دارالامارۃ میں رہیں۔ اور تا آنے حضرت علیؓ کے ہمارے اور آپ کے کسی قسم کی تکرار نہ ہو۔

خدا کی قسم اگر ہمارے پاس کافی مدد ہوتی تو ہم آپ کی زیادتی پر ہرگز صبر نہ کرتے۔ بلکہ جس قدر آدمی آپ نے ہمارے قتل کئے ہیں ہم آپ سے اُن کا بدلہ لیتے۔ چونکہ آپ نے ناحق مسلمانوں کو قتل کیا ہے۔ لہٰذا آپ لوگوں کا بھی خون بہانا اب روا ہوگیا ہے۔ وہ کونسی حجت اور حیلہ شرعی ہے جس سے آپ حرام خون کو حلال سمجھتے ہیں۔

ابن زبیرؓ نے جواب دیا۔ امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے خون کے بدلے میں۔

حکیم نے کہا۔ تو کیا جن لوگوں کو آپ نے قتل کیا وہ حضرت عثمانؓ کے قاتل تھے۔

حضرت ابن زبیرؓ نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا۔ اور یہ کہا کہ تم کو ہم اس غلہ سے کچھ نہ دیں گے۔ اور نہ ہم عثمان بن حنیف کو چھوڑیں گے۔ تاوقتیکہ حضرت علیؓ کی خلافت نہ ترک کردیں۔

حکیم بن جبلہ کا حشر

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے اس قدر باتیں ہونے کے بعد لڑائی شروع ہوگئی۔

حضرت زبیرؓ و طلحہؓ بھی خبر پاتے ہی اپنی جماعت کے ساتھ مقام جنگ میں آ پہنچے۔

حکیم نے اپنے گروہ میں چار سپہ سالاروں کو جنگ کا ذمہ دار بنایا۔ خود حضرت طلحہؓ کے مقابل ہوا۔ ذریح کو حضرت زبیرؓ کے مقابل۔ ابن المحرش کو عبدالرحمن بن عتاب کے اور حرقوص بن زہیر کو عبدالرحمن بن حارث بن ہشام کے مقابلہ پر مقرر کیا۔

حضرت طلحہؓ نے فرمایا۔ الحمد للہ کہ اہلِ بصرہ جن سے ہم خون کے طالب ہیں۔ ہمارے واسطے جمع ہوگئے ہیں۔ خدایا ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ رکھنا۔ یہ فرما کر حضرت طلحہؓ تین سو آدمیوں کیساتھ حملہ آور ہوئے۔

---

[1] یہ حکیم بن جبلہ وہی ہے جس کے گھر بصرہ میں پہلی بار عبداللہ بن سبا آکر ٹھہرا تھا۔ اور مدینہ میں حضرت زبیرؓ کو زبردستی حضرت علیؓ کی بیعت کرانے لایا تھا۔ اور بلوائیوں اور باغیوں کا مدینہ میں ایک سرغنہ یہ بھی تھا۔

حکیم لڑ رہا تھا کہ ایک شخص نے اُس کے پاؤں پر ایسی تلوار ماری کہ حکیم چوتڑوں کے بل گر پڑا۔ اُس کے ہمراہی اُسے اُٹھا لے گئے۔ اسی حالت میں وہ حضرات زبیرؓ و طلحہؓ کو بُرا کہہ رہا تھا کہ ناگاہ کسی نے پکار کر کہا۔
اب تم نے اپنے اعمال بد کا بدلہ پایا۔ جب مصیبت پڑی تو گھبراتے ہو۔ یہ وہ ہی خدا کا عذاب ہے۔ جیسا تم نے اپنے امام مظلوم (حضرت عثمان رضؓ) کے ساتھ کیا۔ اور جماعت اسلام میں تفرقہ ڈالا۔ اب ذرا تم بھی مزہ چکھ لو۔
اس معرکہ میں حکیم کے بہت آدمی کام آئے۔ حکیم بن جبلہ اور ذریح (مقابل حضرت زبیرؓ) میدان جنگ میں کام آئے۔ حکیم کا بھائی کعب اور دوسرا بھائی رعل بن جبلہ اور حکیم کا لڑکا اشرف یہ بھی مارے گئے۔

قاتلین حضرت عثمانؓ کا قتل۔

اس لڑائی کے بعد منادی نے ندا دی کہ جس کے پاس گروہ قاتلین حضرت عثمانؓ میں سے کوئی شخص ہو وہ لا کر حاضر کرے۔ چنانچہ یہ لوگ لائے گئے۔ اور سب قتل کر دئے گئے۔ حرقوص بھی منجملہ قاتلین حضرت عثمانؓ کے تھا۔ وہ تھوڑے سے آدمیوں کو لے کر اپنی قوم بنی سعد میں چلا گیا۔ فریق ثانی نے قتل و قید کرتے ہوئے اُس کا تعاقب کیا لیکن بنی سعد کی وجہ سے اُس کی جان بچ گئی۔
خاتمہ جنگ پر حضرت طلحہؓ و زبیرؓ نے اپنے متبعین کو بیت المال سے انعامات دلوائے۔ عبدالقیس و بکر بن وائل والوں نے بیت المال پر قبضہ کرنا چاہا مگر ہمراہیان حضرت زبیرؓ و طلحہؓ نے لڑ کر اُن کو بے نیل و مرام واپس کر دیا۔ یہ بھگوڑے بصرہ سے بھاگ کر مدینہ کے راستہ پر بہ انتظار حضرت علیؓ ٹھہر گئے۔

اُم المومنینؓ کی دعوت شرکت

بصرہ کی طرف سے مطمئن ہو کر حضرات زبیرؓ و طلحہؓ نے اہل شام کو واقعات سے مطلع کیا۔ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اہل کوفہ۔ اہل یمامہ اور اہل مدینہ کو بھی اس حال سے آگاہ کیا۔ نیز حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے بدلہ لینے کی ترغیب اور اپنے ساتھ شریک ہو کر اس کام کو پورا کرنے کی تاکید بلیغ کی یعنی اسی مضمون کے خطوط لکھ کر روانہ کئے گئے۔ یہ واقعہ جب کہ پانچ راتیں ربیع الثانی ۳۶ھ کی باقی تھیں واقع ہوا۔ [۱]

حضرت زبیرؓ کا آگے بڑھ کر حضرت علیؓ پر حملہ کرنے کا ارادہ۔

اس کے بعد اہل بصرہ نے حضرات زبیرؓ و طلحہؓ کی بیعت کر لی۔ بعد انعقاد بیعت حضرت زبیرؓ نے فرمایا۔ اگر ایک ہزار سوار میرے ساتھ ہوں تو میں آگے بڑھ کر حضرت علیؓ پر حملہ کروں۔ مگر کوئی راضی نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ یہ وہ ہی فتنہ ہے جس کی خبر ہم کو پہلے سے دی گئی تھی۔ اس پر آپ کے غلام نے عرض کیا۔ آپ اس ہنگامہ کو فتنہ سمجھتے ہیں۔ اور پھر دیدہ و دانستہ جنگ میں شریک ہیں۔ آپ نے جواب دیا۔ ہاں ہم خوب دیکھتے اور جانتے ہیں۔ اور اس پر کیا موقوف ہے۔ ہم نے ہر ہونے والے کام کو معلوم کر لیا اور یہ بھی جان لیا کہ ہمارا قدم اس کام میں فلاں موقع پر ہوگا۔ البتہ اس کام کا انجام معلوم نہیں کیا ہوتا ہے۔ [۲]

اہل مدینہ سے حضرت علیؓ کی طلب استمداد اور اُس کا نتیجہ

اوپر لکھا جا چکا ہے کہ جس وقت حضرت علیؓ کو حضرات زبیرؓ و طلحہؓ اور اُم المومنین حضرت عائشہؓ کے حالات معلوم ہوئے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ بصرہ کو روانہ ہو گئے ہیں۔ اُس وقت آپ نے اکابر و اشراف

---

[۱] ابن اثیر۔ تاریخ ابن خلدون صفحہ ۳۰۵ تا ۳۰۷ [۲] شمس التواریخ جلد چہارم صفحہ ۹۴۳۔

مدینہ کو جمع کر کے خطبہ دیا۔ اور بعد حمد وثنا کے اہل مدینہ سے اپنی امداد کے لئے کہا۔ اہل مدینہ نے جب آپ کا قصد جنگ کی طرف دیکھا تو اُن کو بمقابلہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ۔ حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ آپ کا خروج کرنا شاق گذرا۔

زیاد بن حنظلہ تمیمی یا حنظلہ لوگوں کو سست دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ سب کے سامنے مستعدی ظاہر کی۔ اور حضرت علیؓ سے کہا۔ اگر لوگوں کو خروج کرنا ناگوار ہے تو مضائقہ نہیں وہ نہ جائیں۔ میں آپ کے ہمرکاب اور جان دینے کو تیار ہوں۔ اُن کے اٹھتے پر ابو الہیثم بن تیہان بدری و خزیمہ بن ثابت اور ابو قتادہؓ انصاری نے آمادگی ظاہر کی۔

(امام شعبی کا بیان ہے کہ اس فتنہ میں بجز چھ اصحاب بدر کے ساتواں بدری شریک نہیں ہوا۔)

اور اہل مدینہ بھی تیار مستعد ہو گئے۔ اُم المومنین اُم سلمہؓ نے اپنے چچازاد بھائی کو حضرت علیؓ کے ہمراہ کر دیا۔ لیکن یہ قبل روانگی لشکر بصرہ کی طرف حضرات زبیرؓ و طلحہؓ کے واپس لانے کو روانہ ہو گئے۔

حضرت زبیرؓ و طلحہؓ پر حضرت علیؓ کا خروج۔

۳۶ھ میں حضرت علیؓ مدینہ پر حضرت ابن عباسؓ کو اور بعضے کہتے ہیں سہیلؓ بن حنیف کو اور مکہ پر قثم بن حضرت عباسؓ کو اپنا قائم مقام کر کے بصرہ کی طرف روانہ ہوئے۔

کوفیوں اور مصریوں کے نو سو آدمیوں نے بھی آپ کے ساتھ خروج کیا۔ مدینہ منورہ سے کچھ دُور پر حضرت عبد اللہ بن سلامؓ۔ علیؓ کو مل گئے۔ اور انہوں نے آپ کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر کہا کہ آپ مدینہ سے باہر نہ تشریف لے جائیے۔ واللہ اگر آپ یہاں سے نکل کر جائیں گے تو مسلمانوں کا امیر یہاں لوٹ کر نہیں آئے گا۔

لوگ حضرت عبد اللہ بن سلامؓ کی طرف گالیاں دیتے ہوئے جھپٹ پڑے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ ان کو چھوڑ دو۔ یہ آنحضرت صلعم کے صحابی اور اچھے آدمی ہیں۔ الغرض اس مقام سے آگے بڑھے اور زبدہ پہنچے۔ وہاں یہ خبر آئی کہ حضرات زبیرؓ و طلحہؓ بصرہ میں داخل ہو گئے۔ آپ نے اسی مقام پر قیام فرمایا۔ اور جو کچھ احکام جاری کرنا تھے صادر فرمائے۔

حضرت علیؓ اور حضرت حسنؓ کی گفتگو۔

اس اثناء میں حضرت حسنؓ آ گئے۔ اور مدینہ سے بصرہ کی طرف خروج کرنے نیز معروضہ پر توجہ نہ فرمانے کی وجہ سے باپ سے عرض کیا:۔

"اے پدر بزرگوار میں نے بارہا آپ سے عرض کیا۔ مگر آپ نے کبھی میرے معروضہ پر توجہ نہ فرمائی۔ خدا نخواستہ نصیب اعدا اگر آپ کی جان کو صدمہ پہنچے تو اُس وقت کوئی آپ کا یار و مددگار نہ ہوگا"۔

حضرت علیؓ نے جواب دیا۔ "تم نے کونسی نصیحت مجھ کو کی تھی جسے میں نے نہیں مانا۔ حضرت حسنؓ بولے میں نے آپ سے زمانۂ محاصرہ حضرت عثمانؓ میں کہا تھا کہ مدینہ سے کہیں اور چلے جائیے۔ ان کے قتل کے وقت مدینہ میں نہ رہیئے۔ آپ کی موجودگی میں اُن کا قتل ہونا خوب نہیں۔ جب وہ شہید ہو گئے۔ تو اُس وقت میں نے آپ کی خدمت میں درخواست کی تھی کہ ان لوگوں کی بیعت نہ قبول فرمائیے۔ جب تک عرب کے وفود نہ آلیں اور بلاد اسلامیہ کے اُمرا بیعت نہ کریں۔ اُس وقت تک بیعت نہ لیجئے۔ لیکن آپ نے میری التماس قبول نہ فرمائی۔ بعد اس کے جب اُم المومنین حضرت عائشہؓ اور حضرت زبیرؓ و طلحہؓ نے خروج

کیا تو میں نے یہ التجا کی تھی کہ باوا جان آپ گھر بیٹھے رہیں۔ یہاں تک کہ اُن کی شورش رفع ہو کر ملک میں امن ہو جائے۔ کیونکہ جو فساد ہونے والا ہے وہ آپ کے ہاتھ نہ ہو۔ اور آپ ہر طرح اس الزام سے الگ رہیں۔ افسوس آپ نے اس پر بھی کچھ خیال نہ فرمایا۔

حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ نورِ چشم محاصرہ و شہادت کے وقت جو تم نے مدینہ سے نکل جانے کی مجھ کو رائے دی تھی۔ بیشک تمہاری وہ رائے صائب تھی۔ اور میرے حق میں یہ ہی مناسب تھا۔ لیکن میں بے بس تھا۔ لوگوں نے مجھے بھی تو گھیر لیا تھا۔ جیسا کہ حضرت عثمانؓ کو۔ میں جاتا تو کہاں اور کس طرح۔

بیعت کے بارے میں جو تم نے منع کیا تھا۔ اُس کا یہ جواب ہے کہ میں نے یہ خیال کیا کہ اگر میں بیعت نہیں لیتا ہوں تو یہ کام ضائع ہو جائے گا۔ اور ارباب حل وعقد اہل مدینہ ہیں نہ کہ تمام عرب اور بلادِ اسلامیہ آنحضرتؐ کے انتقال ہونے پر سب لوگوں نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی بیعت کی۔ میں نے بھی اُن کی بیعت کر لی۔ جب اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرف حضرت ابو بکر صدیقؓ نے انتقال فرمایا۔ تو لوگوں نے حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنایا۔ میں نے بھی اُن کی بیعت قبول کی۔ بعد ازاں حضرت عمرؓ بھی رحمت الٰہی سے جا ملے۔ میں بھی ارباب شوریٰ میں سے تھا۔ لوگوں کے مشورہ سے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کی گئی۔ میں نے بھی بلا تامل بیعت کر لی۔ بعدہٗ لوگوں نے بلوہ کر کے حضرت عثمانؓ کو شہید کر ڈالا۔ لوگوں نے بخوشی خاطر میری بیعت کی۔ پھر مجھ کو کیا عذر تھا۔ پس میں اُس شخص سے ضرور لڑوں گا جو اُس سے مخالفت کرے گا جو میرا مطیع ہے تا آنکہ اللہ تعالیٰ حکم کرے۔ تمہارا یہ کہنا کہ حضرات زبیرؓ و طلحہؓ کی نسبت میں سکوت اختیار کروں۔ بیٹھ رہوں۔ اور تجسس نہ کروں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر میں اپنے فریضہ ادا نہ کروں گا تو کون شخص اُس کو ادا کریگا۔ صاحبزادے تم اس خیال سے درگذرو اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ حضرت حسنؓ یہ سن کر خاموش ہو رہے۔

بعد ازاں حضرت علیؓ نے محمد بن ابی بکرؓ اور محمد بن جعفرؓ کو کوفہ کی جانب لوگوں کو جمع کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اور خود ربذہ میں ٹھہرے ہوئے لوگوں کو ابھارتے رہے۔ پھر مدینہ منورہ سے اپنا گھوڑا اور اسباب جنگ منگوا لیا۔ بعد آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ اور اپنی راہ پر چلنے کی لوگوں کو تحریص دی۔ جب آپ خطبہ ختم کر چکے اور ربذہ کے آگے روانگی کا قصد فرمایا تو آپ کے لشکر کو آپ کا مقصد معلوم ہو گیا۔

ابن رفاعہ بن رافع نے کہا۔ آپ کا کیا ارادہ ہے۔ ہمیں کہاں لے جائیے گا۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا۔ ہمارا مقصد اور نیت تو اصلاح ہے۔ بشرطیکہ وہ کہنا مان لیں۔ اور ہمارا حکم قبول کر لیں ابن رفاعہ بولے۔ اگر وہ ہمارے کہنے میں نہ آئے تو کیا کیجیے گا۔ فرمایا ہم اُن کے عذر پر اُن کو چھوڑ دیں گے۔ اور اُن کا حق اُن کو ادا کر دیں گے۔ اور صبر کریں گے۔ پھر اُن سے پوچھا گیا۔ اگر اس پر بھی وہ راضی نہ ہوئے تو کیا علاج۔ فرمایا جب تک وہ ہم کو چھوڑے رہیں گے ہم بھی اُن سے متعرض نہ ہوں گے۔ سوال کیا گیا۔ اگر وہ ہمارا پیچھا نہ چھوڑیں تو پھر کیا کرنا چاہیے۔ فرمایا۔ اس صورت میں ہم اپنے آپ کو اُن سے بچائیں گے۔ عرض کیا گیا۔ بہت خوب آپ کی یہ باتیں ہمیں منظور ہیں۔

حضرت علیؓ ربذہ سے روانہ ہوئے۔ مقدمۃ الجیش پر ابو لیلیٰ بن عمرو بن الجراح تھے۔ علم لشکر محمد بن حنفیہؓ کے پاس تھا۔ اور آپ ایک سرخ اونٹ پر سوار تھے۔ ایک کمیت گھوڑا آپ کی سواری میں پیدل تھا۔ آپ نے فید میں پہنچ کر قیام کیا۔ اس مقام پر اسد بنو خزیمہ اور بنی طے کی ایک دوسری جماعت

آپ کے پاس آئی اور ساتھ چلنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا۔ تم اپنے اقرار پر ثابت قدم رہو۔ فی الحال مہاجرین میرے ساتھ کافی ہیں۔ اسی مقام پر ایک شیبانی شخص کوفہ سے آیا۔ آپ نے اُس سے کوفہ کا حال دریافت فرمایا۔ اور حضرت ابوموسیٰ رضؓ (اشعری) کے متعلق دریافت فرمایا کہ اُن کا قصد کیا ہے۔ شیبانی نے کہا۔ اگر آپ صلح کریں گے تو حضرت ابوموسیٰ رضؓ آپ کے ساتھ ہیں اور جو لڑائی کا قصد ہے تو وہ آپ کے ساتھی نہیں ہیں۔

حضرت علیؓ نے فرمایا۔ بخدا میرے لائے مزال ہیں۔ بجز صلح کے اور کچھ نہیں چاہتا۔ اگر وہ نہ مانیں تو مجبوری ہے۔ پھر فید سے روانہ ہوکر ثعلبہ و اسادمیں قیام پذیر ہوئے۔ عثمان بن حنیف عامل بصرہ اور حکیم بن جبلہ پر جو واقعات گزرے تھے وہاں اُن دونوں کا حال معلوم ہوا۔ پھر یہاں سے آگے بڑھ کر "ذی وقار" پہنچے۔ تو عثمان بن حنیف آکر ملے اور اپنے چہرے کو دکھا کر عرض کیا کہ آپ نے مجھے ڈاڑھی دار بھیجا تھا۔ اور اب میں بے ڈاڑھی کے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم کو اس کا اجر ملے گا۔ مجھ سے پہلے دو شخصوں کو لوگوں نے خلیفہ بنایا تھا۔ پس اُنہوں نے کتاب اللہ پر عمل کیا۔ پھر تیسرے کو خلیفہ کیا اُن کی نسبت لوگوں نے جو کچھ کہا اور اُن کے ساتھ جو فعل کیا وہ تم کو معلوم ہے۔ پھر سبھوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی۔ تعجب ہے کہ اِن دونوں نے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کی اطاعت کی۔ اور میری مخالفت کرتے ہیں۔ اور بخدا وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ میں ان بزرگوں سے جدا نہیں ہوں۔ یہ کہہ کر آپ حضرات زبیرؓ و طلحہؓ کے حق میں بد دعا کرنے لگے۔ اسی مقام پر بکر بن وائل جنہیں حضرات زبیرؓ و طلحہؓ کے آدمیوں نے بصرہ سے مار کر نکال دیا تھا۔ آئے اور ہمراہی کے لئے عرض کیا۔ حضرت علیؓ نے اُن کو بھی وہی جواب دیا جو طے اور اسد بنو خزیمہ کو جواب دیا تھا۔ اتنے میں خبر آئی کہ عبدالقیس نے حضرات زبیرؓ و طلحہؓ کا مقابلہ کیا ہے۔ آپ نے اُن کی تعریف و ثنا کی۔

حضرت ابوموسیٰ رضؓ گورنر کوفہ کا جواب حضرت علیؓ کے فرستادوں کو۔

محمد بن حضرت ابوبکرؓ اور محمد بن جعفرؓ کوفہ پہنچ کر حضرت ابوموسیٰؓ سے ملے اور اُن کو حضرت علیؓ کا خط پیش کیا۔ لوگوں کو حضرت علیؓ کی متابعت اور شرکت جنگ کی ترغیب دی۔ مگر کوئی شخص اُن کے کہنے میں نہ آیا۔ اُس دن شام تک یہ دونوں اسی کام میں مصروف رہے۔ مگر ایک شخص نے بھی مستعدی ظاہر نہ کی۔ بالآخر حضرت ابوموسیٰؓ کے پاس واپس آئے۔ اُن کے دربار میں اور لوگ بھی صاحبِ عقل و تمیز موجود تھے۔ ان دونوں نے خروج کے لئے حضرت ابوموسیٰؓ سے مشورہ کیا۔ اُنہوں نے جواب دیا۔ آج کیا رائے طلب کرتے ہو اس کا موقع و وقت تو کل گذر گیا۔

حضرت عثمانؓ پر جو یورش کی گئی تھی اُسی کا نتیجہ آج پیش آیا۔ اب کیا پوچھتے ہو۔ ایسے وقت میں لڑائی کے واسطے خروج کرنا دنیا کی راہ ہے۔ اور خاموش بیٹھ رہنا آخرت کی۔

اہلِ کوفہ یہ سُن کر بیٹھ رہے۔ دونوں محمد اس پر ناخوش ہوئے۔ اور حضرت ابوموسیٰؓ سے نہایت غصہ اور تشدد سے پیش آئے۔

حضرت ابوموسیٰؓ نے فرمایا۔ واللہ حضرت عثمانؓ کی بیعت میری اور حضرت علیؓ دونوں کی گردنوں پر ہے۔ اگر لڑائی امر ضروری ہے تو قاتلین حضرت عثمانؓ سے ہے۔ وہ جہاں کہیں ہوں لڑنا چاہیئے۔ ہم جب تک قاتلین حضرت عثمانؓ کو قتل نہ کرلیں گے دوسروں سے ہرگز نہ لڑیں گے۔ دونوں محمد کوفہ سے یہ خبر لے کر

دی و تار واپس آئے۔ اور حضرت علیؓ کو مطلع کر دیا۔ آپ نے مالک اشتر سے (یہ بھی بلوائیوں کا سرغنہ تھا) مخاطب ہو کر فرمایا۔ تم مستعد اور ہر کام میں داخل ہونے والے آدمی ہو۔ حضرت ابن عباسؓ کو ہمراہ لے کر (حضرت) ابو موسیٰؓ کے پاس جاؤ۔ اور بگڑی بات بناؤ۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات ابو موسیٰؓ کے پاس گئے۔ اُن سے ہر چند فوجی مدد طلب کی۔ لیکن اُنہوں نے سوائے سکوت کے کچھ جواب نہیں دیا۔ یعنی فوجی مدد سے انکار کر دیا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے اہلِ کوفہ کو جمع کر کے ارشاد فرمایا۔" ایھا الناس صحابہؓ حضرت رسول اللہ صلعم وہ ہی اصحاب ہیں جو حضورؐ کی صحبت سے مشرف ہوئے۔ میں ان حضرات کو بخوبی جانتا اور اُن کو اُن کے غیر سے امتیاز کرتا ہوں۔ البتہ تمہارا حق بھی ہم پر ہے۔ اور میں تمہاری خیر خواہی کی بات کہتا ہوں۔ رائے مناسب تو یہ ہے کہ خدا کی حکومت کو ذلیل مت کرو۔ اور اللہ پر جرأت نہ کر بیٹھو۔ اہلِ مدینہ سے الگ ہو کر جو تمہارے پاس آئے ہیں۔ تم اُن کو مدینہ ہی کی طرف لوٹا دو۔ تاکہ وہ آپس میں ایک بات پر متفق ہو جائیں۔ اہلِ مدینہ ہی خوب جانتے ہیں کہ کس کو استحقاق خلافت ہے اور کون حق دار امارت ہے۔ یہ وقت پُر آشوب و زمانہ فتنہ و فساد ہے۔ ایسی حالت میں تو سوتا آدمی جاگنے والے سے بہتر ہے۔ اور جاگنے والا بستر پر خاموش پڑے ہوئے سے اچھا ہے۔ اور بیٹھا کھڑے سے اور کھڑا سوار سے۔ اور سوار دوڑ دھوپ کرنے والے سے بہتر ہے۔ لہٰذا تم ایسے وقت میں اپنی جگہ سے نہ ٹلو اور اپنی تلواریں نیام میں کر لو۔ تیروں سے پھال نکال ڈالو۔ کمان کا رودہ توڑ دو۔ مظلوم و بے بس کو پناہ دو۔ یہاں تک کہ یہ فتنہ دفع ہو جائے۔ اور اتفاق کی صورت پیدا ہو کر اہلِ اسلام کا کام اصلاح پذیر ہو۔"

حضرت ابو موسیٰؓ کا یہ ہی جواب ان دونوں کو بھی تھا۔ مالک اشتر اور حضرت ابن عباسؓ نے بھی حضرت علیؓ کے پاس آکر سارا ماجرا سنا دیا۔

اب حضرت علیؓ نے حضرت حسنؓ اور عمار بن یاسرؓ کو کوفہ روانہ فرمایا۔ یہ دونوں کوفہ پہنچ کر مسجد میں داخل[عہ] ہوئے۔

عہ ۲۰۸۔ (حضرت عبداللہ بن زیاد اسدی) کہتے ہیں کہ جب حضرات طلحہؓ اور زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ بصرے کو چلے ہیں تو حضرت علیؓ نے عمار بن یاسرؓ اور حضرت حسنؓ (اپنے صاحبزادے) کو کوفہ روانہ کیا۔ (عبداللہ کہتے ہیں کہ) جب یہ ہمارے پاس کوفہ میں تشریف لائے تو دونوں ممبر پر چڑھے۔ حضرت حسنؓ اوپر تھے اور عمارؓ اُن سے نیچے کی (سیڑھی) پر تھے۔ ہم سب لوگ اُن کے پاس جمع ہوئے اور میں نے سنا کہ عمارؓ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ بصرے کو تشریف لے جاتی ہیں اور خدا کی قسم بیشک وہ تمہارے نبیؐ کی دنیا اور آخرت میں زوجہ مقدسہ ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ (اس وقت) تم کو آزما رہا ہے کہ تم لوگ ان کی (حضرت علیؓ) کی فرماں برداری کرتے ہو یا ان کی یعنی (حضرت عائشہؓ) کی۔ ترجمہ البخاری پارہ (۲۹) جلد (۳) فتنوں کا بیان صفحہ ۲۶۴)۔

۲۰۹۰۔ حضرت ابو وائلؓ کہتے ہیں کہ ابو موسیٰؓ اور ابو مسعودؓ۔ عمارؓ کے پاس گئے جب حضرت علیؓ نے اُن کو کوفہ میں لوگوں کے (لڑائی کے) واسطے جمع کرنے کو روانہ کیا ہے۔ تو اُن دونوں نے اُن سے کہا کہ جب سے تم مسلمان ہوئے ہو اُس وقت سے ہم نے تمہارا اس کام میں جلدی کرنے سے زیادہ بُرا کوئی کام نہیں دیکھا۔ عمارؓ نے کہا کہ جب سے تم دونوں مسلمان ہوئے ہو میں نے تمہارے اس کام (یعنی حضرت عائشہؓ) سے لڑائی میں دیر کرنے سے زیادہ بُرا کام نہیں دیکھا۔

۲۰۹۱۔ پھر ابو مسعودؓ نے جو ایک تونگر شخص تھے اپنے غلام سے کہا کہ اے غلام دو حلے لے آؤ۔ اور اس پر انہوں نے ان میں سے ایک ابو موسیٰؓ کو اور دوسرا عمارؓ کو پہنا دیا اور کہا کہ ان کو پہنے ہوئے جمعہ میں جاؤ۔ (حضرت شقیق بن سلمہؓ) (ترجمہ البخاری پارہ (۲۹) جلد (۳) فتنوں کا بیان صفحہ ۲۶۴ و ۲۶۵)

اہلِ کوفہ کو خبر ہوئی۔ سب سے اول مسروق بن اجدع مسجد میں آئے۔ اور دونوں صاحبوں کو سلام کیا۔ پھر حضرت ابوموسیٰؓ
تشریف لائے۔ اور حضرت حسنؓ سے معانقہ کیا۔ اور حضرت عمار بن یاسرؓ سے مخاطب ہو کر کہا۔ اے ابو الیقظان تم نے
امیرالمومنین حضرت عثمانؓ کی مخالفت کی۔ اُن کے مخالفین کے ساتھ ہوئے۔ اپنی ہمراہی گروہ فجار کے ساتھ جائز رکھی۔

حضرت عمارؓ نے جواب دیا۔ آپ کا خیال غلط ہے۔ نہ میں نے ایسا کیا نہ مجھ کو اُن سے کوئی ملال تھا۔

حضرت حسنؓ نے قطع کلام کر کے حضرت ابوموسیٰؓ سے کہا آپ نے لوگوں کو ہماری مدد کرنے سے کیوں باز رکھا۔ قسم خدا کی
ہماری نیت بجز اصلاح اُمت و رفع فساد کے اور کچھ نہیں ہے۔ حضرت علیؓ سے بزرگ شخص کو اصلاح اُمت میں کسی
کا ڈر نہیں۔

حضرت ابوموسیٰؓ نے جواب دیا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ سچ فرماتے ہیں۔ لیکن میں نے آنحضرتؐ
سے حدیث سنی ہے۔ پھر حدیث فتنہ بیان کر کے کہا۔ خداوند تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا ہے۔ اور اُن
کا خون و مال ایک دوسرے پر حرام کر دیا ہے۔

اس بات سے حضرت عمارؓ کو غصہ آگیا۔ اور وہ طیش میں آ کر حضرت ابوموسیٰؓ کو گالی دے بیٹھے۔ اور کھڑے ہو کر کہا۔
اے لوگو آنحضرت صلعم نے فقط اُنہیں سے فرمایا ہے کہ تم کو ایسے وقت گھر میں بیٹھنا بہتر ہے۔ (یعنی یہ ہی تو عالم ہیں اور
اور سب جاہل ہیں)۔ اُن کی اس تیزی پر کسی شخص نے اُن کو گالی دی اور کہا کل کے دن تم بلوائیوں کے ساتھ تھے۔ اور
آج ہمارے امیر سے جہالت کر رہے ہو۔ آخر کوفی حضرت عمارؓ پر ٹوٹ پڑے لیکن حضرت ابوموسیٰؓ نے اُن کو بچا لیا۔

اسی اثناء میں زید بن صوحان اپنی جماعت کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے۔ اُن کے ہاتھ میں دو خط اُم المومنین
حضرت عائشہؓ کے تھے۔ جن میں سے ایک اُن کے نام تھا۔ اور دوسرا اہلِ کوفہ کے نام مضمون دونوں خطوں کا یہ تھا کہ
"تم لوگ اس زمانہ میں کسی کی مدد مت کرو۔ اپنے اپنے مکانوں میں بیٹھے رہو۔ یا ہماری مدد کرو۔ ہم خون حضرت عثمانؓ
کا بدلہ لینے آئے ہیں"۔ زید بن صوحان نے لوگوں کو دونوں خط سنا کر کہا کہ اُم المومنینؓ کے لئے خدا کا حکم تو یہ ہے کہ
وہ گھر میں سکونت پذیر رہیں۔ اور ہم کو یہ حکم ہے کہ جہاد کر کے فتنہ رفع کریں۔ مگر اُم المومنینؓ اس کے برخلاف
خود لڑائی کو نکلیں۔ اور ہم کو گھر میں بیٹھ رہنے کا حکم دیا ہے۔

زید بن صوحان کی یہ زبان درازی دیکھ کر شبث بن ربعی یہ بول اُٹھے۔ اے عمانی تو نے جلولا میں چوری
کی جس کی وجہ سے تیرا ہاتھ کاٹا گیا۔ پھر اپنی حرکات بیجا سے باز نہیں آتا۔ اور اب اُم المومنینؓ سے نافرمان ہو کر
لوگوں کو اُن سے پھیر رہا ہے۔

حضرت ابوموسیٰؓ نے جب دیکھا کہ باتوں باتوں میں لڑائی ہوئی جاتی ہے تو اُٹھ کر فرمایا:-

ایہا الناس۔ میری بات سنو۔ میری اطاعت کرو۔ عرب کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلہ بن جاؤ کہ مظلوم
و دور رسیدہ بھاگتا ہوا تمہارے پاس جگہ پائے۔ اور ڈرنے والا تمہاری پناہ میں آ کر بے خوف ہو جائے۔ جب فتنہ
گھیر لیتا ہے اُس وقت حق و باطل میں تمیز نہیں رہتی۔ اور جب دفع ہو جاتا ہے تو پھر آنکھیں کھلتی ہیں۔ بیشک یہ
فتنہ مثل مرض عام کے اُٹھ کھڑا ہوا ہے۔ جس کو چوبائی ہوا چاروں طرف لئے پھرتی ہے۔ اُس کے صدمہ سے مرد
حلیم و مستقل مزاج حیران و مضطر ہو جاتا ہے۔ ایسے وقت میں لازم ہے کہ اپنی تلواریں نیام میں کر لو اور آلاتِ
حرب توڑ پھوڑ کر خانہ نشینی اختیار کرو۔ قریش اگر خروج سے باز نہیں رہتے تو اُن کو چھوڑ دو۔ وہ اہلِ علم کا فراق
گوارا کر کے دارِ ہجرت چھوڑ کر امراء و رؤسا کا ساتھ دیں تو تم اُن سے علیحدہ رہو۔ میری خیرخواہی قبول کرو اور

مجھ سے بدعہدی مت کرو۔ میرے مطیع بنے رہو گے تو تمہارا دین اور دنیا دونوں محفوظ رہے گی۔ اور جو اس فتنہ کی آگ کے قریب گیا وہ بدبخت ہوا۔

زید بن صوحان نے اپنا ہاتھ ہلا کر عبداللہ بن قیس سے کہا۔ دریائے قدرت جس وقت طغیانی پر ہو تو کیا تم اسے روک سکتے ہو۔ یا جس طرف سے وہ آیا ہے اسی طرف پھیر دینے کی تم کو قدرت ہے۔ اگر تم کو اس پر قدرت ہے تو یہ ہنگامہ جو اس وقت طوفان عظیم کا حکم رکھتا ہے۔ تمہارے دفع کرنے سے رک جائے گا۔ اگر تمہارے امکان سے باہر ہے تو حضرت علیؓ کی مدد کو چلو۔

پھر قعقاع بن عمرو نے کھڑے ہو کر اسی طرح کی گفتگو کی۔ اور حضرت علیؓ کی مدد کے لئے لوگوں کو پکارا۔ حضرت عمارؓ نے کہا۔ حضرت علیؓ نے تم لوگوں کو حق کے لئے بلایا ہے۔ چلو اور ان کے ہمراہ ہو کر لڑو۔

حضرت حسنؓ نے بھی کہا کہ ہماری دعوت قبول کرو۔ اور ہماری اطاعت کرو۔ اور جس بلا میں تم اور ہم بھی مبتلا ہو گئے ہیں اس میں ہماری مدد کرو۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں ہم اگر مظلوم ہیں تو ہماری مدد کرو۔ اور اگر ظالم ہیں تو ہم سے حق لو۔ واللہ حضرات زبیرؓ و طلحہؓ نے سب سے پہلے میری بیعت کی۔ اور سب سے پہلے مجھ سے بیوفائی کی۔ لوگوں کے دلوں پر اس تقریر کا اثر ہو گیا۔ اور انہوں نے آمادگی ظاہر کی۔ عدی بن حاتم اور حجر بن عدی نے اپنی قوم کو اسی طرح تحریک کیا۔ چنانچہ حضرت حسنؓ کوفہ سے نو ہزار کی جمعیت لے کر روانہ ہوئے۔ چھ ہزار تو خشکی کے راستہ سے چلے اور تین ہزار براہ دریا۔

ایک روایت اس طرح ہے کہ بعد روانگی حضرت حسنؓ اور حضرت عمارہؓ حضرت علیؓ نے مالک اشتر نخعی کو بھی کوفہ بھیجدیا۔ یہ اس وقت کوفہ میں داخل ہوئے۔ جب حضرت ابوموسیٰؓ مسجد میں لوگوں کو حضرت علیؓ کی مدد کرنے سے منع فرما رہے تھے۔ اور حضرت حسنؓ اور حضرت عمارہؓ اور ان کے ساتھ دیگر لوگ حضرت ابوموسیٰؓ کی تردید اور بحث و مباحثہ میں مصروف رہے۔

اشتر جس قبیلہ پر سے ہو کر گذرتا اس کو قصر کی طرف بلاتا جاتا تھا۔ چنانچہ یہ ایک جماعت کثیر کے ساتھ قصر امارت تک پہنچا۔ حضرت ابوموسیٰؓ لوگوں کو خانہ نشینی کی ہدایت کر رہے تھے۔ اور حضرت حسنؓ کہتے جاتے تھے کہ تم عہدہ صوبہ داری سے الگ ہو جاؤ اور ہمارے ممبر کو چھوڑ دو۔ اور حضرت عمارؓ آپ کی تائید کرتے جاتے تھے۔ یہاں مسجد میں تو یہ بحث درپیش تھی۔ ادھر اشتر نے قصر امارت میں گھس کر حضرت ابوموسیٰؓ کے غلاموں کو پکڑ پکڑ کر نکالنا شروع کر دیا۔ وہ بھاگتے ہوئے حضرت ابوموسیٰؓ کے پاس پہنچے اور کہا۔ اشتر نے ہم کو نکال دیا۔ حضرت ابوموسیٰؓ یہ سن کر اپنے محل میں آئے۔ اشتر نے ان کو دیکھتے ہی ایک ڈانٹ بتلائی۔ اور چلا کر کہا۔ تمہاری ماں مرجائے خدا تم کو یہاں سے نکالے۔

حضرت ابوموسیٰؓ نے کہا۔ مجھ کو شام تک رہنے کی اجازت دو۔ اشتر نے کہا۔ خیر اس کا مضائقہ نہیں۔ مگر دن ہی کے اندر اپنا سامان و اسباب اس محل سے لے کر چلے جاؤ۔ خیر دار رات نہ ہونے پائے۔

اشتر کے ہمراہی حضرت ابوموسیٰؓ کا اسباب لوٹنے لگے۔ مگر اشتر نے ان کو منع کر دیا۔ اور کہا یہ ہمارے پڑوسی ہیں۔ اور ہمارے امن میں ہیں۔

جس وقت اہل کوفہ چلنے کو تیار ہوئے تو حضرت حسنؓ نے ان سے کہا۔ ہم کل سویرے کوچ کریں گے جس کو ہمارے ساتھ خشکی کی راہ چلنا ہو وہ سواری سے اور جس کو براہ دریا جانا ہو وہ اس راہ سے آئے۔

جب یہ لوگ حضرت علیؓ کے پاس ذی وقار میں آئے تو آپ اُن کے استقبال کو سوار ہو گئے۔ اور اُن پر مرحبا کہا۔ اور یہ فرمایا۔ اے اہلِ کوفہ ہم نے تم کو اس غرض سے بلایا ہے کہ ہمارے ساتھ اپنے بھائیوں یعنی اہلِ بصرہ سے مقابل ہو۔ اگر وہ لوگ اپنی رائے سے رجوع کر لیں تو فہو المراد۔ اور اگر وہ اپنے خیال پر اصرار کریں گے تو اُن کا علاج ہم نرمی سے کریں گے۔ تاکہ ہماری طرف سے ظلم کی ابتدا نہ ہو۔ اور ہم کسی کام کو جس میں ذرہ بھر فساد ہو گا بغیر اصلاح نہ چھوڑیں گے۔

اہلِ کوفہ نے تو ذی وقار میں حضرت علیؓ کے پاس قیام کیا اور عبدالقیس جن کی تعداد کئی ہزار تھی۔ بصرہ اور حضرت علیؓ کی قیام گاہ کے درمیان ٹھہرے ہوئے اُن کا انتظار کر رہے تھے۔ [1]

گفتگوئے صلح

بعد ازاں حضرت علیؓ نے قعقاع بن عمروؓ کو جنہیں آنحضرت صلعم کی صحبت کا شرف حاصل ہوا تھا اہلِ بصرہ کی طرف حضرات زبیرؓ و طلحہؓ کے پاس سمجھانے اور اتفاق کرنے کو روانہ کیا کہ وہاں جا کر اُم المومنینؓ اور حضرات طلحہؓ و زبیرؓ کا عندیہ معلوم کریں۔ اور جہاں تک ممکن ہو ان حضرات کو صلح و آشتی کی طرف مائل کریں۔

حضرت قعقاع بن عمروؓ بڑے زبان آور عقلمند۔ اور ذی اثر تھے۔ اُنہوں نے بصرہ میں پہنچ کر نمکور الصدر بزرگوں سے ملاقات کی۔

حضرت عائشہؓ سے عرض کیا کہ اے مادر مہربان آپ کو کس چیز نے خروج پر آمادہ کیا ہے۔ اور آپ کی کیا خواہش ہے۔ اُنہوں نے فرمایا کہ میرا مدعا صرف مسلمانوں کی اصلاح اور اُن کو قرآن پر عامل بنانا ہے۔

حضرات زبیرؓ و طلحہؓ بھی وہیں موجود تھے۔ اُن سے بھی یہی سوال کیا۔ اور اُن دونوں حضرات نے بھی وہی جواب دیا۔ جو اُم المومنینؓ نے دیا تھا۔ یہ سن کر حضرت قعقاع بن عمروؓ نے کہا۔ اگر آپ کا منشاء اصلاح اور عمل بالقرآن ہے تو یہ مقصد اس طرح پورا نہیں ہو گا۔ جس طرح آپ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ان بزرگوں نے جواب دیا کہ قرآن حکیم میں قصاص کا حکم ہے۔ اگر قاتلانِ حضرت عثمانؓ قصاص سے بری کر دئے جائیں گے تو گویا عمل بالقرآن ترک کر دیا گیا۔ حضرت قعقاعؓ نے کہا قاتلان حضرت عثمانؓ میں سے چھ سو آدمیوں کو اہلِ بصرہ نے قتل کر ڈالا۔ جس سے چھ ہزار آدمیوں کو برافروختگی ہوئی۔ اور آپ کی جماعت سے الگ ہو گئے۔ آپ نے حرقوص بن زہیر کا تعاقب کیا۔ لیکن اُن چھ ہزار نے اُسے بچا لیا۔ اگر آپ ان لوگوں سے لڑیں گے تو بہت بڑا فساد برپا ہو جائے گا۔ مضر و ربیعہ بھی آپ کی لڑائی پر اُن سے متفق ہو جائیں گے۔ ایسی صورت میں اصلاح کہاں رہے گی۔

اُم المومنین حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ تمہاری کیا رائے ہے۔ حضرت قعقاعؓ نے جواب دیا کہ اس مرض دشوار کا علاج تسکین اور تدابیر مناسب سے فتنہ فرو کرنا اور مصالحت سے کام لینا ہے۔ تاکہ مسلمانوں کو عافیت حاصل ہو۔ اگر آپ سب صاحب باہم متفق رہیں تو یہ علامت خیر و برکت اور خدا کی رحمت ہے۔ اور گویا خون حضرت عثمانؓ کا بدلہ مل گیا۔ اور اگر خدا نخواستہ آپس میں اختلاف بڑھا اور حالت موجودہ پر اصرار کر کے اصلاح نہ کی گئی تو علامات شر و فساد کے اور آثار تباہی ملک و حکومت اسلامی سمجھنا چاہیئے۔ اے حضرات عافیت اختیار فرمائیے۔ چین و امن ہاتھ سے نہ دیجئے۔ آرام و اطمینان خدا کا عطیہ ہے۔ مسلمانوں میں خون ریزی ہو گی تو

---

[1] ابن اثیر و ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۳۰۷ تا ۳۱۵۔

قاتلان حضرت عثمانؓ قصاص سے بچے رہیں گے۔ اور اس طرح فتنہ کو ترقی ہوگی۔ حضرت علیؓ مجبورانہ طور پر مصلحتاً فوراً قصاص نہیں لے سکے کیونکہ اُن کو قصاص کی طاقت حاصل نہیں تھی آپ کو تھوڑا انتظار کرنا چاہئیے تھا۔ پھر نہایت دل سوزی کے ساتھ حضرت قعقاعؓ نے کہا۔ اے بزرگو۔ اس وقت سب سے بڑی اصلاح یہ ہی ہے کہ آپس میں صلح کر لو تاکہ مسلمانوں کو امن، عافیت حاصل ہو۔ آپ حضرات مفاتیح خیر اور انجم ہدایت ہیں۔ آپ براہ خدا ہم لوگوں کو بلا میں نہ ڈالیں۔ ورنہ یاد رہے آپ بھی ابتلا میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اور امت مسلمہ کو بڑا نقصان پہنچے گا۔

حضرت قعقاعؓ کی ان باتوں کا ام المومنینؓ اور حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کے دلوں پر بہت بڑا اور اچھا اثر پڑا۔ اُنہوں نے فرمایا اگر حضرت علیؓ کے یہ ہی خیالات ہیں جو آپ نے بیان کئے۔ اور وہ قاتلان حضرت عثمانؓ سے قصاص لینے کا ارادہ رکھتے ہیں تو پھر لڑائی اور مخالفت کی کوئی وجہ نہیں باقی رہتی۔ ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ اُن کو قاتلانِ حضرت عثمانؓ سے ہمدردی ہے۔ اور اسی لئے قاتلین حضرت عثمانؓ اُن کے لشکر میں شریک اور اُن کے زیر حمایت سب اہم کاموں میں دخیل ہیں۔

حضرت قعقاع بن عمروؓ نے کہا۔ میں نے جو کچھ کہا ہے یہ حضرت علیؓ کے خیالات کی ترجمانی ہے۔ ان حضرات نے فرمایا کہ پھر ہم کو بھی اُن سے کوئی مخالفت نہ ہوگی۔

اس گفتگو کے بعد حضرت قعقاعؓ بصرہ سے رخصت ہو کر حضرت علیؓ کے لشکر کی طرف چلے تو اُن کے ساتھ بصرہ کے با اثر لوگوں کا ایک وفد بھی ہو لیا۔ یہ لوگ اس لئے گئے کہ حضرت علیؓ اور اہل کوفہ کے خیالات معلوم کر آئیں کہ وہ حقیقتاً مصالحت پر آمادہ ہیں یا نہیں۔ کیونکہ اُنہوں نے یہ افواہیں سنی تھیں کہ حضرت علیؓ کا ارادہ لڑائی کا اور عورتوں و بچوں کو غلام بنانے کا ہے۔ یہ خبریں عبد اللہ بن سبا کی جماعت کے لوگوں نے جو حضرت علیؓ کے لشکر میں شریک تھے۔ بصرہ میں مشہور کرا دی تھیں۔

جب حضرت قعقاعؓ حضرت علیؓ کے پاس واپس آئے تو اُنہوں نے تمام کیفیت گوش گذار کر دی۔ حضرت علیؓ سُن کر بہت خوش ہوئے۔

پھر اہلِ بصرہ کے وفد نے کوفہ والوں سے جو حضرت علیؓ کے لشکر میں شریک تھے مل کر اُن کی رائے دریافت کی تو اُن کو صلح و آشتی پر قائل پایا۔ اُن سب نے صلح ہو جانے کو مناسب و بہتر بتایا۔ اب اہلِ بصرہ، کوفہ والوں کا اپنا ہم خیال پا کر حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کا بھی یہ ہی مقصد معلوم ہوا۔ اس کے بعد اہلِ بصرہ نے واپس آکر سب کو صلح و آشتی و مصالحت کے یقینی ہونے کی خوشخبری سنائی۔

صلح کی تمہید قائم ہو جانے کے بعد حضرت علیؓ نے تمام اہلِ لشکر کو جمع کر کے ایک فصیح و بلیغ اور پُر تاثیر تقریر فرمائی اور فرمایا کہ کل کوچ ہوگا۔ لیکن بصرہ کی طرف ہمارا بڑھنا جنگ و پیکار کے لئے نہیں۔ بلکہ صلح و آشتی قائم کرنے اور آتشِ جنگ پر پانی ڈالنے کے لئے ہے۔ ساتھ ہی آپ نے یہ حکم دیا کہ جو لوگ حضرت عثمانؓ کے محاصرہ اور قتل میں کسی طرح شریک ہوئے ہیں اُن میں سے ایک بھی میرے ہمراہ نہ ہو۔ وہ لوگ میرے لشکر سے نکل جائیں۔ مجھ کو اُن کی شرکت و اعانت کی ضرورت نہیں ہے۔

منافقین کی سازش

یہ تقریر سنکر اہلِ مصر اور عبد اللہ بن سبا کو بڑی فکر دامن گیر ہوئی۔ حضرت علیؓ کے لشکر میں ان لوگوں کی تعداد دو ڈھائی ہزار کے قریب تھی۔ جن میں بعض بڑے با اثر اور چالاک بھی تھے اُن لوگوں کے سرداروں اور سمجھداروں کو عبد اللہ بن سبا نے الگ ایک خاص مجلس میں مدعو کیا۔ اس مجلس خاص

میں عبداللہ بن سبا (ابن السوداء) ابن ملجم۔ اشتر۔ اشتر کے خاص احباب علباء بن الہیثم سالم بن ثعلبہ۔ شریح بن اوفی۔ عدی بن حاتم وغیرہم جنہوں نے حضرت عثمانؓ پر خروج کیا تھا شریک ہوئے۔ (ابن اثیر نے یہ نہیں ظاہر کیا ہے کہ یہ جلسہ حضرت علیؓ کے لشکر میں ہوا یا آپ کی فوج سے نکل کر دوسری جگہ۔ مگر روضتہ الصفا میں تصریح کے ساتھ لکھا ہے کہ جس قدر بلوائی حضرت عثمانؓ کی شہادت میں شریک تھے۔ حضرت علیؓ کا حکم پاکر آپ کے لشکر سے نکل گئے۔ اور دوسری جگہ یہ جلسہ قایم کیا۔ راقم) وہ یعنی اہل مجلس آپس میں کہنے لگے کہ اب تک تو حضرات زبیرؓ و طلحہؓ ہی قصاص کے خواہاں تھے اب حضرت علیؓ بھی انہیں کے ہم خیال معلوم ہوتے ہیں۔ آج ہم کو جدا ہونے کا حکم مل چکا ہے۔ اگر آپس میں ان کی صلح ہوگئی تو متفق ہونے کے بعد یہ ہم سے ضرور قصاص لیں گے۔ اور سزا دیں گے۔ اشتر نے کہا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرات زبیرؓ و طلحہؓ ہوں یا حضرت علیؓ ہمارے متعلق تو سب کی ایک ہی رائے ہے۔ اب جو یہ صلح کریں گے تو یقیناً ہمارے خون ہی پر صلح کریں گے۔ لہذا میرے نزدیک تو مناسب یہ ہے کہ حضرات طلحہؓ و زبیرؓ و علیؓ تینوں کو حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچا دیں۔ اس کے بعد خود بخود امن و سکون پیدا ہو جائے گا۔

ابن سبا نے جو اس مجلس کا پریسیڈنٹ بنا ہوا تھا کہا کہ تم لوگوں کی تعداد بہت کم ہے (حضرت) علیؓ کے ہمراہ اس وقت بیس ہزار کا لشکر موجود ہے۔ اور حضرات زبیرؓ و طلحہؓ کے ہمراہ بھی تیس ہزار فوج سے کم نہیں ہے۔ اور ہر ایک ان میں کا شوق کارزار میں مست۔ حکم کا منتظر ہے کہ ذرا سا اشارہ پاتے ہی مثل نہنگ کے دریائے جنگ میں گھس پڑے۔ اس لئے ہمارا مقصد کا پورا ہونا سخت دشوار ہے۔

سالم بن ثعلبہ بولا کہ ہم کو صلح ہوجانے تک کہیں الگ دور چلے جانا چاہیئے۔ شریح نے بھی اسی رائے سے اتفاق کیا۔ لیکن عبداللہ بن سبا نے کہا یہ رائے بھی کمزور اور غیر مفید ہے۔ اس کے بعد ہر شخص اپنی اپنی رائے بیان کرتا رہا۔ لیکن کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ آخر سب نے عبداللہ بن سبا سے کہا کہ وہ اپنی رائے ظاہر کرے۔ ممکن ہے سب اس پر متفق ہو جائیں۔

عبداللہ بن سبا نے کہا۔ بھائیو۔ ہمیں چاہیئے کہ سب کے سب (حضرت) علیؓ کے لشکر میں ملے جلے رہیں۔ اور اس سے جدا نہ ہوں۔ بالفرض وہ ہم کو نکال بھی دیں تو ہم ان کے لشکر کے قریب ہی رہیں۔ زیادہ فاصلہ پر نہ رہیں اور عذر یہ کریں کہ ہم اس واسطے آپ سے قریب رہنا چاہتے ہیں کہ اگر صلح نہ ہوا اور لڑائی چھڑ جائے تو ہم بروقت شریک جنگ ہو کر آپ کی مدد کرسکیں۔ اس لئے شریک لشکر یا قریب لشکر رہ کر ہم کو کوشش کرنی چاہیئے کہ جب جانبین کے دونوں لشکر ایک دوسرے کے قریب ہوں تو کسی صورت سے لڑائی چھڑ جائے اور صلح نہ ہونے پائے۔ اور یہ کام کچھ مشکل نہیں ہے۔ جس وقت فریقین آپس میں لڑ پڑے تو ہمارے لئے خطرہ کا کوئی موقع باقی نہیں رہے گا۔

عبداللہ بن سبا کی اس رائے کو سب نے پسند کیا۔

دونوں لشکروں کا اپنے اپنے مقامات سے آگے بڑھ کر ایک دوسرے کے مقابلہ میں قیام

صبح ہوتے ہی حضرت علیؓ نے ذی قار سے کوچ کر دیا۔ بلوائیوں کا لشکر جو مدینہ سے آپ کے ساتھ تھا۔ شریک لشکر رہا۔ ان کا ایک حصہ تو الگ ہو کر لشکر کے قریب قریب رہا۔ اور ایک حصہ لشکر میں ملا جلا رہا۔ راستہ میں بکر بن وائل اور عبدالقیس کے قبائل (جو حضرات زبیرؓ و طلحہؓ کے لشکر سے شکست پاکر بھاگے ہوئے تھے) حضرت علیؓ کے لشکر میں شامل ہوگئے۔

بصرہ کے قریب پہنچ کر مقام قصر عبیداللہ کے میدان میں حضرت علیؓ خیمہ زن ہوئے۔

حضرت ام المومنینؓ اور حضرات زبیرؓ و طلحہؓ نے بھی اپنے لشکر کے ساتھ آکر اسی میدان میں فرودگاہ ہوئے۔

تین روز تک دونوں لشکر[1] ایک دوسرے کے مقابل خاموش پڑے رہے۔ اس عرصہ میں حضرت زبیرؓ کے بعض ہمراہیوں نے کہا کہ ہم کو لڑائی شروع کر دینی چاہیئے۔ حضرت زبیرؓ نے فرمایا کہ (حضرت) قعقاع بن عمروؓ کی معرفت صلح کی گفتگو ہو رہی ہے۔ ہم کو اس کے نتیجہ کا انتظار کرنا چاہیئے۔ صلح کی گفتگو کے دوران میں حملہ آوری کرنا کسی طرح جایز نہیں ہے۔
حضرت علیؓ سے بھی اُن کے بعض لشکریوں نے جنگ کے شروع کرنے کا تقاضہ کیا۔ تو آپ نے بھی یہ ہی جواب دیا۔
پھر حضرت علیؓ سے لوگوں نے پوچھا کہ اگر کل لڑائی ہو گئی تو فریقین کے مقتولوں کا کیا حال ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ ہم میں اور اُن میں کوئی مقتول نہیں ہوگا۔ اگر خدانخواستہ ایسا ہوا تو دونوں طرف کے مقتولین جنت میں پہنچیں گے۔

حضرت علیؓ کی حضرت طلحہؓ سے باتیں۔

اس کے بعد حضرت علیؓ نے حکم بن سلام اور مالک بن حبیب کو حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کے پاس پیغام دیکر بھیجا کہ اگر آپ حضرات اس اقرار پر جس کی قعقاع بن عمروؓ نے اطلاع دی ہے۔ قایم ہیں تو لڑائی سے رُکے رہیں۔ جب تک کہ کوئی بات طے نہ ہو جائے۔
حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ نے کہلا بھیجا کہ آپ مطمئن رہیں۔ ہم اپنے اقرار پر قایم ہیں۔
اس کے بعد قصر عبید اللہ بن زیاد کے میدان میں دونوں فریق ایک دوسرے کے مقابل صفیں جما کر ٹھہرے۔ تو حضرت زبیرؓ صف سے نکلے۔ آپ مسلح ایک گھوڑے پر سوار تھے۔ آپ کو دیکھ کر لوگوں نے حضرت علیؓ سے کہا کہ حضرت زبیرؓ اس طرف آتے ہیں۔
حضرت علیؓ نے فرمایا۔ یہ ایسے شخص ہیں کہ ان پر خوفِ خدا دلانے کا اثر ہوگا۔
حضرت زبیرؓ کے بعد حضرت طلحہؓ بھی میدان میں آگئے۔
اُدھر سے حضرت علیؓ بھی اُن کی طرف نکلے اور اس قدر ان دونوں صاحبوں سے قریب ہوئے کہ گھوڑوں کے منھ آپس میں مل گئے۔
حضرت علیؓ نے اول حضرت طلحہؓ سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ نے میرے خلاف اور میری دشمنی کے لئے یہ لشکر فراہم کیا اور میرے مقابلہ پر آئے ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ نے اس عداوت کی کوئی وجہ ٹھہرائی ہے۔ اور کیا آپ۔ اس کام کو جایز ثابت کر سکتے ہیں۔ کیا میں آپ کا دینی بھائی نہیں ہوں۔ کیا آپ پر میرا خون حرام نہیں ہے۔
حضرت طلحہؓ نے جواب میں فرمایا:-
کیا آپ نے حضرت عثمانؓ کے قتل میں سازش نہیں کی۔
حضرت علیؓ نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ بینا ہے۔ اور وہ قاتلین حضرت عثمانؓ پر لعنت بھیجے گا۔ اور کیا آپ نے میری بیعت نہیں کی تھی۔
حضرت طلحہؓ نے جواب دیا کہ ہاں میں نے بیعت کی تھی۔ لیکن میری گردن پر تلوار تھی۔ یعنی مجبوراً میں نے بیعت کی تھی۔

حضرت زبیرؓ اور حضرت علیؓ میں گفتگو

پھر حضرت علیؓ۔ حضرت زبیرؓ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اُن سے کہا۔ اے حضرت زبیرؓ آپ کو کس امر نے خروج پر آمادہ کیا۔

---

[1] حضرت زبیرؓ نے اس منظر کو دیکھا تو فرمایا۔ آہ۔ مسلمان جب زور و قوت میں پہاڑ بن گئے تو خود ٹکرا کر چور چور ہو جانا چاہتے ہیں۔ (سیرت حضرت عائشہ صدیقہؓ صفحہ ۷۸)۔

حضرت زبیرؓ نے فرمایا۔ آپ اس کے باعث ہوے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کیا آپ حضرت عثمانؓ کے بعد مجھے خلافت کا مستحق نہیں سمجھتے۔ حالانکہ میں تو آپ کو اپنا عزیز اور عبد المطلب کی اولاد میں شمار کرتا ہوں۔

پھر حضرت علیؓ نے کہا کہ اے (حضرت) زبیرؓ کیا آپ آنحضرت صلعم کا وہ فرمانا بھول گئے۔ جب میں ایک دن حضور صلعم کے ہمراہ بنی غنم میں ہو کر گذرا تو آنحضرت صلعم نے میرے طرف دیکھ کر تبسم فرمایا۔ میں بھی حضور صلعم کو دیکھ کر ہنسنے لگا۔ تو آپ نے کہا تھا کہ ابن ابی طالب اپنا تکبر ترک نہ کریں گے۔ آپ کے قول پر آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ (حضرت) علیؓ متکبر نہیں۔ البتہ تم (حضرت) علیؓ سے لڑو گے۔ اور بے انصافی و ظلم کے ساتھ پیش آؤ گے۔

یہ سنکر حضرت زبیرؓ نے فرمایا۔ ہاں۔ خوب یاد دلایا۔ بیشک حضور اکرم صلعم نے یہ فرمایا تھا۔ اگر آپ میری مدینہ سے روانگی سے قبل اور خروج سے پہلے یہ واقعہ مجھ کو یاد دلا دیتے تو میں ہرگز ادہر نہ آتا۔ اور اب بھی خدا کی قسم میں آپ سے ہرگز نہیں لڑوں گا۔ بعد اس گفتگو کے حضرت علیؓ اپنے لشکر میں واپس آئے اور اپنے ہمراہیوں سے فرمایا کہ حضرت زبیرؓ نے قسم کھالی ہے کہ وہ تم سے نہیں لڑیں گے۔

حضرت زبیرؓ بھی واپس تشریف لے گئے۔ اور حضرت ام المومنینؓ سے جا کر کہا کہ آج مجھ کو (حضرت) علیؓ نے ایک ایسی بات یاد دلائی ہے کہ میں کسی حالت میں لڑنا پسند نہ کروں گا۔ میرا ارادہ ہے کہ سب کو چھوڑ کر واپس چلا جاؤں۔

حضرت زبیرؓ کی اپنے صاحبزادے کے غلط خیال کی اصلاح۔

حضرت ام المومنینؓ نے حضرت زبیرؓ کی بات کا ابھی جواب نہیں دیا تھا کہ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ اپنے والد بزرگوار حضرت زبیرؓ سے کہنے لگے کہ آپ نے جب دونوں فریق میدان میں جمع کر دیئے اور ایک کو دوسرے کی عداوت پر ابھار دیا تو اب چھوڑ کر جانے کا قصد فرماتے ہیں۔ مجھ کو تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو موت کے خوف نے کچا کر دیا ہے اور آپ کے دل میں بزدلی پیدا ہوگئی ہے۔

یہ سنکر حضرت زبیرؓ اسی وقت اٹھے اور ہتیار لگا کر تنہا حضرت علیؓ کے لشکر کی طرف گئے۔ اور ان کی تمام فوج کے اندر داخل ہو کر اور ہر طرف پھر کر واپس آئے۔

ایک حدیث عـ۱

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ حضور صلعم نے ارشاد فرمایا۔ کسی قوم کا بھانجا انہیں میں سے ہے۔ (ترجمہ صحیح بخاری جلد سوم صفحہ ۱۵۰)۔

عـ۲ بیہقی نے روایت کی ہے کہ ایک دن آنحضرت صلعم نے حضرت زبیرؓ اور حضرت علیؓ کو باہم ہنستے بولتے دیکھ کر پوچھا کہ (حضرت) علیؓ کیا تمہیں (حضرت) زبیرؓ سے محبت ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ بھلا میں (حضرت) زبیرؓ کو کیوں نہ چاہوں گا۔ وہ میرے پھوپھی زاد بھائی اور میرے ہم مذہب ہیں۔

پھر رحمتہ اللعالمین صلعم۔ حضرت زبیرؓ کی طرف متوجہ ہوے۔ اور استفسار فرمایا کہ (حضرت) زبیرؓ کیا تم (حضرت) علیؓ کو دوست رکھتے ہو۔ حضرت زبیرؓ بولے کہ ہاں۔ یہ میرے ماموں زاد بھائی اور میرے مذہب کے پیرو ہیں۔ پھر مجھے ان سے محبت کیوں نہ ہوگی۔

دونوں کا جواب سماعت فرما کر حضور صلعم نے حضرت زبیرؓ سے فرمایا کہ (حضرت) زبیرؓ ایک روز ایسا آنیوالا ہے کہ تم (حضرت) علیؓ سے جدال و قتال کرو گے۔ (شمس التواریخ جلد چہارم صفحہ و مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۳۶۶ بحوالہ سیر الصحابہؓ صفحہ ۲۴۵)۔

حضرت علیؓ نے اُن کو سلح آتے ہوئے دیکھ کر پہلے ہی اپنے آدمیوں کو حکم دے دیا تھا کہ خبردار کوئی شخص حضرت زبیرؓ سے معترض نہ ہو۔ اور اُن کا مقابلہ نہ کرے۔ چنانچہ کسی شخص نے آپ کی شان میں گستاخی نہیں کی۔

حضرت زبیرؓ نے واپس جاکر اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ اگر میں موت سے ڈرتا تو تنہا (حضرت علیؓ) کے لشکر میں اس طرح نہ جاتا۔ بات یہ ہے کہ میں نے (حضرت) علیؓ کے سامنے قسم کھالی ہے کہ تمہارا مقابلہ نہ کروں گا۔ اور تم سے نہ لڑوں گا۔

حضرت زبیرؓ کو حضرت عمار بن یاسرؓ کے قتل کا خوف۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے عرض کیا کہ آپ قسم کے کفارے میں اپنے ایک مکحول غلام کو آزاد کر دیجئے۔ اور مقابلہ میں نکلئے۔

حضرت زبیرؓ نے فرمایا کہ میں نے (حضرت) علیؓ کے لشکر میں عمار بن یاسرؓ کو دیکھا ہے۔ حضور صلعم نے فرمایا ہے کہ (حضرت) عمارؓ کو گروہ باغی قتل کرے گا۔ حضرت زبیرؓ ڈرے کہ مبادا اس جنگ میں حضرت عمارؓ آپ ہی کے ہاتھ سے قتل ہو جائیں۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ حضرت عمارؓ کے متعلق یہ حدیث ہے کہ دنیائے اسلام میں سب سے پہلے مسجد قبا تعمیر ہوی۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ ہر صحابیؓ ایک ایک اینٹ اُٹھاتا تھا۔ اور عمار بن یاسرؓ دو دو اینٹیں اُٹھاتے تھے۔ کہ ناگاہ نظر آنحضرت صلعم کی اُن پر پڑی آپ نے فرمایا۔

ویح عمار یقتلہ الفئۃ الباغیۃ یدعوھم الی الجنۃ ویدعونہ الی النار[1]

حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں (حضرت) عمارؓ خندق کھود رہے تھے۔ حضور اکرم صلعم اُن کے سر سے غبار صاف کرنے لگے۔ اور فرمایا۔ آہ۔ (حضرت) عمارؓ پر بھی عجیب مصیبت آئے گی۔ اس کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔ حضرت عمارؓ جنگ صفین میں شہید ہوئے۔

حضرت زبیرؓ اور حضرت علیؓ کے لشکروں کی تعداد۔

اُم المومنین حضرت عائشہؓ حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کا لشکر تئیس ہزار کا تھا۔ جس میں جملہ اہلِ یمن کے علاوہ (۱) رباب مع اپنے قبایل۔ عدی۔ تیم۔ ثور۔ اور عکل کے (۲) مُضر اور اُن کے قبیلے پہ سرداری منجاب بن راشد۔ (۳) بنو عمر (۴) بنو تمیم بسرگردہی ابو الجرباد (۵) بنو حنظلہ پہ سرداری ہلال بن وکیع (۶) ازد بمعیت صبرہ بن شیمان (۷) سلیم بمتابعت مجاشع بن مسعود سلمی (۸) بنی عامر غطفان پہ امارت زفر بن حارث (۹) بکر بہ حکومت مالک بن مسمع (۱۰) بنی ناجیہ پہ سرکردگی خریت بن راشد۔ (۱۱) یمن کے حاکم ذوالاجرۃ حمیری تھے۔

حضرت علیؓ کے لشکر کی تعداد بیس ہزار تھی۔ دونوں لشکروں میں ایسے قبایل بھی تھے جن میں بعضے ادہر بعضے اُدہر تھے۔ لہذا مُضر کے مقابلے پر مُضر اور ربیعہ کے سامنے ربیعہ اُترے۔

طرفین میں شرایط صلح پر اتفاق۔

فریقین کے آدمی ایک دوسرے کے ساتھ بے تکلف ملتے تھے۔ اور سوائے حرف صلح کے دوسری بات کسی کی زبان پر نہ تھی۔

حکیم اور مالک جو قبل اس کے حضرت علیؓ کے لشکر سے حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ

---

[1] مصابیح ترجمہ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۸۹۱۔

کے پاس گئے تھے۔ وہ بھی یہ ہی خبر لے کر آئے کہ ہم لوگ بھی اُسی عہد و قرار پر ہیں جس پر حضرت قعقاع رضؓ ہم سے رخصت ہو کر گئے ہیں۔

خود حضرت علی رضؓ حضرت زبیر رضؓ اور حضرت طلحہ رضؓ باہم مل چکے تھے۔ اور صلح و امن کے برقرار رکھنے پر تینوں اصحاب رضؓ ایک دوسرے سے علیحدہ ہوئے تھے۔ غرض کہ جنگ یکا یک کے خیالات اور ارادے طرفین کے سرداروں نے بتدریج اپنے دلوں سے نکال ڈالے۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت علی رضؓ کی طرف سے حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ حضرت زبیر رضؓ اور حضرت طلحہ رضؓ کی خدمت میں اور حضرت زبیر رضؓ و حضرت طلحہ رضؓ کی طرف سے محمد بن حضرت طلحہ رضؓ حضرت علی رضؓ کی خدمت میں آئے اور صلح کے تمام شرائط تیسرے دن شام کے وقت طے اور مکمل ہو گئے۔ نیز یہ بات قرار پائی کہ کل صبح صلح نامہ لکھا جائے۔ اور اُس پر فریقین کے دستخط ہو جائیں۔

یہ حضرات دونوں طرف سے خوشی خوشی اپنے اپنے لشکروں میں واپس آئے۔ اور اپنے اپنے سرداروں اور رؤسائے قبائل کو بلا کر صلح ہو جانے کی اطلاع دے دی۔ سب اس بات پر خوش تھے کہ صبح صلحنامہ پر دستخط ہو جائیں گے۔

منافقین کی شرارت سے فوجوں میں تصادم

ان تین دنوں کے عرصہ میں عبداللہ بن سبا کی جماعت اور بلوائیوں کے گروہ کو جو حضرت علی رضؓ کے لشکر میں پڑے ہوئے تھے کوئی موقع اپنی شرارت آمیز ارادوں کے پورا کرنے کا نہیں ملا۔ اب جب کہ اُن کو یہ معلوم ہوا کہ صبح کو صلح نامہ لکھا جائے گا تو بہت فکرمند ہوئے اور رات بھر مشورے کرتے رہے۔ آخر سپیدۂ صبح کے نمودار ہونے کے قریب اُنہوں نے حضرات زبیر رضؓ و طلحہ رضؓ کے لشکر یعنی اہل جمل پر حملہ کر دیا۔ جس حصۂ فوج پر حملہ ہوا اُس نے بھی مدافعت میں ہتھیاروں کا استعمال شروع کیا۔ جب ایک طرف لڑائی شروع ہو گئی تو فوراً ہر طرف کی فوجیں لڑائی پر مستعد ہو کر ایک دوسرے پر حملہ آور ہو گئیں۔

لڑائی کا شور سنکر حضرات زبیر رضؓ و طلحہ رضؓ اپنے خیموں سے نکلے اور شور و غل کا سبب دریافت کیا۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت علی رضؓ کی فوج نے اچانک حملہ کر دیا ہے۔

حضرات زبیر رضؓ و طلحہ رضؓ فرمانے لگے افسوس (حضرت) علی رضؓ بغیر کشت و خون کئے باز نہ آئیں گے۔

اُدھر شور و غل کی آواز سنکر حضرت علی رضؓ اپنے خیمہ سے نکلے اور شور و غل کی وجہ پوچھی تو وہاں پہلے ہی سے عبداللہ بن سبا نے اپنے چند آدمیوں کو لگا رکھا تھا۔ اُنہوں نے فوراً جواب دیا کہ حضرات زبیر رضؓ و طلحہ رضؓ نے اچانک بے خبری میں ہمارے لشکر پر حملہ کر دیا ہے۔ اور مجبوراً ہمارے آدمی بھی مدافعانہ لڑ رہے ہیں۔ حضرت علی رضؓ نے فرمایا۔ افسوس (حضرات) زبیر رضؓ و طلحہ رضؓ بغیر خون ریزی کے باز نہ آئیں گے۔ یہ فرما کر اپنی فوج کے حصوں کو احکام بھیجے اور دشمن کا مقابلہ کرنے پر آمادہ کرنے لگے۔ غرض بڑی زور و شور کی لڑائی شروع ہو گئی۔ فریقین کے سپہ سالاروں میں سے ہر ایک نے دوسرے کو مجرم سمجھا۔ اور اصل حقیقت سے دونوں بے خبر اور ناواقف رہے۔

تاہم فریقین کے لشکر میں لڑائی شروع ہونے کے بعد ہی ایک قسم کی منادی ہوئی کہ اس معرکہ میں کوئی شخص بھاگنے والے کا تعاقب نہ کرے کسی زخمی پر حملہ نہ کرے۔ اور نہ کسی کا مال و اسباب چھینے۔

یہ منادی حضرات زبیر رضؓ و طلحہ رضؓ کی طرف سے بھی ہوئی۔ اور حضرت علی رضؓ کی طرف سے بھی جو اس امر کی دلیل

ہے کہ دلوں میں ایک دوسرے کی عداوت و دشمنی نہ تھی۔ بلکہ دونوں فریق اس لڑائی کو بہت ہی گراں اور ناگوار محسوس کر رہے تھے۔ اور مجبوراً میدان میں موجود تھے۔ عبداللہ بن سبا کی جماعت نے اب خوب آزادانہ میدانِ جنگ میں اپنی بہادری کے جوہر دکھانے شروع کر دیئے۔ اور حضرت علیؓ کے اردگرد رہ کر اپنی جانفشانی کے نظارے اُن کو دکھائے۔ [1]

لڑائی شروع ہو جانے پر کعب بن سور حضرت اُم المومنینؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ لوگوں نے لڑائی شروع کر دی ہے۔ آپ موقع پر تشریف لے چلئے۔ شاید اللہ تعالیٰ آپ کی وجہ سے مصالحت کرا دے۔ غرض آپ کے اونٹ پر عماری رکھی گئی اور اُس پر زرہیں پہنائی گئیں اور ایسے موقع پر آپ کا اونٹ کھڑا کیا گیا۔ جہاں سے لڑائی کا شور و غل بخوبی سنائی دیتا تھا۔ کیوں کہ اُس دن اُم المومنینؓ اونٹ پر سوار تھیں۔ اس لئے اس واقعہ کا نام یوم الجمل ہو گیا۔

توقع کے خلاف بجائے اس کے کہ لڑائی کم ہوتی اور رُکتی۔ حضرت اُم المومنینؓ کے اونٹ کو دیکھ کر لڑائی میں اور زیادہ شدت پیدا ہو گئی۔ لڑنے والوں نے سمجھا کہ حضرت اُم المومنینؓ بہ حیثیت سپہ سالار میدان جنگ میں ہم کو زیادہ بہادری کے ساتھ لڑنے کی ترغیب دے رہی ہیں۔ اُدھر سے حضرت علیؓ نے اہلِ جمل کی شدت اور چیرہ دستی دیکھ کر خود مسلح ہو کر حملہ آور ہونا اور اپنی فوج کو ترغیب جنگ دینا ضروری سمجھا۔

حضرت طلحہؓ کی شہادت

لڑائی کو شروع ہو کر تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ حضرت طلحہؓ کے پاؤں میں ایک تیر لگا اور تمام موزہ خون سے بھر گیا۔ (کہتے ہیں کہ جب زخم کو دباتے تو خون بند ہو جاتا اور جب چھوڑتے جاری ہو جاتا تھا۔ آپ نے فرمایا رہنے دو۔ یہ خدا کا تیر ہے۔ یہ زخم جان لینے والا ہے۔ عقد الفرید) اور بہ آواز بلند پکارتے تھے اے اللہ کے بندو لڑائی سے باز رہو اور میری طرف لوٹ آؤ۔ [2]

تیر کا زخم نہایت اذیت رساں تھا۔ اور خون کسی طرح رُکتا نہ تھا۔ حضرت طلحہؓ کی یہ حالت حضرت قعقاع بن عمروؓ نے دیکھی۔ (جو حضرت علیؓ کے لشکر میں شامل تھے) اور فرمایا۔ اے ابو محمد آپ کا زخم بہت خطرناک ہے آپ فوراً بصرہ تشریف لے جائیں۔ چنانچہ حضرت طلحہؓ بصرہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ کا غلام آپ کے ہمراہ تھا۔ بصرہ میں داخل ہوتے ہی آپ زخم سے بیہوش ہو گئے۔ اور وہاں پہنچنے کے بعد ہی انتقال کر گئے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۔ اور وہیں مدفون ہوئے۔

مروان بن الحکم اس لڑائی میں حضرات زبیرؓ و طلحہؓ کی طرف سے شامل تھا۔ جب لڑائی شروع ہو گئی تو حضرت طلحہؓ نے ارادہ کیا کہ میں بھی حضرت علیؓ کا مقابلہ نہ کروں گا۔ اسی خیال میں آپ لشکر سے الگ ہو کر کھڑے ہوئے۔ حضرت علیؓ کی باتوں پر غور فرما رہے تھے۔ اور حضرت زبیرؓ اور حضرت علیؓ کی گفتگو اور حضرت عمار بن یاسرؓ والی پیش گوئی کو یاد کر کے اس لڑائی سے بالکل جدا اور غیر جانبدار ہونا چاہتے تھے کہ اسی حالت میں مروان بن الحکم نے اُن کو دیکھا اور سمجھ گیا کہ یہ لڑائی میں کچھ حصہ نہیں لینا چاہتے اور یہاں سے نکل کر چلا جانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اُس نے اپنے غلام کو اشارہ کیا جس نے مروان کے چہرے پر چادر ڈال دی۔ تاکہ کوئی اُسے شناخت نہ کرے پھر مروان نے ایک زہر آلود تیر کمان میں جوڑ کر حضرت طلحہؓ کو نشانہ بنایا۔ [3]

۴۸۱

[1] ابن اثیر و ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۳۱۵ تا ۳۲۴ و شمس التواریخ صفحہ ۹۶۲ تا ۹۸۴ و تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۴۷۴ تا
[2] شمس التواریخ صفحہ ۹۸۵ [3] تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۴۸۱ و ۴۸۲ و ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۳۲۴

تاریخ مسعودی میں ہے کہ جب حضرت زبیرؓ لڑائی سے نکل گئے تو مروان نے دل میں کہا حضرت زبیرؓ چلے گئے۔ اور حضرت طلحہؓ بھی جانتے ہیں۔ مناسب ہے کہ ان کو بھی ٹھنڈا کردوں۔ یہ خیال کرکے اس نے آپ کی رگِ ہفت اندام پر ایک تیر مارا۔

ابن اثیر میں ہے کہ حضرت طلحہؓ حالت زخم میں فرماتے تھے۔ افسوس مجھ سے زیادہ اپنے خون کو ضائع کرنے والا کوئی بوڑھا شخص نہ ہوگا۔ آپ اسی جگہ مدفون ہوئے آپ کے پاؤں میں مروان نے تیر مارا۔ بعض کہتے ہیں دوسرے شخص کے تیر سے آپ شہید ہوئے۔ [۱]

ازالۃ الخلفا میں ہے کہ حضرت طلحہؓ نے اپنے اخیر وقت میں تو ابن بجراۃ کے ہاتھ پر جو اس وقت پہنچ گیا تھا۔ حضرت علیؓ کی بیعت کرلی تھی۔ آپ کے انتقال کے بعد ثور نے حضرت علیؓ کو آپ کی بیعت کے واقع سے مطلع کیا تو حضرت علیؓ نے حضرت طلحہؓ کے لئے دعا کی اور ان کی بہت تعریف فراتے اور افسوس کرتے رہے۔ بعض کا بیان ہے کہ حضرت طلحہؓ نے حضرت علیؓ کے غلام کے ہاتھ پر جو اتفاقاً وہاں آگیا تھا۔ یا حضرت قعقاعؓ کے ہاتھ پر جو وہاں آگئے تھے۔ حضرت علیؓ کی بیعت کی تھی۔ [۲]

وقت شہادت حضرت طلحہؓ[۱] کی عمر تریسٹھ سال اور بقول بعض چونسٹھ سال کی تھی۔

---

[۱] حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ سابقون الاولین صحابہؓ اور عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں۔ جب حضرت ابوبکرؓ اور آپ نے اسلام قبول فرمایا تو نوفل بن خویلد بن اسد نے پکڑ لیا۔ اور ایک ہی رسی میں باندھ دیا۔ اسی لئے آپ دونوں قرینین (ساتھی) کہلائے۔ جنگ احد میں آپ نے بڑے عزم اور بہادری کا ثبوت پیش کیا۔ اور سرکار دو عالم صلعم کی حفاظت اور بچاؤ میں آپ نے کاری زخم کھائے۔ اور آپ کا ایک ہاتھ زخموں کی وجہ سے ناکارہ ہوگیا۔ حضرت زبیرؓ سے مروی ہے کہ آپ کی شجاعت اور جان نثاری پر میں نے رسول اللہ صلعم کو فرماتے سنا کہ حضرت طلحہؓ نے (اپنے لئے جنت کو) واجب کرلیا۔ آپ تمام غزوات میں پامردی کے ساتھ شریک رہے۔ آپ کی تجارت عروج پر تھی۔ اور آپ خدا کی راہ میں اپنے مال اور دولت کو برابر خرچ کرتے رہتے تھے۔ آپ بہت سخی شریف اور نیکی کی زندگی بسر فرماتے تھے۔ آپ نے بوقت وفات جو مال و جائداد اور نقد چھوڑا اس کا مجموعہ تین کروڑ درہم تھا۔ آپ دس جمادی الآخر ۳۶ھ پنجشنبہ کے دن ۶۴ سال کی عمر میں بروز جنگ جمل مروان بن حکم کے تیر سے زخمی ہو کر شہید ہوئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آپ کی شہادت کا سخت صدمہ ہوا اور آپ نے فرمایا کہ میں اور طلحہؓ ان لوگوں میں ہوں گے جن کو اللہ نے کہا کہ "ہم ان کے دلوں سے کدورت نکال لیں گے جس سے وہ بھائی بھائی ہو کر تختوں پر آمنے سامنے بیٹھیں گے"۔ آپ گندم گوں بسیار مو تھے۔ ناک باریک اور خوبصورت تھی۔ بہت تیز تیز چلتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تین صاحبزادیوں میں بڑی حضرت زبیرؓ کو منجھلی سرکار دو عالم صلعم کو اور چھوٹی آپ کو منسوب تھیں اس طرح یہ تینوں بزرگ حضرت صدیق اکبرؓ کے داماد اور آپس میں ایک دوسرے کے ساڑھو تھے۔ غرض صحابہ کرامؓ میں آپ کا بڑا درجہ تھا۔

حضرت طلحہؓ کی صاحبزادی ام اسحاق حضرت حسنؓ کی بیوی تھیں جن کی وفات کے بعد حضرت حسینؓ نے حسب وصیت حضرت حسنؓ آپ سے نکاح کرلیا تھا چنانچہ فاطمہؓ بنت حضرت حسینؓ آپ کے ہی بطن سے تھیں۔ (آغانی جلد (۱۸) وکتاب المعارف اخبار طلحہؓ بن عبید اللہ بحوالہ مترجمہ سیرت شہید کربلا حصہ دوم صفحہ ۱۶۲ تالیف علی جلال حسینی مصری و ترجمہ طبقات ابن سعد حصہ دوم جزء خامس صفحہ ۱۴۲۔

---

[۱] ابن اثیر و شمس التواریخ جلد چہارم صفحہ ۹۸۶ [۲] تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۴۸۲۔

حضرت زبیرؓ پر حضرت عمارؓ کا حملہ اور آپ کا حضرت عمارؓ کے قتل کرنے سے گریز۔

جب لڑائی شروع ہوگئی تو حضرت زبیرؓ بن العوام جو پہلے ہی سے ارادہ فرما چکے تھے کہ حضرت علیؓ سے نہ لڑیں گے۔ میدان جنگ سے جدا ہوگئے۔

حضرت عمارؓ نے اُن کو دیکھ لیا۔ اور اُن پر نیزے سے حملہ کیا۔ بار بار وہ آپ پر نیزہ چلاتے تھے۔ مگر حضرت زبیرؓ اُن کے حملہ کو روکتے اور خود اُن پر وار نہ کرتے تھے۔

حضرت عمارؓ کہتے جاتے تھے کہ کیا آپ مجھے قتل کر ڈالیں گے حضرت زبیرؓ جواباً فرماتے تھے۔ نہیں میں آپ کو قتل نہیں کروں گا۔

حضرت زبیرؓ اگر چاہتے تو حضرت عمارؓ کو قتل کر ڈالتے۔ لیکن آپ کو آنحضرت صلعم کا یہ فرمانا یاد تھا کہ "اے عمارؓ تم کو گروہ باغی قتل کرے گا" اس واسطے آپ اُن کے واروں کو صرف روکتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت عمارؓ تھک کر رہ گئے۔ اور حضرت زبیرؓ نکل کر روانہ ہوگئے۔ [1]

غلط فہمیاں اور رفتار جنگ

کیونکہ لڑائی کے شروع ہی میں حضرات زبیرؓ و طلحہؓ میدان جنگ سے جدا ہوگئے تھے۔ اس لئے قبائل کے افسر اور چھوٹے چھوٹے سردار بھی اپنی اپنی جمعیتوں کو لئے ہوئے حضرت عائشہؓ کی طرف سے مقابلہ پر ڈٹے ہوئے تھے۔

حضرت عائشہؓ اس کوشش میں مصروف تھیں کہ کسی طرح لڑائی رُکے اور صلح کی صورت پیدا ہو۔ اور اہل جمل کی طرف فوج کو لڑانے والا کوئی ایک سردار نہ تھا۔ لڑنے والوں کو بھی یہ معلوم نہ تھا کہ ہم لڑائی میں جو کوشش کر رہے ہیں یہ حضرت اُم المومنینؓ کے منشاء اصلی کے مطابق ہے۔ یا نہیں۔ اور اُن کا تمام لشکر حضرت علیؓ کی نسبت خیال رکھتا تھا کہ اُنہوں نے صلح کی گفتگو کے بعد ہم کو دھوکا دے کر اچانک ہم پر حملہ کر دیا۔ اس حالت میں حضرت اُم المومنینؓ اپنے لشکر کو لڑنے سے روک بھی نہیں سکتی تھیں۔ اہل بصرہ کو یقین ہوگیا تھا کہ جو خبریں ہم نے حضرت علیؓ کی نسبت سنی تھیں کہ وہ اہل بصرہ کو قتل اور اُن کے بیوی بچوں کو غلام بنالیں گے۔ وہ صحیح تھیں بغرض دس ہزار سے زیادہ مسلمان دونوں طرف سے مقتول ہوئے۔ اور آخر تک اصل حقیقت کسی کو نہیں معلوم ہوئی کہ لڑائی کس طرح ہوئی۔ ہر شخص فریق مخالف کو خطا کار سمجھتا رہا۔ حضرت علیؓ خود اپنی فوج کی سپہ سالاری فرما رہے تھے۔

---

[1] صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابو سعیدؓ نے کہا کہ ہم مسجد تعمیر کرنے کے لئے ایک ایک اینٹ اٹھا کر لے جاتے تھے۔ اور حضرت عمارؓ دو دو اینٹیں لے جا رہے تھے۔ رسول اللہ صلعم جو حضرت عمارؓ کی طرف سے گذرے تو آپ نے سر سے غبار جھاڑ کر فرمایا۔ ہا (حضرت) عمارؓ کو ایک باغی گروہ قتل کر ڈالے گا۔ یہ اُن کو خدا کی طرف بلائے گا۔ اور وہ اُس کو دوزخ کی طرف بلائیں گے۔ (ترجمہ صحیح بخاری صفحہ ۱۴۳)۔

حضرت عمارؓ کی شہادت کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کو جب یہ حدیث لوگوں نے سنائی تو اُنہوں نے جواب دیا کہ حضرت علیؓ میرے مقابلہ پر اُن کو اپنے ہمراہ لائے تھے۔ اس لئے اُن کے قتل ہو جانے کے ذمہ دار وہ ہی ہیں۔

---

[1] ابن اثیر و تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۲۸۲ و شمس التواریخ جلد چہارم صفحہ ۹۸۴ و ترجمہ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۳۲۴۔

لہٰذا اُن کے سخت حملوں کی وجہ سے اہلِ جمل کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ اور حضرت عائشہ رضؓ کا اُونٹ حضرت علیؓ کی حملہ آور فوج کی زد میں آگیا۔ اس وجہ سے اصحابؓ جمل جو منہزم ہو رہے تھے لوٹے اور اُم المومنین رضؓ کے اونٹ کو اپنے حلقہ میں لے لیا۔ لڑائی پھر نہایت تیزی سے شروع ہو گئی جس تیزی سے اس سے پہلے جاری تھی۔ [1]

حضرت اُم المومنین رضؓ نے لڑائی کو روکنے کی غرض سے کعب بن سورؓ جن کے ہاتھ میں اُونٹ کی مہار تھی اور جو آپ کو میدانِ جنگ کی طرف لائے تھے۔ فرمایا کہ تم اونٹ کی مہار چھوڑ دو۔ اور یہ قرآن لے کر صفِ لشکر سے نکل کر میدان میں جاؤ۔ اور لوگوں کو قرآن کے فیصلہ کی طرف بلاؤ۔ چنانچہ کعب بن سورؓ قرآن تشریف لے کر گئے اور اعلان کیا تو فرقہ سبائیہ نے جو سب کے آگے تھا۔ کعبؓ پر تیر باری کر کے اُن کو شہید کر دیا۔ پھر ان لوگوں نے عماری پر تیر باری شروع کر دی۔ اس پر حضرت اُم المومنین رضؓ نے بلند آواز سے اپنے ہمراہیوں کو بلایا اور پھر قاتلین حضرت عثمان رضؓ کے حق میں بد دعا کرنے لگیں۔ اہلِ لشکر بھی آپ کے ہمراہ بد دعا کر رہے تھے۔ ایک طرف تو لڑائی کا شور برپا تھا۔ دوسرے طرف سے بد دعا کی آوازیں آتی تھیں جن سے میدانِ جنگ گونج رہا تھا۔

جنگ کا اہم مرکز

حضرت علیؓ نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ حضرت اُم المومنین رضؓ کے ناقہ (اونٹ) کو کسی طرح مارو۔ ناقہ گرا تو لڑائی ختم ہو جائے گی۔ ادھر اُم المومنین رضؓ نے سرداران میمنہ و میسرہ (عبد الرحمٰن بن عتاب و عبد الرحمٰن بن حرث بن ہشام) کے پاس کہلا بھیجا کہ تم لوگ نہایت سختی سے لڑتے رہو۔ میں تمہاری مدد کو آدمی بھیجتی ہوں۔ پھر اپنے لشکریوں کو ایک پُر جوش تقریر سے اُبھارا۔ اور وہ لوگ بھی یہ دیکھ کر کہ فریق ثانی چاروں طرف سے سمٹ کر ناقہ ہی پر حملہ کر رہے ہیں۔ ایک تازہ جوش سے حملے کرنے لگے۔ کوفہ و بصرہ کے اہلِ مُضر نے حملہ کر کے ناقہ کے آگے کا میدان صاف کر کے تیر باری شروع کر دی۔ فریقین ایک دوسرے کا جواب تیر باری سے دے رہے تھے۔

زید بن صوحان اور اُن کے بھائی سیحان مارے گئے۔ لڑائی کا عنوان تھوڑی دیر کے لئے پھر خطرناک ہو گیا دونوں فریق جوشِ مردانگی میں بھر کر ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔

کوفہ کے یمن اور ربیعہ کا گروہ لڑائی میں ابتداً پیچھے تھا۔ لیکن پھر مستعد ہو کر لڑنے لگا۔ ان کے علم کے نیچے دس آدمی مارے گئے۔ پھر اُن کو یزید بن قیس نے سنبھالا اور ربیعہ کے علم کے نیچے زید و عبد اللہ بن رقیہ و ابو عبیدہ بن راشد بن سلمی کام آئے۔

لڑائی لحظہ بہ لحظہ تیز ہوتی جاتی تھی۔ صف کی ترتیب جاتی رہی تھی۔ کوفیوں کا گروہ جو میمنہ میں تھا اپنے قلب سے اور اہلِ بصرہ کا میسرہ اپنے قلب سے مِل جل گیا۔ اس فریق کے میمنہ نے اُس فریق کے میسرہ کا اور اُس کے میسرہ نے اُس کے میمنہ کا آگا روکا۔ دلاورانِ مُضر جانبین سے رجز پڑھ پڑھ کر حملہ کرنے لگے۔ زیادہ تر فریقین کے جنگ آزما اپنے مدِ مقابل کے ہاتھ پاؤں پر حملہ کر کے کاٹ ڈالتے تھے۔ چنانچہ عبد الرحمٰن بن عتاب رضؓ کا ہاتھ قبل شہید ہونے کے کٹ گیا تھا۔

حضرت اُم المومنین رضؓ کے ناقہ کے پاس ازد پھر بنو ضبہ پھر عبد مناۃ نے اپنے حریف کا مقابلہ کیا۔ اور اُس سے ہم نبرد ہوئے۔ کثرت سے لوگ مارے گئے۔ ہزاروں کے ہاتھ پاؤں کٹ گئے۔ میمنہ و میسرہ کا امتیاز باقی نہ رہا۔

---

[1] تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۳۴۰ تا ۳۴۱ و ابن خلدون صفحہ ۲۲۵۔

قلب لشکر سے آکر لڑ گئے۔

گروہ کے گروہ ناقہ پر حملہ کر کے آتے تھے اور وہیں لڑ کر مر جاتے تھے۔ اور یہ سب قبیلہ قریش کے تھے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رض بھی زخمی ہوئے۔ عبدالرحمٰن بن عتاب۔ جندب بن زہیر اور عبداللہ بن حکیم بن حزام اسدی مارے گئے (انہوں نے اسلام بروز فتح مکہ قبول کیا اور اس وقت ام المومنین کی طرف تھے) انکے ساتھ قریش کا علم تھا۔ ان کو اشتر نے مارا۔ اور مارنے میں عدی بن حاتم نے مدد کی۔

اسود بن ابوالبختری اسدی بھی مارے گئے۔ یہ ناقہ کا مہار پکڑے ہوئے تھے۔ (ام المومنین بی بی خدیجہ رض کے صاحبزادے حضرت ہند بن ابی ہالہ رض بھی اسی جنگ میں شہید ہوئے جو حضرت علی رض کے طرف تھے)۔ [1]

بعد ان کے عمرو بن الاشرف ازدی معہ اپنے خاندان کے تیرہ آدمیوں کے کام آئے۔ مروان بن الحکم اور حضرت عبداللہ بن زبیر رض کے بدن پر بہتر زخم تیر و نیزہ کے لگے تھے۔

جنگ کے خاتمہ کی تدبیر

اس پر بھی ہمراہیان ام المومنین رض کا جوش فرو نہ ہوتا تھا۔ تب حضرت علی رض نے بلند آواز سے پکار کر کہا۔ ناقہ کو مارو۔ یہ لوگ آپ ہی منتشر ہو جائیں گے۔ جب تک اونٹ زندہ ہے۔ لڑائی کا خاتمہ نہ ہوگا۔

اشتر کا بیان ہے کہ جنگ جمل سے زیادہ کوئی سخت معرکہ میری نظر سے نہیں گذرا۔ کوئی بھاگنے کا نام نہ لیتا تھا۔ اونٹ کی مہار اس قدر لوگوں کے ہاتھوں میں رہی کہ وہ بھی ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہوگئی۔ ایک شخص شہید ہوتا تھا تو دوسرا فوراً ناقہ کی مہار پکڑ لیتا تھا۔ بعض نے ناقہ کے مارے جانے کا واقعہ یوں بیان کیا ہے کہ حضرت قعقاع رض نے اشتر سے واپسی کی وجہ دریافت کیا جس وقت کہ یہ ناقہ کے پاس سے لڑ کر واپس آرہا تھا۔ اس نے جواب نہ دیا۔ حضرت قعقاع رض نے بڑھ کر حملہ کیا اس وقت ناقہ کی مہار زفر بن الحرث کے ہاتھ میں تھی۔ بس چند شیوخ بنی عامر کے مارے گئے۔ حضرت قعقاع رض نے بجیر بن دلجہ (بنی ضبہ) سے کہا (جو حضرت علی رض کے ہمراہیوں میں تھا کہ) تم اپنی قوم سے سازش کر کے ناقہ کو مار کر گرا دو۔ قبل اس کے کہ حضرت علی رض کے ہمراہیوں کو کوئی صدمہ پہنچے۔ چنانچہ بجیر اپنی قوم سے امان طلب کر کے ناقہ کے پاس گیا اور اس کے پاؤں پر ایک تلوار ماری اور دوسرے پاؤں پر قتل ہو کر خود گر پڑا۔ [2]

حضرت قعقاع رض نے اس شخص کو جو اونٹ کے نزدیک کھڑا تھا۔ ابن دے کر معہ اس کے اور زفر کے رسیاں کاٹ کر عماری کو اتارا۔ لوگ جو ناقہ کے گرد و پیش تھے اس کے گرتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور آتش جنگ دفعتاً فرو ہوگئی۔

حضرت علی رض نے منادی کرا دی کہ کوئی کسی شخص کا تعاقب نہ کرے۔ کسی زخمی کا اسباب نہ چھینا جائے۔ اور کوئی کسی کے گھر میں نہ گھسے۔

پھر حضرت علی رض نے محمد بن حضرت ابوبکر صدیق رض کو جو ان کے ہمراہ تھے حکم دیا کہ جا کر اپنی بہن کی حفاظت کرو۔ کسی قسم کی تکلیف انہیں نہ پہنچنے پائے۔

حضرت قعقاع بن عمرو رض۔ محمد بن ابی بکر صدیق رض اور عمار بن یاسر رض نے کجاوے کی رسیاں کاٹ کر اور کجاوے کو اٹھا کر لاشوں کے درمیان سے الگ لے جا کر وہاں رکھا۔ جہاں کوئی شخص نہ تھا۔ اور اس پر دے کھینچ دئیے اور پھر

---

[1] شمس التواریخ جلد ۲ صفحہ ۱۸۵ [2] ابن خلدون صفحہ ۳۴۳۔

دریں شان دیں۔

حضرت علیؓ عماری کے قریب تشریف لے گئے اور وہاں پہنچ کر بعد سلام علیک کے دریافت کیا:۔
آماں جان آپ کا مزاج بخیر ہے۔" حضرت ام المومنینؓ نے فرمایا۔ "الحمد للہ خیریت سے ہوں۔"
پھر حضرت علیؓ نے کہا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی ہر ایک غلطی کو معاف کرے۔
حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تم سے بھی درگذر کرے۔

بعد ازاں سرداران لشکر اسلام و امرائے شہر حضرت ام المومنینؓ کی خدمت میں پیش ہوئے۔ ان میں حضرت قعقاعؓ بھی تھے۔ انہوں نے سلام کیا۔ ام المومنینؓ نے جواب دینے کے بعد فرمایا۔ مجھے یہ منظور و محبوب تھا کہ آج کے واقعہ سے بیس برس پہلے میں مرجاتی۔ حضرت قعقاعؓ نے واپس ہو کر حضرت علیؓ سے ام المومنینؓ کے اس قول کو بیان کیا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ کاش میں آج سے بیس برس پہلے مرجاتا۔

حضرت ام المومنین بی بی عائشہؓ کا بصرہ میں قیام۔

جب رات ہوگئی تو ام المومنینؓ کے بھائی محمد (بن ابی بکرؓ) نے ام المومنینؓ کو بصرہ میں لے جا کر عبداللہ بن خلف خزاعی کے مکان میں صفیہ بنت الحرث بن ابی طلحہ (عبد الداری) مادر طلحۃ الطلحات بن عبداللہ کے پاس ٹھہرایا۔ اور فریقین کے زخمی مقتولین سے علیحدہ کر کے شہر میں لائے گئے۔ اور مقتولین کے ملاحظہ کو خود حضرت علیؓ مقتل میں تشریف لے گئے۔ اور ان کو دیکھ کر دیر تک افسوس کرتے رہے۔

اختتام جنگ کے بعد احنف بن قیس جو اس جنگ میں ناطرفدار رہے تھے۔ بنی سعد کو لئے ہوئے حضرت علیؓ کے پاس حاضر ہوئے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ تم انتظار کرتے رہے۔ انہوں نے عرض کیا میں نے اسی میں بھلائی دیکھی۔ جو کچھ بھی ہو آپ نرمی اختیار کریں۔ کیونکہ جو راستہ آپ نے اختیار کیا ہے وہ بعید و دراز ہے۔ اور آپ کل کی بہ نسبت آج ہمارے زیادہ محتاج ہیں۔ ایسی باتیں مجھ ایسے شخص سے نہ کریں کیونکہ میں آپ کا ہمیشہ ہمدرد و ناصح رہوں گا۔

پھر حضرت علیؓ نے حضرت ابن عباسؓ کو حاکم بصرہ اور زیاد کو خراج و بیت المال پر مامور کیا۔ اور حضرت ابن عباسؓ کو زیاد سے ہر کام میں مشورہ لینے اور ان کے اتفاق رائے سے کام کرنے کی ہدایت کی۔ من بعد حضرت علیؓ ام المومنینؓ کے پاس ابن خلف کے مکان میں گئے۔ کیونکہ اس لڑائی میں عبداللہ بن خلف کام آئے تھے ان کی ماں اور نیز بعض اور عورتوں نے حضرت علیؓ کو دیکھ کر بہت سخت سست کہا۔ آپ نے مطلق توجہ نہیں فرمائی۔ بعض مصاحبین نے آپ کو ان عورتوں کے خلاف ابھارنا چاہا۔ آپ نے فرمایا۔ عورتیں چونکہ ناقصات العقل ہوتی ہیں۔ اس وجہ سے ہم مشرکہ عورتوں سے بھی درگذر کیا کرتے ہیں۔ اور یہ تو مسلمان عورتیں ہیں۔

حضرت علیؓ حضرت ام المومنینؓ کی خدمت میں۔

حضرت ام المومنینؓ سے حضرت علیؓ نے بڑی تعظیم و تکریم کا برتاؤ کیا اور ان سے پوچھا آپ کو کسی قسم کی تکلیف تو نہیں ہے۔ پھر تمام معاملات میں ہر طرح صلح و صفائی ہوگئی۔ حضرت علیؓ نے بھی معذرت چاہی اور حضرت عائشہؓ نے بھی معذرت کا اظہار فرمایا۔

حضرت علیؓ ام المومنینؓ حضرت عائشہؓ کے پاس سے باہر آئے تو یہ خبر معلوم ہوئی کہ بعض عوام و بلوائی حضرت ام المومنینؓ کو سخت و نا ملایم الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے ان میں سے بعض لوگوں کو گرفتار کرا کے درے لگوائے۔

حضرت اُم المومنین کی معہ اپنے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے مدینہ منورہ کو روانگی۔

غرۂ رجب سنہ ۳۶ھ کو حضرت علیؓ نے سامان سفر درست کرکے اُم المومنین حضرت عائشہؓ کو رؤسائے بصرہ کی چالیس عورتوں اور ان کے بھائی محمد (بن ابی بکرؓ) کے ہمراہ بصرہ سے روانہ کیا۔ اور مشایعت کی غرض سے چند میل خود تشریف لے گئے۔ اور حضرت حسن بن علیؓ دوسری منزل تک پہنچانے کو گئے۔ چنانچہ اُم المومنینؓ پہلے مکہ تشریف لے گئیں۔ حج ادا کیا۔ پھر وہاں سے مدینہ منورہ گئیں۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جنگ جمل میں بہت سخت زخمی ہوگئے تھے۔ جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ آپ کے بہتر زخم آئے تھے۔ اور بصرہ میں ایک ازدی شخص کے گھر جس کا نام وزیر تھا۔ پناہ گزیں ہوکر اپنا علاج کرا رہے تھے۔ آپ نے بعد رفع شور و شر صاحب خانہ کے ذریعہ سے اپنی خالہ حضرت اُم المومنین بی بی عائشہؓ کو اپنے حال و مقام کی اطلاع کروائی تو حضرت اُم المومنین نے فرمایا۔ محمد (بن ابو بکرؓ) کو بلاؤ۔ وزیر نے عرض کیا کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے منع کر دیا ہے کہ محمد کو اطلاع نہ ہونے پائے۔ اُم المومنین حضرت عائشہؓ نے وزیر کے کہنے پر خیال نہ فرماکر اور محمد کو بلوا کر حکم دیا کہ اس شخص کے ساتھ جاؤ۔ عبداللہ بن زبیرؓ اس کے گھر میں ہیں۔ اُنہیں میرے پاس لے آؤ۔ محمد اُس شخص کے ساتھ مکان پر گئے۔ اور (حضرت) عبداللہ بن زبیرؓ کو لے کر حضرت اُم المومنینؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جنہیں آپ اپنے ہمراہ مکہ معظمہ کو لے کر روانہ ہوئیں۔ [1]

حضرت علیؓ کی بیعت خلافت اور واقعہ جمل کے درمیان پانچ مہینے اکیس روز کا فصل تھا۔ یہ واقعہ پنجشنبہ کو پیش آیا جب کہ جمادی الآخر ۳۶ھ کی دس شبیں گذر چکی تھیں۔ [2]

فرقہ سبائیہ کی ایک اور شرارت

بعد روانگی حضرت اُم المومنینؓ حضرت علیؓ نے بیت المال کو کھولا۔ اُس میں جس قدر زر نقد موجود تھا (بقول بعض چھ لاکھ سے زیادہ تھا) آپ نے وہ سب اُن لشکریوں پر تقسیم فرما دیا۔ جو جنگ جمل میں حضرت علیؓ کی طرف ہوکر لڑے تھے۔ ہر شخص کے حصہ میں پانچ پانچ سو درہم آئے۔ وقت تقسیم آپ نے حاضرین سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ اگر تم لوگ ملک شام پر فتحیاب ہوگئے تو تمہارے مقررہ وظایف کے علاوہ اتنا اتنا ہی روپیہ اور دیا جائے گا۔ یہ سن کر عبداللہ بن سبا کے گروہ فرقہ سبائیہ نے خود حضرت علیؓ کے خلاف طعن و تشنیع علانیہ شروع کر دی۔ پہلے بھی اُس نے اُس وقت حضرت علیؓ پر طعنہ زنی کی تھی جب کہ آپ نے اُن کو مال و اسباب کے لوٹنے سے منع فرما دیا تھا۔ اُن کی مخالفت نے اس قدر شدت اختیار کی کہ حضرت علیؓ کو اُن کی طرف سے چشم پوشی اختیار کرنا دشوار ہوگیا۔ حضرت علیؓ نے جس قدر اس گروہ کو نصیحت کی اُسی قدر اُس کی شوخ چشمی میں ترقی ہوتی گئی۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک روز یہ لوگ سب کے سب بصرہ سے نکل کر چل دیئے۔

حضرت علیؓ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں ملک میں جاکر یہ فساد نہ برپا کریں اس لئے حضرت علیؓ بھی اُن کے تعاقب کے لئے بصرہ سے نکلے لیکن وہ ہاتھ نہ آئے۔ اور غائب ہوکر اپنے کام میں مصروف ہوگئے۔ [3]

بعد فراغ واقعہ جمل حضرت علیؓ ابن عباسؓ کو والئی بصرہ مقرر کرکے کوفہ کی جانب روانہ ہوئے۔ بارہ تاریخ

---

[1] ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۴۲۵ تا ۴۳۱ و ابن اثیر [2] تنبیہ واشراف علامہ مسعودی صفحہ ۲۴۷ و ۲۴۸ [3] ابن خلدون صفحہ ۴۳۱ و ۴۳۲ و تاریخ اسلام جلد اول ۴۸۶ و ۴۸۷۔

رجب کی گذرنے پر آپ کوفہ پہنچے۔[1]

سبائیوں کا اصلی مقصد

اس جگہ یاد رکھنا چاہیئے کہ عبداللہ بن سبا نے اپنے آپ کو حضرت علیؓ کا فدائی اور طرفدار ظاہر کیا تھا۔ اور حضرت علیؓ کی محبت کے پردہ میں اس نے حضرت عثمانؓ کی شہادت کے سامان مہیا کئے تھے۔ اب تک وہ حضرت علیؓ کے شیدائیوں میں اپنے آپ کو شمار کرتا اور لوگوں کو بہکاتا تھا۔ لیکن اب فتح بصرہ اور جنگ جمل کے بعد اس سبائی گروہ نے دیکھا کہ حضرت علیؓ کی مخالفت کرنے سے اسلام کو نقصان پہنچایا جا سکتا ہے تو وہ بلا تامل مخالفت پر آمادہ ہو گیا۔ یہ ہی گروہ ہے جو درحقیقت مسلم نما یہودیوں اور اسلام کے دشمنوں کا گروہ تھا جو آیندہ چل کر گروہ خوارج کے نام سے نمودار ہونے والا تھا۔ (جنگ صفین میں جو حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان ہوئی اس میں یہ گروہ پھر حضرت علیؓ کے لشکر میں آکر مل گیا تھا۔ اور اسی دوران میں حضرت علیؓ کی مخالفت کرکے اور آپ کے معاملہ کو ادھر میں چھوڑ کر اور آپ کے لشکر سے علیحدہ ہو کر چلا گیا تھا جس کی وجہ سے حضرت علیؓ اس لڑائی میں کامیاب نہ ہو سکے۔ بعد میں یہ گروہ جس کا نام حضرت علیؓ کے لشکر سے نکل جانے کی وجہ سے خارجی ہو گیا تھا۔ ملک میں فتنہ و فساد پھیلاتا رہا۔ اور حضرت علیؓ سے لڑتا رہا۔ آخرکار اسی گروہ کے ایک شخص ابن ملجم کے زخمی کرنے کی وجہ سے حضرت علیؓ کی شہادت عمل میں آئی۔ راقم)۔

سبائیوں کی ترک تازیاں

حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت کے بعد سے دشمنان اسلام کی خفیہ سازشوں خفیہ سوسائیٹیوں اور خفیہ انجمنوں کا جو سلسلہ شروع ہوا ہے وہ آج تک دنیا میں مسلسل موجود ہے۔ اور کوئی زمانہ ایسا نہیں بتایا جا سکتا جس میں یہ دشمن اسلام خفیہ گروہ اپنی سازشوں اور ریشہ دوانیوں میں مصروف نہ رہا ہو۔ کبھی یہ ابولولو اور اس کے ترغیب دہندوں کی شکل میں تھا کبھی یہ عبداللہ بن سبا اور سبائیہ گروہ کی شکل میں دیکھا گیا۔ کبھی اس کا نام گروہ خوارج ہوا۔ کبھی یہ عباسیوں اور علویوں کی سازش بنو امیہ کے خلاف کرتا تھا۔ کبھی یہ عباسیوں کے خلاف علویوں کی طرف سے کوشش میں مصروف تھا۔ کبھی اس کا نام فدائی اسمٰعیلی گروہ ہوا۔ اور کبھی اس نے فری میسن کی شکل اختیار کی کبھی اس خفیہ سوسائٹی نے نہلسٹوں اور انارکسٹوں کی شکل و صورت میں ظہور کیا۔ کبھی اس نے ڈپلومیسی اور پالیسی کا جامہ پہنا۔ کبھی شہنشاہیوں اور بادشاہیوں کی وزارت خارجہ کے دفتروں میں اسے جگہ ملی۔

سبائیوں کی حضرت علیؓ سے بغاوت۔

فرقہ سبائیہ جو حضرت علیؓ سے اعلان مخالفت کرکے بصرہ سے فرار ہوا۔ تو اس نے بہت جلد عراق عرب کے مختلف مقامات میں منتشر ہو کر اوباش اور واقعہ پسند لوگوں کو اپنے ساتھ شامل کرکے ایک معقول جمعیت فراہم کرلی۔ اور اول صوبہ سجستان کا رخ کیا۔ مدعا ان لوگوں کا یہ تھا کہ یکے بعد دیگرے تمام ایرانی صوبوں کو باغی بنا کر حضرت علیؓ کو یہ موقع حاصل نہ ہونے دیں کہ وہ مسلمانوں کی ایک مستقل حکومت و سلطنت پھر قائم کرسکیں۔ ایرانی صوبوں میں بغاوت پیدا کرنے سے وہ چاہتے تھے کہ حضرت علیؓ کو اطمینان اور فراغ خاطر حاصل نہ ہو۔ اور وہ ملک شام پر حملہ آور ہونے اور فتح پانے کا کبھی موقع نہ پاسکیں۔

---

[1] مروج الذہب مسعودی صفحہ

حضرت علی رضؓ نے سجستان کی طرف ان لوگوں کی توجہ کا حال سُن کر عبد الرحمٰن بن جرو طائی کو اُن کے استیصال کی غرض روانہ کیا۔ اُن کا ان لوگوں سے مقابلہ ہوا تو لڑائی میں عبد الرحمٰن طائی شہید ہوئے۔ یہ خبر سُن کر ربعی بن کاس چار ہزار کی جمعیت لے کر روانہ ہوئے انہوں نے اوباشوں کو شکست دے کر منتشر کر دیا۔

اسی عرصہ میں جنگ صفین کے لئے حضرت علیؓ و معاویہؓ کی طرف سے تیاریاں شروع ہو گئیں اور ان مسلم نما یہودیوں یعنی گروہ سبائیہ نے حضرت علیؓ کے لشکر میں شامل ہو جانا ضروری سمجھا۔ چنانچہ وہ ہر ایک ممکن اور مناسب طریقہ سے آکر لشکر حضرت علیؓ میں شامل ہو گئے۔

سبائیوں کا حضرت علیؓ کے دربار میں رسوخ اور نتیجہ

یہ لوگ حضرت علیؓ کے ساتھ رہے اور اپنی کارگزاریوں اور جانفشانیوں کی بدولت اُنکو حضرت علیؓ کے دربار میں کافی رسوخ بھی حاصل ہو گیا تھا کوفہ[1] میں حضرت علیؓ نے اقامت اختیار فرمائی تو کوفیوں کے اعتبار و اعتماد نے اور بھی زیادہ ترقی کر لی۔

اس طرح قاتلین حضرت عثمانؓ کا حضرت علیؓ کے لشکر میں نہ صرف پناہ گزین ہونا بلکہ با اعتبار ہونا۔ اور بھی باعث اس کا ہوا کہ حضرت امیر معاویہؓ کو قوت و طاقت حاصل ہو کیونکہ جو لوگ قاتلین حضرت عثمانؓ سے قصاص لینا ضروری سمجھتے تھے۔ وہ جب ان قاتلین کو حضرت علیؓ کے لشکر میں باعزت دیکھتے تھے تو باوجود اس کے کہ انکو حضرت امیر معاویہؓ کے مقابلہ میں حضرت علیؓ کی فضیلت [illegible] تھی۔ پھر بھی حضرت معاویہؓ کے ساتھ شامل ہو جاتے تھے۔ کیونکہ حضرت معاویہؓ نے خونِ حضرت عثمانؓ کا بدلہ لینے کے لئے علَم مخالفت بلند کیا تھا۔

ہم نے ابن سبا اور اس کے فرقہ سبائیہ کے حالات جن کی وجہ سے حضرت عثمانؓ کی شہادت اور جنگ جمل وقوع میں آئی اور جو اسلام کے اتفاق میں نفاق کی تخم ریزی اور کاشت کا باعث ہوئے۔ قدرے طوالت سے لکھ دیئے ہیں تاکہ واقعات کو سمجھنے میں آسانی ہو اور مسلمانوں کی تباہی کے اصل سوتے تک رسائی ہو سکے۔

---

[1] جنگ جمل سے فارغ ہونے کے بعد سب سے بڑا کام حضرت علیؓ کے لئے ملک شام کو تابع لانا اور حضرت معاویہؓ سے بیعت لینا تھا اور حضرت علیؓ کے لشکر میں سب سے بڑی طاقت کوفیوں کی تھی۔ اور کوفہ کا اثر ایرانی صوبوں پر بھی پڑتا تھا۔ نیز یہ کہ کوفہ بہ نسبت مدینہ کے شام سے قریب تھا۔ اس لئے حضرت علیؓ نے کوفہ کو اپنی قیام گاہ بنانا مناسب سمجھا۔ اس جگہ یہ بات بھی بتا دینی ضروری ہے کہ قاتلین حضرت عثمانؓ اور بلوائیوں پر [illegible] عبد اللہ بن سبا [illegible] عبد اللہ بن سبا کی جماعت کہہ سکتے ہیں لیکن اس سبائی جماعت میں [illegible] لہذا اصل سبائی جماعت بطور تخم کے کام کرتی تھی۔ وہ صرف چند افراد پر مشتمل تھی [illegible] لشکروں میں اس قسم کے لوگوں کو شامل کر کے انہیں میں سے کسی کو سردار بنا دیتے تھے [illegible] حضرت عثمانؓ کے قتل میں سبائی جماعت نے تمام بلوائیوں سے کام لیا اور جنگ جمل [illegible] جنگ جمل کے بعد حضرت علیؓ کی مخالفت اور عیب چینی کا کام جب شروع کیا تو بلوائیوں کا [illegible] سے الگ ہو گیا تھا۔

[illegible] تاریخ اسلام جلد اول صفحہ ۴۷ تا ۵۰

شہادت حضرت عثمان غنیؓ اور واقعات جنگ جمل پر حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کا بصیرت افروز تبصرہ

شاہ صاحب نے اپنی تصنیف تحفہ اثنا عشریہ میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرات زبیرؓ و طلحہؓ و عائشہؓ و معاویہؓ و عمرو بن العاصؓ " حضرت عثمان غنیؓ کی حفاظت کے لئے جنگ پر آمادہ ہوئے اور بلوہ کو رفع کرنے میں انہوں نے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ جہاں تک امکان تھا گفت و شنید سے بلوائیوں کو سمجھایا۔ جب انکی بات نہ سنی گئی تو انہوں نے قتال کا ارادہ کیا۔ حضرت عثمان غنیؓ جنگ کے قطعی روادار نہ ہوئے اور تمام کو منع کیا اور اس لئے وہ ناچار خاموش ہو کر بیٹھ گئے اس کے ساتھ ہی آپکو پانی پہنچانے اور تشنگی رفع کرنے کے لئے آخر وقت تک حیلے اور تدبیریں کیں۔ زید بن ثابتؓ تمام انصار کے ساتھ آئے۔ جوانان انصار نے اُن سے کہا " اگر تم چاہو تو ہم دوبارہ خدا کے مددگار ہو جائیں "۔ عبداللہ بن عمرؓ مہاجرین کے ساتھ آئے اور کہا کہ " جن لوگوں نے آپ پر بلوہ کیا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو ہماری تلواروں کے ڈر سے مسلمان ہوئے ہیں اور ابھی ان ضربات کے خوف سے ان کے چہرے زرد ہیں اور انکی یہ بلند خوانی اور بالا پروازی اس لئے ہے کہ وہ کلمہ پڑھتے ہیں اور آپ کلمہ کی حرمت ملحوظ رکھتے ہیں۔ اگر آپ حکم دیں تو ہم انکو انکی حقیقت حال سے آگاہ کریں اور پھر وہ حالت انکی انہیں یاد دلائیں لیکن حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ " خدا کے لئے یہ بات نہ کہو اور میری جان کے لئے اسلام میں کشاکش نہ ڈالو۔ ان کے علاوہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ۔ حسنینؓ ۔ عبداللہ بن عمرؓ ۔ عبداللہ بن عامرؓ ۔ ابو ہریرہؓ ۔ اور دیگر صحابہؓ حضرت عثمانؓ کے ہمراہ تھے۔ جب بلوائی ہجوم کرتے تھے تو یہ بھی اور کنڈی سے مدافعت کرتے اور دروازے کی حفاظت کرتے تھے" حضرت عثمانؓ کے تمام جو خود اتنی بڑی فوج سے تھے [illegible] "اگر حکم ہو تو ایک گھڑی میں بلوائیوں کو حقیقت کا معلوم ہو جائے"۔ مسلح ہو کر حاضر ہوئے۔ زاری اور اپنی بیقراری کا اظہار کیا اور کہا کہ ہم وہ جماعت ہیں کہ خراسان سے افریقہ تک کوئی بھی ہماری تلوار کی تاب نہیں لایا۔ اگر حکم ہو تو اس جماعت اہل غرور کو ان کے کام کا تماشہ دکھادیں

نوٹ ۱: تاریخ الخلفا سیوطی کے صفحہ ۱۵۹ پر ہے کہ " جب باغیوں اور بلوائیوں نے حضرت عثمان غنیؓ کے مکان کا محاصرہ کر لیا تو اس نازک وقت میں خلیفہ مظلوم کی حمایت میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے نہایت سرفروشی سے حصہ لیا اور ایک لمحہ کے لئے زخمی ہو جانے پر بھی مدافعت سے پہلو تہی نہیں کی "۔ اور سیر المہاجرین حصہ اول خلفائے راشدین کے صفحہ ۱۸۱ پر طبقات ابن سعد کا حوالہ لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو حضرت عثمانؓ نے گھر میں جو جان نثار موجود تھے اُن کی افسری پر متعین کیا۔ اور صفحہ ۱۵۴ پر ہے کہ حضرت عثمانؓ کا گھر بہت وسیع تھا۔ دروازے اور گھر میں صحابہؓ اور عام مسلمانوں کی خاصی جماعت موجود تھی جسکی تعداد سات سو تھی اور جس کے سردار حضرت زبیرؓ کے بہادر صاحبزادے حضرت عبداللہ بن زبیر تھے وہ حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ امیرالمومنین اس وقت گھر کے اندر ہماری خاصی تعداد ہے اجازت ہو تو ان باغیوں سے لڑوں " فرمایا اگر ایک شخص کا بھی ارادہ ہو تو میں اس کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ وہ میرے لئے اپنا خون نہ بہائے۔
طبقات ابن سعد جز اول [illegible] صفحہ ۱۱ پر ہے کہ حضرت عثمانؓ نے عبداللہ بن حضرت زبیرؓ کو مکان پر افسر بنا دیا اور کہا کہ جس پر میری فرمانبرداری واجب ہو وہ عبداللہ بن حضرت زبیرؓ کی فرمانبرداری کرے۔ عبداللہ بن حضرت زبیرؓ [illegible] یوم الدار میں حضرت عثمانؓ سے کہا کہ آپ ان سے جنگ کیجئے کیونکہ اللہ نے آپکے لئے ان کا خون حلال کر دیا ہے۔ انہوں نے [illegible]
[illegible] حضرت عثمانؓ کے ہمراہ [illegible]

کیونکہ گفت و شنید سے اِن کی اصلاح نہیں ہوتی۔ اور چونکہ یہ جانتے ہیں کہ کوئی حُرمت کلمہ کی وجہ سے ہمارا تعرض نہیں ہوتا اس لئے سیدھے راستے پر نہیں آتے اور آپکی اور بڑے بڑے صحابہؓ کی باتوں کو شمار میں نہیں لاتے" لیکن حضرت عثمان غنیؓ فرماتے تھے کہ اگر میری رضا جوئی کی خواہش ہے اور میرا حق نعمت ادا کرنا چاہتے ہو تو ہتیار اُتاردو اور اپنے گھروں میں بیٹھ جاؤ اور تم میں سے جس نے ہتیار اتار دیا میں نے اُسے آزاد کر دیا۔ اگر میں خونریزی سے پہلے ہلاک ہو جاؤں تو اس سے بہتر ہے کہ خونریزی کے بعد مارا جاؤں یعنی میری شہادت مُقدّر ہے اور مجھے پیغمبرؐ نے بشارت دی ہے۔ اگر تم جنگ کرنا چاہتے ہو تو میں ہلاک ہو جاؤں گا۔ نیتجہ کیا ہوگا قتل و خون ہی واقع ہوگا اور مطلب بھی پورا نہ ہوگا" فریقین کی تاریخوں سے ثابت ہے کہ حضرات زبیرؓ و طلحہؓ بھی اپنے بیٹوں کو حضرت عثمانؓ کے دروازے پر مقرر کئے ہوئے تھے۔ اور حضرت علیؓ نے بھی اپنے بیٹوں۔ جعفر کی اولاد اور اپنے غلام قنبر کو حضرت عثمانؓ کے دروازے پر تعینات کر دیا تھا تاکہ بلوائیوں کی مزاحمت کریں۔ جب بلوائی ہجوم کرتے تھے تو پتھر اور لکڑی سے جنگ کرتے تھے حتیٰ کہ امام حسنؓ خون آلودہ ہوگئے اور محمد بن حضرت طلحہؓ اور قنبر کے سر پر زخم آئے جب دروازے کی راہ سے ان کا آنا ممکن نہ ہوا تو بعض انصار کے گھر کے پیچھے سے نقب لگا کر داخل ہوگئے اور حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا۔ بدمعاش اور بلوائی ہر ایک صحابیؓ کو ڈراتے تھے۔ (لاش کو دفن نہ کر سکیں) اور لوگ اپنے حال میں گرفتار تھے" آخر جب رات کے وقت بلوائی سو گئے تو حضرات زبیر بن العوامؓ حکیم بن حزامؓ۔ مسور بن مخرمہؓ جبیر بن مطعم۔ ابو جہم بن حذیفہ بدری۔ نیار بن مکرمؓ۔ اور اُن کے بیٹے عمر بن عثمانؓ نے ان کو خون آلود کپڑوں میں شہیدوں کے دستور کے موافق نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد دفن کر دیا اور جُبیر بن مطعمؓ نے نماز کی اِمامت کی تابعین کی ایک جماعت بھی ہمراہ تھی ان میں حسن بصری اور مالک جد امام مالکؒ ہیں تین روز تک لاش کا پڑا رہنا محض افترا اور دروغ ہے اور تمام تاریخوں میں اس کی تکذیب موجود ہے کیونکہ مورخین کے اجماع سے .... حضرت عثمانؓ کی شہادت جمعہ کے دن عصر کے بعد ۱۸ ماہ ذی الحجہ کو واقع ہوئی ہے اور بلاشبہ وہ سنیچر کی رات بقیع میں دفن کر دیئے گئے

حضرات زبیرؓ و طلحہؓ اور اُم المومنینؓ کو جو لڑائی حضرت علیؓ سے پیش آئی وہ قطعاً حضرت علیؓ کے بغض و عداوت کی وجہ سے نہیں تھی اور نہ اُنکی ایذا کا ارادہ تھا۔ اس کی اجمالی کیفیت یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کو کوفہ اور بصرہ کے لوگوں نے شہید کر دیا تو حضرت علیؓ نے وقتی مصلحت کی بناء پر اُن سے تعرض نہیں کیا اور خاموش رہے۔ ان بدبختوں نے اپنے اس فعل پر فخر کرنا شروع کیا۔ بڑے صحابہؓ کی ایک جماعت مثلاً زبیرؓ۔ طلحہؓ۔ نعمان بن بشیرؓ۔ کعب بن عجرہؓ وغیرہ قتل حضرت عثمانؓ پر افسوس کرتے اور کہتے کہ اس اُمت میں یہ حادثہ نہایت قبیح اور بڑا واقع ہوا۔ اس بلوہ کی اس حد تک پہنچ جانے کی ہرگز توقع نہ تھی۔ وہ مظلوم مارے گئے وہ سچے تھے اور اُن کے قاتل جھوٹے ہیں یہ جب اِن صحابہؓ کے یہ کلمات حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کے کانوں تک پہنچے تو انہوں نے چاہا کہ صحابہؓ مذکور کو بھی حضرت عثمانؓ سے ملا دیں۔ مخلص لوگوں نے اُن کے فاسد ارادے پر مطلع ہو کر صحابہؓ مذکور کو خبردار کیا اور صحابہؓ مذکور مکہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ وہاں اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو جو حج کے لئے گئی ہوئی تھیں پایا۔ اور تمام واقعات سے اطلاع دی کہ (حضرت علیؓ مصلحت وقت کی بناء پر ان بدبختوں کی شرارت رفع کرنے سے خاموش ہیں اور وہ بدبخت اُن کی خاموشی سے اندھے ہو کر ظلم و تعدی کا ہاتھ اور زبان دراز کئے ہوئے ہیں۔ تاوقتیکہ حضرت عثمانؓ کا قصاص نہ لیا جاوے گا اور اِن بدکرداروں کو سزا نہ دی جائے گی تو یہ اور اس قسم کے لوگ خونریزی میں اور ظلم میں زیادہ دلیر ہو جائیں گے اور ہمیں اطمینان حاصل نہ ہوگا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ مصلحت یہ ہے کہ جب تک یہ بدبخت مدینہ میں ہیں اور حضرت علیؓ کو اپنی خودنمائی

عہ۱ تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۴۹۶ تا ۱۲۸۱ عہ۲ تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۲۹۰

پر مجبور کئے ہوئے ہیں۔ مدینہ میں تمہارا جانا مناسب نہیں ہے۔ کسی ایسی جگہ جو امن و اطمینان کا محل ہو قرار پکڑنا اور علی بن ابی طالب کو کسی تدبیر سے اشرار سے الگ کر کے اپنے ساتھ ملا لینا چاہیئے۔ جب علیؓ تمہارے ہاتھ میں آ جائیں گے اور تمہارے رفیق ہو جائیں گے تو پھر تنبیہ اور سزا دینے اور مقتول خلیفہ کا قصاص لینے کی فکر کرو تاکہ آئندہ دوسروں کی چشم عبرت وا ہو اور اس بڑے کام کو آسان مت سمجھو۔ تمام صحابہؓ مذکور نے اس صلاح کو پسند کیا اور عراق و بصرہ کے علاقہ کو جو اس وقت مسلمانوں کے لشکروں کا مجمع تھا ترجیح دی تاکہ فتنہ فرو ہو جائے۔ امن قائم ہو جائے اور امور خلافت درست ہو جائیں اور خلیفۂ وقت سے ہماری ملاقات ہو اس مشورہ کے بعد اُم المومنین حضرت عائشہؓ نے اُمت کے انتظام اور اصلاح کے لئے چند بڑے بڑے صحابہؓ کے ساتھ جو اُن کے نہایت قریبی عزیز تھے بصرہ کی طرف حرکت کی حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ کے قاتلوں نے جو تمام اُمور خلافت میں سرایت کر گئے تھے یہ فتنہ دوسرے طریقے سے پہنچایا کہ خواہ مخواہ اُن کا پیچھا کرنے کا باعث ہوئے۔" حضرات حسنؓ و حسینؓ و عبداللہ بن جعفرؓ۔ اور عبداللہ بن عباسؓ۔ ہر چند اس حرکت سے مانع ہوئے لیکن ان بدبختوں کے غلبہ کی وجہ سے کوئی پیش نہ گئی۔ آخر حضرت علیؓ کو باہر نکالا۔ جب بصرہ پہنچے تو پہلے قعقاع کو اُم المومنینؓ اور حضرات زبیرؓ اور طلحہؓ کے پاس بھیجا کہ اُن کا مقصد معلوم کر کے حضرت علیؓ سے عرض کیا جاوے۔ قعقاع حضرت اُم المومنینؓ کے پاس گئے اور کہا"

"اے ماں تمہیں کس بات نے اٹھایا اور اس شہر میں پہنچایا۔ فرمایا اے بیٹا لوگوں میں صُلح کرانے کا ارادہ ہے پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کسی شخص کو حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کی طرف بھیجا۔ اِن دونوں کی تشریف آوری کے بعد قعقاع نے کہا۔ مجھے طریق صلح کی خبر دو۔ دونوں نے فرمایا کہ (حضرت) عثمانؓ کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کرو قعقاع نے کہا یہ کام اُس وقت تک نہیں ہو سکیگا جب تک مسلمان متفق نہ ہو جائیں اور فتنہ فرو نہ ہو جاوے۔ آپ اس وقت کی سہولت قبول فرمائیں۔ دونوں نے فرمایا تم نے سچ کہا اور خوب کہا۔" پس قعقاع حضرت علیؓ کی طرف لوٹے اور اُنکو اس معاملہ کی اطلاع دی۔ وہ خوش ہوئے اور اُن کا چہرہ چمک اٹھا اور صُلح کے منتظر ہوئے۔ اُنہوں نے تین روز کی تاخیر کی اور وقوع صلح میں شک نہ کیا۔ جب تیسرے دن کی شام ہوئی تو جانبین کے قاصدوں نے قرار دیا کہ صُلح حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت علیؓ کی ملاقات کے وقت واقع ہو۔ اور حضرت عثمانؓ کے قاتل اس صحبت میں حاضر نہ ہوں۔ یہ طریق صُلح ان بدبختوں پر گراں گزرا اس خبر کے سنتے ہی تشدد ہو گئے اور حیران و سراسیمہ عبداللہ بن سبا کے پاس جو ان کا درغلانے والا تھا دوڑے اور اس سے صلاح کار دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ رات ہوتے ہی جنگ شروع کرو اور (حضرت) علیؓ سے کہدو کہ اُس طرف سے غدر واقع ہوا۔ آخر رات کو سوار ہو کر اُم المومنین کے لشکر کے گرد و پیش چڑھائی شروع کر دی۔ اس لشکر میں حضرت علیؓ کے غدر کا آوازہ بلند ہوا اور اُس طرف سے بھی شور برپا ہوا کہ حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ نے غدر کر دیا حضرت علیؓ متعجب ہو کر سوار ہوئے۔ دیکھا کہ جنگ زوروں پر ہے ہاتھ اور سر کٹے جاتے ہیں ناچار جنگ کی طرف توجہ کی اور واقع ہو جو کچھ واقع ہوا۔" [1]

واقعات بالا اس امر کے شاہد ہیں کہ ان صحابہ کرامؓ میں درحقیقت کس طرح کا آپس میں کوئی بُغض و عناد نہیں تھا بلکہ یہ جو کچھ بھی ہوا ان منفتنی لوگوں کی وجہ سے ہوا جو درحقیقت حضرت عثمان غنیؓ کے قتل میں شریک رہنے کے بعد حضرت علیؓ کے معاملات خلافت میں دخیل ہو گئے اور جن کی وجہ سے چار سالہ خلافت میں حضرت علیؓ کو برابر پریشانیاں اٹھانی پڑیں۔

---

[1] ترجمہ اثناعشریہ صفحہ ۱۳-۵۱۲

حضرت زُبیرؓ کی شہادت

مسند امام احمدؒ حنبلؒ" "تاریخ کامل ابن اثیر" تاریخ ابن خلدون" اور "تاریخ اسلام" وغیرہ وغیرہ میں درج ہے کہ حضرت زبیرؓ مدینہ منورہ جانے کی غرض سے وادی السباع کی جانب تشریف لے چلے۔ کیونکہ آپ سے حضرت علیؓ نے آنحضرت صلعم کی ایک حدیث بیان کی تھی جسے سُنکر آپ جنگ سے دستبردار ہوچکے تھے۔ اس وقت اہل بصرہ میں سے "احنف بن قیس" فریقین "جنگ جمل" کی بُزرگی کے خیال سے کسی کی طرف سے لڑائی میں شریک ہونے کو گوارا نہ کرکے چھ ہزار آدمیوں کی جمعیت لئے ہوئے دونوں لشکروں سے الگ بالکل غیر جانبدار حالت میں "بصرے" سے دو فرلانگ کے فاصلے پر "مقام جلجا" میں خیمہ زن تھے اور انہوں نے پہلے ہی دونوں طرف کے سرداروں کو مطلع کردیا تھا کہ ہم دونوں میں سے کسی کی مخالفت یا حمایت نہ کریں گے۔

جب آپ "احنف بن قیس" کی لشکرگاہ سے گذرے تو احنف بن قیس" کی لشکرگاہ سے ایک شخص" عمرو بن جرمُوز" حضرت زبیرؓ کے پیچھے ہُولیا اور آپ کے قریب پہنچکر کوئی مسئلہ آپ سے دریافت کرتا ہوا ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ جس سے حضرت زبیرؓ کو کوئی شک وشبہ اس کی طرف سے نہیں پیدا ہُوا" لیکن اُس کے دل میں کھوٹ تھا اور وہ ارادۂ فاسد سے آپکے ہمراہ ہو تھا۔

وادی السباع میں پہنچکر نماز کا وقت آیا تو حضرت زبیرؓ نے نماز کا ارادہ ظاہر کیا۔ "ابن جرموز نے کہا میں بھی شریک ہوں گا" حضرت زبیرؓ نے "فرمایا" میں تمہیں امان دیتا ہوں۔ کیا تم بھی میرے ساتھ ایسا ہی سلوک روا رکھوگے" اُس نے اقرار کیا۔ اس عہد وپیمان کے بعد دونوں گھوڑوں سے اترے[1] اور نماز پڑھانے کو "حضرت زبیرؓ" آگے کھڑے ہوئے۔ جب بحالت نماز" حضرت زبیرؓ" سجدے میں گئے" تو اُس وقت "عمر ابن جرموز" نے غداری کرکے تلوار کا وار کیا اور "حواری رسول اللہ صلعم" کا سر تن سے جُدا ہُو کر خاک وخون میں تڑپنے لگا۔

افسوس جس بُزرگ نے اعلائے کلمۃ اللہ میں کبھی اپنی جان کی پرواہ نہ کی اور "رسول اللہ صلعم کے سامنے سے ہمیشہ مصائب وشدائد کے پہاڑ ہٹائے تھے۔ وہ اس طرح ایک کلمہ خوان اور شریرِ رسول اللہ صلعم کی شقاوت وبیرحمی کا شکار ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت علیؓ کی بشارت حضرت زبیرؓ کے قاتل کو اور اسکی خودکشی

ابن الجرموز" حضرت زبیرؓ" کا گھوڑا۔ ہتیار" اور" انگوٹھی" لے کر "حضرت علیؓ" کی خدمت میں حاضر ہُوا اور فخر کے ساتھ اپنا کارنامہ بیان کیا۔ "حضرت علیؓ" نے حضرت زبیرؓ کی تلوار پر حسرت بھری نظر ڈالی اور آپکے آنسو نکل پڑے۔ فرمایا کہ اے ظالم" یہ وہ تلوار ہے جس نے آنحضرت صلعم کے سامنے سے بارہا مصائب کے بادل ہٹائے ہیں

نوٹ ۱ یوم جمل میں حضرت زُبیرؓ" اپنے محبوب گھوڑے پر سوار تھے جس کا نام آپنے" ذوالشمال" یعنی سُبک رفتار رکھا تھا اور اس گھوڑے پر آپ بہت کم سوار ہوتے تھے۔" (طبقات ابن سعد جز ثالث صـ۷۷)

حضرت علیؓ اور آپکے اصحاب حضرت زبیرؓ کے لئے بہت روئے اور ارشاد فرمایا کہ "اے ابن صفیہؓ کے قاتل تجھے بشارت ہو کہ جہنم تیری منتظر ہے"

اِن الفاظ کا ایسا اثر ہوا کہ ابن جرموز" حضرت علیؓ" کی شان میں اُن کے سامنے ہی چند گستاخانہ لفظ کہہ کر اور اپنی تلوار خود ہی اپنے پیٹ میں گھونپ کر مرگیا اور اس طرح جہنم داخل ہوا۔"

"ابراہیم سے مروی ہے کہ ابن جرموز نے آکے علیؓ سے اجازت چاہی تو انہوں نے اس سے دُوری چاہی۔ اُس نے کہا کیا زبیرؓ مصیبت والوں میں سے نہ تھے (جن پر قیامت میں مصیبت آئے گی) علیؓ نے کہا، تیرے منہ میں خاک، میں تو یہ اُمید کرتا ہوں کہ (قیامت میں) میں اور طلحہؓ اور زبیرؓ اُن لوگوں میں ہوں گے جن کے حق میں اللہ نے فرمایا "وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ" (اور ہم اُن کے دلوں کی کدورت دُور کر دیں گے کہ وہ تختوں پر آمنے سامنے بھائی بھائی ہو کے بیٹھیں گے)

حضرت زبیرؓ کی تلوار کی سپردگی اُم المومنین حضرت عائشہؓ کو

بعدہٗ "حضرت علیؓ" نے "حضرت زبیرؓ" کی وہ تلوار اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھجوا دی۔"

حضرت زبیرؓ کی تدفین

حضرت زبیرؓ کے غلام "عطیہ" نے آپکو اسی مقام میں دفن کیا جہاں آپ کی شہادت عمل میں آئی تھی۔ بروایت حضرت عروہؓ حضرت زبیرؓ چونسٹھ برس کی عمر پا کر ۱۰ رجمادی الآخر ۳۶ھ میں شہید ہو کر "وادی السباع" میں سپردِ خاک ہوئے۔ جو موجودہ بصرے سے سات میل کے فاصلے پر واقع ہے اور جہاں آج تک آپ کا مزار زیارت گاہ خلائق ہے جس کی وجہہ سے وہاں کی آبادی "زبیر" کے نام سے موسوم ہے۔ ملے

قصبہ زبیرؓ و قبور۔ حضرت زبیرؓ و حضرت طلحہؓ اور "جنگ جمل" کا میدان۔"

سفرنامہ مقاماتِ مقدسہ میں ہے کہ "شہر بصرہ دو حصوں میں منقسم ہے۔ ایک "بصرہ" دوسرا "عشار" کسی زمانہ میں آخر الذکر غیر آباد تھا۔ اب یہاں آبادی بڑھ گئی ہے۔ یہاں بڑا بازار ہے ضروریاتِ زندگی کے سب سامان ملتے ہیں۔ اشیائے خشک و تر اور پکا ہوا کھانا بھی ملتا ہے۔ یہاں مسافر خانے اور ہوٹل بھی اچھے ہیں۔ مقام کے لحاظ سے کرایہ ارزاں ہے۔ اس جگہ ایک مسجد ہے۔ جس کو مقام "علیؓ" کہتے ہیں۔ اس جگہ سے دس میل کے فاصلے پر جنگ جمل کا میدان کارزار ہے۔

نوٹ سلہ یہ شہر حضرت عمرؓ کے عہد میں ۱۷ھ میں آباد کیا گیا تھا اور اسکی زمینیں ان عرب قبائل میں تقسیم کر دی گئی تھیں جو ساسانی سلطنت کی فتح کے وقت بطور فوج یہاں مقرر کئے گئے تھے۔ بڑھتے بڑھتے یہ بڑا شہر بن گیا۔ بصرہ دجلہ کی کھاڑی سے بخط مستقیم پونے بارہ میل کے فاصلہ پر واقع تھا اور دو بڑی نہروں کے ذریعہ سے اس کھاڑی سے ملا ہوا تھا جسکے ذریعہ سے سامان تجارت اور مسافر بصرہ سے جنوب مشرق میں عبادان کے مقام پر خلیج فارس میں پہنچتے تھے۔ ان دونوں نہروں اور کھاڑی کے پانی کے (بقیہ نوٹ صفحہ ۲۴۵ پر دیکھئے)

ملے مسند جلد (۱) صفحہ ۵۹ و تاریخ الاسلام جلد اول صفحہ ۴۴۲ و ۴۴۳ و تاریخ الامت و ترجمہ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۳۲۴ - ۳۲۵ و ابن رشیدہ و ترجمہ طبقات ابن سعد حصہ دوم جز خامس صفحہ ۶۹۔

سلسلہ

اس کے قریب "حضرت زبیرؓ" اور حضرت طلحہؓ کی قبریں ہیں۔ اور قصبہ زبیر کے باہر "قبر حسن بصریؒ" بھی ہے جنکو ان مقامات سے دلچسپی ہو جا کر دیکھ سکتے ہیں یہاں موٹر کار اور گاڑیاں بہت ملتی ہیں اور کرایہ بھی سستا ہے آسانی سے انتظام ہو جاتا ہے۔ یہاں پاسپورٹ کا معائنہ اور کسٹم (چنگی یا کروڑ گیری) میں سامان کی جانچ ہوتی ہے۔ بصرے کی بنیاد ۱۴ھ میں رکھی گئی اس کے بعد سے وہ برابر ترقی کرتا چلا گیا۔ قدیم اسلامی سلطنت کے زمانہ میں بصرہ "تجارت" ہندوستان کا ایک مرکز تھا۔ کہا جاتا ہے کہ قدیم شہر "بصرہ" موجودہ مقام پر آباد نہ تھا بلکہ اسوقت جہاں قصبہ زبیرؓ ہے وہاں آباد تھا۔ اب تک وہاں کھنڈر نظر آتے ہیں۔ بہرحال یہ شہر بہت آباد تھا۔ اور اب بھی ہے"۔ ع۲

سلسلہ نوٹ سلہ درمیان ایک جزیرہ بنا تا تھا جسے جزیرہ اعظم کہتے تھے۔ مستوفی نے بصرہ کی مزارات کی تفصیل کے علاوہ وہاں خوبصورت نخلستانوں کی بیحد تعریف کی ہے وہ لکھتا ہے "یہاں کی کھجوریں اتنی عمدہ ہوتی ہیں کہ انہیں ہندوستان اور چین بھیجکر بہت نفع اٹھایا جاتا ہے۔ جغرافیہ خلافت مشرقی میں ہے کہ صدہا سال کے دور میں دریاؤں نے بھی اپنے قدیم رخوں کو تبدیل کر دیا۔ چنانچہ دجلہ و فرات کے مل جانے کے بعد شط العرب نے بھی قدیم راستے سے ہٹ کر موجودہ جگہ حاصل کر لی ہے اسی طرح بصرہ بھی مشرقی جانب اپنے قدیم شہر سے گیارہ میل پر آباد ہوا ہے جو دجلہ کی کھاڑی پر اس مقام پر ہے جہاں عہد ... زمانہ میں شہر ابلہ آباد تھا۔ حضرت زبیرؓ نے اپنے تجارتی کاروبار کے مدنظر ایک ایک قصر بصرہ اور کوفہ میں تعمیر کرایا تھا۔ ۳۳۲ھ میں علامہ مسعودی جب بصرہ آئے ہیں تو یہ قصر موجود تھا اور تاجروں، ساہوکاروں اور تجارتی کاروبار کے واسطے استعمال کیا جاتا تھا۔

اب قدیم بصرہ جو موجودہ بصرہ سے دس گیارہ (۱۱) میل مغربی جانب تھا حضرت زبیرؓ کے مزار مقدس کی وجہ سے "زبیرؓ" کہلاتا ہے چنانچہ اس کے متعلق کتاب "دی عرب اِن میسوپوٹامیہ" میں ہے کہ جب دریائے فرات نے اپنا راستہ تبدیل کر لیا تو بصرہ کی جائے وقوع میں بھی تبدیلی ہو گئی۔ قدیم جائے وقوع پر دریائے فرات نے مشرق کی جانب مڑ کر سوائے ایک ریگستانی قصبہ کے جو اسلام کے ایک مشہور و معروف بہادر کے نام پر جن کا اس جگہ مزار ہے اور جو "زبیر" کہلاتا ہے کسی اور نشانی کو اس جگہ باقی نہیں چھوڑا۔"

نوٹ سلہ آپ سابقون الاولین صحابہؓ اور عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں سارے غزوات میں آنحضرت صلعم کے ساتھ رہے۔ جنگ احد میں جو آٹھ مہاجرؓ اور چھ انصارؓ ثابت قدم رہے تھے ان میں ایک آپ بھی تھے۔ آپ نے تیر جو آنحضرت صلعم پر آرہے تھے اپنے ایک ہاتھ پر روکے تھے جسکی وجہ سے وہ ہاتھ آپ کا خشک ہو گیا تھا اور آپکو اس پر بڑا فخر و ناز تھا۔ حضرت عمرؓ نے جو چھ اصحابؓ منتخب کئے تھے کہ وہ آپس میں مشورہ کر کے اپنے میں سے ایک کو خلیفہ بنالیں ان میں آپ کا بھی اسم گرامی تھا۔ آپ نے حضرت زبیرؓ کے ساتھ علم اصلاح بلند کیا اور جنگ جمل کے وقت مروان بن الحکم کے تیر سے شہید ہوئے۔ قصبہ زبیرؓ میں جو قدیم بصرہ کی جگہ آباد ہے آپ کا مزار مبارک مرجع خاص و عام ہے۔ حضرت طلحہؓ کی ایک صاحبزادی اُم اسحٰق کی شادی حضرت حسنؓ سے ہوئی تھی۔ وفات کے وقت حضرت حسنؓ نے حضرت حسینؓ کو وصیت کی تھی کہ وہ اُن کے بعد اُم اسحٰق سے شادی کر لیں چنانچہ حضرت حسینؓ نے تعمیل کی اور اُم اسحٰق کے بطن سے حضرت حسینؓ کی صاحبزادی فاطمہ پیدا ہوئیں۔

ع۲ عراق و ایران "سفرنامہ مقامات مقدسہ" نواب میر اسد علی خاں بہادر رئیس بگن پلی دکن۔ ص ۳۰ مطبوعہ ۱۹۳۰ء۔

نقشۂ عراق عرب جس میں قصبۂ زبیر و میدان جنگ جمل دکھایا گیا ہے

حضرت زبیرؓ کا ماتم

حضرت زبیرؓ سرکار دو عالم صلعم کے ساتھ متعدد رشتہ داریوں اسلام پر فدائیت۔ بہادری۔ امانت داری اور اپنے فضائل گوناگوں کی وجہ سے اصحاب رسول اللہ صلعم میں ایک خاص درجہ رکھتے تھے۔ حضور اکرم صلعم نے حواری کے لقب سے ملقب فرما کر آپکی علوشان کو آشکارا فرما دیا تھا یہی وجوہات تھے کہ اگرچہ جنگ جمل کے موقع پر آپ اور حضرت علیؓ ایک دوسرے کے مقابل نظر آتے ہیں مگر یہ قدسی صفات بزرگ نفسانیت سے کوسوں دور تھے۔ جب حضرت علیؓ کو آپکی شہادت کی خبر ملی تو سب سے پہلے حضرت علیؓ ہی وہ بزرگ تھے جو آپکے لئے ماتم گسار ہوئے۔ چنانچہ طبقات میں ہے کہ زبیرؓ وادی السباع میں دفن کئے گئے تو حضرت علیؓ اور ان کے اصحاب بیٹھکر رونے لگے۔ ہم اس سے پہلے حضرت علیؓ کا یہ ارشاد تحریر کر چکے ہیں کہ جنت میں وہ اور حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ تختوں پر آمنے سامنے بھائی بھائی ہوکر بیٹھیں گے۔

نوٹ سلہ حضرت علیؓ کی بیعت خلافت اور واقعہ جمل کے درمیان پانچ مہینہ اکیس روز کا فصل تھا۔ روز پنجشنبہ ۱۰ جمادی الآخر سنہ ۳۶ھ کو حضرت زبیرؓ شہید ہوئے (تنبیہ و اشراف مسعودی صفحہ ۱۴۷ و ۱۴۰) کیونکہ حضرت امیر معاویہؓ نے خون حضرت عثمانؓ کا بدلہ لینے کے لئے علم مخالفت بلند کیا تھا اس لئے جنگ جمل کے بعد حضرت علیؓ حضرت معاویہؓ اور ان کے ہمراہیوں کے ارادے سے نکلے۔ جب حضرت معاویہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ جو اہل شام میں سے تھے روانہ ہوئے اور صفر سنہ ۳۷ھ میں بمقام صفین حضرت علیؓ سے مقابلہ کیا۔ طرفین چار چند روز تک قتال کرتے رہے حضرت عمار ابن یاسرؓ خذیمہ بن ثابتؓ اور ابو عمرہ المازنیؓ جو حضرت علیؓ کے ہمراہ تھے قتل کردیئے گئے۔ اہل شام قرآن اٹھا کر جو کچھ اس میں ہے اس کی طرف حضرت عمرو بن العاصؓ کی صلاح کی وجہ سے دعوت دینے لگے۔ لوگوں نے جنگ کو ناپسند کیا اور باہم صلح کی دعوت دینے لگے۔ انہوں نے دو حکم باہم فیصلہ کے لئے مقرر کئے۔ حضرت علیؓ کی طرف سے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت معاویہؓ کی طرف سے حضرت عمرو بن العاصؓ مقرر ہوئے۔ ان لوگوں نے باہم تحریر لکھی کہ وہ لوگ سال کے شروع میں بمقام اذرح پہنچیں اور اس امت کے معاملہ میں غور کریں۔ حضرت معاویہؓ اہل شام کی الفت کے ساتھ لوٹے۔ اور حضرت علیؓ کے ساتھی اختلاف اور کینہ کے ساتھ کوفہ واپس آئے۔ حضرت علیؓ پر ان کے ہمراہیوں نے خروج کیا۔ انہوں نے کہا سوائے اللہ کے کوئی حکم نہیں اور حروراء میں لشکر جمع کیا حضرت علیؓ نے ان کے پاس حضرت عبد اللہ بن عباسؓ وغیرہ کو بھیجا انہوں نے ان سے بحث و حجت کی تو ایک بڑی جماعت نے رجوع کیا مگر ایک جماعت اپنی رائے یعنی (حضرت علیؓ کی مخالفت پر) قائم رہی۔ وہ لوگ نہروان چلے گئے انہوں نے راستہ روک دیا اور عبد اللہ بن خباب بن الارت کو قتل کر دیا۔ حضرت علیؓ ان کی جانب روانہ ہوئے اور انہیں نہروان میں قتل کر دیا۔ ان میں سے ذو الثدیہ کو بھی انہوں نے قتل کر دیا۔ یہ سنہ ۳۸ھ کا واقعہ ہے۔ تمام لوگ شعبان سنہ ۳۸ھ کو اذرح میں جمع ہوئے وہاں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ۔ حضرت ابن عمرؓ اور دوسرے اصحاب رسول اللہ صلعم (حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ وغیرہ) بھی آئے حضرت عمرو ابن العاصؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو آگے کیا۔ انہوں نے گفتگو کی اور حضرت علیؓ کو معزول کر دیا۔ پھر حضرت عمرو ابن العاصؓ نے حضرت معاویہؓ کو برقرار رکھا اور ان سے بیعت کر لی لوگ اسی قرار داد پر متفرق ہو گئے (صفحہ ۱۴۷ و ۱۴۸) حضرت علیؓ کے لشکر سے جو لوگ نکل گئے تھے اور ان پر کفر کا فتویٰ لگایا تھا وہ خارجی کہلائے۔ یہ خارجی ادھر حضرت علیؓ سے برابر لڑتے اور انکی نافرمانی کرتے رہے۔ اور ادھر حضرت معاویہؓ روز بروز اپنی فتوحات کو بڑھاتے رہے یہاں تک کہ سنہ ۳۹ھ تک وہ مصر و عرب اور جزیرے پر بھی قابض ہو گئے ان مسلسل جنگیوں سے گھبرا کر دونوں نے سنہ ۴۰ھ میں صلح کرلی کہ کوئی کسی کے علاقے پر حملہ نہ کرے۔ عراق حضرت علیؓ کے پاس رہا اور شام وغیرہ حضرت معاویہؓ کے پاس رہا۔

(باقی نوٹ صفحہ ۲۴۸ پر)

عسلہ طبقات ابن سعد جزء خامس حصہ دوم صفحہ ۶۷

حضرت زبیرؓ کا مرثیہ حضرت عائشہؓ کی زبان سے

حضرت عائشہؓ کو حضرت زبیرؓ کی شہادت کی اطلاع ملی تو آپ نے نہایت غم و الم کی حالت میں ایک مرثیہ کہا جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

غدر ابن جرموز بفارس بهمة ۔۔۔ یوم اللقاء وکان غیر معدد

ابن جرموز نے اُس بہادر سوار کے ساتھ دغا کی ۔ جنگ کے دن۔ حالانکہ وہ بھاگنے والا نہ تھا

یا عمرو لو نبهته لوجدته ۔۔۔ لا طائشا رعش الجنان ولا الید

اے عمرو اگر تو انہیں آگاہ کر دیتا تو انہیں اس حالت میں پاتا کہ وہ ایسے نادان نہ ہوتے جس کا دل اور ہاتھ کانپتا ہے

شلت یمینک ان قتلت لمسلما ۔۔۔ حلت علیک عقوبة المتعمد

تیرا ہاتھ شل ہو جائے کہ تو نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا۔ تجھ پر قتل عمد کے مرتکب کا عذاب واجب ہو گیا۔

ثکلتک امک هل ظفرت بمثله ۔۔۔ فیمن مضی فیما تروح وتغتدی

تیری ماں تجھے روئے تو کبھی اُن کے ایسے شخص پر کامیاب ہوا ہے اُن لوگوں میں جو اُس زمانے میں گزر گئے جس میں تو شام اور صبح کرتا ہے

کم غمرة قد خاضها لم یثنه ۔۔۔ عنها طرادک یا ابن فقع القردد

وہ کتنی ہی سختیوں میں اُس طرح گھس گئے کہ انہیں اُن سے باز نہ رکھا۔ تیری نیزہ زنی نے اے سفید جیرے والے۔

سلسلہ نوٹ سلہ گران بیہم خانہ جنگیوں اور کشت و خون سے تنگ آ کر مسلمانوں کی ایک جماعت کو خیال ہوا کہ اُمّت اسلامیہ کی خونریزی و افتراق کے تینوں ذمہ داروں حضرت علیؓ حضرت معاویہؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ کو قتل کر دیں تاکہ مسلمانوں کو اس مصیبت سے نجات ملے۔ (سیرۃ النبی ص۶)

آخر کار خوارج میں سے تین آدمی نامزد کئے گئے (۱) عبدالرحمٰن ابن ملجم المرادی جو قبیلہ حمیر میں سے تھا (۲) البرک بن عبداللہ التمیمی (۳) عمرو بن بکیر التمیمی۔ یہ تینوں مکہ میں جمع ہوئے اور عہد و پیمان کیا کہ ان تینوں کو ضرور قتل کر دینگے۔ اگر بندگان خدا کو ان سے راحت ملے عبدالرحمٰن بن ملجم نے حضرت علیؓ۔ البرک نے حضرت معاویہؓ اور عمرو بن بکیر نے حضرت عمرو بن العاصؓ کے قتل کا ذمہ لیا اور عہد و پیمان کیا اور بھروسہ دلایا کہ وہ اپنے نامزد کے کار خیر (قتل) سے باز نہ رہیگا۔ ادھر اُس کے پاس کوفہ۔ شام اور مصر روانہ ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ اسے قتل کر دے یا اُس کے لئے اپنی جان دیدے گا۔" انہوں نے باہم شب ہفدہم رمضان میعاد مقرر کر لی اور ہر شخص اُس شہر کی طرف روانہ ہو گیا جس میں وہ شخص موجود تھا جسے وہ قتل کرنا چاہتا تھا۔ عبدالرحمٰن بن ملجم کوفہ آیا اور اپنے خارجی دوستوں سے ملا مگر ان سے اپنے مقصد کو پوشیدہ رکھا پھر وہ شبیب بن بجرۃ الاشجعی سے ملا اور اُسے اپنے ارادے سے آگاہ کر کے ساتھ رہنے کی دعوت دی اُس نے وعدہ کر لیا طلوع فجر کے قریب یہ دونوں تلواریں لے کر اُس دروازے کے مقابل بیٹھ گئے جس سے حضرت علیؓ نکلتے تھے۔ موذن کے اطلاع دینے پر کہ نماز تیار ہے حضرت علیؓ دروازہ سے باہر ہو گئے اور انہوں نے آوازدی لوگو نماز نماز۔ اسیطرح وہ ہر روز کیا کرتے تھے۔ اُن دو آدمیوں نے انہیں روکا اور تلواریں ماریں۔ عبدالرحمٰن بن ملجم کی تلوار پیشانی سے سر تک لگ کر ان کے بھیجے تک پہنچ گئی لیکن شبیب کی تلوار محراب پر پڑی۔ شبیب تو بچکر نکل گیا مگر لوگوں نے عبدالرحمٰن بن ملجم کو پکڑ لیا اور اُسے حضرت علیؓ کے پاس پہنچا دیا۔ انہوں نے فرمایا اسے اچھا کھانا کھلاؤ اور نرم بستر دو۔ اگر میں زندہ رہا تو اُس کے خون کے معاف کرنے یا قصاص لینے کا زیادہ مستحق ہوں اگر میں مر گیا تو اُسے بھی میرے ساتھ کر دو میں رب العالمین کے پاس اُس سے جھگڑ لوں گا۔

حضرت علیؓ جمعہ کے دن اور ہفتہ کی شب کو زندہ رہے۔ شب یکشنبہ ۱۹ رمضان ۴۰ھ کو انکی وفات ہو گئی۔ حضرت علیؓ کی خلافت چار سال نو ماہ رہی۔ ترسیٹھ برس کی عمر تھی۔ حضرت علیؓ کے انتقال کے بعد عبدالرحمٰن بن ملجم کے ہاتھ اور زبان کاٹ کر اور اُسکی آنکھوں کو گرم سلائیوں سے چھید کر اسے بوریا میں لپیٹ کر جلا دیا گیا (طبقات کبیر ابن سعد جزو خاص حصہ اول ۲۵۱ تا ۲۵۷) حضرت معاویہؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ پر بھی حملے ہوئے لیکن دونوں بچ گئے اور عرصہ تک زندہ رہے

جریر بن الخطفی نے اشعار ذیل کہے

اِنَّ الرزیۃَ من تضمن قبرہ ۔۔۔ وادی السباع لکل جنب مصرع

مصیبت عظیم ہے اُس کو جس نے وادی السباع میں اُن (زبیرؓ) کی قبر ہوائی جہاں ہر طرف سے اُن کے لئے مقتل تھا۔

لمّا اتی خبر الزبیر تواضعت ۔۔۔ سور المدینۃ والجبال الخشع

جب زبیرؓ کی خبر مرگ آئی تو مدینہ کی دیواریں اور پہاڑ خوف کے مارے جھک گئے

وبکی الزبیر بناتہ فی ماتم ۔۔۔ ماذا یرد بکاء من لا یسمع

اور زبیرؓ کی بیٹیاں اُن کے ماتم (غم) میں روئیں۔ جو سنتا نہیں وہ رونے کا کیا جواب دے گا

شہادت حضرت زبیرؓ کی خبر حضور صلعم کی زبان مبارک سے

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم مع ابو بکرؓ۔ عمرؓ۔ علیؓ۔ طلحہؓ اور زبیرؓ کے کوہ حرا پر تھے کہ پہاڑ میں حرکت پیدا ہوئی۔ حضور اقدس صلعم نے فرمایا۔ فما علیک الا نبی و صدیق و شہید "ٹھہر جا تیرے اوپر سوائے نبی، صدیق اور شہیدوں کے اور کوئی نہیں ہے" [1]

دوسری حدیث ۲۲۹۲ کا مضمون یہ ہے کہ اس میں مذکورہ بالا ناموں کے علاوہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا نام زاید ہے اور یہ حدیث بھی حضرت ابو ہریرہؓ ہی سے مروی ہے" [2]

حضرت زبیرؓ کا شوق شہادت اپنے صاحبزادوں کے نام شہداء کے ناموں پر رکھنا انکے مرتبہ شہادت پانے کی امید

حضرت زبیرؓ فرماتے تھے کہ ہمارے بھائی طلحہؓ نے اپنے بیٹوں کے نام انبیاء کے ناموں پر رکھے ہیں حالانکہ ہم سب جانتے ہیں کہ بعد سرور عالم صلعم کسی شخص کو مرتبہ نبوت حاصل نہ ہوگا۔

مگر میں نے اپنے بیٹوں کے نام شہداء کے ناموں پر رکھے ہیں۔ مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کو بھی مرتبہ شہادت عطا فرمائے گا۔ اس لئے کہ اس مرتبہ کا حاصل ہونا ہر مسلمان کے لئے ممکن ہے۔

عبد اللہ کا نام عبد اللہ بن جحشؓ کے نام پر[2]۔ منذر کا نام منذر بن عمروؓ کے نام پر۔ عروہ کا نام عروہ بن مسعودؓ کے نام پر۔ حمزہ کا نام حمزہ بن عبد المطلبؓ کے نام پر۔ جعفر کا نام جعفر بن ابی طالبؓ کے نام پر۔ مصعب کا نام مصعب بن عمیرؓ کے نام پر۔ عبیدہ کا نام عبیدہ بن الحارثؓ کے نام پر۔ خالد کا نام خالد بن سعید کے نام پر۔ اور عمرو کا نام عمرو بن سعید بن العاصؓ کے نام پر (جو جنگ یرموک میں شہید ہوئے) کے نام رکھے ہیں اور یہ سب نامور شہدائے اسلام ہیں۔

نوٹ [1] طبقات میں حضرت طلحہؓ کی اولاد۔۔۔ کے نام (۱) محمد (جو جنگ جمل میں شہید ہوئے) (۲) عمران (۳) موسیٰ (۴) یعقوب (جو جنگ حرہ کے دن شہید ہوئے) (۵) اسمٰعیل (۶) اسحٰق (۷) ذکریا (۸) یوسف (۹) عائشہ بنت حضرت طلحہؓ (زوجہ حضرت مصعب بن زبیرؓ) (۱۰) عیسیٰ (۱۱) یحییٰ (۱۲) صعبہ بنت حضرت طلحہؓ (۱۳) مریم بنت حضرت طلحہؓ (۱۴) صالح (۱۵) ام اسحٰق۔ (طبقات ابن سعد جز ثالث ۱۵۲)

نوٹ [2]۔ حضرت عبد اللہ بن جحش جنگ اُحد میں شہید ہوئے۔ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی پیدائش آپ کی شہادت سے پہلے ہوئی ہے

---

[1] حدیث ۲۲۹۱ ترجمہ صحیح مسلم۔ [2] (ترجمہ صحیح مسلم جلد دوم کتاب الفضائل ۲۹۲ ترجمہ سید داؤد ؒ) (ا) صحابیات ترجمہ مشکوٰۃ شریف جلد ۳ ص ۹۲ ترجمہ سید داؤد ؒ)۔ [3] طبقات ابن سعد جز ثالث ص ۔

جامع ترمذی میں ہے کہ آپکے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا نام رسول اللہ صلعم نے رکھا تھا۔ باقی بیٹوں کے نام حضرت زبیرؓ نے شہیدوں کے ناموں پر رکھے تھے۔ حدیث کی ہم سے۔ "عبداللہ بن اسحٰق جوہری" نے "انہوں نے کہا۔ خبر دی ہم کو" ابو عاصم" نے۔ عبداللہ بن مومل سے۔ انہوں نے" ابن ملیکہ" سے اور انہوں نے حضرت عائشہؓ سے" یہ کہ نبی صلعم نے زبیرؓ کے گھر میں چراغ دیکھا پس فرمایا آپ نے اے عائشہ "میں گمان کرتا ہوں کہ اسماءؓ نفاس والی ہوگئی ہے سو تم اس لڑکے کا نام مت رکھنا یہاں تک کہ میں اس کا نام نہ رکھوں۔ پس آپ نے نام عبداللہ رکھا اور اس کے تالو میں کھجور لگائیں۔ ع۱

صحیح مسلم میں ہے کہ سب سے پہلے جو چیز اُس کے پیٹ میں گئی وہ رسول اللہ صلعم کا لعاب دہن تھا اس کے بعد آپنے اُس کے اوپر ہاتھ پھیرا اس کے لئے دُعا فرمائی اور عبداللہ نام رکھا۔ ع۲

صحیح بخاری میں ہے کہ اسماءؓ روایت کرتے ہیں کہ ہشام بن عروہؓ نے بیان کیا کہ میرے باپ نے مجھے خبر دی۔ جبکہ "بیر معونہ" والے شہید ہوئے۔ اور عمرو بن امیہ ضمریؓ قید کئے گئے"۔ عامر بن فہیرہؓ "بیر معونہ" کے دن شہید ہوئے۔ اس دن عروہ بن اسماءؓ شہید ہوئے اسی واسطے عروہ بن زبیرؓ (حضرت زبیرؓ کے بیٹے) کا نام رکھا گیا اور منذر بن عمروؓ شہید ہوئے اسی وجہ سے منذر (حضرت زبیرؓ کے بیٹے) کا نام رکھا گیا"۔ ع۳

حضرت زبیرؓ کو جنگ جمل کے دن اپنی شہادت کا یقین تھا

عروہ بن حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ میرے بھائی عبداللہ بن زبیرؓ نے مجھ سے روایت کی کہ یوم جمل میں میں اپنے والد کے بازو سے کھڑا تھا۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ" اے فرزند آج کے دن مظلوم شہید ہوں گے اور میں اپنے آپکو بھی انہیں مظلوم شہداء میں دیکھتا ہوں۔"

مجھ کو سب سے بڑی فکر اس قرض کی طرف سے ہے جو مجھ پر ہے تم سب سے پہلے میرا قرض ادا کرنا اور اس کے بعد وراثت تقسیم کرلینا اور اے فرزند اگر کبھی تم قرض کے ادا کرنے میں عاجز ہو تو میرے مولیٰ سے مدد طلب کرنا۔

میں نے عرض کیا کہ اے والد بزرگوار آپ کا مولیٰ کون ہے" تو انہوں نے فرمایا۔ اللہ۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ جب میں مشکلات میں گرفتار ہوا تو ان کلمات کے میرے منہ سے نکلتے ہی کہ" یا مولیٰ الزبیرؓ اقض عنہ دینہ۔ اے زبیرؓ کے مولیٰ ان کا قرض ادا فرمادے" مشکل حل ہوگئی اور قرض ادا ہوگیا۔

حضرت زبیرؓ و طلحہؓ جنت میں حضور اکرم صلعم کے ہمسایہ ہونگے

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میرے کانوں نے رسول پاک صلعم کے دہن مبارک سے سُنا ہے کہ طلحہؓ اور زبیرؓ جنت میں میرے ہمسایہ ہوں گے۔ ع۴

حضرت زبیرؓ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں جن کے جنتی ہونے کی حضور اکرم صلعم نے بشارت دی ہے

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلعم نے ارشاد فرمایا۔ ابوبکرؓ جنتی ہے۔ عمرؓ جنتی ہے۔ علیؓ جنتی ہے۔ عثمانؓ جنتی ہے۔ طلحہؓ جنتی ہے۔ زبیرؓ جنتی ہے۔ سعیدؓ بن زید جنتی ہے۔ ابو عبیدہؓ بن الجراح جنتی ہے۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ جنتی ہے۔ سعد بن وقاصؓ جنتی ہے۔ ع۵

شجرہ حضرات عشرہ مبشرہ کا دیکھو صفحہ ۲۵۱ پر

ع۱ ترجمہ جامع ترمذی صفحہ ۵۹۵ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ۔ ع۲ ترجمہ صحیح مسلم جلد دوم صفحہ ۲۱۷ نمبر ۱۷۰۴ مترجمہ سید دائم جلالی مطبوعہ حمیدیہ پریس دہلی۔

ع۳ ترجمہ صحیح بخاری صفحہ ۲۱ ج ۲ ۱۲۹۱ مترجمہ مرزا حیرت دہلوی ع۴ المصابیح ترجمہ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۱۲ مترجمہ سید دائم مطبوعہ حمیدیہ پریس دہلی

ع۵ المصابیح ترجمہ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۹۱ و بخاری شریف، مترجمہ سید دائم جلالی مطبوعہ حمیدیہ پریس دہلی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

بن عبد اللہ
بن عبد المطلب
بن ہاشم
بن عبد مناف
بن قصی
بن کلاب
بن مرہ
بن کعب
بن لوی
بن غالب
بن فہر
بن مالک
بن نضر
بن کنانہ
بن خزیمہ
بن مدرکہ
بن الیاس
بن مضر
بن نزار
بن معد
عدنان

حضرت علیؓ - بن ابو طالب

حضرت زبیرؓ - بن حضرت صفیہؓ - بنت ...

حضرت زبیرؓ - بن العوام - بن خویلد - بن اسد - بن عبد العزیٰ

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ

حضرت عثمانؓ - بن عفان - بن ابی العاص - بن امیہ - بن عبد شمس

حضرت ابو بکرؓ بن ابی قحافہ - بن عامر - بن کعب - بن سعد - بن تیم

حضرت عبد الرحمنؓ - بن عوف - بن عبد عوف - بن الحارث - بن زہرہ

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص - بن مالک - بن وہیب - بن عبد مناف

حضرت آمنہ → حضرت محمد رسول اللہ صلعم

وہیب → ہالہ بنت → حضرت صفیہؓ و حضرت حمزہؓ و المقوم و حجل → حضرت زبیرؓ

حضرت طلحہؓ - بن عبید اللہ - بن عثمان - بن عمرو ...

حضرت عمرؓ بن خطاب - بن نفیل - بن عبد العزیٰ - بن رباح - بن عبد اللہ - بن قرط - بن رزاح - بن عدی

حضرت سعیدؓ بن زید بن عمرو بن ...

حضرت ابو عبیدہؓ - بن عامر - بن عبد اللہ - بن الجراح - بن ہلال - بن اہیب - بن ضبہ - بن حارث

نوٹ

بائیں جانب نام پڑھتے وقت بن کو الٹا لکھا گیا ہے اس طرح بائیں سے سیدھے طرف پڑھا جائے۔

دہ یار بہشتی اند قطعی	بوبکر، عمر، علی و عثمانؓ
سعد است سعید بوعبیدہ	طلحہ است، زبیر، عبد رحمنؓ

شجرہ عشرہ مبشرہ

حضرت زبیرؓ کی جنگ جمل کے دن حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو وصیت اور حضرت زبیرؓ کی متروکہ دولت

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت زبیرؓ جنگ جمل کے دن میدان میں کھڑے ہوئے تھے اور میں اُن کے پہلو میں کھڑا تھا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا اے میرے بیٹے آج ظالم مقتول ہوگا یا مظلوم۔ اور میں اپنے آپکو سمجھتا ہوں کہ مظلوم مقتول ہوں گا۔ مجھے بڑی فکر اپنے قرض کی ہے۔ کیا تمہارے خیال میں قرض ادا کرنے کے بعد میرا کچھ مال بچ رہیگا یا نہیں۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ اے میرے بیٹے تم میرا مال فروخت کر کے میرا قرض ادا کر دینا۔ اس کے بعد آپ نے تہائی مال میں سے تہائی مال کی میرے بیٹوں کو دینے کی وصیت فرمائی۔ چنانچہ فرمایا کہ تہائی مال کے تین حصے کرنا اور اس میں سے ایک حصہ اپنے بیٹوں کو دیدینا یعنی اگر قرض ادا کرنے کے بعد جو مال بچے اس میں سے تہائی مال کے تین حصے کرنا۔ ایک حصہ اپنی اولاد کو دینا اور دو حصے راہ خدا میں خیرات کر دینا۔ ہشام کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے بعض بیٹے خبیب و عباد حضرت زبیرؓ کے بیٹوں یعنی اپنے چچاؤں کے ہم عمر تھے اور اس زمانے میں اُن کے نو بیٹے اور نو بیٹیاں تھیں۔

اس کے بعد حضرت زبیرؓ نے فرمایا کہ اگر تم اس قرض کی ادائی سے قاصر و عاجز رہو تو میرے مولی یعنی آقا سے مدد مانگنا۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم میں نہ سمجھ سکا کہ حضرت زبیرؓ کی آقا سے کیا مُراد ہے اس لئے دریافت کیا۔ ابّا آپ کا آقا کون ہے۔ فرمایا۔ میرا آقا خدا ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ اپنے والد کی وصیت کے موافق جب وقت میں ادائی قرض کی مشکل میں پھنسا تو خدا سے دُعا کی کہ اے زبیرؓ کے آقا اُن کا قرض ادا کر دے۔ خدا نے دعا قبول فرمائی اور میرے والد کا قرض ادا کر دیا۔ بعد اس کے حضرت زبیرؓ شہید ہو گئے اور ترکہ میں کوئی درہم و دینار نہ چھوڑا۔

حضرت زبیرؓ کی املاک

ہاں کچھ زمینیں جن میں سے ایک غابہ میں تھی اور مدینہ میں گیارہ مکانات، بصرہ میں دو گھر کوفہ میں ایک گھر اور مصر میں ایک گھر چھوڑا۔

حضرت زبیرؓ پر قرض ہونے کی وجہ

حضرت زبیرؓ پر قرض اس وجہ سے تھا کہ جو شخص آپ کے پاس کوئی امانت رکھنے آتا تھا تو حضرت زبیرؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں امانت تو رکھتا نہیں ہوں ہاں قرض لے لیتا ہوں کیونکہ امانت کی صورت میں مجھے اس کے تلف ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

قرض کی تعداد

میں نے اُن کے قرض کا حساب لگایا تو بائیس ۲۲ لاکھ تھا۔ حکیم بن حزام (اسدی) نے مجھ سے آکر پوچھا۔ بھتیجے میرے بھائی پر کتنا قرض ہے۔ میں نے اصل قرض کو چھپا کر بتلایا کہ ایک لاکھ ہے۔ حکیمؓ بولے۔ میری نظر میں تمہارے مال میں اتنی وسعت نہیں کہ قرض ادا ہو سکے۔ میں نے کہا اگر بائیس ۲۲ لاکھ ہو تو کیا صورت ہوگی۔ حکیمؓ نے فرمایا کہ پھر تو تم ادا ہی نہیں کر سکتے۔ اگر قرض ادا کرنے میں کچھ دشواری پیش آئے تو مجھ سے مدد مانگنا۔

ادائیگی قرض

حضرت زبیرؓ نے غابہ کی زمین ایک لاکھ ستر ہزار میں خریدی تھی۔ میں نے سولہ ۱۶ لاکھ میں اسکو فروخت کیا اور اعلان کرا دیا کہ حضرت زبیرؓ پر جس کا قرض ہو وہ ہمارے پاس "غابہ" میں آ جائے۔ اعلان کرنے پر حضرت عبداللہ بن جعفرؓ آئے اور کہنے لگے۔ حضرت زبیرؓ پر میرے چار لاکھ درہم تھے اگر تم چاہو تو معاف کر دوں۔ میں نے کہا میں معاف کرانا نہیں چاہتا۔ ابو جعفر بولے اگر تم ادائگی میں تاخیر کی خواہش کرو تو میں کچھ عرصہ کی مہلت دیدوں۔

میں نے کہا نہیں۔ میں مہلت بھی نہیں چاہتا۔ عبداللہ بن حضرت جعفر طیارؓ نے کہا تو پھر ایک قطعہ زمین کا میرے واسطے علٰحدہ کر دو۔ میں نے کہا۔ یہاں سے فلاں جگہ تک تم لیلو۔ حاصل یہ ہے کہ میں نے زمین فروخت کر کے حضرت زبیرؓ اپنے والد بزرگوار کا قرض ادا کر دیا۔ اور ساڑھے چار سہام ابھی باقی رہ گئے۔

اس کے بعد حضرت معاویہؓ کے پاس گیا۔ اس وقت حضرت معاویہؓ کے پاس ” عمرو بن حضرت عثمانؓ ۔ منذر بن حضرت زبیرؓ اور ابن زمعہؓ (اسدی) بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت معاویہؓ نے پوچھا ۔ تم نے غابہ“ کی کتنی قیمت مقرر کی ــــــ میں نے کہا ہر حصہ ایک لاکھ میں۔ معاویہؓ بولے تو پھر کتنے حصے باقی ہیں ــــــ میں نے کہا ساڑھے چار سہام ــــــ ”منذرؓ“ بولے ۔ ایک حصہ ایک لاکھ میں میرا ہوا۔ عمرو کہنے لگے میں نے ایک حصہ ایک لاکھ میں لیا ۔ ابن زمعہؓ (اسدی) بولے ۔ میں بھی ایک حصہ ایک لاکھ میں لیتا ہوں۔

اخیر میں معاویہؓ نے پوچھا اب کتنے حصے باقی ہیں ۔ میں نے کہا ڈیڑھ حصہ باقی ہے ــــــ معاویہؓ کہنے لگے اس کو ڈیڑھ لاکھ میں میں نے لے لیا۔ راوی کہتا ہے کہ جو حصہ اپنے قرض کے عوض عبداللہ بن جعفرؓ نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے ”غابہ“ کی زمین میں سے لیا تھا وہ انہوں نے حضرت معاویہؓ کے ہاتھ چھ لاکھ میں فروخت کیا۔

بعد اس کے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اپنے والد بزرگوار کے قرض کو ادا کرنے سے فارغ ہوئے تو حضرت زبیرؓ کے اور صاحبزادوں نے کہا کہ اب ہماری میراث ہمارے درمیان تقسیم کر دیجئے ۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے جواب دیا۔ خدا کی قسم ابھی نہیں دوں گا میں چار سال تک برابر ہر سال ایام حج میں اعلان کروں گا کہ جس کسی کا قرض حضرت زبیرؓ پر ہو وہ ہمارے پاس آئے ہم اُن کا قرض ادا کر دیں گے چنانچہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ہر سال اعلان کیا کرتے تھے ۔ جب چار سال گزر گئے تو اپنے بھائیوں کے درمیان ترکہ تقسیم کر دیا۔

حضرت زبیرؓ کی دولت

حضرت زبیرؓ کی چار بیویاں تھیں اور مال وصیت میں سے تیسرا حصہ علیحدہ کر لیا گیا تھا۔ پھر بھی ہر بیوی کے حصہ میں بارہ لاکھ آیا تھا۔ گویا حضرت زبیرؓ کا سب مال پانچ کروڑ دو لاکھ تھا۔ ع۱

حضرت زبیرؓ کے اوقاف

حضرت زبیرؓ نے اپنے مکان وقف کئے تھے۔ اور اپنی ایک صاحبزادی کے متعلق فرمایا تھا کہ یہ ان مکانات میں رہ سکتی ہے۔ بشرطیکہ مکانات کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچائے ۔ اگر شوہر سے طلاق ہو چکنے کے بعد اسکو ضرورت نہ رہے تو پھر ان مکانات پر اس کو کوئی حق نہیں ہے“۔ ع۲

ذریعہ معاش اور تموّل

آپ کی معاش کا اصل ذریعہ شروع سے تجارت تھا ۔ ایک عجیب بات یہ ہے کہ آپ نے جس کام میں ہاتھ ڈالا کبھی گھاٹا نہیں ہوا ۔ آپ بہت بڑے تاجر تھے ۔ اور آپکی تجارت کا سلسلہ دور دراز ممالک شام ۔ یمن ۔ مصر عراق اور حبش وغیرہ میں پھیلا ہوا تھا۔

لوگوں نے ایک مرتبہ آپ سے دریافت کیا کہ آپ کی تجارت میں اس قدر ترقی کس طرح ہوئی ۔ فرمایا کہ اوّل تو میں خراب مال نہیں لیتا دوسرے یہ کہ نفع کے بھی پیچھے نہیں پڑا رہتا“۔

تجارت سے آپ نے اس قدر نفع حاصل کیا تھا کہ آپ نے ایک زمین چھ لاکھ روپیہ میں فروخت کی تھی۔ تجارت کے علاوہ ”مال غنیمت“ سے بھی آپکو گراں قدر غنیمتیں حاصل ہوئیں ۔ حضرت زبیرؓ نے کئی اسلامی ممالک میں متعدد جائیدادیں خریدی تھیں۔ آپکے مال کا تخمینہ پانچ کروڑ دو لاکھ درہم یا دینار تھا۔ یہ مال جائیداد غیر منقولہ کی شکل میں تھا۔ علاوہ انکے ایک ہزار گھوڑے اور اسی قدر لونڈیاں اور غلام تھے ع۳ طبقات میں روایت ہے کہ حضرت زبیرؓ کے کئی خطّے ”مصر“ میں اور کئی خطّے ”اسکندریہ“ میں اور کئی خطّے ”کوفہ“ میں اور بصرے میں کئی مکانات تھے ع۴ ۔ ان املاک کے علاوہ آپکو آنحضرت صلعم ، حضرت صدیق اکبرؓ ۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ہاتھوں میں بنی النضیر ”خیبر“ اور ”مدینہ منورہ“ وغیرہ میں جو جاگیریں ملی تھیں اُن کے تذکرے انہیں زمانوں کے بیانات میں آ چکے ہیں یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

ع۱ ترجمہ صحیح بخاری جلد دوم ص۳۶۵ مترجمہ سید دائم جلالی۔) ع۲ ترجمہ صحیح بخاری جلد ثانی ص۴۱۰ پارہ گیارہ کتاب الوصایا (مترجمہ سید عبدالکریم جلالی بخاری) ع۳ (استیعاب جلد ۱ ص۲۰۴ (الریاض النضرہ جلد ۲) صفحہ ۲۷۲ و ۲۷۳) ع۴ (طبقات ابن سعد جزو ثالث ص۷۷)

"تاریخ خمیس اور صواعق محرقہ" میں ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ میں اکثر صحابہؓ نے زمین آباد کرنے کی طرف توجہ فرمائی تو حضرت زبیرؓ نے صُرَف۔ مَروی اور ذی خشب اور اس کے اطراف میں بھی یہ کام[۵] شروع کیا۔ صحابہؓ کرام کی ان محنتوں اور کوششوں کی وجہ سے مدینہ منورہ کے گرد و نواح میں بڑی آبادی اور رونق ہوگئی تھی [۱]

آپ کے باغات و محلات کی موجودگی چوتھی صدی ہجری میں اچھی حالت میں۔

ابھی ہم صحیح بخاری سے لے کر لکھ آئے ہیں کہ حضرت زبیرؓ کے "مدینہ میں گیارہ مکانات" "بصرے میں دو گھر" "کوفہ میں ایک گھر" اور "مصر میں ایک گھر تھا" اس سے پہلے فتوح البلدان بلاذری کا بیان لکھ چکے ہیں کہ "الزبیرؓ نے مصر و اسکندریہ میں اپنے لئے دو زمینوں کی خط بندی کی"۔

ترجمہ ثانی تاریخ اسلام مولفہ جسٹس امیر علی مطبوعہ ۱۹۳۱ء کے صفحہ ۶۶ پر لکھا ہے کہ "مسعودی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان غنیؓ[۳] کے زمانے میں اصحاب رسول اللہ صلعم نے اپنے لئے بڑے بڑے اور خوبصورت ایوان تعمیر کرالئے تھے۔

حضرت زبیرؓ بن العوام کا جو قصر بصرے میں تھا ۳۵۲ھ تک جبکہ "مسعودی" نے اپنی کتاب لکھی موجود تھا جو "تاجروں"، "ساہوکاروں" اور تجارتی کاروبار کے واسطے استعمال کیا جاتا تھا۔

حضرت زبیرؓ نے "کوفہ" "فسطاط" اور اسکندریہ میں بھی متعدد ایوان تعمیر کرائے تھے۔ یہ عظیم الشان محلات مع اپنے باغات کے مسعودی کے زمانہ تک اچھی حالت میں موجود تھے۔

طرزِ معاشرت دولت و ثروت کے باوجود آپ کا طرز معاشرت نہایت سادہ تھا۔ عموماً سادہ لباس زیب تن فرماتے۔ کبھی کبھی رنگین عمامہ باندھتے تھے۔ ریشمی کپڑے آپ نے استعمال فرمائے ہیں جنکی خاص طور سے رسول اللہ صلعم نے آپکو خارش ہو جانے یا آپ کے کپڑوں میں جوئیں پڑ جانے کی وجہ سے اجازت دیدی تھی۔ غذا بھی پُر تکلف نہ تھی اور آپ کو ذات سے کام کرنے میں مطلق عار نہ تھا یہاں تک کہ اپنے کھیتوں اور باغوں میں خود پانی دے لیا کرتے۔ اور اکثر راتوں کو تشریف لے جاکر اپنے املاک کی خود ہی حفاظت فرمایا کرتے تھے۔ گھر کے کام کاج بھی آپ کی بیویاں اپنے ہاتھوں سے انجام دے[۱] لیا کرتی تھیں۔

اخلاق و عادات حضرت زبیرؓ کا دامن اخلاقی زر و جواہر سے مالا مال تھا۔ "تقویٰ"۔ "پارسائی"۔ حق پسندی۔ بے نیازی۔ "سخاوت" اور "ایثار" آپ کا خاص شیوہ تھا۔ "رقتِ قلب" اور عبرت پذیری کا یہ عالم تھا کہ معمولی سے معمولی واقعہ پر دل کانپ اٹھتا تھا۔"

خوفِ الٰہی ایک روز آنحضرت صلعم سے حضرت زبیرؓ نے دریافت کیا۔ کیا قیامت کے روز ہمارے جھگڑے دہرائے جائینگے۔ ارشاد ہوا۔ ہاں۔ ایک ایک ذرہ کا حساب ہو کر حقدار کو اس کا حق دلایا جائے گا۔ یہ سُنکر آپ کانپ اٹھے اور کہنے لگے "اللہ اکبر" کیسا سخت موقع ہوگا"۔ [۳]

نوٹ ۱۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب پی ایچ ڈی نے طائف سے اپنے خط موسومہ عبد الخالق صاحب میں لکھا ہے کہ "یہاں سردی شدید ہے جیسے کہ میں گرمی بھی ویسی ہی شدید تھی۔ چند سو میل کے فاصلے پر جلالی و جمالی زمین آسمان کا فرق کل صبح زبیریہ جا رہا ہوں۔ ہمارے گھر سے متصل آشیانہ میں (محلہ گلکنڈی حیدر آباد دکن میں) زُبیری صاحب (مولوی امداد احمد بی اے علیگ برادر خورد مولف کتاب ہذا) رہتے ہیں اُن کو اس سے دلچسپی ہوگی کہ مدینہ منورہ کے شمال میں حضرت زبیرؓ کی جاگیر اور مقطع تھا اور جسمیں کہتے ہیں کہ ایک ہزار غلام آدمی کام کرتے تھے اُسے اب پھر آباد کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ سال حال ٹڈی دل نے مالک کو سخت نقصان پہنچایا۔ اور نقش اوّل میں ہی حوصلہ شکنی ہوئی وہاں جاکر ممکن ہوا تو کچھ فوٹو بھی ضرور لوں گا۔

نوٹ ۲ حضرت زبیرؓ روایت فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلعم نے فرمایا بیشک یہ بات کہ کوئی شخص تم میں سے اپنی رسی لیوے اور لکڑی کا بوجھ اپنی پیٹھ پر لاد کر لے آئے اور اسکو بیچے۔ اور اللہ اس کی وجہ سے اسکی آبرو قائم رکھے۔ یہ بات اسکے لئے اس سے بہتر ہے کہ وہ [illegible]

[۱] شمس التواریخ جلد چہارم صفحہ ۳۲۳ [۲] تاریخ خمیس و صواعق محرقہ [۲] مسند جلد ا صفحہ ۱۶۷ [۳] تاریخ اسلام جسٹس امیر علی صفحہ ۶۶

تقویٰ و پرہیزگاری

حضرت زبیرؓ خود اس کا خیال رکھتے تھے اور دوسروں کو بھی ہدایت فرماتے تھے۔ ایکدفعہ اپنے غلام "ابراہیم" کی دادی۔ اُمِّ عطا کے پاس گئے۔ دیکھا کہ یہاں ایامِ تشریق کے بعد بھی قربانی کا گوشت موجود ہے۔ فرمانے لگے۔ "اُمِّ عطا" رسول اللہ صلعم نے مسلمانوں کو تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔" اُمِّ عطا نے عرض کیا کہ "میں کیا کروں" لوگوں نے اس قدر ہدیئے بھیجدیئے کہ ختم ہی ہونے میں نہیں آتے۔" [۱]

حق پرستی

اظہارِ حق کے اعلان میں آپ کسی سے بھی نہ ڈرتے تھے۔ رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد یا تو حضرت علیؓ کی حمایت میں تلوار کھینچ لی تھی۔" یا تفریق بین المسلمین" کا خیال دل میں آتے ہی بیعت کرلی اور کسی بات کی پرواہ نہ کی۔

علمِ اصلاح بلند کیا تو کس شان سے، جبکہ آپ کی فوجی طاقت حضرت علیؓ کی فوجی طاقت سے ڈیوڑھی تھی۔ اور کامیابی یقینی تھی۔ حضرت علیؓ کے ایک حدیث یاد دلاتے ہی اپنے صاحبزادے کا اعتراض سُن لیا۔ مگر وہی کیا جو حق سمجھا۔" فوراً مقابلہ سے ہٹ گئے [۲]

قوتِ ایمانی

دولتِ اسلام سے مشرف ہوئے تو آپکے چچا چٹائی میں لپیٹ کر ناک میں دھواں دیتے۔ مگر آپ کو پرواہ بھی نہ ہوتی۔ یہ ہی کہے جاتے کہ "چچا کچھ کرو۔ اب میں کافر نہیں ہو سکتا۔" [۳]

عبادات و طاعات

اتنی عظمت اور دولت مندی پر عبادات و ریاضت میں محو رہتے نماز پڑھنے کھڑے ہوتے تو بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ ہزار ہزار رکعت پڑھکر کھڑے ہوئے تھے۔ پرہیزگاری آپکی کتابِ اخلاق کے روشن ترین ابواب ہیں خود ہی اس کا خیال رکھتے تھے اور دوسروں کو ہدایت کرتے رہتے تھے۔ جنگ جمل کے موقع پر ایک شخص نے آکر کہا۔ آپ اجازت دیں تو میں حضرت علیؓ کا سر اُڑا دوں۔ فرمایا۔ یہ بتاؤ کہ تم تنہا اتنی بڑی فوج کا مقابلہ کیونکر کر سکو گے۔ اُس نے کہا میں اُنکی فوج میں جا کر مل جاؤں گا اور کسی وقت موقع پاکر اُنہیں قتل کر ڈالوں گا۔ فرمایا۔ نہیں ہرگز نہیں۔ کیا تم نے نہیں سُنا کہ سرکار دوعالم صلعم نے فرمایا ہے کہ ایمان قتل ناگہانی کی زنجیر ہے۔ اس لئے کوئی مومن کسی کو ہوشیار کئے بغیر اچانک ہرگز قتل نہ کرے۔ [۴]

مساوات پسندی

حضرت زبیرؓ کو مساوات پسندی کا اتنا خیال تھا کہ وہ مسلمان کی لاشوں میں بھی کسی تفریق یا امتیاز کو جائز نہیں رکھتے تھے۔ جنگ اُحد میں آپکے ماموں "حضرت حمزہؓ" شہید ہوئے تو حضرت صفیہؓ آپ کی والدہ ماجدہ نے بھائی کی تجہیز و تکفین کے لئے دو کپڑے لاکر دیئے۔

لیکن ماموں کے پہلو میں ایک۔ انصاری کی لاش بھی بے گور و کفن پڑی تھی۔ آپ کے دل نے گوارا نہ کیا کہ ایک کے لئے دو کپڑے ہوں اور دوسرا بے کفن رہے۔ غرض تقسیم کرنے کے لئے دونوں کپڑوں کو ناپا تو اتفاق سے وہ کپڑے چھوٹے بڑے نکلے تو قرعہ ڈال کر کپڑے تقسیم کئے گئے تاکہ اسمیں کسی طرح کی ترجیح نہ پائی جائے [۵]

فیاضی اور نرم دلی

"فیاضی۔ "سخاوت" اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے میں بھی بہت حوصلہ مند تھے" چنانچہ آپ کے پاس ایک ہزار غلام تھے" جو روزانہ اُجرت پر کام کرکے آپکو ایک بیش قرار رقم دیتے تھے۔ لیکن آپ نے اس رقم میں سے ایک حبہ بھی کبھی اپنی ذات یا اپنے اہل و عیال کے لئے صرف کرنا پسند نہیں کیا بلکہ جو کچھ آیا اُسی وقت صدقہ کر دیا۔ [۶]

موفقیات میں ہے کہ "نہیک" کہتے ہیں کہ حضرت زبیرؓ کے پاس ایک ہزار غلام تھے۔ وہ غلام مزدوری کرتے تھے۔ اُن سے جو رقم حضرت زبیرؓ کے ہاتھ آتی اُس کو آپ ہر روز محتاجوں میں تقسیم فرما دیتے اور رات کو خالی ہاتھ گھر تشریف لاتے تھے۔" [۷]

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت زبیرؓ نے ایک زمین چھ لاکھ میں فروخت کی لوگوں نے کہا۔ آپ نقصان میں رہے" فرمایا۔ واللہ

---

[۱] (مسند ج ۶ صـ ۱۶۶) [۲] (موطا امام مالک) [۳] (بخاری شریف) [۴] (مسند) [۵] (مسند جلد اول صـ ۲۱۵)
[۶] (اصابہ جلد ۱ صـ ۲۶) [۷] (موفقیات از ذاتی فیلی الزبیرؓ صـ ۱۹۲)

میں نقصان میں نہیں رہ سکتا۔ یہ فرما کر سب راہ خدا میں صرف کر دیا۔ اور اپنی جیسی کو مکان دے رکھے تھے کہ آرام سے رہیں مگر خراب نہ کریں ؏۱

ایک بار ایک شخص آیا اور آپکی اہلیہ حضرت اسماء بنت حضرت ابوبکر صدیق رض سے عرض کیا۔ یا "ام عبد اللہ" میں محتاج آدمی ہوں آپکی دیوار کے نیچے کچھ سودا بیچنا چاہتا ہوں۔

حضرت اسماء رض بولیں "تمکو "مدینہ" میں میرا ہی گھر اس کام کے لئے ملا ہے"۔۔۔۔۔ حضرت زبیر رض نے فرمایا۔ تمہارا کیا بگڑتا ہے جو ایک محتاج کو بیع و شراء سے روکتی ہو" ؏۲

امانت داری | حواری رسول اللہ صلعم کی "امانت داری" "دیانت" اور "انتظامی قابلیت" کا شہرہ تھا۔ یہاں تک کہ لوگ عموماً اپنی وفات کے وقت آپ کو اپنی آل و اولاد اور مال و متاع کے محافظ بنانے کی تمنا ظاہر کرتے تھے۔ مطیع بن الاسود نے آپکو وصی بنانا چاہا تو آپ نے انکار فرمایا۔ وہ لجاجت سے کہنے لگے "میں خدا و رسول صلعم اور قرابتداری کا واسطہ دلاتا ہوں"۔ میں نے فاروق اعظم رض کو کہتے سنا ہے کہ "زبیر رض" دین کے ایک رکن ہیں۔۔۔ حضرت مقداد اور حضرت عثمان رض۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رض اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رض وغیرہم نے آپ ہی کو اپنا وصی بنایا تھا۔

چنانچہ آپ نہایت دیانتداری کے ساتھ اُن کے مال و متاع کی حفاظت کر کے اُن کے اہل و عیال پر صرف فرمایا کرتے تھے۔ ؏۳

تحفہ اثنا عشریہ میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رض نے مرتے وقت وصیت کی تھی کہ اُن کے جنازے کی نماز حضرت زبیر رض پڑھائیں حضرت عثمان رض نہ پڑھائیں۔ ؏۴

فتوح البلدان میں ہے کہ "عبد اللہ بن مسعود رض جب فوت ہوئے تو" حضرت زبیر بن العوام رض نے حضرت عثمان رض سے کہا کہ "عبد اللہ" کی عطا مجھے دید یجئے کہ بیت المال سے زیادہ اُن کے اہل و عیال اس کے حقدار ہیں اور انہوں نے وہ اُنکو عطا کر دیئے۔

اسمٰعیل بن ابی خالد کی سند سے یزید سے کہا کہ حضرت زبیر رض عبد اللہ بن مسعود رض کے وصی تھے۔ ؏۵

رسول مقبول صلعم کی بڑی صاحبزادی حضرت زینب رض کے شوہر حضرت ابو العاص رض نے بھی وفات کے وقت حضرت زبیر رض کو اپنی صاحبزادی حضرت امامہ رض کا سر پرست بنا گئے تھے۔ ؏۶

ہشام بن حضرت عروہ رض نے بیان کیا ہے کہ سات آدمیوں نے حضرت رسول اللہ صلعم میں سے حضرت زبیر رض کو وصی بنایا تھا جن میں حضرت عثمان رض عبد الرحمن بن عوف رض۔ مقداد رض۔ ابو مسعود رض و غیرہم بھی تھے۔ حضرت زبیر رض نے ان صحابہ کبار رض کے مال کو اُن کی اولاد کے لئے محفوظ رکھا اور اپنے مال سے اُن کے مصارف پورے کرتے رہے۔ ؏۷

نوٹ ۱؎ حضرت ابو العاص نام قاسم بن ربیع بن عبد العزیٰ بن عبد شمس، حضرت زبیر رض کی پھوپھی حضرت ہالہ رض کے فرزند اور ام المومنین حضرت خدیجہ رض کے بھانجے تھے آنحضرت صلعم کی بڑی صاحبزادی حضرت زینب رض کے شوہر تھے جن سے آپ کے ایک فرزند حضرت علی رض اور ایک صاحبزادی حضرت امامہ رض باقی رہیں۔ حضرت علی رض بن ابو العاص کے متعلق اسد الغابہ جلد ہفتم کے صـ۵ پر ہے کہ رسول خدا صلعم جب مکہ میں فتح کے دن داخل ہوئے تو اُن کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھا لیا تھا۔ انہوں نے سن بلوغ کو پہنچکر رسول اللہ صلعم کی حیات ہی میں وفات پائی۔ اور ابن عساکر نے لکھا ہے کہ یہ بڑے ہوئے فتح مکہ میں آنحضرت صلعم کے ساتھ سواری پر تھے۔ انہوں نے معرکہ یرموک ۱۳ھ میں وفات پائی۔ (بقیہ نوٹ صـ۲۵ پر دیکھئے)

؏۱ (بخاری شریف کتاب الوصیت) ؏۲ (استیعاب جلد ۱ صـ۲۰۸ والریاض النضرہ جلد ۲ صـ۲۷۲ و ۲۷۳)۔ ؏۳ (بخاری شریف)۔
؏۴ (ترجمہ اردو تحفہ اثنا عشریہ صـ۲۷۳)۔ ؏۵ (ترجمہ فتوح البلدان بلاذری جزو دوم صـ۲۴۲) ؏۶ اسد الغابہ جلد ۵ و زرقانی جلد ثالث صـ۲۹۵) ؏۷ (اسد الغابہ جلد دوم صـ۲۷۲ ذکر سیدنا حضرت زبیر رض حواری رسول اللہ صلعم)

سفارشیں بھی فرمایا کرتے تھے

حبطہ۔ ہجو گو شاعر کی حضرت عمرؓ سے سفارش کرکے قید سے چھڑوا دینے۔ اور حضرت عباسؓ و حضرت علیؓ کے جھگڑے کے تصفیہ کے لئے سفارش کرنے کا حال اسی کتاب میں پہلے لکھا جا چکا ہے ـــــ ایک اور واقعہ طبقات میں ہے کہ "حضرت عبداللہ بن مسعودؓ" کے لئے بیت المال سے پانچ ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر تھا جو اُن کی وفات سے دو برس پہلے "حضرت عثمانؓ" کے حکم سے بند کر دیا گیا تھا" لیکن حضرت زبیرؓ نے سفارش کرکے اُن کی اولاد کے لئے واگزار کرا دیا۔ اس طرح اُن کے پسماندوں کو یکمشت پندرہ ہزار درہم مل گئے۔" ع ۱

مصالح اسلام کے نگاہ وابستگی

بعد فتح "مصر" حضرت زبیرؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ "عامل مصر" سے اراضی مفتوحہ مصر" کی تقسیم کا مطالبہ کیا تھا" اور فرمایا تھا کہ جس طرح رسول اللہ صلعم نے "خیبر" کو مجاہدین پر تقسیم فرما دیا تھا۔ اسی طرح تمام ملک مفتوحہ کو تقسیم کر دینا چاہیئے۔" حضرت عمرو ابن العاصؓ نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں اس تجویز کو پیش کیا۔ انہوں نے لکھا کہ اس کو بحالہ رہنے دینا چاہیئے تاکہ آئندہ نسلیں یعنی اجنبی بھی اس سے مستفید ہوں۔ یہ مصلحت آپکی سمجھ میں آگئی اور پھر مطالبہ نہیں کیا

اصابت رائے

"قادسیہ" اور نہاوند" کے معرکے پیش آئے تو بعض لوگوں کی رائے تھی کہ "خود" حضرت عمر فاروقؓ لشکر لے کر مہم پر جائیں" حضرت زبیرؓ نے حضرت عمرؓ کے تشریف لے جانے کے خلاف تقریر فرمائی کہ خلیفہ وقت کا موقع جنگ پر جانا مناسب نہیں ہے۔ چنانچہ آپ ہی کی رائے پر فیصلہ ہوا۔ ع ۳

(آپ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں مجلس شوریٰ کے ارکان میں شامل اور ارباب حل و عقد سے تھے)

غیرت

حضرت زبیرؓ کی زمین جاگیر سے جو مدینہ سے ۲/۳ کوس کے فاصلے پر تھی حضرت اسماءؓ کھجور کی گٹھلیاں اپنے سر پر رکھ کر لا رہی تھیں کہ آنحضرت صلعم مع چند انصارؓ کے وہاں اونٹوں پر سوار مل گئے۔ حضور صلعم نے انہیں دیکھ کر اونٹ کو بٹھایا اور حضرت اسماءؓ کو اپنے پیچھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ مجھے مردوں کے ساتھ جاتے ہوئے شرم آئی اور یہ بھی خیال ہوا کہ حضرت زبیرؓ بڑے غیرت دار آدمی ہیں۔ اس لئے میں خاموش کھڑی رہی۔ آنحضرت صلعم سمجھ گئے اور آپنے اپنا اونٹ بڑھا دیا۔ میں نے گھر آ کر حضرت زبیرؓ سے واقعہ بیان کیا اور کہا کہ مجھے شرم آئی اور اس کے علاوہ تمہاری

سلسلہ نوٹ صـ ۲۵۶ حضرت امامہؓ سے آنحضرت صلعم کو بے انتہا محبت تھی اور آپ انہیں اپنے پاس سے نماز کے اوقات میں بھی جدا نہ فرماتے تھے صحیح بخاری و صحیح مسلم ۲۰ جلد ۱ صـ ۱۰۶ کتاب المساجد یہ ہے کہ حضور صلعم نے حضرت امامہؓ کو کاندھے پر چڑھائے ہوئے ہی نماز پڑھائی جب رکوع میں جاتے تو آپکو کندھے سے اتار دیتے اور جب پھر کھڑے ہوتے تھے تو کاندھے پر چڑھا لیتے تھے۔ پوری نماز آپنے اسی طرح ادا فرمائی
سیاک الذہب ترجمہ کمال فی اسماء الرجال کے صـ ۱۳ پر ہے کہ ایکدفعہ آنحضرت صلعم کو کسی نے کچھ چیزیں ہدیہ بھیجیں اُن میں ایک ہار بھی تھا جو بہت خوبصورت تھا۔ آپنے فرمایا یہ ہار تو میں اپنی محبوب ترین کو دوں گا۔ ازواج مطہرات حاضر تھیں انہوں نے قرائن سے سمجھا کہ یہ اشارہ حضرت عائشہؓ کی طرف ہے یہ شرف انہیں کو حاصل ہوگا۔ اُس وقت حضرت امامہؓ خوردسال تھیں اور ایک طرف کھیل رہی تھیں آپنے اُن کو بلایا اور وہ اُن کے گلے میں ڈال دیا۔ ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضور صلعم کو کس قدر محبوب تھیں اور آپ سے حضور صلعم کو کس قدر والہانہ محبت تھی۔ حضرت فاطمہؓ کی اولاد کے ساتھ تاریخی تعلق رہا ہے اس لئے انہیں بہت شہرت حاصل ہوگئی اور کیونکہ آپکی ذات سے اس نوع کے واقعات نہیں ہوئے اس لئے آپکو شہرت نصیب نہیں ہوئی ورنہ عظمت و بلندی میں آپکو گونہ امتیاز حاصل ہے۔ حضرت امامہؓ کی والدہ حضرت زینبؓ کا انتقال ۸ھ میں ہوا۔ حضرت ابو العاصؓ کا انتقال ۱۲ھ میں ہوا تو آپکے والد بزرگوار حضرت زبیرؓ کو جو اُن کے ماموں زاد بھائی تھے حضرت امامہؓ کا سرپرست بنا گئے تھے۔ جب آپ بڑی ہوئیں تو حضرت علیؓ نے حضرت زبیرؓ کو پیغام دیا جسے منظور فرما کر حضرت زبیرؓ نے خود ہی آپ کا خطبہ نکاح پڑھا دیا۔

ع ۱ طبقات ابن سعد۔ ق ۱ ج ۳ صـ ۱۱۳۔ ع ۲ فتوح البلدان بلاذری صـ ۲۶۔ ع ۳ تاریخ اسلام حصہ اول صـ ۳۴۲ و تاریخ الامت۔

غیرت بھی جانتی تھی۔ حضرت زبیرؓ نے فرمایا خدا کی قسم تمہارا سر پر گٹھلیاں اٹھانا میرے لئے رسول اللہ صلعم کے ہمراہ سوار ہونے سے زیادہ سخت ہے۔ عـ۱

حضرت عاتکہؓ نے حضرت عمرؓ سے نکاح کرتے وقت اپنی یہ شرط منظور کرا لی تھی کہ وہ انہیں مسجد جانے سے نہیں روکیں گے۔ حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد جب انہوں نے حضرت زبیرؓ سے نکاح کیا تو ان کے سامنے بھی یہ شرط پیش کی جسے انہیں ماننا پڑا۔ گو حضرت زبیرؓ کو یہ شرط ناگوار تھی مگر آپ بی بی عاتکہؓ کو روک نہ سکے۔ تدبیریں سوچتے تھے۔ جب صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا ایک روز بی بی عاتکہؓ عشا کی نماز کو مسجد میں گئیں تو حضرت زبیرؓ پہلے سے ایسی جگہ جا کر کھڑے ہو گئے کہ بی بی عاتکہؓ ان کو دیکھ نہ سکتی تھیں۔ جب وہ قریب آ گئیں تو آپ نے ان پر حملہ کیا۔ بی بی عاتکہؓ ڈر گئیں فوراً واپس لوٹیں پھر کبھی باہر نہیں گئیں۔ عـ۲

آپکے صاحبزادے کی پیدائش سے صحابۂ کرامؓ میں غلغلۂ شادمانی

ایک سال تک مہاجرین میں سے کسی کے اولاد نہیں ہوئی تھی۔ جس سے مسلمان متفکر تھے۔ کیونکہ یہودیوں نے کہا تھا کہ ہم نے جادو کر دیا ہے کہ کسی مہاجر کے اولاد نہ ہو گی اور سال بھر اولاد نہیں ہوئی تھی۔ ان میں سب سے پہلے حضرت زبیرؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ پیدا ہوئے جن کی پیدائش کی مسرت میں مسلمانوں نے ایسے نعرے بلند کئے کہ تکبیر دں سے مدینہ منورہ کے در و دیوار گونج اٹھے۔ عـ۳

اولاد کی محبت و تربیت

آپکو اپنی اولاد سے بہت محبت تھی۔ حضرت عبداللہؓ اپنے بڑے صاحبزادے کے بچوں کو اپنے مال میں سے ایک ثلث کی وصیت فرمائی تھی۔ عـ۴

لڑکوں کی تربیت کو خاص طور سے ملحوظ رکھتے تھے۔

جنگ احزاب یا خندق میں عبداللہ بن حضرت زبیرؓ کم و بیش چار سال کے تھے لیکن حضرت زبیرؓ نے ان کو گھوڑے پر سوار کر کے ایک آدمی کے سپرد کر دیا تھا "کہ ٹیلے پر جہاں سے میدانِ جنگ نظر آتا تھا کھڑے ہو کر اور جنگ کے ہولناک مناظر دکھا کر انہیں جرات و بہادری کا سبق دے" عـ۵

اسکے بعد "عبداللہ" اپنے صاحبزادے کو جب کہ وہ گیارہ برس ہی کے تھے "حضرت زبیرؓ" جنگ یرموک میں لے گئے اور شریک کیا۔ عـ۶

رسول اللہ صلعم کی کتابت قرآن مجید کی ترتیب

آنحضرت صلعم کے سولہ کاتب تھے۔ حضرت زبیرؓ بھی ان میں تھے۔ اور آپ زکوٰۃ اور صدقات کے کاتب تھے۔ چند دیگر صحابہ اور آپ قرآن مجید کی تحریر پر بھی مامور رہتے۔ جونہی وحی نازل ہوتی تو حضور صلعم ان کاتبانِ وحی میں سے کسی صحابیؓ کو طلب فرماتے اور حضرت جبرئیل امینؑ کا پہنچایا ہوا کلام حسب منشاد خداوندی لوحِ محفوظ کی اصل ترتیب کے مطابق کرنے کا حکم دیتے کہ اس آیت یا آیات کو فلاں محل پر اس ترتیب سے درج کرو۔ یہ حسبہٗ عمل کرتے۔ عـ۷

حفظ قرآن

آپ حافظ قرآن تھے اور آپکے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی حافظ قرآن تھے۔ عـ۸

احادیث

صرف اڑتیس ۳۸ حدیثیں آپ سے مروی ہیں جن میں اکثر واقعات جنگ کے متعلق ہیں۔ صحیح بخاری میں آپ سے نو احادیث مروی ہیں۔ آپکی انتہائی کوشش یہی ہوتی تھی کہ ایسی حدیثیں بیان فرماتے تھے جن کا تعلق اخلاق وغیرہ سے ہوتا تھا اور کمال اتقا سے بیان حدیث میں سخت احتیاط فرماتے تھے۔ ایک دفعہ آپکے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے دریافت کیا کہ اے پدر بزرگوار کیا سبب ہے کہ آپ حضور

عـ۱ ترجمہ صحیح بخاری جلد سوم صفحہ ۲۰ و ۲۱ و صحیح مسلم جلد دوم صفحہ ۲۲ عـ۲ ذاتی فیصلی از زبیرؓ بحوالہ ابن الاثیر جلد ۵ صفحہ ۴۹ و ابن حجر جلد ۸ صفحہ ۱۸۵ و طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۳ عـ۳ ترجمہ صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۲۳ عـ۵ مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۵۵۵ عـ۶ ابن اثیر جلد ششم صفحہ ۱۹۲ و ۱۹۳ عـ۷ تتمۂ اشراف مسعودی صفحہ ۱۲۳ تا ۱۲۵ عـ۸ تاریخ القرآن صفحہ ۳۲ ، ۳۳ مولفہ قاضی عبدالصمد سیوہاروی۔

صلی اللہ علیہ وسلم" کی اتنی باتیں نہیں بیان کرتے۔ جتنی اور لوگ بیان کرتے ہیں۔"
فرمایا " جان پدر" حضور صلعم کی رفاقت اور معیت میں دوسروں سے میرا کم حصّہ نہیں ہے۔ میں رسول اللہ صلعم سے جدا نہیں ہوا۔ مجھے بہت حدیثیں معلوم ہیں۔ لیکن چونکہ میں نے آنحضرت صلعم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ جو شخص میرے اوپر جھوٹ بولے تو اسے چاہیئے اپنا ٹھکانا آگ میں تلاش کرے۔ اس لئے حدیث بیان کرتے ہوئے ڈرتا ہوں۔ ع۱

تفسیر حضرت زبیرؓ سے صرف ایک آیت کی تفسیر منقول ہے سورہ نساء میں ہے "پس نہیں تیرے پروردگار کی قسم لوگ مومن نہیں ہیں جب تک باہمی مشاجرات میں تم کو حَکَم نہ بنائیں۔ حضرت زبیرؓ اپنا اور انصاری کا تنازع جو نخلستان کی آبپاشی کے متعلق ہوا تھا۔ بیان کرکے فرماتے ہیں۔ جہاں تک میرا گمان ہے کہ یہ آیتیں اسی واقعہ کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔ حضرت زبیرؓ کے اس قول میں علم تفسیر کی ایک شاخ یعنی شان نزول کا سُراغ ملتا ہے۔ ع۲

فقہ آپ میں مجتہد انہ قابلیت تھی۔ مسائل میں غور فرمایا کرتے تھے۔ فقہی مسائل کے مجاز تھے۔ ع۳

مغازی حضرت زبیرؓ نے غزوات نبوی صلعم کے بعض واقعات بیان فرما کر فن مغازی کا مواد فراہم کیا چنانچہ غزوہ بدر کے متعلق بیان فرماتے ہیں۔ میں نے اُن کے (صحابہؓ کے) حصے تقسیم کئے اور وہ سَو تھے۔ دوسری روایت میں ہے کہ میں نے بدر کے دن مہاجرین کے سَو حصے نکالے۔ حضرت زبیرؓ کا یہ علم عروہؓ کو ورثہ میں ملا اور وہ مغازی کے امام ہوئے۔ ع۴

حساب غزوہ بدر کے تقسیم حصص سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت زبیرؓ کو فن حساب میں بھی دخل تھا اور وہ صحابۂ کبار میں اس حیثیت سے ممتاز سمجھے جاتے تھے۔ ع۵

اطاعت جنگ جمل کے موقع پر حضرت زبیرؓ کو حضرت علیؓ پر فوقیت حاصل تھی۔ ان کی فوج حضرت علیؓ کی فوج سے ڈیوڑھی تھی۔ مگر جب حضرت علیؓ نے حضرت زبیرؓ کو آنحضرت صلعم کی ایک حدیث یاد دلائی تو آپ بلا کسی پس و پیش کے جنگ سے دستبردار ہوگئے اور قسم کھائی کہ اب اُن سے نہیں لڑیں گے۔ آپ نے حدیث نبوی صلعم کے مقابلہ میں کسی کی بھی کوئی بات نہیں سُنی اور میدان چھوڑ دیا۔ ع۶

ایثار نفس آپ از حد ایثار رکھتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے جن چھ بزرگوں کو خلافت کے لئے نامزد فرمایا تھا اُن میں حضرت زبیرؓ بھی تھے لیکن جب ان سب نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو اپنا حَکَم بنایا اور انہوں نے ہر شخص سے انفرادی طور پر رائے لی تو حضرت زبیرؓ نے ایثار سے کام لے کر حضرت علیؓ کی نسبت اظہار خیال کیا۔ انہوں نے اپنے آپ کو علیحدہ کر لیا اور خلافت جیسے اہم منصب سے دستبردار ہوگئے۔ ع۷

نعمت دنیا کی بشارت جب یہ آیت نازل ہوئی " ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم" تو حضرت زبیرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم سے کس نعمت کا سوال ہوگا۔ ہم تو چھوارے اور پانی کے سوا کوئی نعمت جانتے ہی نہیں۔ آپ نے فرمایا عنقریب نعمت دنیا تمہیں ملے گی۔ ع۸

اخلاق و عادات اخلاق حیثیت سے حضرت زبیرؓ بلند ترین صحابی تھے اُن میں بعض اخلاق ایسے درجہ کمال تک موجود تھے جو کم صحابہؓ میں پائے جاتے تھے۔ ع۹

متروکات آنحضرت صلعم میں حضرت زبیرؓ کو حصہ حضرت عمرو بن حارثؓ (ام المومنین حضرت جویریہؓ کے بھائی) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے وفات کے وقت کچھ نہ چھوڑا۔ نہ درہم نہ دینار نہ غلام

ع۱ بخاری کتاب العلم ص۲۱ مسند جلد ا ص۱۶۵ ع۲ سیر الصحابہ جلد دوم مولفہ مولانا سعید انصاری بحوالہ بخاری ع۳ سیر الصحابہ جلد دوم ص۴۴۹ بحوالہ بخاری ع۴ سیر الصحابہ جلد دوم بحوالہ بخاری ع۵ سیر الصحابہ جلد دوم ص۴۳۵ ع۶ ابن اثیر و ابن خلدون کتاب ... ع۷ ... ع۸ ... بحوالہ بخاری ... اسد الغابہ جلد سوم ص۲۷ ع۹ سیر الصحابہ جلد دوم ص۴۵۱

نہ لونڈی اور نہ کچھ اور ۔ صرف اپنا سفید خچر ۔ ہتیار ۔ اور کچھ زمین جسکو صدقہ کر گئے[1] ۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خلیفہ ہونے کے بعد آنحضرت صلعم کے ہتھیاروں اور کپڑوں کو حضرت زبیرؓ ۔ حضرت علیؓ اور حضرت محمدؓ بن مسلمہ انصاریؓ پر تقسیم فرما دیا ۔[2]

آپکی یادگاریں

(۱) مسجد بقیع الزبیرؓ[1] بنی غنم کے جوار میں واقع ہے ۔ یہ مسجد "بقیع" کی مشرقی جانب "بقال" کی طرف ہے ۔

(۲) مسجد صدقۃ الزبیرؓ یہ قبیلہ بنی محمم میں واقع ہے ۔ "جرعی" نام موضع میں ہے جس کا مشہور نام "بہر بات" ہے ۔ ام ابراہیمؓ کے نیکھٹ کے مغرب میں ۔"

اس کے قبلہ رخ "خافہ" اور "اعواف" واقع ہیں ۔ یہ دونوں آنحضرت صلعم کے صدقات میں سے ۔ "بنی محمم" کے اموال میں سے ہیں ۔[3]

چند خاص یادگاریں

(۱) بھالا جسے بادشاہ حبش "نجاشی" نے حضرت زبیرؓ کو تحفتہً دیا تھا اور جس کو حضور اکرم صلعم نے حضرت زبیرؓ سے منگا کر اور اسکو سامنے گاڑ کر پہلی نماز عید مدینہ منورہ میں ادا فرمائی تھی اور ہر نماز عید میں آنحضرت صلعم کے سامنے لایا جاتا تھا ۔ پھر وہ متواتر مدینہ منورہ کے خلیفوں کے پاس منتقل ہوتا رہا اور امام طبری کے زمانہ تک مدینہ منورہ کے خلیفوں کے پاس موجود تھا ۔ امام طبری نے تحریر فرمایا ہے کہ ۲۴۴ھ میں خلیفہ متوکل عباسی کو وہ نیزہ دیا گیا ۔ متوکل نے اسے اپنے آگے لے چلنے کا حکم دیا ۔ پولیس افسر اسے اس کے آگے لے جاتا تھا اور خود پولیس افسر کا نیزہ نائب پولیس افسر لے کر چلتا تھا ۔[4]

۲ - برچھی یہ وہ مشہور و معروف برچھی تھی جس سے حضرت زبیرؓ نے جنگ بدر میں "ابو کرش" کو ہلاک کیا تھا ۔ اور جسے آنحضرت صلعم نے اسی میدان جنگ میں حضرت زبیرؓ سے بطور یادگار حاصل فرما لیا تھا ۔ بعد ازاں یہ برچھی خلفاء میں منتقل ہوتی رہی صاحب سیر الصحابہؓ نے لکھا ہے کہ اس برچھی کی یہ عظمت ہے کہ خلفائے راشدین بلکہ خود آنحضرت صلعم یادگار کے طور پر تمام عمر اس کے محافظ رہے اور اس کو اپنے پاس سے علحدہ نہیں کیا ۔ قوت جہاد ۔ اقدام حرب ۔ شجاعت و بسالت ۔ خلوص نیت ۔ جانبازی و سرفروشی کے ہزاروں مناظر صحابہ کرامؓ نے پیش کئے ہیں لیکن حضرت زبیرؓ کے والہانہ جوش ایمان نے غزوۂ بدر میں ازدیاد قوت اعلاء حق ۔ معائب باطل کا جو عظیم الشان مظاہرہ کیا اس کا عملی طور پر خود آنحضرت صلعم نے اعتراف فرمایا اور اس کو اس قدر اہم تصور کیا ہے کہ تمام بزرگوں کی سرفروشیاں گرد ہو گئی ہیں ۔ صحیح روایت میں کوئی واقعہ ایسا موجود نہیں جس میں حضرت زبیرؓ کی برچھی کی طرح آنحضرت صلعم نے کسی اور صحابیؓ کے کسی ہتھیار کو یادگار سمجھا ہو اور اپنے پاس رکھا ہو" ۔[5]

۳ - تلوار آپکی تلوار[2] وہ ہے جس میں جنگ بدر کے دن دندانے پڑ گئے تھے ۔ اس تلوار کی یہ وقعت تھی کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد عبدالملک بن مروان کے پاس بھیجی گئی ۔ انہوں نے اسے حضرت عروہ بن زبیرؓ کو دیدیا تھا ۔ پھر آل زبیرؓ

نوٹ ۱ - بقیع الزبیرؓ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ جگہ سرکار دو عالم صلعم نے حضرت زبیرؓ کو دی تھی ۔ حضرت زبیرؓ نے اس جگہ کے بعض حصوں پر اپنے لئے مکانات بنوائے ۔ یہ مقام "بنی غنم" کے جوار میں واقع ہے اور اسکی مشرقی جانب میں "بقال" واقع ہے ۔ صاحب تاریخ کہتا ہے کہ میرا گمان ہے کہ محلہ خرام "بقیع" کی راہ میں ہے ۔" کتاب اخبار حسینہ در اخبار مدینہ ص۳۰۰

نوٹ ۲ - حضرت زبیرؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اللہ کی راہ میں تلوار کھینچی ۔ اس کا واقعہ یوں ہے کہ جس زمانہ میں مسلمان آنحضرت صلعم کے ہمراہ مکہ میں رہتے تھے اس زمانہ میں ایک مرتبہ خبر اڑی کہ نبی صلعم کو کفار نے پکڑ لیا ۔ حضرت زبیرؓ نے یہ سنتے ہی تلوار کھینچ لی اور لوگوں کے مجمع کو چیرتے ہوئے آئے نبی صلعم مکہ کی بلندی پر بیٹھے ہوئے تھے آپ نے پوچھا کہ زبیرؓ تمہارا کیا حال ہے ننگی تلوار لئے کیوں آ رہے ہو انہوں نے کہا مجھے یہ خبر ملی کہ آپ گرفتار کر لئے گئے ۔ لہٰذا عنان صبر میرے ہاتھ سے نکل گئی ۔ آنحضرت صلعم نے ان پر صلوٰۃ پڑھی اور انکے لئے اور انکی تلوار کے لئے دعا کی ۔ آنحضرت صلعم جب بہت خوش ہوتے تو فرماتے اے اللہ فلاں شخص پر رحمت فرما ۔ (اسد الغابہ جلد سوم ص۲۷۴)

ع۱ بخاری کتاب الوصایا ع۲ تحفہ اثناء عشریہ ص۱۳۷ و ۱۴۳ ع۳ کتاب خبار حسینیہ در اخبار مدینہ ورق ۲۰۷ ع۴ طبری جلد اول حصہ سوم ص۲۲۱ و ۲۲۲ و ص۱۶۱ و ۱۶۲ ع۵ ترجمہ صحیح بخاری ص۱۹۴

میں اُس کے متعلق منافست پیدا ہو گئی یعنی ہر ایک کو خواہش تھی کہ یہ تلوار اُسی کو مل جائے تلوار پر چاندی کا کام تھا اور اُس کی قیمت تین ہزار تھی ع[۱]

۴۔ **سیڑھی** اسے دیوار پر لگا کر حضرت زبیرؓ قلعہ فسطاط پر تن تنہا چڑھ گئے تھے اور اندر اُتر کر قلعہ فتح کر لیا تھا بلاذری المتوفی ۲۷۹ھ نے فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ وہ سیڑھی

حضرت زبیرؓ کے چند دستخطی معاہدے

(۱) (الف) بحران کے عیسائیوں اور آنحضرت صلعم کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا اور جس کو تحریر میں لایا گیا تھا اس کے گواہوں میں حضرت زبیرؓ بھی تھے۔ تمام گواہ صحابہؓ کے اسماء حسب ذیل ہیں:۔ "عتیق بن ابی قحافہؓ"۔ "عمر بن الخطابؓ"۔ "عثمان بن عفانؓ"۔ "علی بن ابی طالبؓ"۔ "ابو ذرؓ"۔ "ابو درداءؓ"۔ "ابو ہریرہؓ"۔ "عبداللہ بن مسعودؓ"۔ "العباس بن عبدالمطلبؓ"۔ "الفضل بن العباسؓ"۔ "الزبیر بن العوامؓ"۔ "طلحہ بن عبیداللہؓ" وغیرہ وغیرہ

(ب) خطوط ۱۹۳ صفحہ ۱۷۱ قبیلہ طے سے جو معاہدہ ہوا اُس کو ازبیرؓ (بن العوامؓ) نے لکھا۔ (ج) خطوط ۲۱۹ صفحہ ۱۹۲ زبیر بن العوامؓ کو آنحضرت صلعم نے شوارق یا شواق (بنی النضیر کا ملک) جاگیر میں دیا۔

(د) خطوط ۳۶۵ صفحہ ۲۷۵ اہل مصر کے ساتھ عمرو بن العاصؓ نے جو معاہدہ کیا اُس پر زبیرؓ اور عبداللہ و محمدؓ ان کے بیٹے، گواہ ہوئے۔ جب عمرو بن العاصؓ نے مقام عین شمس پر قیام کیا اور یہ قبط اور نوبہ کے قبضہ میں تھا انہوں نے لوٹ مار کی تو عمرو بن العاصؓ نے اُن سے جنگ کی اور زبیر بن العوامؓ نے سرحدات پر چڑھائی کی اور ان لوگوں کو تکلیف ہونے لگی تو انہوں نے ہلاکت کے قریب پہنچ کر معاہدہ کیا۔ انہوں نے ذمی بنکر صلح کی۔" ع[۲]

شوق

آلات حرب اور گھوڑوں کا آپ کو بہت شوق تھا۔ آپ کے آلات حرب بہت قیمتی ہوتے تھے چنانچہ آپ کے اکثر ہتھیاروں پر چاندی کا کام ہوتا تھا۔ چنانچہ ایک ہی تلوار کی قیمت تین ہزار تھی۔

حالت عسرت میں بھی آپ کے پاس گھوڑا رہا ہے جبکہ صحابہ کرامؓ میں سے کسی کے پاس گھوڑا نہ تھا۔ حضرت زبیرؓ کے پاس گھوڑا موجود تھا "جنگ بدر" میں اسلامی لشکر میں کل دو گھوڑے تھے جن میں ایک حضرت زبیرؓ کا تھا اور دوسرا حضرت مقدادؓ کا۔ حضرت زبیرؓ کا یہ شوق مدت العمر باقی رہا اور آپ کے پاس دونوں چیزوں "آلات حرب" اور "گھوڑوں" کا بہت اعلیٰ ذخیرہ تھا۔" ع[۳]

عہدوں سے بے پروائی اور شوق جہاد

حضرت زبیرؓ نے نہ تو کبھی کوئی عہدہ قبول فرمایا نہ خراج یا ٹیکس وصول کرنے کی حکومت اختیار کی۔ اور نہ سرداری پسند فرمائی۔ بلکہ حضور اقدس صلعم کے ہم رکاب اور حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ و عثمانؓ کے عہد میں برابر جہاد میں مشغول رہے۔ جہاد بالسیف آپ کا پُر لطف مشغلہ تھا۔ ع[۴]

موت سے بےخوفی

حضرت زبیرؓ خطرات کی مطلق پرواہ نہیں کرتے تھے۔ موت کا خوف آپکے عزم و ارادے میں حائل نہیں ہوتا تھا۔ اسکندریہ کے محاصرے میں طول ہوا تو سیڑھی لگا کر اندر اُترنے کا ارادہ کیا" لوگوں نے کہا قلعہ میں سخت طاعون ہے۔ فرمایا۔ ہم طعن اور طاعون ہی کے لئے آئے ہیں۔ یعنی موت سے کیا ڈرنا ہے۔ ع[۵]

نوٹ[۱] ۔ **گھوڑا رکھنے کے متعلق حدیث** حضرت عروہ بن زبیرؓ سے مروی ہے کہ" حضور صلعم نے ارشاد فرمایا کہ" جو شخص جہاد کے لئے گھوڑا رکھیگا اور خدا پر ایمان بھی رکھیگا اور اس کے وعدے کو سچا جانے گا" تو گھوڑے کو پیٹ بھر کے چارہ دینا۔ پانی پلانا۔ گھوڑے کا لید اور پیشاب کرنا۔ یہ سب چیزیں اُس شخص کے میزان عدل کے نیکیوں کے پلڑے میں رکھی جائیں گی۔

حضرت عروہؓ کہتے ہیں کہ حضور صلعم نے ارشاد فرمایا۔ گھوڑوں کی چوٹیوں سے قیامت تک کے لئے خیر یعنی ثواب آخرت وابستہ ہے۔" (ترجمہ صحیح بخاری جلد دوم پارہ گیارہ صفحہ ۳۳)

ع[۱] ترجمہ صحیح بخاری صفحہ ۱۹ و ترجمہ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ ۹۱۷ و کنز العمال ع۲ الوثائق السیاسیہ فی عہد النبی والخلافۃ الراشدہ، مؤلفہ ڈاکٹر حمید اللہ ع۳ ترجمہ صحیح بخاری صفحہ ۲۱ و ۲۲ صفحہ ۱۳ و ترجمہ صحیح مسلم جلد دوم کتاب السلام صفحہ ۱۲۶ ع۴ بخاری کتاب الجہاد ع۵ طبقات ابن سعد جز ثالث صفحہ ۷۵

شجاعت

حضرت زبیرؓ کی شجاعت اور حق پرستی تہوّر کے درجے پر تھی۔ جبشہ میں تھوڑی سی عمر میں مشک پر دریائے نیل کو تیر کر گئے۔ اور نجاشی کی فتح کی خبر لے کر پلٹے۔

جنگ بدر۔ جنگ اُحد اور جنگ احزاب اور تمام غزوات میں اور عہد صدیقیؓ و فاروقیؓ میں جس بیجگری سے دشمنوں پر جا پڑتے تھے اُن کی تفصیلات اوپر لکھی جا چکی ہیں۔

حضرت زبیرؓ عرب کے بے مثل بہادروں میں مانے جاتے تھے۔ آپ آنحضرت صلعم کے زمانے میں اور آپ کے بعد برابر لڑائیوں میں شریک رہے۔ شام و مصر کی فتوحات میں آپ کے بڑے کارنامے ہیں۔

عمر بن مصعب بن حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت زبیرؓ نے رسول اللہ صلعم کے ہمراہ جنگ میں حصہ لیا۔ جبکہ یہ ابھی لڑکے تھے اور یہ لوگوں پر حملے کرتے تھے۔ ع[1]

صاحب سیر الصحابہ نے لکھا ہے کہ حضرت زبیرؓ کی زندگی کو مطمئن۔ خاموش اور پُر امن نہ سمجھنا چاہیئے۔ وہ زاہد خشک نہ تھے۔ اُن کی دلچسپیاں گوشۂ تنہائی سے وابستہ نہ تھیں بلکہ میدانِ جنگ کی دَفنا۔ بُوق و قرنا کا شور۔ نعروں کی گونج۔ مبارزین کی رجز۔ تلوار کی چمک۔ نیزوں کے وار اُن کی پُرسکون زندگی کو جنبش دے دیتے تھے اور وہ ایک غازیٔ اعظم۔ ایک دلاور صف شکن۔ ایک تیغ سُتّا بنکر دشمنانِ اسلام پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ تمام غزوات اور دیگر جنگوں میں آپکے بڑے بڑے کارنامے ہیں۔ ع[2]

جنگ بدر میں عبیدہ بن سعید آپ کے ہاتھ سے مارا گیا اور آپ نے ایسی سخت شمشیر زنی کی تھی کہ آپ کی تلوار میں دندانے پڑ گئے تھے۔

(۱) اسی جنگ میں آپ کے کاندھے پر ایک کاری زخم آیا تھا اور جنگ یرموک میں دو زخم اس طرح لگے تھے کہ جنگ بدر کا زخم درمیان میں آ گیا تھا اور جن سے گڑھے پڑ گئے تھے۔ حضرت عروہ بن الزبیرؓ فرماتے ہیں کہ میں بچپن میں ان زخموں میں انگلیاں داخل کیا کرتا اور کھیلا کرتا تھا۔ حضرت زبیرؓ نے فرمایا ہے کہ میرے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں جو حضور صلعم کے ساتھ لڑنے میں زخمی نہ ہوا ہو۔ یہاں تک کہ میرا سترِ عورت بھی زخم خوردہ ہے۔ ع[3]

جنگ اُحد میں حضرت زبیرؓ نے کفار قریش کے ایک جری علمبردار کو قتل کیا اور مسلمانوں کیساتھ ہو کر دشمنوں کو مار بھگایا۔ اس علمبردار کے قتل کا واقعہ حفیظ جالندھری نے نظم کیا ہے۔

مگر مردانِ عبدالدار تھے قصے میں دیوانے	علم کے گرد تھے جیسے ہوں گردِ شمع پروانے
علمبردار کا لاشہ ابھی گرنے نہ پاتا تھا	جھپٹ کر پھر کوئی اُس کی جگہ لینے کو آتا تھا
کلاب ایک فردِ کامل نے اٹھایا کفر کا جھنڈا	زبیر ابن عوامؓ اُس پر گرے اور کر دیا ٹھنڈا ع[4]

جب مسلمانوں کی پشت کی طرف سے خالد ابن الولید نے اپنے رسالہ سے حملہ کر کے تیر اندازوں کو قتل کر دیا اور مسلمانوں میں افراتفری پھیل گئی تو کفار نے آنحضرت صلعم پر نرغہ کر دیا۔ اس موقع پر حضور صلعم کے پاس جو سات مہاجرؓ اور انصارؓ ثابت قدم رہے اُن میں ایک حضرت زبیرؓ بھی تھے۔

اسی جنگ میں حضرت زبیرؓ نے خالد ابن الولید کے رسالہ کو دو بار شکستیں دے کر پسپا کر دیا اور دونوں فوجوں کے میدان جنگ سے علیحدہ ہو جانے پر اس خیال سے کہ دشمن حملہ آور نہ ہو حضور صلعم نے مسلمانوں سے فرمایا کہ کون اُس کا تعاقب کرے گا۔ حضرت زبیرؓ نے سخت زخمی ہو جانے پر بھی اپنے آپ کو پیش کیا اور حضرت صدیقؓ نے بھی اپنے آپکو پیش کیا اور ان دونوں بزرگوں نے ستر آدمیوں کیساتھ دشمن کا تعاقب کیا جس سے انہیں پھر پلٹ پڑنے کی ہمت نہ ہو سکی اور واپس چلے گئے۔ ع[5]

ع[1] ذاتی فیصلی از زبیرؓ ع[2] سیر الصحابہ جلد دوم صفحہ ۲۰۷ ع[3] شاہنامہ اسلام صفحہ ۱۰۲ تا ۱۰۶ و صحیح بخاری ع[4] شاہنامہ اسلام جلد سوم صفحہ ۵۲ و ۵۳ بحوالہ تاریخ العمران ع[5] طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۱۴۲۶ و ۲۶۱ تا ۲۶۲ و زرقانی صفحہ ۵۳۲

اُحد والوں کی شان میں آیت - الذین استجابو - اُتری تو عروہ بن حضرت زبیرؓ نے اُم المومنین حضرت عائشہؓ سے اُس کے معنی دریافت کئے آپ نے فرمایا کہ یہ تمہارے باپ زبیرؓ اور ابو بکرؓ کی شان میں ہے - خدا کی قسم تیرے باپ اُن لوگوں میں تھے جنہوں نے زخمی ہونے کے بعد بھی خدا اور رسول اللہ صلعم کی آواز پر لبیک کہی تھی - عہ۱

غزوہ خندق میں کفار کی تعداد چوبیس ہزار اور مسلمانوں کی تین ہزار تھی - حضرت زبیرؓ جہاں تعینات تھے اسطرف کافروں نے حملہ کیا تو حضرت زبیرؓ اور حضرت عمرؓ نے حملہ کو رد کیا اور کفار کی جماعت درہم برہم کر دی - عہ۲

اسی جنگ میں ابن عبدُود اور اُس کے ساتھیوں نے خندق کے پار ہو کر مسلمانوں پر حملہ کیا - ابن عبدُود حضرت علیؓ کے ہاتھ سے مارا گیا اور اُس کے ساتھی بھاگ کھڑے ہوئے مگر نوفل قریش کا بہادر بھاگتا ہوا خندق میں گر پڑا تو اس نے شریفانہ جنگ کر کے موت کی خواہش کی - حضرت زبیرؓ خندق میں اُترے اور اُس سے نبرد آزما ہو کر شریفانہ طور پر قتل کر دیا - حفیظ جالندھری نے اسی واقعہ کو نظم میں لکھا ہے -

نکل بھاگے ہبیرہ اور ضرار اُس پار خندق کے	؛	مگر نوفل اُدھر ہی گر پڑا ناچار خندق کے
تعاقب کر رہے تھے اُن کا سب تیر و کمان والے	؛	نشانہ صید کا کرنے لگے نام و نشان والے
یہ صورت دیکھ کر نوفل پکارا اے مسلمانو	؛	ہیں خاطی ہی سہی لیکن مری اک التجا مانو
یہ سچ ہے بھر چکا ہے زندگی کا میری پیمانہ	؛	مگر میں چاہتا ہوں جنگ میں مرگ شریفانہ
صحابہ کی جماعت سے زبیرؓ باصفا نکلے	؛	سوالی کی صدا سُن لی یہ پاس التجا نکلے
ہوئے خندق میں داخل ہو کے ظالم سے نبرد آرا	؛	بہت سے وار کھا کر ہاتھ اک شمشیر کا مارا
کیا چورنگ نوفل کو بھی مارا اُس کا گھوڑا بھی	؛	ہوا مقتول [illegible] کا جوڑا بھی

براہ راست بے کھٹکے جہنم میں ہوا داخل

ذلیل انسان کو مرگ شریفانہ ہوئی حاصل عہ۳

بنی قریظہ نے امداد باہمی کا معاہدہ کیا تھا مگر قریش کے اس حملہ کے وقت انہوں نے معاہدہ توڑ کر قریش کی علانیہ شرکت کی اس لیئے معاملہ نہایت خطرناک ہو گیا اور محاصرہ اس قدر شدید تھا کہ ایک دفعہ آنحضرت صلعم نے [illegible] سے خطاب کرکے فرمایا کہ کوئی ہے جو باہر نکل کر ان کی خبر لائے - تین دفعہ آپ نے یہ الفاظ فرمائے لیکن ہر بار حضرت زبیرؓ کے کسی کی کوئی صدا نہیں آئی - اسی موقع پر آنحضرت صلعم نے حضرت زبیرؓ کو "حواری" کا لقب عطا فرمایا - فرمایا ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیرؓ ہے - چنانچہ اور کسی صحابیؓ کو یہ لقب حاصل نہیں ہے - عہ۴

دوسرے بزرگ اس نازک موقع پر ہمت نہیں کر سکے تھے - جب حضرت زبیرؓ تنہا جا کر بنی قریظہ کی خبر لائے تو ان کی یہ خدمت اس قدر اہم سمجھی گئی کہ آنحضرت صلعم نے آپکی شان میں مدح کے خاص الفاظ ارشاد فرمائے اور ایک جملہ ایسا بھی استعمال کیا جو حضرت سعد بن وقاصؓ کے علاوہ کسی اور صحابی کے متعلق کبھی زبان مبارک پر نہیں آیا - آپ نے اُن سے فرمایا کہ تم پر میرے ماں باپ قربان، بقول صاحب سیر الصحابہ یہ منقبت - یہ شرف - یہ عظمت یہ فخر یہ امتیاز حضرت زبیرؓ کے عنوان اخلاق کا طغرا بنکر چمک رہا ہے اور سینکڑوں بزرگوں کے مناقب اُس کے سامنے ماند پڑ گئے ہیں - عہ۵

جنگ خیبر میں مرحب کا بھائی یاسیر جو اس قدر تنومند تھا کہ ہر کوئی اس کے سامنے جانے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا اور حضرت زبیرؓ کی والدہ ماجدہ کو حضرت زبیرؓ کی جان کی طرف سے اندیشہ ہو گیا تھا - حضرت زبیرؓ کے ہی ہاتھ سے مقابلہ میں قتل ہوا عہ۶

عہ۱ ترجمہ صحیح مسلم جلد دوم صفحہ ۲۹۴ عہ۲ فتح الباری بحوالہ نسائی اخبار مسعودی صفحہ ۵۷ والفاروق صفحہ ۴۹ عہ۳ شاہنامہ اسلام جلد چہارم صفحہ ۲۰۹ عہ۴ ترجمہ صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۵۲۹ عہ۵ ترجمہ صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۱۹ و سیر الصحابہ جلد دوم جز المہاجرین صفحہ ۴۱ عہ۶ ترجمہ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۳۹ و ۲۹۷

فتح مکہ میں آپ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ رسول مقبول صلعم کا خاص عَلَم حضرت زبیرؓ کے ہاتھ میں تفویض کیا گیا تھا "اور آپ تمام مہاجرینؓ اور انصارؓ پر افسر بنائے گئے تھے۔" اور حضرت زبیرؓ نے آنحضرت صلعم کے ارشاد کے مطابق آپ کا عَلَم حجونؔ میں نصب کیا تھا۔ مکہ میں داخل ہونے کے بعد جب سکون و اطمینان ہو گیا تو حضرت زبیرؓ آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ازراہ شفقت کھڑے ہو کر اپنے کپڑے سے ان دونوں کے چہرے کا غبار پونچھا اور فرمایا کہ میں نے گھوڑے کے دو حصے مقرر کئے ہیں اور سوار کے لئے ایک حصہ مقرر کیا ہے۔ جو ان حصوں کو گھٹائے گا خدا تعالیٰ اس کو گھٹائے گا۔ ع۱

غزوہ حُنین میں جب مسلمانوں پر شکست پڑی تو آنحضرت صلعم کے ساتھ بارہ[12] ہزار کی جماعت میں سے صرف اسّی اصحابؓ ثابت قدم رہے۔ جن میں حضرت زبیرؓ بھی تھے۔ اسی جنگ میں حضرت زبیرؓ گھاٹی کے قریب پہنچے تو ایک زبردست جمعیت نے آپ پر حملہ کر دیا۔ حضرت زبیرؓ نے نہایت پھرتی اور تیز دستی سے اس آفت ناگہانی کو روکا اور اسقدر شجاعت و جانبازی سے لڑے کہ گھاٹی کفار سے بالکل پاک و صاف ہو گئی اور لڑائی کی صورت بگڑ کر پھر بنگئی۔" حُنین کی جنگ میں حضرت زبیرؓ اپنی بہادری کے لئے خاص طور پر مشہور ہوئے۔ ع۲

حضرت زبیرؓ غزوہ تبوک میں بھی آنحضرت صلعم کے ہمراہ تھے۔ کوئی غزوہ ایسا نہیں ہوا جس میں آپ شریک نہ ہوئے ہوں غرضکہ ہر موقع پر حضرت زبیرؓ نے فدویت و جاں نثاری کے ایسے شاندار ثبوت پیش کئے ہیں جو اپنی نظیر آپ ہی ہیں۔

رسول اللہ صلعم کے وصال کے بعد جب سوائے حجاز کے سارا عرب مُرتد ہو گیا تو حضرت زبیرؓ نے دیگر صحابہؓ کے ساتھ مدینہ پر اُن کے حملہ کو مدینہ کے باہر ہی روکا اور پسپا کر دیا۔ اور ایسی حفاظت کی کہ مدینہ منورہ پر نئے حملہ کی کوئی جراءت نہیں کر سکا۔ع۳

جنگ یرموک میں حضرت زبیرؓ نے جس اقدام۔ بسالت۔ جراءت اور شجاعت کا اظہار کیا وہ بھی عام صحابہؓ کے مقابلہ میں ترجیح کا مدعی ہے اور عملی طور پر بہت سے صحابہؓ نے اس کا اعتراف کیا ہے۔ واقدی کا بیان ہے کہ جنگ یرموک میں رومیوں کی فوجوں کا شمار تین لاکھ سے سات لاکھ تک شمار کیا گیا ہے جنھوں نے زنجیروں اور بیڑیوں سے اپنے آپ کو باندھ لیا اور عہد کر لیا تھا کہ ہرگز نہیں بھاگیں گے۔ بغیر مرے نہیں ہٹیں گے۔" اُن کے مقابلے میں مسلمانوں کا شمار تیس[30] ہزار سے چھیالیس[46] ہزار تک تھا۔ع۴

فتوح البلدان اور صحیح بخاری میں "حضرت زبیرؓ کے حملہ کی شان" کی سُرخی کے تحت لکھا ہے کہ جنگ یرموک کے دن صحابہؓ نے حضرت زبیرؓ سے کہا کہ آپ حملہ نہیں کرتے۔ حضرت زبیرؓ نے فرمایا کہ تم میرا ساتھ نہیں دے سکتے۔ صحابہؓ نے کہا ہم ایسا نہیں کریں گے حضرت زبیرؓ نے حملہ کر دیا اور تنہا دشمن کی صفوں کو چیرتے ہوئے اُس پار نکل گئے۔ حالانکہ اُن کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا۔ پھر واپس آ رہے تھے کہ کافروں نے آپکے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور کاندھے پر دو زخم لگائے جن کے درمیان وہ زخم آ گیا جو جنگ بدر کے دن لگا تھا۔ یہ زخم اتنے کاری تھے کہ اچھے ہونے کے بعد بھی گڑھے باقی رہ گئے تھے۔ حضرت عُروۃؓ کہتے ہیں کہ میں بچپن میں اُن زخموں کے سوراخوں میں انگلیاں ڈالکر کھیلا کرتا تھا۔ع۵ اس جنگ میں صحابہؓ جو شمع اسلام کے پروانہ تھے وہ بھی پیچھے رہ گئے حضرت زبیرؓ نے تنہا دشمن کی فوجوں کو درہم برہم کر دیا۔

حضرت زبیرؓ مصر کی جنگ میں بھی شریک ہوئے اور اس میں آپ کے بڑے کارنامے ہیں۔ فسطاط جو مصر کا عالیشان اور بہت ہی اہم شہر تھا جب اُس کے محاصرے کو سات مہینے گزر گئے تو ایکدن حضرت زبیرؓ نے فرمایا کہ آج میں مسلمانوں پر فدا ہوتا ہوں اور تلوار ہاتھ میں لی تنہا سیڑھی لگا کر فصیل پر چڑھ گئے پھر چند اور صحابہؓ نے آپ کا ساتھ دیا فصیل پر پہونچکر آپ نے نعرہ مارا جسے سُنکر فوج اسلام نے بھی باہر سے نعرے لگائے۔ دشمن بدحواس ہو گیا اور حضرت زبیرؓ نے فصیل پر سے اُتر کر قلعہ کا دروازہ کھول دیا مُسلمانوں کی تمام فوج اندر گھس آئی۔ ع۶

ترجمہ صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۱۶۸ و مشل التواریخ حصہ اول صفحہ ۶۵۲ و ۶۸۳ و طبقات ابن سعد ثالث صفحہ ۷۳۔ ع۲ طبری جلد اول حصہ سوم صفحہ ۲۵۶ و تاریخ الامت و تذکرہ حضرت زبیرؓ ع۳ تاریخ ابن خلدون کتاب ثانی جلد سوم صفحہ ۲۴۴ و ۲۴۵ ع۴ فتوح الشام ع۵ فتوح البلدان ازدی و صحیح بخاری کتاب المغازی و سیر الصحابہ جلد دوم صفحہ ۴۱۹ و ۴۲۰ ع۶ صحیح بخاری کتاب المغازی و الفاروق جلد اول صفحہ ۱۹۵۔

مصر کے مشہور شہر اسکندریہ اور دیگر نامی قلعوں کی فتوحات میں بھی حضرت زبیرؓ کے بڑے بڑے کارنامے ہیں۔ اسکندریہ پر حملہ میں آپ ہراول فوج کے سردار تھے اور پہلے ہی حملے میں شہر فتح ہوگیا۔ ع۱

ایران میں آذربائیجان کی لڑائی میں بھی آپ موجود تھے۔ ع۲

حضرت زبیرؓ کی شجاعت کا اثر حضرت علیؓ پر

امام سمعانی" لکھتے ہیں "کہ وکان علیؓ یقول لبیت باطوع الناس واشجع الناس اراد بالاول عائشہؓ وبالثانی" الزبیرؓ

ترجمہ۔ حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ میں لوگوں میں سب سے زیادہ اطاعت گزار" اور سب سے زیادہ بہادر شخص کے ساتھ آزمائش میں ڈالا گیا' پہلے سے ان کا اشارہ حضرت عائشہؓ کی طرف۔ اور دوسرے سے حضرت زبیرؓ کی جانب تھا۔ ع۳

آنحضرت صلعم سے والہانہ محبت

آپ آنحضرت صلعم سے والہانہ محبت رکھتے تھے۔ آپ کے پاس سے علٰحدہ نہیں ہوتے تھے خود فرماتے ہیں۔ ہاں میں نے آپ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ آنحضرت صلعم بھی آپ سے بہت محبت فرماتے تھے

شفقت نبوی صلعم کے متعلق حضرت عمرؓ کا بیان

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ "رسول اللہ صلعم آخر وقت تک چھ آدمیوں سے راضی رہے ان میں ایک حضرت زبیرؓ ہیں"۔ اور یہی چھ آپس میں مشورہ کرکے اپنے آپ میں سے کسی ایک کو خلیفہ مقرر کرلیں۔ ع۵

سب سے زیادہ مستحق خلافت ہونیکے بارے میں حضرت عثمان غنیؓ کا بیان

مروان بن حکم سے روایت ہے کہ عثمانؓ کو نکسیر کی سخت شکایت پیدا ہوئی۔ جس سال یہ مرض عام ہوا ہے یہاں تک کہ حج سے معذور ہوگئے اور وصیت کی۔ ایک قریشی ان کے پاس گیا اور کہا۔ جانشین بنائیے؟ فرمایا کیا لوگ کہہ رہے ہیں؟ بولا ہاں۔ فرمایا کسکو؟ وہ خاموش رہا۔ اتنے میں دوسرا شخص آگیا۔ میرا خیال ہے کہ حارث تھا' اوس نے بھی کہا جانشین بنائیے۔ عثمانؓ نے فرمایا کیا لوگ کہہ رہے ہیں؟ بولا ہاں' فرمایا کسکو؟ وہ خاموش ہوگیا۔ فرمایا شاید زبیرؓ کو کہتے ہونگے؟ کہا ہاں' فرمایا بیشک اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ جہاں تک میں جانتا ہوں وہ (زبیرؓ) ان صحابہؓ میں بہتر ہیں' اور رسول اللہ صلعم کو ان میں سب سے زیادہ محبوب تھے"۔ دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں۔

میں عثمانؓ کے پاس تھا' ایک شخص آیا اور کہا جانشین بنائیے' پوچھا کیا کہا جارہا ہے؟ کہا ہاں زبیرؓ کو لوگ کہہ رہے ہیں۔ فرمایا بے شک خدا کی قسم تم لوگ جانتے ہو کہ وہ تم میں بہتر ہیں۔ ع۶

حدیث کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کو زندگی سے مایوسی ہوگئی تھی' اس لئے جمہور کی طرف سے استخلاف کا مطالبہ ہوا اور حضرت زبیرؓ کا نام پیش کیا گیا۔ اس سے حضرت زبیرؓ کی مقبولیت' اثر اور اقتدار کا پتہ چلتا ہے۔ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے علاوہ بقیہ پانچ صاحبوں میں ہردلعزیزی حضرت زبیرؓ کو حاصل تھی۔ حضرت عثمانؓ کے ارشاد کے مطابق وہ آنحضرت صلعم کو ان سب سے زیادہ محبوب تھے اور صحابہؓ ان کی افضلیت کو تسلیم کرتے تھے۔ ع۷

حضرات زبیرؓ و طلحہؓ و علیؓ کو برا کہنے والے شخص کا حشر

سعید بن مسیب سے روایت کی گئی ہے کہ ایک شخص حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت علیؓ کی برائی بیان کررہا تھا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اسے منع کیا اور فرمایا کہ میرے بھائیوں کی غیبت مت کر۔ اس نے نہ مانا۔ پس حضرت سعدؓ اٹھے اور انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی۔ بعد اس کے دعا مانگی کہ اے اللہ اگر یہ باتیں تیری خلاف مرضی ہوں جو یہ کہہ رہا ہے تو اس پر میری آنکھوں کے سامنے کوئی بلا نازل فرمادے اور اسکو

ع۱ ترجمہ ابن خلدون کتاب ثانی جلد چہارم صفحہ ۱۲۷ والفاروق جلد اول وفتوحات بہنساء ع۲ طبقات ابن سعد جلد ۳ صفحہ ۶۹ ع۳ کتاب الانساب امام سمعانی حالات حضرت زبیرؓ ع۴ صحیح بخاری ع۵ ترجمہ مشکواۃ شریف صفحہ ۲۴۱ ع۶ صحیح بخاری کتاب المناقب الزبیرؓ ع۷ سیر الصحابہ جلد دوم صفحہ ۲۲۳ ۔

لوگوں کے لئے باعث عبرت بنا دے (یہ دعا مانگنی ہی) یکایک اُس شخص کے پاس ایک اُونٹنی لوگوں کے مجمع کو چیرتی ہوئی آئی اور اُس نے اس شخص کو اپنے تھوتن سے پکڑ لیا اور دانتوں کے درمیان میں رکھ کر پیس ڈالا۔ یہاں تک کہ وہ شخص مرگیا (راوی کہتا ہے) میں نے دیکھا کہ لوگ حضرت سعدؓ کے پیچھے یہ کہتے ہوئے جارہے تھے کہ اے ابو اسحٰق آپکو مبارک ہو آپکی دعا قبول ہوگئی۔[1]

حضرت زبیرؓ کے فضائل اور مناقب بے شمار ہیں۔ ہم حضرت حسانؓ[1] بن ثابتؓ مداح آنحضرت صلعم کے اُس قصیدے پر اُنہیں ختم کرتے ہیں جس میں حضرت حسانؓ نے حضرت زبیرؓ کو تمام لوگوں پر فضیلت دی ہے"۔

قصیدہ

اقام علی عہد النبی وہدیہ ؏ حواریہ والقول بالفعل یعدل

نبی کے عہد اور اُنکی روش پر قایم رہے ؏ اُن کا حواری (یعنی حضرت زبیرؓ) قول فعل ہی سے سچا سمجھا جاتا ہے

اقام علی منہاجہ وطریقہ ؏ یوالی ولی الحق والحق اعدل

وہ نبیؐ کی راہ اور اُنکے طریقہ پر قایم رہے ؏ اہل حق سے محبت کرتے رہے اور حق بہت عمدہ چیز ہے

ہو الفارس المشہور والبطل الذی ؏ یصول اذا ما کان یوم محجل

وہ ایسے مشہور شہسوار اور ایسے بہادر ہیں ؏ کہ اُس دن وہ حملہ کرتے تھے جب لوگ چھپتے پھرتے تھے

وان امرء کانت صفیۃ امہ ؏ ومن اسد فی بیتہا لمرفل

اور بیشک وہ وہ تھے کہ اُنکی ماں صفیہ تھیں ؏ اور وہ شیر تھے جو اپنے گھر میں رہتے تھے

لہ من رسول اللہ قربی قریبۃ ؏ ومن نصرۃ الاسلام مجد مؤثل

رسول خدا سے اُن کو بہت قریب کی رشتہ داری تھی ؏ اور اسلام کی مدد کر کے انہوں نے بڑی عزت حاصل کی تھی

فکم کربۃ ذب الزبیر بسیفہ ؏ عن المصطفےٰ واللہ یعطی ویجزل

بہت سے ایسے مصائب تھے جن کو زبیر نے بذریعہ اپنی تلوار کے ؏ مصطفےٰؐ سے دفع کیا اور اللہ بڑا صاحب بخشش ہے

اذا کشفت عن ساقہا الحرب حشہا ؏ بابیض سباق الی الموت یرقل

جب لڑائی اپنی آگ روشن کرتی تھی ؏ تو وہ تلوار لے کے موت کی طرف دوڑتے تھے

فما مثلہ فیہم ولا کان قبلہ

پس اُن کا مثل نہ اُن میں اسوقت تھا نہ اُن سے پہلے ہوا

ولیس یکون الدہر ما دام یذبل[2]

نہ اب قیامت تک ہوگا

---

[1] حافظ ابن قیم الجوزی کی کتاب ہدی الرسول کے ترجمہ اسوۂ حسنہ کے صفحہ ۱۸۳ پر ہے کہ آنحضرت صلعم کے شعراء حسان بن ثابتؓ۔ کعب بن مالکؓ۔ عبداللہ بن رواحہؓ اور خطیب بن ثابت بن قیس بن الشماسؓ ہیں۔
مگر ان سب میں مشہور حضرت حسانؓ ہیں۔ آپ رسول اللہ صلعم کی مدح کرتے اور آنحضرت صلعم کے متعلق کافروں کی ہرزہ سرائیوں کے جواب دیا کرتے تھے جسکی اجازت حضور اکرم صلعم نے اُنہیں عطا فرمادی تھی۔ آنحضرت صلعم اِن کیلئے مسجد اقدس میں ممبر رکھوا دیا کرتے تھے یہ اُس پر کھڑے ہوکر رسول اللہ صلعم کی بڑائیاں بیان کرتے تھے رسول مقبول صلعم کے وصال ہو جانے پر اُنہوں نے آپکے پانچ مرثیے بھی لکھے ہیں جو طبقات ابن سعد جزو رابع کے صفحہ ۱۳۱ تا ۱۳۹ پر تحریر ہیں۔
جنگ خندق کے موقع پر حضرت حسانؓ کو ایک عارضہ ہوگیا تھا جس کی وجہ سے آپ لڑائی کیطرف آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھ سکتے تھے

(بقیہ صفحہ ۲۶۷ پر)

عے اسد الغابہ جلد سوم صفحہ ۲۹۷ حالات سیدنا حضرت طلحہؓ ۲ے اسد الغابہ جلد سوم صفحہ ۱۹۷ باب زائے ویائے۔

ازواج و اولاد[۵]

حضرت زبیرؓ کی سات بیویاں" اسماءؓ۔ اُمہؓ۔ ربابؓ۔ زینبؓ۔ اُم کلثومؓ۔ حلالؓ۔ اور عاتکہؓ تھیں جن میں سے سوائے حضرت عاتکہؓ کے باقی سب صاحب اولاد تھیں"

طبقات ابن سعد میں آپکی صاحب اولاد بیویوں اور اُن کی اولادوں کے نام اسطرح تحریر ہیں۔

(۱) عبداللہ" عروہ" منذر" عاصم" مہاجر" رجاء" خدیجۃ الکبریٰ" اُم الحسن" حضرت اسماء بنت حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بطن سے"

(۲) خالد" عمرو۔ حبیبہ۔ سودہ۔ ہند۔ (اُم خالد" جن کا نام اُمہ بنت خالد بن سعید بن عاص بن اُمیہ تھا) اُنکے بطن سے"

(۳) مصعب۔ حمزہ۔ رملہ۔ رباب بنت انیف بن عُبید بن مصاد بن کعب بن عُلیم بن جناب بن کلب کے بطن سے۔

(۴) عُبیدہ اور جعفر اُم جعفر زینب بنت مرثد بن عمرو بن عبدٗ عمرو بن بشیر بن عمرو بن مرثد بن سعد بن مالک بن ضبیعہ بن قیس بن ثعلبہ کے بطن سے"

(۵) زینب۔ اُم کلثوم بنت عقبہ ابن ابی مُعیط کے بطن سے"

(۶) خدیجۃ الصغریٰ۔ حلال بنت قیس بن نوفل بن جابر بن شجنہ بن اسامہ بن مالک بن نصر بن قعین کے بطن سے۔
حلال بنت قیس قبیلہ بنی اسد بن خزیمہ سے تھیں عہ۱

اولاد حضرت زبیرؓ

۱ عبداللہ ۲ عروہ ۳ منذر ۴ عاصم ۵ مہاجر ۶ رجاء ۷ خالد ۸ عمرو ۹ مصعب ۱۰ حمزہ ۱۱ عبیدہ ۱۲ جعفر

۱ خدیجۃ الکبریٰ ۲ اُم الحسن ۳ عائشہ ۴ حبیبہ ۵ سودہ ۶ ہند ۷ رملہ ۸ زینب ۹ خدیجۃ الصغریٰ

(بقیہ صفحہ ۲۶۶) اسلئے آنحضرت صلعم نے اُس قلعہ میں جس میں مستورات تھیں آپ کو بھی رکھا تھا۔ جس کا ذکر اسی کتاب کے صفحہ ۶۷ پر حضرت صفیہؓ کے یہودی کو قتل کرنے کے ضمن میں آچکا ہے۔
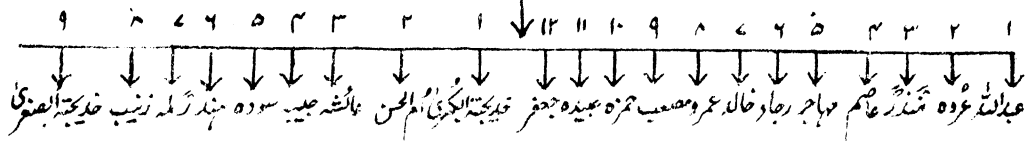
سیرۃ النبیؐ کے صفحہ ۴۴۳ و ۴۴۴ پر اور طبری میں ہے کہ سنہ ۷ھ میں مقوقس شاہ مصر نے دو عالی خاندان لڑکیاں جو سگی بہنیں تھیں اور حضرت حاطب بن بلتعہؓ کی تعلیم کی وجہ سے جنہیں آنحضرت صلعم نے مقوقس کے پاس خط دیکر بھیجا تھا خدمت نبوی صلعم میں پہنچنے سے پہلے اسلام قبول کر چکی تھیں۔ آنحضرت صلعم کی خدمت میں بھیجا تھا۔ اُن میں ایک ماریہ قبطیہؓ تھیں جو حرم نبوی صلعم میں داخل ہوئیں۔ انہیں کے بطن سے آنحضرت صلعم کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ پیدا ہوئے جنہوں نے ایک سال کی عمر میں انتقال کیا" دوسری جن کا نام "سیرین" تھا انہیں آنحضرت صلعم نے حضرت حسانؓ کو عطا فرما دیا اسلئے وہ اُن کے مِلک میں آئیں (اسد الغابہ جلد سوم صفحہ ۵۴۳ میں ہیکہ مختلف روایات کے لحاظ سے آپ کی وفات کا تعین سنہ ۴۰ھ یا سنہ ۵۰ھ یا سنہ ۵۴ھ کیا گیا ہے۔

---

۵ معارف ابن قتیبہ میں حضرت زبیرؓ کے ازواج و اولاد کے نام حسب تفصیل ذیل لکھے ہیں:-
عبداللہ۔ عاصم۔ عروہ۔ منذر۔ اُم الحسن۔ (حضرت) اسماء بنت حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بطن سے۔
مصعب۔ حمزہ۔ رملہ۔ خالد۔ عمرو۔ عبیدہ۔ جعفر۔ خدیجہ اور عائشہ۔ وغیرہ۔ نو صاحبزادیاں تھیں۔ (ترجمہ المعارف ابن قتیبہ جلد اول صفحہ ۱۳۵ و ۱۳۶)

عہ۱ طبقات ابن سعد جلد دوم صفحہ ۷۷ طبع لیدن۔

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ولادت | آپکی ولادت ہجرت سے ستائیس سال پہلے مکہ میں ہوئی اُسوقت ان کے والد بزرگوار کی عمر بیس سال سے کچھ زائد تھی۔ [1]

نام ونسب | اسماءؓ نام ہے۔ آپ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ بن ابی قحافہؓ بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم کی بڑی صاحبزادی تھیں۔

آپ کی اور آپ کے حقیقی بھائی عبداللہ کی والدہ کا نام قتیلہ بنت عبد العزیٰ بن اسعد بن جابر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی تھا اور قتیلہ کی ماں۔ خرما بنت خلف بن وہب بن خرافہ بن جمح اور خرما کی ماں کا نام لُبنیٰ بنت عبد بن اسد بن مجدم بن الحارث بن فہر تھا

اسلام | اپنے والد بزرگوار کیطرح آپ نے بھی قبول اسلام میں سبقت کی۔ ابن اسحق کے قول کے مطابق ایمان لانیوالوں میں آپ کا نمبر اٹھارواں ہے۔ ع۲

مشکواۃ شریف میں ہے کہ۔ حضرت اسماءؓ ذات النطاقین مکہ معظمہ میں مسلمان ہوئیں۔ کہتے ہیں کہ سترہ آدمیوں کے بعد ایمان لائیں۔ آپ اپنی بہن۔ حضرت عائشہؓ ام المومنین سے دس سال بڑی تھیں۔ (آپ سابقون الاولین میں ایک ہیں۔) ع۳

نکاح | حضرت زبیرؓ سے جو آنحضرت صلعم کے حواری اور پھوپھی زاد بھائی تھے۔ "مکہ" میں آپ کا نکاح ہوا۔ حضرت زبیرؓ کے حبشہ سے واپس آنے کے بعد آپ کا نکاح اُن سے ہوا۔ ع۴

آنحضرت صلعم کی ہجرت مدینہ اور حضرت اسماءؓ کو ذات النطاقین کا خطاب۔ | صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ "پھر رسول خدا صلعم تشریف لائے اور آپ نے اجازت طلب کی۔ آپ کو اجازت دیگئی تو آپ اندر تشریف لائے۔ پھر نبی صلعم نے۔ ابو بکرؓ سے کہا کہ جو لوگ تمہارے پاس ہوں اُنھیں ہٹا دو۔ ابو بکرؓ نے عرض کیا" یا رسول اللہ صلعم میرا باپ آپ پر فدا ہوجائے یہاں تو صرف میرے ہی گھر والے ہیں۔

آپ نے فرمایا تو (سنو) مجھے ہجرت کی اجازت دی گئی ہے۔ ابوبکرؓ نے کہا "یا رسول اللہ صلعم" میرا باپ آپ پر فدا ہوجائے (مجھے بھی) رفاقت میں لیجئے گا۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ ابوبکرؓ نے کہا۔ میرا باپ آپ پر فدا ہوجائے میری دو اونٹنیوں میں سے ایک آپ لے لیجئے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ (ہم تو) بہ قیمت (لینگے)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم اُن کو بہت سُرعت سے تیار کرنے لگے اور ہم نے اُن دونوں کے لئے کچھ ناشتہ ایک چمڑے کے تھیلے میں رکھدیا۔ پھر رسول اللہ صلعم اور ابوبکرؓ "جبل ثور" کے غار میں جا چھپے۔ تین دن تک وہاں چھپے رہے۔"

عبداللہ بن ابوبکرؓ۔ شبکو اُن ہی کے پاس رہتے تھے۔ اور وہ (اُس زمانے میں) ایک نوجوان ذہین و سمجھدار تھے۔ (رات کو اُن کے پاس رہتے تھے۔) اور آخر شب کو اندھیرے میں اُن کے پاس سے چلدیتے تھے صبح قریش کے ساتھ مکہ میں کرتے تھے۔ مثل اُس شخص کے جو شب کو وہیں رہا ہو۔ پس وہ جب کوئی بات ایسی سنتے تھے جس سے اُن کے ساتھ فریب کیا جاتا ہوتو وہ اُسکو یاد کرلیتے تھے اور اُس کی خبر جب اندھیرا ہوجاتا تھا تو اُن دونوں کے پاس لیجاتے تھے۔

اور ابوبکرؓ کا غلام عامر بن فہیرہ۔ اُن ہی کے پاس جاکر بکریاں چراتا تھا۔ جب کچھ رات گزر جاتی تھی تو وہ اُن بکریوں کو اُن کے پاس لیجاتا تھا۔ پس وہ شب کو اُنہیں بکریوں کا دودھ پی کھاتے تھے۔ پھر صبح کو اندھیرے ہی میں "عامر بن فہیرہ" اُن بکریوں کو ہانک لیجاتا تھا۔ وہ ان تین راتوں میں ہر رات کو ایسا ہی کرتا رہا۔

اور رسول خدا صلعم اور ابوبکرؓ نے قبیلہ بنی دیل میں سے ایک شخص کو مزدوری میں لگایا۔ اور وہ بنی عبد بن عدی میں سے تھا۔ بڑا واقفکار اور رہبر تھا۔ وہ عاص بن وائل سہمی کا حلیف تھا اور کفار قریش۔ کے دین پر تھا۔ پس ان دونوں نے

ع۱ اسد الغابہ صـ۳۹۲ و زرقانی جلد الزبیرؓ ع۲ کتاب المحبر صـ۲۲ وطبقات ابن سعد جزء ۸ صـ۱۸۲ ع۳ المصابیح ترجمہ مشکواۃ شریف صـ۳۳۱ ع۴ طبقات ابن سعد جزء ۸ صـ۱۸۱ و زرقانی جلد الزبیرؓ۔

اُسے اپنا امین بنایا اور اپنی سواریاں اُسے دیدیں اور اُس سے تین دن کے بعد یعنی تیسرے دن کی صبح کو غار ثور پر معہ اُن دونوں سواریوں کے آنے کا وعدہ لے لیا۔ اور اُن سواریوں کے ہمراہ "عامر بن فہیرہ" اور رہبر چلا اور اُس رہبر نے آنحضرت صلعم اور ابوبکرؓ کو دریا کے کنارے کے راستہ پر لگایا۔ ع[1]

طبری میں ہے کہ حضرت اسماءؓ بھی اُن کے لائق کھانا پکاکر ہر شام اُن کے پاس کھانا لیجاتی تھیں..... جب تین دن گزر گئے اور اہل مکہ" نے آپ کا چرچا چھوڑ دیا آپ کا اُونٹ والا دونوں اونٹ لے کر خدمت میں حاضر ہوا" اسماء بنت ابوبکر صدیقؓ توشہ دان لے کر آئیں۔ مگر اُسے دستی سے باندھنا بھول گئیں جب یہ دونوں حضرات چل کھڑے ہوئے تو یہ توشہ دان باندھنے گئیں مگر اُس میں ڈوری نہ تھی جس سے باندھیں اُنہوں نے وہیں اپنا کمر بند کھولا اور اُسے بٹ دیکر اُس سے توشہ دان باندھ دیا" اس واقعہ کی وجہ سے اُن کو ذات النطاقین کہتے ہیں" ع[2]

صحیح بخاری میں ہے کہ "حضرت اسماءؓ" فرماتی ہیں کہ میں نے نبی صلعم اور ابوبکرؓ" کے لئے ناشتہ تیار کیا جبکہ اُنہوں نے "مدینہ" جانے کا ارادہ کیا۔ پھر میں نے ابوبکرؓ سے کہا کہ مجھے کوئی چیز ایسی نہیں ملتی جس سے دستر خوان باندھوں سوا اپنے کمربند کے۔ حضرت ابوبکرؓ" نے کہا تم کمربند کے دو ٹکڑے کر ڈالو (ایک ٹکڑے سے دستر خوان باندھ دو) چنانچہ اُنہوں نے ایسا ہی کیا۔ اسی وجہ سے ان کا نام "ذات النطاقین" رکھا گیا" ع[3]

حضرت اسماءؓ کے ابوجہل کا تھپڑ مارنا حضرت اسماءؓ بیان کرتی ہیں کہ "رسول اللہ صلعم اور ابوبکرؓ" کے جانیکے بعد قریش کے کچھ لوگ جن میں "ابوجہل بن ہشام" بھی تھا ہمارے یہاں آئے اور ابوبکرؓ کے دروازے پر آکر کھڑے ہو گئے میں اندر سے نکلکر اُن کے پاس آئی اُنہوں نے پوچھا تمہارا باپ" ابوبکرؓ" کہاں ہے۔ میں نے کہا مجھے معلوم نہیں ہے کہ میرے باپ کہاں ہیں۔ اس پر "ابوجہل" نے جو بہت ہی خبیث اور زشت خو تھا۔ میرے کان پر اس زور سے طمانچہ مارا کہ میرے کان کی بالی گر پڑی" اس کے بعد وہ سب چلے گئے۔ ع[4]

حضرت اسماءؓ کی اپنے دادا کو تسلی قبول اسلام کے وقت حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس چالیس ہزار کا سرمایہ تھا وہ خدمت اسلام میں صرف ہوتے ہوتے اب صرف پانچ ہزار رہ گیا تھا حضرت ابوبکر صدیقؓ ہجرت کے وقت کل روپیہ اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ ابو قحافہ جو اُن کے والد تھے۔ ہجرت کا حال جب اُنہیں معلوم ہوا تو پوتی سے بولے کہ" ابوبکرؓ نے بہت تکلیف دی وہ مال چھوڑ جاتے اور چلے جاتے تو کچھ حرج نہ تھا اب کسطرح بسر ہوگی اُنہوں نے جان و مال دونوں کا دکھ دیا" حضرت اسماءؓ نے دادا سے یہ سنکر کہا کہ والد چلے گئے ہیں مگر کثیر دولت چھوڑ گئے ہیں۔ یہ کہکر وہ اُٹھیں اور جس جگہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مال رہتا تھا وہاں بہت سی ٹھیکریاں ڈرہموں کی طرح بنا کر تھیلیوں میں رکھدیں۔ پھر اپنے دادا ابو قحافہ کو وہاں لیگئیں اور کہا کہ ٹٹول کر دیکھ لیجئے۔ مال یہ کیا رکھا ہے۔ ابو قحافہؓ بوڑھے اور نابینا تھے اُنہوں نے ہاتھوں سے ٹٹول کر اپنی تسلی کرلی اور کہا کہ کھانے کے لئے بہت ہے۔ ابوبکرؓ چلا گیا تو کوئی فکر نہیں ہے" ع[5]

حضرت اسماءؓ کا بیان ہے کہ میں نے اپنے دادا ابو قحافہؓ کی تسکین کیلئے ایسا کیا تھا۔ ورنہ وہاں ایک حبّہ بھی نہ تھا حضرت اسماءؓ کا یہ طرز عمل بڑے ہی دل گردے کی بات ہے ورنہ دادا سے زیادہ اُن کو صدمہ ہونا چاہئے تھا وہ جتنی بھی شکایت دادا سے کرتیں درست تھا ایک تو باپ کی جدائی دوسرے مکہ والے دشمن اور ظاہری گزارے کا کوئی سامان نہیں۔ کیسی پریشانی کی بات تھی۔ مگر خدائے تعالیٰ نے ایک ایک ادا صحابہؓ اور صحابیاتؓ کو ایسی عطا فرمائی تھی جسکی مثال اُن کے سوا اور کہیں نہیں مل سکتی ہے"

ہجرت مدینہ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی ولادت آپ اپنے شوہر حضرت زبیرؓ کے ساتھ فوراً ہی "مدینہ منورہ" نہیں گئیں

نوٹ: نطاق اُس رومال کو کہتے ہیں جسکو عرب عورتیں قمیص کے اوپر کمر پر باندھتی ہیں۔

ع[1] صحیح بخاری مترجمہ مرزا حیرت ص۱۷۹ ع[2] ترجمہ تاریخ طبری جلد اوّل حصہ سوم ص۱۳۱ ع[3] ترجمہ صحیح بخاری ص۱۸۱ ج ع۹۸ ع[4] ترجمہ طبری جلد اوّل حصہ سوم ص۲۳۲ ع[5] مسند احمد ص۳۵۰

بلکہ کچھ دنوں مکہ ہی میں مقیم رہیں۔[1]

آنحضرت صلعم نے مدینہ پہنچکر جب مستورات کو بلوانے کیلئے زید بن حارثہ اور اپنے غلام رافع کو مکہ روانہ کیا اور حضرت ابوبکرؓ نے بھی ایک آدمی روانہ کیا تو اپنے بھائی عبداللہ اور اپنی بہن اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ہمراہ حضرت اسماءؓ بھی آئیں اور "قبا" میں قیام کیا وہیں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ آپ کے بڑے صاحبزادے کی ولادت ہوئی۔

صحیح بخاری میں ہے کہ "حضرت اسماءؓ سے روایت ہے کہ میں پورے دنوں سے تھی کہ چلی اور مدینہ آئی۔ "قبا" میں فروکش ہوئی۔ اور "قبا" میں عبداللہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے۔ بعد اس کے میں انھیں رسول اللہ صلعم کی خدمت میں لے گئی۔ اور انہیں آپ کی گود میں رکھدیا۔ آپ نے ایک چھوارہ منگایا اور اُسے چباکر عبداللہ بن زبیرؓ کے منہ میں ڈالدیا۔ پس سب سے پہلے جو چیز اُن کے شکم میں گئی وہ رسول خدا صلعم کا لعاب دہن تھا۔ بعد اس کے جب آپ اُن کے منہ میں چھوارے سے تالو چکے تو اُن کے لئے دعا کی اور اسلام میں سب سے پہلے مولود وہی تھے۔[2]

محنت و مشقت سے عار نہ تھا

حضرت اسماءؓ محنت و مشقت برداشت کرنے اور اپنے ہاتھ سے کام کرنے کو عار نہ سمجھتی تھیں گھر کے سارے کاروبار اپنے ہاتھوں سے کرتیں اور تنگدستی کے زمانے میں نہایت خوش اسلوبی سے خانہ داری کے فرائض اور ذمہ داریوں کو سرانجام دیتی تھیں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ۔ "حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ جس زمانے میں "حضرت زبیرؓ نے مجھ سے شادی کی تھی اُن کے پاس رُوئے زمین پر نہ کوئی مال تھا۔ نہ غلام نہ کچھ اور" صرف ایک بارکش اونٹ اور ایک گھوڑا تھا۔ میں گھوڑے کو گھاس دانہ ڈالتی تھی اُسے پانی پلاتی تھی۔ آٹا گوندھتی تھی اور روٹی بھی پکاتی تھی۔ لیکن میں اچھی روٹی پکانے میں ماہر نہ تھی۔ اس لئے میری انصاری ہمسائیاں روٹی پکادیتی تھیں۔ کیونکہ انصاری عورتیں نہایت نیک عورتیں تھیں۔ حضرت زبیرؓ کو آنحضرت صلعم نے کچھ زمین جاگیر میں دی تھی۔ وہاں سے کھجور کی گٹھلیاں اپنے سر پر لاتی تھی وہ زمین ہمارے مکان سے ⅔ کوس پر تھی۔ حسب معمول میں ایک روز آرہی تھی۔ سر پر کھجور کی گٹھلیاں تھیں کہ رسول اللہ صلعم مل گئے۔ اُسوقت حضور صلعم کے ہمراہ انصارؓ کی ایک جماعت تھی۔ "حضور صلعم" نے میرے لئے برکت کی دعا کی۔ اور مجھے اپنے پیچھے سوار کرنے کے لئے اونٹنی سے فرمایا اخ۔ اخ۔ "یعنی بیٹھ بیٹھ"۔ مجھے مردوں کے ساتھ جاتے ہوئے شرم آئی اور یہ بھی خیال ہوا کہ زبیرؓ" بڑے غیرت دار آدمی ہیں۔ رسول اللہ صلعم بھی پہچان گئے کہ مجھے شرم آگئی ہے لہذا آپ تشریف لے گئے۔ اور میں زبیرؓ کے پاس آگئی۔ میں نے اُن سے کہا کہ رسول اللہ صلعم مجھے ملے تھے۔ حضور صلعم کے ساتھ کچھ انصاریؓ تھے۔ میرے سر پر کھجور کی گٹھلیاں تھیں۔ حضور صلعم نے مجھے سوار کرنے کے لئے اونٹ بٹھایا۔ لیکن مجھے شرم معلوم ہوئی اور (اس کے علاوہ) میں تمہاری غیرت بھی جانتی تھی۔

حضرت زبیرؓ نے کہا۔ "خدا کی قسم تمہارا سر پر کھجور کی گٹھلیاں اُٹھانا۔ میرے لئے رسول اللہ صلعم کے ہمراہ سوار ہونے سے زیادہ سخت ہے۔"[3]

حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ "بالآخر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے میرے پاس ایک خدمت گار بھیجدیا جو گھوڑے کی سائیسی کرنے لگا اور مجھے اس تکلیف سے نجات مل گئی۔ گویا حضرت ابوبکرؓ نے مجھے آزاد کر دیا۔"

حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ "میں حضرت زبیرؓ کے گھر کا کام کاج کیا کرتی تھی اُن کا ایک گھوڑا تھا اُس کی بھی خدمت کرتی تھی اُس کی خدمت سے زیادہ مشکل میرے لئے کوئی کام نہ تھا۔ میں اُس کے لئے گٹھلیاں کوٹتی۔ نگرانی کرتی اور سائیسی کرتی۔ کچھ زمانے کے بعد مجھے ایک خادم مل گئی۔ "رسول اللہ صلعم" کی خدمت میں کچھ باندیاں آئی تھیں۔ "حضور صلعم"

[1] زرقانی جلد ۳ ... [illegible] ۔ [2] ترجمہ صحیح بخاری ... [3] ترجمہ صحیح بخاری جلد سوم ... [illegible]

نے ایک باندی مجھے دیدی۔ وہ گھوڑے کا کام کاج کرلیا کرتی اُس نے میرے اُوپر سے اس بار کو دُور کردیا تھا"۔ ع۱

شجاعت و بہادری

حضرت زبیرؓ آپکے شوہر عرب کے بے مثل بہادر۔ آنحضرت صلعم کے زمانے اور آپ کے بعد بھی لڑائیوں میں برابر شریک رہے۔ شام اور مصر کی فتوحات میں آپ کے کارنامے مشہور ہیں۔ حضرت اسماءؓ لڑائیوں پر اُن کے ہمراہ جایا کرتی تھیں۔ جنگ یرموک جو سب سے بڑی لڑائی ملک شام میں ہوئی اُس میں بھی آپ موجود تھیں۔

فیاضی

آپ حد درجہ فیاض تھیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے تھے کہ میں نے اُن سے بڑھکر کسی کو فیاض نہیں دیکھا آپ کا یہ حال تھا کہ جو کچھ پاتی تھیں اسکو اُٹھا نہیں رکھتی تھیں اکثر مقروض رہتی تھیں اور ادھر اُدھر سے قرض لیا کرتی تھیں" لوگ عرض کرنے لگے کہ آپ کو قرض کی کیا ضرورت ہے۔ فرماتیں کہ جس کی قرض ادا کرنے کی نیت ہوتی ہے خدا اسکی امانت کرتا ہے۔ میں اُس کی اسی امانت کو ڈھونڈتی ہوں"۔ آپکے قرض لینے سے غرض دوسروں کی امداد تھی۔ ع۲

حضرت اسماءؓ نے ایک جائداد حضرت عائشہؓ سے وراثت میں پائی تھی۔ جس کو حضرت امیر معاویہؓ نے ایک لاکھ میں خرید لیا۔ لیکن اُنہوں نے اس رقم کو قاسم بن محمدؒ بن (حضرت ابوبکر صدیقؓ) اور ابن عتیق پر ہبہ کردیا۔ حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ چونکہ قاسم کو حضرت عائشہؓ کی وراثت سے حصہ نہیں ملا تھا اسلئے حضرت اسماءؓ نے اُن کی دلشکنی کے خیال سے یہ رقم اُن کو دیدی۔ ع۳

آپ جب بیمار ہوجاتیں تو تمام غلاموں کو آزاد کردیتی تھیں۔ اپنے بچوں کو ہمیشہ نصیحت فرمایا کرتی تھیں کہ مال دوسروں کے کام نکالنے اور اُن کی مدد کرنے کے لئے ہوتا ہے نہ کہ جمع کرنے کو اسطرح اگر تم اپنا مال مخلوق خدا پر خرچ نہ کرکے بخل کروگے تو خدا بھی تم کو اپنے فضل و کرم سے محروم رکھے گا جو کچھ تم صدقہ یا خرچ کروگے دراصل وہ ہی تمہارے لئے ایک اچھا ذخیرہ ہوگا جسکے گم اور ضائع ہونے کا اندیشہ نہیں ہے۔ ع۴

حضرت زبیرؓ کے مزاج میں تشدد زیادہ تھا۔ اسلئے حضرت اسماءؓ نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا کہ میں اپنے شوہر کے بلا اجازت اُن کے مال سے کچھ فقراء و مساکین کو دے سکتی ہوں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ ہاں دے سکتی ہو۔ ع۵

صحیح بخاری میں ہے کہ "حضرت اسماءؓ بنت ابوبکر صدیقؓ فرماتی ہیں کہ جس زمانے میں قریش نے رسول اللہ صلعم سے (صلح) کا معاہدہ کرلیا تھا۔ اُنہیں ایام میں میری مشرک والدہ میرے نانا کے ہمراہ میرے پاس آئیں۔ میں نے حضور صلعم سے دریافت کیا اور عرض کیا "یا رسول اللہ صلعم میری ماں میرے پاس آئی ہے اور کچھ مال کی خواہشمند ہے۔ کیا میں اُسکے ساتھ حسن سلوک کرسکتی ہوں"۔ فرمایا اُس کے ساتھ اچھا سلوک کرو"۔ ع۶

حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ "ایک روز ایک شخص نے مجھ سے آکر کہا۔ "عبداللہ کی ماں میں ایک غریب آدمی ہوں آپ کے احاطہ کے سایہ میں دُوکانداری کرنی چاہتا ہوں میں نے جواب دیا کہ اگر میں تم کو اجازت دیدوں تو زبیرؓ شاید انکار کردیں۔ لہٰذا جسوقت "الزبیرؓ" موجود ہوں تم آکر مجھ سے درخواست کرنا۔

چنانچہ زبیرؓ کی موجودگی میں اُس شخص نے آکر کہا عبداللہ کی ماں میں غریب آدمی ہوں آپکے احاطہ کے سایہ میں دکانداری کرنی چاہتا ہوں میں نے جواب دیا۔ تیرے لئے میرے احاطہ کے علاوہ اور کوئی جگہ ہی نہیں ملی۔ زبیرؓ بولے۔ تم کیوں ایک فقیر آدمی کو دُکانداری کرنے سے منع کرتی ہو۔ اس کے بعد وہ شخص دُکانداری کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اُس نے (خوب) کمائی کی۔ اور اُن کے ہاتھوں میں نے

ع۱ عرب کا دستور پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے کہ کھجور کی گٹھلیاں کُوٹ کر یا چکی میں ڈال کر پھر پانی میں بھگو کر جانوروں کو دانہ کے طور پر کھلاتے ہیں"

ع۱ صحیح بخاری و صحیح مسلم جلد دوم کتاب الاسلام صفحہ ۲۲ ع۲ الادب المفرد باب السخاوۃ النفس صفحہ ۴۲ طبع مصر ع۳ صحیح بخاری ع۴ طبقات تہذیب صفحہ ۲۵۵ و طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۱۸۳ ع۵ مسند جلد ۶ صفحہ ۳۵۳ ع۶ صحیح بخاری جلد اوّل صفحہ ۵۱ ترجمہ سید دائم جلالی۔

ایک باندی فروخت کی۔ زبیرؓ اندر آئے تو باندی کی قیمت میری گود میں موجود تھی۔ بولے یہ ہم کو ہبہ کردو۔ میں نے کہا یہ راہِ خدا میں دے چکی[1] — آپ بڑی مخیرہ تھیں۔ جو بھی آپ کے ہاتھ آجاتا اُسے خیرات کر دیتی تھیں اور غریبوں اور اچھے کاموں پر صرف فرماتی تھیں[2]۔ حضرت اسماءؓ اور آپ کی بہن اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ دونوں بہت فیاض تھیں جو کچھ ہاتھ میں آتا تھا اُسے صدقہ کر دیتی تھیں۔ لیکن دونوں بہنوں کے طرزِ عمل میں فرق تھا۔ حضرت عائشہؓ کا معمول یہ تھا کہ جمع کرتی جاتی تھیں جب معتدبہ سرمایہ ہوجاتا تھا تو اُس کو تقسیم کر دیتی تھیں۔ لیکن حضرت اسماءؓ کل کیلئے کچھ نہ رکھ چھوڑتی تھیں جو کچھ ملتا اُسی روز صرف کر دیا کرتی تھیں"[3]

حضرت اسماءؓ کا مکان دارِ اسماءؓ

حضور اکرم صلعم کے "مکہ" سے مدینہ منورہ" میں رونق افروز ہونے پر انصارؓ نے اپنے مملوکہ اکثر قطعات اراضی۔ آپ کے اختیار میں دیدئے تھے اور آپ نے تعمیر مکانات کے لئے اُنکو ٹکڑے ٹکڑے کر کے مہاجرین میں تقسیم فرما دیا تھا۔ حضرات مہاجرینؓ نے" حضور صلعم کی حیات ہی میں اپنے مکان تعمیر کر لئے تھے"۔

سمہودی" المتوفی ۹۱۱ھ" نے بعض ایسے مکانوں کا ذکر کیا ہے۔ جو اس وقت بے پتہ ہیں"۔ مثلاً" دار اسماء بنت حضرت ابوبکر صدیقؓ دار عائشہؓ (بنت حضرت طلحہؓ) دار سکینہ بنت حضرت حسینؓ دار عمر بن حضرت زبیرؓ" دار حضرت عبداللہ بن مسعودؓ دار حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب" دار انس بن مالکؓ دار حضرت عمرو بن عاصؓ دار عاتکہ بنت یزید بن حضرت امیر معاویہؓ

تقدس

لوگ آپ کے بہت معتقد تھے آپ کے تقدس اور عظمت کا شہرہ عام تھا ہر شخص دُعائے خیر کا طالب رہتا تھا صحیح بخاری میں ہے کہ" حضرت فاطمہ بنت منذرؓ کہتی ہیں کہ جب کوئی بخار چڑھی عورت حضرت اسماءؓ کے پاس دُعا کروانے آتی تو آپ پانی لیکر اُس کے گریبان کے اندر چھڑکتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ رسول اللہ صلعم حکم فرماتے تھے کہ بخار کو پانی سے سرد کریں۔ یہ جہنم کی لپٹ کا ایک حصہ ہے"۔

جب کبھی آپ کے گھر میں کوئی بیمار ہوتا تو آپ آنحضرت صلعم کے جُبّہ کو (جسکو حضرت عائشہؓ نے وفات کے وقت حضرت اسماءؓ کے سپرد کیا تھا) دھو کر اُس کا پانی پلاتی تھیں۔[5]

چنانچہ صحیح مسلم میں عبدالملکؓ حضرت اسماءؓ کے آزاد کردہ غلام سے روایت ہے کہ" مجھے حضرت اسماءؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس بھیجا اور یہ پیام دیا کہ (تم اُن سے کہنا) مجھے معلوم ہوا ہے آپ تین چیزوں کو حرام کہتے ہیں (۱) کپڑے کے نقش و نگار کو۔ (۲) سُرخ گدیلے کو۔ (۳) اور پورے رجب کے روزے رکھنے کو"۔

حضرت عبداللہؓ نے جواب دیا" (۱) آپ نے جو روزوں کا ذکر کیا تو جو شخص دوامی روزے رکھتا ہے۔ وہ پورے رجب کے روزوں کو کیونکر حرام کہہ سکتا ہے۔ (۲) رہا کپڑوں کے نقش و نگار کا تذکرہ تو میں نے حضرت عمرؓ سے سُنا تھا کہ رسول صلعم نے فرمایا ہے کہ ریشم صرف وہ لوگ پہنتے ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ تو چونکہ ریشمی لباس حرام ہے مجھے اندیشہ ہوا کہ (ریشمی) نقش نگار بھی کہیں اُس حکم میں داخل نہ ہوں۔ (۳) رہا سرخ رنگ کا گدیلا تو خود دیکھ لو) یہ عبداللہ کا گدیلا ہے۔ اُس وقت حضرت عبداللہ کا گدیلہ سُرخ ارغوانی تھا۔

غرض میں لوٹ کر" حضرت اسماءؓ کے پاس آیا اور جو کچھ واقعہ گزرا تھا وہ بیان کر دیا۔

حضرت اسماءؓ ایک طیلسانی کسروانی جبّہ نکالکر لائیں جس کا گریبان کا دہانہ دریائی کا تھا اور دونوں حاشیوں پر دریائی کی بیل لگی تھی۔ فرمانے لگیں" یہ جبّہ وقت وفات تک" عائشہؓ کے قبضہ میں رہا۔ جب اُن کا انتقال ہوگیا۔ تو میں نے لے لیا۔ اس کو رسول اللہ صلعم پہنا کرتے تھے اور ہم بیماروں کو دیلانیکے لئے اسکو دھوتے ہیں اور اسکے واسطے سے طلب صحت کیجاتی ہے[6]۔

---

[1] ترجمہ صحیح مسلم جلد دوم کتاب اللسلام ص ۲۲ [2] ذاتی فیصلی الزبیرؓ [3] ادب المفرد باب السخاوۃ طبع مصر [4] رہنمائے مدینہ ص ۵۲ و ۵۳ [5] صحیح بخاری جلد اول ص ۱۵ و صحیح مسلم جلد دوم ص ۲۳۳ [6] ترجمہ سید دائم جلالی ترجمہ صحیح مسلم جلد دوم ص ۱۹۹ و طبقات ابن سعد جز ثالث ص ۲۰۹ و ۲۰۲

جب کبھی "حضرت اسماء رضؓ" کو دردِ سر کا دورہ ہوتا۔ تو اپنے سر کو ہاتھ سے پکڑ کر فرماتیں کہ خدایا اگرچہ میں بہت گنہگار ہوں۔ لیکن تیری شان غفاری بڑی ہے۔" ع۱

ایک دن آپکی گردن ورم کر آئی تو آنحضرت صلعم نے دستِ مبارک سے اُسے سہلایا اور فرمایا کہ خدا تمہاری اس تکلیف کو دور کر دے۔

راسخ الاعتقادی

ایک مرتبہ آپ کی والدہ کچھ تحفہ تحایف لے کر دیکھنے کو آئیں۔ کیونکہ وہ اُس وقت مشرک تھیں اور حضرت اسماء رضؓ مشرکون کی دشمن اور راسخ الاعتقاد مسلمان خاتون تھیں اسلئے آپ نے نہ تو اُن کے تحفے قبول کئے اور نہ انھیں اپنے گھر ٹھہرایا۔" اور اپنی بہن اُم المومنین حضرت عائشہ رضؓ کے پاس کہلا بھیجا کہ وہ آنحضرت صلعم سے دریافت کریں کہ اس موقع پر میں کیا کروں۔ آپ کا اس بارے میں کیا حکم ہے۔

آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تحفے قبول کر لو اور اُن کو اپنے گھر میں مہمان رکھو۔ خدا نے تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے کہ "لا ینھٰکم اللّٰہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللّٰہ یحب المقسطین ۝ انما ینھٰکم اللّٰہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علیٰ اخراجکم ان تولوھم ومن یتولھم فاولٰئک ھم الظلمون ۝"

ترجمہ :۔ جو لوگ تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور انہوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا اُن کیساتھ احسان کرنے اور منصفانہ برتاؤ کرنے سے خدا نے تعالیٰ تم کو نہیں روکتا ہے۔ (کیونکہ) اللہ تعالےٰ منصفانہ برتاؤ کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے۔ اللہ تعالےٰ تو تم کو اُن ہی لوگوں سے دوستی کرنے سے منع کرتا ہے جو تم سے دین کے بارے میں لڑے اور جنہوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں۔ (تمہارے مخالفوں کی) مدد کی اور جو شخص ایسے لوگوں سے دوستی رکھے گا تو (سمجھا جائیگا کہ) یہ ہی لوگ (مسلمانوں پر) ظلم کرتے ہیں۔" ع۳

اس کے بعد حضرت اسماء رضؓ نے اپنی والدہ کو اپنے مکان میں قیام کرنے کی اجازت دی اور اُن کے تحفے بھی قبول کئے

رسول مقبول صلعم کیساتھ آپکے حج

حضرت اسماء رضؓ نے کئی حج کئے کیلا حج آنحضرت صلعم کیساتھ کیا تھا اور اس میں جو کچھ دیکھا تھا اُنھیں سب یاد تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ جب آنحضرت صلعم کے بعد حج کے لئے آئیں اُس کے متعلق عبد اللہ مولیٰ حضرت اسماء رضؓ بنت حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا بیان ہے کہ "حضرت اسماء رضؓ مقام حجون کی طرف سے گزرتی تھیں تو فرماتی تھیں کہ خدا تعالےٰ اپنے رسول صلعم پر رحمت نازل فرمائے حضور صلعم کیساتھ ہم اس جگہ ٹھہرے تھے۔ اُس زمانہ میں ہمارے توشہ دان ہلکے تھے۔ پشت بھی سبک تھی۔ کھانے پینے کا سامان بھی کم تھا۔" میں نے میری بہن عائشہ رضؓ نے حضرت زبیر رضؓ نے" اور فلاں فلاں آدمیوں نے عمرہ کیا تھا اور بیت اللہ کو (یعنی رکن کو) مس کر کے ہم نے احرام کھول دیا پھر حج کے لئے شام سے احرام باندھا تھا۔ ع۴

حضرت اسماء رضؓ فرماتی ہیں کہ "ہم رسول اللہ صلعم کے ہمرکاب احرام کر کے نکلے" حضور صلعم نے فرمایا جسکے ساتھ قربانی کا جانور ہو وہ احرام قائم رکھے اور جس کے ساتھ قربانی نہ ہو وہ احرام کھول دے۔ میرے ساتھ قربانی کا جانور نہ تھا۔ میں نے احرام کھول ڈالا۔ حضرت زبیر رضؓ کے ساتھ تھا انہوں نے نہ کھولا۔ میں اپنے کپڑے پہنکر اور جاکر حضرت زبیر رضؓ کے پاس جا بیٹھ گئی زبیر رضؓ نے فرمایا میرے پاس سے پرے ہٹ جاؤ میں نے کہا کیا آپ کو اس بات کا خوف ہے کہ میں آپ پر حملہ کر دونگی۔ ع۵

عبد اللہ مولیٰ حضرت اسماء رضؓ بنت ابوبکر صدیق رضؓ کہتے ہیں کہ حضرت اسماء رضؓ مزدلفہ کے مکان کے پاس ہی تھیں مجھ سے فرمایا کیا چاند ڈوب گیا۔ میں نے کہا "نہیں حضرت اسماء رضؓ نے تھوڑی دیر نماز پڑھی نماز کے بعد فرمایا "بیٹا کیا چاند ڈوب گیا۔

ع۱ طبقات صفحہ ۱۸۳ و حلیۃ ۸ مث ع۲ طبقات صفحہ ۱۸۲ ع۳ طبقات ابن سعد صفحہ ۱۸۳ منہ ۲۵۴ ع۴ ترجمہ صحیح مسلم جلد اول کتاب الحج صفحہ ۳۸۱ ع۵ ترجمہ صحیح مسلم جلد اول کتاب الحج صفحہ ۳۷۰ و ۳۸۱

میں نے کہا۔ ہاں۔ فرمایا تو اب مجھے لے چلو۔ چنانچہ ہم چلدیئے حضرت اسماءؓ نے (منا پہنچکر) رمی جمرہ کیا۔ پھر اپنی ہی فرودگاہ پر نماز پڑھی۔ میں نے کہا خاتون ہم پہلے سے چلدیئے۔ فرمایا "نہیں بچے رسول اللہ صلعم نے سواریوں کو اپردہ نشینوں کو، اجازت دیدی ہے[1]

اخلاق و اخلاص و نمازِ کسوف میں شرکت

حضرت اسماءؓ "مجسم پیکر اخلاق تھیں اخلاص و نیک نیتی کا مادہ فطرتاً آپ میں ودیعت ہوا تھا۔ ایک دفعہ آنحضرت صلعم کسوف (سورج گرہن) کی نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ نے نماز کو بہت طول دیا تو حضرت اسماءؓ گھبرا گئیں اور تھک کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگیں۔ اُن کے پاس دو عورتیں جن میں ایک دُبلی اور ایک موٹی تھی اور بھی کھڑی تھیں۔ ان دونوں کو کھڑا دیکھ کر آپ کو تسلی ہوئی آپ نے اپنی گھبراہٹ کو دُور کر کے تہیہ کر لیا کہ مجھے اِن سے دیر تک کھڑا رہنا چاہیئے۔ چنانچہ آپ نماز ختم ہونے تک برابر کھڑی رہیں۔ چونکہ نماز کئی گھنٹوں تک ہوتی تھی گو آپ نے بہت استقلال سے کام لیا۔ لیکن ضبط نہ کر سکیں اور غش آگیا جسکی وجہ سے سر پر پانی چھڑکنا پڑا[2]

ناپ تول کر خرچ سے احتراز

حضرت اسماءؓ اپنی تنگدستی کے زمانے میں اُمور خانہ داری میں بہت احتیاط سے کام لیتیں اور ہر چیز کو بقدر ضرورت ناپ تولکر خرچ کرتی تھیں۔ آنحضرت صلعم نے آپ کو منع فرمایا کہ ناپ تول کر مت خرچ کیا کرو ورنہ خدا تعالےٰ بھی ناپ کر دیگا۔ اُسوقت سے آپ نے یہ عادت چھوڑ دی۔ اس کے بعد آمدنی وافر ہو گئی اور پھر آپ کبھی تنگ دست نہیں ہوئیں۔"

حضرت اسماءؓ کی اولاد

حضرت اسماءؓ کے پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں ہوئیں اُن کے نام یہ ہیں:۔
عبداللہؓ۔ عروہ۔ منذر۔ عاصم۔ مہاجر۔ صاحبزادے خدیجہ۔ اُم الحسن۔ عائشہ۔ صاحبزادیاں

آپ کے صاحبزادوں کے تاریخ اسلام میں بڑے بڑے کارنامے ہیں۔ حضرت عبداللہ امیر المومنین نو برس تمام عالم اسلامی کے خلیفہ رہے۔ حضرت عروہ رضؓ بہت بڑے محدث نقیہ اور مفتی ہوئے۔ حضرت منذرؓ بھی نہایت نامور تھے۔

اسلامی سادگی

باوجودیکہ حضرت اسماءؓ کے گھر میں دولت کی افراط تھی۔ مگر تب بھی آپ اسلامی سادگی پر رہیں۔ ہمیشہ موٹا پہنتیں اور سادہ غذا سے شکم پری کرتی تھیں۔

طبقات میں ہے کہ "منذر بن حضرت زبیرؓ جب عراق سے مدینہ آئے تو اُنہوں نے حضرت اسماءؓ کی خدمت میں زنانے خوبصورت باریک منقش کپڑے پیش کئے جو وہ اپنے ہمراہ اُنہیں کے لئے لائے تھے۔ اُسوقت حضرت اسماءؓ کی بصارت زائل ہو چکی تھی اسلئے اپنے ہاتھ سے اُسے چھُو کر فرمایا کہ یہ اچھا نہیں ہے کپڑا اُسے (حضرت منذر کو) واپس کر دو۔" جب منذرؓ کو یہ کپڑا ملا تو اُنہوں نے اُسے پھاڑ دیا اور اپنی والدہ حضرت اسماءؓ سے کہا کہ اس کپڑے کو پہننے سے کچھ نظر نہیں آتا ہے یعنی یہ اتنا پتلا نہیں ہے کہ جسم نظر آئے۔

حضرت اسماءؓ نے جواب میں فرمایا کہ۔ اگر نظر نہ آئے مگر بہت چکنا تو ہے۔ اسکے بعد "منذرؓ" موٹی قسم کا کپڑا خرید کر لائے تو اُس کو حضرت اسماءؓ نے خوشی سے قبول کیا اور فرمایا کہ بیٹا مجھے ایسے ہی کپڑے پہنایا کرو۔[3]

وظیفہ

مروی ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضؓ نے لوگوں کے لئے وظیفے مقرر کئے تو حضرت اسماءؓ کے سالانہ ایک ہزار درہم مقرر فرمائے۔ مہاجرات کے جن میں سب سے اوّل "اسماء بنت عمیسؓ و اسماء بنت ابی بکرؓ" اور اُم عبداللہ بن مسعودؓ نے ہجرت کی تھی ایک ایک ہزار مقرر کئے۔")[4]

روایت حدیث

آپ نے آنحضرت صلعم سے تقریباً چھپن ۵۶ حدیثیں روایت کی ہیں جو صحیحین میں موجود ہیں۔ جن لوگوں نے

---

[1] ترجمہ صحیح مُسلم جلد اول کتاب الحج صـ ۳۹۲ حدیث ۲۹۱۵ و خلاصہ تہذیب صـ ۴۲۳ جلد ۲۲ [2] صحیح بخاری جلد ۱ صـ ۱۴۴ و صحیح مُسلم جلد اول صـ ۳۶۱ و ۳۶۲ کتاب الکسوف [3] طبقات ابن سعد جز ثامن ۸ صـ ۱۸۴ [4] طبقات ابن سعد جز ثامن صـ ۱۸۴ و ترجمہ فتوح البلدان بلاذری جزو دوم صـ ۲۲۲ مطبوعہ دار الطبع جامعہ عثمانیہ

آپ سے روایت کی ہے اُن میں سے بعض کے نام یہ ہیں ۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ۔ عروہ بن زبیرؓ (پسران حضرت اسماءؓ) عباد بن عبداللہ بن حضرت زبیرؓ ۔ عبداللہ بن عروہ بن حضرت زبیرؓ (نبیرگان حضرت اسماءؓ) فاطمہ بنت المنذر بن حضرت زبیرؓ ۔ عباد بن حمزہ بن عبداللہ بن زبیرؓ ۔ ابن عباسؓ ۔ ابن ابی ملیکہؓ ۔ صفیہ بنت شیبہؓ ۔ عبداللہ بن کیسان (غلام) وہب بن کیسان (غلام) ۔ مُطلب بن حنطبؓ ۔ ابو بکر و عامر ابن حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ۔ محمد بن منذرؓ ۔ مسلم معریؓ ۔ ابو نوفل بن ابو عقربؓ وغیرہ ۔

آپ بڑی ذی فہم اور راسخ الاعتقاد ۔ قلب کی مضبوط اور بہت صابر تھیں ۔" عل

ایک حدیث مروی ہے کہ کسی نے " حضرت اسماءؓ سے سوال کیا کہ آیا سلف میں سے کوئی خوف خدا سے بیہوش ہو جاتے تھے ۔ آپ نے فرمایا نہیں ۔ مگر مارے خوف کے روتے تھے ۔" ع۲ صحیح بخاری میں آپ سے سولہ احادیث مروی ہیں ع۳

دلیری اور ہمت آپ بڑی باہمت اور دلیر بی بی تھیں آپ کی شجاعت و بہادری سے جنگوں میں شرکت کے واقعات کو ہم اوپر بتا آئے ہیں ۔ اس جگہ مدینہ منورہ میں فتنہ و فساد کے زمانہ کا آپ کی ہمت و دلیری کا ایک واقعہ لکھتے ہیں جو یہ ہے کہ :

سعیدؓ بن عاص کے زمانہ حکومت میں جب مدینہ کے اندر فتنہ و فساد برپا ہوا ۔ شہر میں بہت بدامنی پھیل گئی ۔ اور چوریاں ہونے لگیں ۔ تو حضرت اسماءؓ ایک خنجر سرہانے رکھکر سویا کرتی تھیں ۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ ایسا کیوں کرتی ہیں ۔ فرمایا ۔ جب چور آئیگا اور مجھ پر حملہ کرے گا تو میں اُس کا پیٹ چاک کر دوں گی ۔ اُسوقت آپکی عمر نوّے برس سے زائد تھی ۔ ع۴

قد و قامت مسلم قریؒ کہتے ہیں کہ ..... ہم حضرت اسماءؓ کے پاس گئے ۔ دیکھا کہ ایک فربہ اندام نابینا خاتون ہیں ہم نے مسئلہ دریافت کیا ع۵

تعبیر خواب حضرت اسماءؓ کے والد امیر المومنین سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ تعبیر خواب میں پورے عرب میں اپنا ثانی نہیں رکھتے ۔ چنانچہ حضرت اسماءؓ نے بھی اس علم کو اپنے والد محترم سے حاصل کیا تھا ۔ اس میں آپ کو تبحر حاصل تھا چنانچہ محمدؒ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ " حضرت سعیدؒ بن المسیب سب سے زیادہ تعبیر خواب کے بتانے والے تھے ۔ اُنہوں نے یہ علم حضرت اسماءؓ بنت (حضرت) ابی بکرؓ سے حاصل کیا تھا اور حضرت اسماء نے اپنے والد (حضرت) ابو بکرؓ سے حاصل کیا تھا ۔" ع۶

حضرت اسماءؓ کا ہار اور آیت تیمم کا نزول حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں ۔ میں نے ایک ہار حضرت اسماءؓ سے عاریتاً لیا تھا ۔ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلعم کے ہمراہ سفر کو نکلے جب مقام بیداء یا ذات الجیش میں پہنچے تو میرا وہ ہار ٹوٹ کر گر گیا ۔ رسول اللہ صلعم اس کی تلاش کیلئے ٹھہر گئے اور حضور صلعم کے تمام صحابہؓ بھی ٹھہر گئے اور یہ قیام پانی پر نہ تھا ۔ نہ لوگوں کے پاس پانی تھا ۔ مجبوراً لوگوں نے آکر حضرت ابو بکر صدیقؓ سے کہا کہ آپ نے دیکھا عائشہؓ نے کیا کیا ۔ رسول اللہ صلعم کو بھی ٹھہرا لیا ۔ اور حضور صلعم کے ساتھ دوسرے لوگوں کو بھی حالانکہ یہ قیام پانی پر نہیں ہے ۔ اور نہ کسی کے پاس پانی ہے ۔

حضرت ابو بکرؓ یہ سنکر (غصہ میں) تشریف لائے حضور اقدس صلعم میری ران پر سر رکھکر سو گئے تھے آتے ہی فرمایا تو نے

نوٹ ۱؎ حضرت سعید بن المسیبؒ نے ۹۴ھ میں مدینہ میں وفات پائی ۔ تابعین میں آپ کا بہت بڑا درجہ ہے ۔ آپ بہت عالم ۔ فقیہ کثیر الحدیث عالی مرتبہ اور بلند پایہ شخص تھے ۔ اور آپ اپنے علم و فضل کی وجہ سے بڑے صاحب وقعت تھے ۔

ع۱ اسد الغابہ صفحہ ۳۹۲ ع۲ طبقات ابن سعد جزء ثامن صفحہ ۱۸۲ ع۳ ترجمہ صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۴۳۳ مترجمہ سید دائم جلالی مطبوعہ حمیدیہ پریس دہلی ۔ ع۴ طبقات ابن سعد صفحہ ۱۸۴ ع۵ ترجمہ صحیح مسلم جلد دوم کتاب الحج صفحہ ۲۰۱ ع۶ طبقات ابن سعد جزء ثامن صفحہ ۱۵ طبع اول حیدر آباد دکن

رسول اللہ صلعم کو بھی روک رکھا اور حضور صلعم کیساتھ اور لوگوں کو بھی۔ حالانکہ قیام نہ پانی پر ہے نہ لوگوں کے ساتھ پانی ہے۔ بالآخر حضرت ابو بکرؓ نے مجھے بہت برا بھلا کہا اور حسب خشیت الٰہی بہت کچھ ڈانٹا اور میری کوک میں ہاتھ سے کچکے مارنے شروع کئے اور چونکہ حضور اقدس صلعم میری ران پر سور ہے تھے اسلئے میں حرکت نہ کر سکتی تھی۔ القصہ صبح تک رسول اللہ صلعم سوئے اور اسوقت تک پانی نہ ملا اور خدائے تعالےٰ نے آیت تیمم نازل فرمائی۔ لوگوں نے تیمم کیا۔ اسید بن حضیر نقیب رسول اللہ صلعم کہنے لگے۔ ابو بکرؓ کے خاندان والو تمہاری یہ برکت پہلی برکت نہیں ہے دیکھ تلاش کے بعد پھر واپس آکر۔ ہم نے اپنی سواری کے اونٹ کو اٹھایا تو اس کے نیچے ہار مل گیا۔ع

صاحبزادے کیساتھ رہائش ایک روز کسی بات پر حضرت زبیرؓ حضرت اسماءؓ پر ناراض ہوئے۔ اور ان پر زیادہ سختی کی اس پر انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ بن حضرت زبیرؓ کو اپنی امداد کیلئے آواز دی حضرت زبیرؓ نے ان کو آتے ہوئے دیکھا تو چلا کر کہا اگر تم یہاں آؤ گے تو تمہاری ماں کو سمجھ لو کہ مرگئی۔ لیکن عبداللہ یہ کہتے ہوئے کہ اسطرح کی قسم سے آپ میری ماں کو نشانہ بناتے اور ان کی مدد سے مجھے روکنا چاہتے ہیں اندر آگئے اور ان کو اپنے ہمراہ لے گئے اسطرح حضرت اسماءؓ اپنے شوہر سے بالکل علیحدہ ہوگئیں اور اس دن سے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھ رہنے لگیں۔ اسوقت ان کی عمر کافی ہو چکی تھی۔ ع۲

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بہت فرمانبردار بیٹے تھے وہ اپنی بوڑھی ماں کی بہت اطاعت کرتے اور ان کی رضامندی کو اپنے مقاصد کی کنجی سمجھتے تھے۔

اخلاقی جرأت اور صبر و استقلال آپ کے صاحبزادے امیر المومنین حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ۶۰ھ میں حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد یزید کے تخت نشین ہونے پر اس کی بیعت سے انکار کیا اور مکہ کو اپنا مستقر قرار دیا۔ کیونکہ ہر متنفس حضرت عبداللہؓ کی عظمت و جلالت اور حق گوئی پر سلامت روی کا معترف تھا اس لئے تمام عالم اسلام جوق جوق حلقۂ ارادت میں آگیا وہ نو برس تک امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین رہے بہت سے واقعات کے بعد آخر کار ۷۲ھ یکم ذی الحجہ کو عبدالملک بن مروان کے سپہ سالار حجاج نے مکہ معظمہ کا محاصرہ کرکے رسد بند کر دی تو چھ ماہ سے زائد محاصرہ کے بعد جنگ کی سختی کے علاوہ رسد کی نایابی کیوجہ سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے معین و مددگاروں کی کثیر جماعت ان کے پاس سے چلی گئی تھوڑے آدمی ساتھ رہ گئے۔ اسوقت حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنی والدہ ماجدہ حضرت اسماءؓ کے پاس جاکر ان کی رائے پوچھی کہ اب جبکہ میرے وفاداروں میں سے کثیر جماعت نے میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور میرے مقابل نے مجھے لکھا ہے کہ میں جو چاہونگا وہ مجھے دیا جائے گا تو کیا ایسی حالت میں مجھے اطاعت قبول کر لینی چاہیئے۔

حضرت اسماءؓ نے جواب دیا۔ بیٹا تم اپنی مصلحت کو خوب سمجھ سکتے ہو اگر تم دنیا کے خواہشمند تھے تو تم نے برا کیا۔ خود بھی گنہگار ہوئے اور خلق خدا کو بھی ہلاکت میں ڈالا۔ اگر تمہیں حق اور صداقت پر کامل یقین ہے تو پھر اطاعت کیسی۔ مردوں کی طرح لڑکر استقلال اور ثابت قدمی دکھاکر تمہیں اپنی جان دیدینی چاہیئے تنہائی کے خیال سے اطاعت کا خیال یہ کوئی شریفوں کی روش نہیں ہے۔ تم کبتک زندہ رہوگے آخر ایک دن مرنا ہے اس لئے بہتر یہی ہے کہ نیک نام مرو تاکہ مجھے مسرت کا موقع ملے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا کہ مجھے خوف ہے کہ بعد شہادت کے وہ لوگ میری لاش کو سولی دیکر اعضا کو پرزے پرزے کریں گے۔

ع۱ ترجمہ صحیح مسلم جلد اوّل کتاب الحیض ۱۲۰۹۱۱۹ ع۲ ۱۹۹۰۶۹ اسد الغابہ ص ۳۹۳ و در المنثور ص ۳۲ طبقات فی ظل الزبیرؓ

حضرت اسماءؓ نے فرمایا۔ بیشک تمہارا خیال دُرست ہے۔ لیکن ذبح کرنے کے بعد خواہ بکری کی کھال نکالیں خواہ اُس کے گوشت کو تیمہ قیمہ کر ڈالیں بکری کو کوئی اذیت نہیں پہنچتی۔ جو کچھ کر رہے ہو اپنی بصیرت کیساتھ کئے جاؤ اور خدا سے مدد مانگو

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنی والدہ کے ہاتھوں پر بوسہ دیا اور کہا کہ میرا بھی یہی خیال تھا۔ میں نے جو آپ سے یہ باتیں کیں وہ اسلئے تھیں کہ کہیں میری شہادت سے آپ کو صدمہ اور رنج نہ ہو۔ میں ضرور بالضرور شہادت حاصل کروں گا میں دنیا کو ہیچ سمجھتا ہوں۔ جو کام میں نے کیا وہ دین اسلام کے استحکام کے لئے کیا ہے۔ آپ کے بیٹے نے کبھی فسق و فجور نہیں کیا احکام شریعت کے اجرا میں کبھی غلطی نہیں کی اور نہ عمال کے ظلم و ستم سے خوش ہوا۔ پھر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنا منہ آسمان کی طرف کر کے کہا کہ۔ اے۔ بار الہٰا تو خوب جانتا ہے کہ جو کچھ میں نے اپنی ماں سے کہا ہے وہ محض اُن کی تسلی و تشفی کے لئے کہا ہے تاکہ وہ اس حال کو دیکھ کر متاسف نہ ہوں۔

حضرت اسماءؓ نے فرمایا کہ مجھے اللہ سے توقع ہے کہ اگر تم مجھ سے پہلے اس جہان سے گزر گئے تو میں تمہاری شہادت پر صبر کرونگی اور اگر میں تم سے پہلے مرگئی تو کم سے کم دیکھ تو لوں کہ تمہاری اس جنگ کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ تم ظفرمند ہوئے تو میں خوش ہونگی

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے عرض کیا کہ خدا آپ کو جزائے خیر دے آپ میرے حق میں دعا فرماتی رہیں۔" حضرت اسماءؓ نے فرمایا کہ لوگ باطل پر بھی مارے جاتے ہیں مگر تم تو حق و صداقت پر جان دے رہے ہو اس کے بعد آپ نے اُن کے حق میں دُعا کی۔" اس کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنی والدہ ماجدہؓ سے معانقہ کیا اور اُن کے ہاتھوں پر بوسہ دیا اسی حالت میں حضرت اسماءؓ کا ہاتھ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی زرہ پر پڑ گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ جو لوگ جان دینے پر آمادہ ہوتے ہیں وہ زرہ نہیں پہنا کرتے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بولے۔ یہ میں نے اسلئے پہنا ہے کہ آپ کو پوری طرح تسلی رہے کہ میرا بیٹا اچھی طرح مسلح ہو کر مقابلہ کے لئے جا رہا ہے۔ حضرت اسماءؓ نے فرمایا کہ اسطرح میری تسلی نہیں ہو سکتی۔ اس پر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے زرہ اُتار دی۔ پھر اپنی دونوں آستینوں کو چڑھا لیا اور اپنے قمیص و ململ کے جبّہ کو لپیٹ کر ازار کے درمیان کر لیا اور حصّہ زیریں کو اُٹھا کر کمر بند کے نیچے سے لے لیا۔

حضرت اسماءؓ فرماتی جاتی تھیں کہ تم اپنا لباس لپٹا ہوا پہنو جس سے چستی و چالاکی معلوم ہو پھر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ یہ رجز پڑھتے ہوئے انی اذا اعرف یومی اصبر۔ وانما یعرف یومہ الحر اذ بعضہم یعرف ثم ینکر۔ دشمنوں کی صفوں میں گھس گئے متعدد لڑائیوں اور حملوں کے بعد بالآخر شہید ہو گئے۔ ع۱

شہادت کے بعد حجاج نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی لاش کھجور پر لٹکوا دی۔ تین دن گزرنے کے بعد حضرت اسماءؓ اپنی کنیز کے ساتھ آئیں تو دیکھا کہ لاش لٹکی ہوئی ہے۔ یہ دردناک نظارہ دیکھا مگر نہایت صبر و استقلال سے کام لیکر فرمایا کہ "کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ یہ شہسوار اسلام اور رفداے ملت گھوڑے پر سے اُترے ع۲

راست گوئی اور جرأت حضرت اسماءؓ کے خاص شعار تھے۔ جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد حجاج بن یوسف نے حضرت اسماءؓ کو بلوایا تو آپ نے اُس کے پاس جانے سے قطعی انکار کر دیا اور اُس کی دھمکیوں کی کچھ پرواہ نہیں کی۔ مجبوراً وہ خود حضرت اسماءؓ کے پاس آیا اور کہا "دیکھا خدا نے اپنے دشمن کا کیا انجام دکھایا"

حضرت اسماءؓ نے فرمایا۔ تو نے اُن کی دُنیا خراب کی لیکن انہوں نے تیری آخرت برباد کر دی۔ تو مجھے ذات النطاقین کہکر شرم دلاتا ہے۔ تجھے کیا معلوم یہ کتنا معزز لقب ہے اور کس کا دیا ہوا ہے نادان یہ لقب آنحضرت صلعم کا عطا کردہ ہے

ع۱ اسد الغابہ ص۱۶۳ و استیعاب ص۳۶۶ و درّ المنثور ص۳۲ ع۲ اسد الغابہ ص۱۶۳ و استیعاب ص۳۶۶ ۔

میرے پاس دو نطاق (پٹکے یا کمربند) تھے ایک سے میں نے آنحضرت صلعم کا بوقت ہجرت سامان باندھا تھا اور دوسرے کو اپنے مصرف میں لاتی تھی اور میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ" قبیلہ ثقیف سے ایک کذاب اور ایک ظالم ہوگا۔ سو کذاب (مختار) کو تو دیکھ چکی ہوں۔ اور ظالم تو ہے"

حجاج" حضرت اسماءؓ کی یہ بے باکانہ باتیں سنکر کچھ نہ بول سکا اور خاموشی سے واپس لوٹ گیا۔ ع[1]

حضرت اسماءؓ دعا فرمایا کرتی تھیں کہ جب تک میں "عبداللہؓ کی لاش نہ دیکھ لوں مجھے موت نہ آئے۔ ان کی شہادت پر جس عزم واستقلال اور جس صبر و تحمل سے آپ نے کام لیا اس کی تاریخ میں بہت کم نظیریں ملتی ہیں۔ عبدالملک بن مروان کے حکم سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی لاش کھجور سے اتار کر حضرت اسماءؓ کے سپرد کی گئی۔ جسے "غسل دینے کے وقت بڑی دقت ہوئی کیونکہ لاش کے جوڑ جوڑ الگ ہوگئے تھے لیکن اس عبرتناک منظر کو بھی دیکھکر حضرت اسماءؓ صابر و شاکر رہیں"

حجاج کے کبر و نخوت کے مقابلہ میں حضرت اسماءؓ کی خودداری کی مثال تاریخ اسلام میں عجیب و غریب ہے۔

وفات

حضرت عبداللہؓ کی شہادت کو ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ حضرت اسماءؓ نے اپنی زندگی کے سو سال پورے کرکے جمادی الاول ۷۳ھ میں بمقام مکہ معظمہ انتقال فرمایا۔ ع[2]

طبقات میں ہے کہ "حضرت اسماءؓ کی وفات اپنے صاحبزادے عبداللہ بن زبیرؓ کے شہید ہونے کے چند روز بعد ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت روز سہ شنبہ ۱۷ جمادی الاول ۷۳ھ میں ہوئی۔

وصیت

ہشام بن عروہؓ سے مروی ہے کہ" حضرت اسماءؓ نے اپنی وفات سے پہلے وصیت کی تھی کہ جب میں مرجاؤں تو مجھے غسل دلانا اور کفن پہنانا اور خوشبو لگانا مگر کفن کے اوپر (حنوط) خوشبو نہ لگانا۔

دوسری حدیث میں اسطرح ہے کہ انہوں نے فرمایا" میرے جنازہ کے پیچھے آگ نہ روشن کرنا ع[3]

حلیہ

حضرت اسماءؓ کی سو سال کی عمر ہوگئی تھی مگر آپ کا ایک دانت بھی نہیں ٹوٹا تھا اور ہوش و حواس بالکل درست تھے آپ کا قد دراز اور جسم پرگوشت تھا۔ تمام قویٰ بھی آپ کے آخر عمر تک صحیح و سالم رہے" البتہ آنکھوں سے معذور ہوگئی تھیں

حضرت اسماءؓ کی مائیں نیز بھائی اور بہنیں۔

(۱) حضرت اسماءؓ کی والدہ قتیلہ بنت عبدالعزیٰ سے حضرت صدیق اکبرؓ نے ایام جاہلیت میں شادی کی تھی وہ اسلام سے مشرف نہیں ہوئیں۔ اسلئے حضرت صدیق اکبرؓ نے انہیں طلاق دیدی تھی۔ ان کے بطن سے علاوہ حضرت اسماءؓ کے ایک صاحبزادے عبداللہ پیدا ہوئے" یہ عبداللہ غزوۂ طائف میں آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے تیر کا زخم پاؤں میں لگا جو اچھا ہوگیا مگر پھر وہ حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت کے زمانہ میں ہرا ہوگیا جس کے صدمہ سے شوال ۱۱ھ میں ان کا انتقال ہوگیا اور ان سے سلسلہ نسل کا نہیں چلا۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی لڑکیوں میں سب سے بڑی حضرت اسماءؓ تھیں۔ (حضرت اسماءؓ ام المومنین حضرت عائشہؓ سے دس برس بڑی تھیں" اور ان دونوں بہنوں میں ایسی مخلصانہ محبت تھی جس کی نظیر ملنی مشکل ہے" اسی محبت کا نتیجہ تھا کہ حضرت عائشہؓ کو اپنے بھانجوں اور بھانجیوں کے ساتھ خاص لگاؤ تھا۔)

(۲) ام رومان دوسری بی بی حضرت صدیق اکبرؓ کی تھیں۔ ان کے ساتھ بھی ایام جاہلیت میں شادی ہوئی تھی۔ مگر یہ مسلمان ہوگئی تھیں۔ ان کے بطن سے حضرت عبدالرحمٰن جو ۵۳ھ میں فوت ہوئے اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ تھیں۔ (حضرت عبدالرحمٰن حدیبیہ میں اسلام لائے۔ حضرت خالد بن الولیدؓ کیساتھ جنگ شام میں شریک تھے۔ جنگ جمل میں حضرت عائشہؓ اپنی بہن کے ہمراہ تھے" بیعت یزید کے لئے حضرت امیر معاویہؓ نے ایک لاکھ درہم بھیجے آپ نے لینے سے انکار کردیا اور بیعت نہیں کی ۵۳ھ

ع[1] صحیح مسلم صفحہ ۳۷۵ جلد ۳ و طبقات ابن سعد جزء ۸ صفحہ ۱۸۶ ع[2] درالمنثور صفحہ ۳۴ واستیعاب صفحہ ۷۲۴ واسد الغابہ صفحہ ۲۵۳ ع[3] طبقات ابن سعد جزء ۸ صفحہ ۱۸۶ ع[4] اصابہ جلد ۸ صفحہ

میں سفر میں سوتے ہوئے انتقال ہوگیا"۔)

(۳) تیسری بی بی حضرت صدیق اکبرؓ کی "اسماء بنت عمیس" تھیں۔ اُن کے بطن سے مدینہ میں "محمدؒ" پیدا ہوئے جن سے قاسم بن محمدؒ ہوئے حضرت صدیق اکبرؓ کے انتقال کے بعد" اسماء بنت عمیس سے حضرت علیؓ نے نکاح کر لیا تھا محمدؒ اسوقت خورد سال تھے۔ اسلئے محمدؒ نے اپنی ماں کیوجہ سے حضرت علیؓ کے گھر پرورش پائی۔

(۴) چوتھی بی بی بنت خارجہ کے بطن سے حضرت صدیق اکبرؓ کے انتقال کے بعد اُن کی ایک صاحبزادی "اُم کلثوم" پیدا ہوئیں۔ (اُم کلثومؓ کی شادی حضرت طلحہؓ سے ہوئی تھی جن سے عائشہ زوجہ مصعب بن حضرت زبیرؓ پیدا ہوئیں") [۱]

حضرت عاتکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ حضرت سعید بن زیدؓ (عشرہ مبشرہ) کی حقیقی بہن تھیں۔ حضرت سعیدؓ کی روایت کے مطابق بعثت سے پانچ سال پہلے جبکہ قریش خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے پیدا ہوئی تھیں۔ اور ہشام بن حضرت عروہؓ کی روایت کی بناء پر جسوقت نبی صلعم کی بعثت ہوئی تھی حضرت عاتکہؓ کے باپ زید بن عمرو بن نفیل عدوی کا انتقال ہوچکا تھا [۲]۔

طبقات ابن سعد میں ہے کہ حضرت عاتکہؓ "کہتی ہیں کہ" "اہل مدینہ" کہتے تھے کہ جو شخص شہادت کی آرزو رکھتا ہے وہ "عاتکہؓ" سے شادی کرے۔ کیونکہ اوّلاً وہ "حضرت عبداللہ بن حضرت ابوبکر صدیقؓ" کے عقد میں تھیں جب "حضرت عبداللہ شہید ہوگئے تو حضرت عمرؓ نے نکاح کیا وہ بھی شہید ہوگئے تو" حضرت زبیرؓ نے عقد کیا۔ اور اُن کی شہادت کے وقت وہ اُنھیں کے نکاح میں تھیں [۲]
"دانی فیملی از بینہا میں ہیکہ" بی بی عاتکہؓ بنت زید بن عمرو بن نفیل (یہ نفیل حضرت عمرؓ کے دادا تھے) اسلام لانے کے وقت بہت کم سن تھیں اور "مدینہ منورہ" ہجرت کرنے والوں میں شامل تھیں۔ پہلا نکاح "عبداللہ بن حضرت ابوبکر صدیقؓ" سے ہوا تھا خوبصورت اور طمطراق کی بی بی تھیں "حضرت عبداللہؓ" انہیں بہت چاہتے تھے اُن ہی کے عشق کیوجہ سے وہ "ابتدائی غزوات عہد نبوت میں حصہ نہ لے سکے" اور نمازیں بھی سستی کرنے لگے۔ اسی بناء پر اُن کے والد بزرگوار نے زور دیا کہ اُن سے علیحدہ رہیں۔ پہلے تو منظور نہیں کیا۔ بعد میں والد کے مجبور کرنے پر علیحدگی اختیار کر لی تھی لیکن جب صدیق اکبرؓ نے اُن کو یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا کہ" اے "عاتکہ" میں تجھے نہیں بھولونگا جب تک سورج چمکتا رہے" تو والد بزرگوار کو رحم آگیا اور اجازت دیدی کہ وہ انکی طرف رجوع ہوجائیں۔ اس کے بعد "حضرت عبداللہؓ غزوہ طائف میں ایک تیر سے زخمی ہوئے جسے "ابومحجن ثقفی" نے چلایا تھا۔ یہ زخم چند روز میں اچھا ہوگیا۔ مگر پھر دوبارہ کچا ہوگیا۔ جس کی وجہ سے اپنے والد بزرگوار کی خلافت کے زمانہ میں فوت ہوگئے بی بی عاتکہؓ نے اُن کا ایک مرثیہ لکھا جس کا ایک شعر یہ ہے۔ فالیتُ لاتنفک عینی حزینۃ ÷ علیک ولا ینفک جلدی اغبرا"

ترجمہ۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ میری آنکھیں ہمیشہ تیرے اُوپر غمگین رہیں گی اور بدن خاک آلود رہے گا۔ اس کے بعد بی بی عاتکہؓ نے "زید بن الخطابؓ" سے نکاح کیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اُن سے نکاح نہیں کیا۔ کیونکہ یہ "یمامہ میں مرتدوں کی لڑائی میں شہید ہوگئے تھے۔ اور اُن کے بھائی "حضرت عمرؓ" نے اُن سے ۱۲ھ میں نکاح کیا۔ اس شادی میں بہت لوگوں کو دعوت دی تھی۔ جس میں "حضرت علیؓ" بھی شامل تھے۔ اُنہوں نے اجازت چاہی کہ "عاتکہؓ" سے کچھ باتیں کریں" حضرت عمرؓ نے کہا مجھے رشک نہیں ہے۔ تم بات کرسکتے ہو۔ یہ دروازے میں گئے اور یہ سوال کیا کہ" تم نے اپنے پیارے کے متعلق جو یہ اشعار کہے تھے کہ" میں قسم کھاتی ہوں کہ تجھ پر میری آنکھ آنسو بہانے سے کبھی نہیں تھکے گی" اُن کا کیا ہوا۔ اس پر "بی بی عاتکہؓ" رونے لگیں

---

[۱] سیرۃ الصدیق مؤلفہ مولوی حبیب الرحمن خان شروانی المخاطب نواب صدریار جنگ [۲] سیرت کربلا حصہ دوم صفحہ ۱۶۸ و ۱۶۹ ترجمۃ الحسین جلد دوم تالیف جلال حنفی مصر
[۳] طبقات ابن سعد جزء ثالث صفحہ ۹۲

تو "حضرت عمرؓ" نے کہا "اے ابوالحسنؓ میں نے تمہیں اسلئے دعوت نہیں دی تھی۔ عورتیں تو ایسا کیا ہی کرتی ہیں۔ مگر حضرت علیؓ نے قرآن مجید کی یہ آیت دُہرائی کہ "اے مومنو تم وہ کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ خدا کو یہ سخت ناپسند ہے کہ جو کہو وہ کرو نہیں" (سورہ ۶۱ آیت دو اور تین) جب "حضرت عمرؓ" شہید ہوئے تو "بی بی عاتکہؓ" نے یہ مرثیہ کہا۔

"اے میری آنکھ آنسوؤں کو بہنے دے۔ اور اے غم تو بزرگ امام پر کبھی کوتاہی نہ کر۔ اُن لوگوں سے جو لڑائی اور تکلیف میں ثابت قدم رہتے ہیں یہ کہدے کہ مر جاؤ۔ اُسکو موت کا پیالہ پینے کو دیا جا چکا ہے"

اس کے بعد انہوں نے "حضرت زبیرؓ سے نکاح کیا۔ بی بی عاتکہؓ" جمعہ کی نماز ہمیشہ مسجد میں پڑھا کرتیں" جب حضرت عمرؓ اُن سے نکاح کرنے لگے تو انہوں نے شرط کی تھی کہ وہ انھیں مسجد جانے سے نہیں روکیں گے۔ حضرت عمرؓ نے بادلِ ناخواستہ اسے منظور کیا تھا۔

حضرت زبیرؓ سے بھی انہوں نے یہ ہی شرط کی تھی۔ اور اُن کو بھی یہ شرط ماننی پڑی۔ گو "حضرت زبیرؓ" کو یہ شرط ناگوار تھی۔ مگر آپ بی بی عاتکہؓ کو روک نہ سکے" تدبیریں سوچتے تھے۔ کہ وہ باز آجائیں آخر کار ایک دفعہ جب "بی بی عاتکہؓ عشا" کی نماز کو مسجد میں گئیں، تو انھیں ایک ناگوار حادثہ پیش آیا" "واقعہ یہ ہوا کہ جب حضرت زبیرؓ" کے صبر نے جواب دیدیا تو آپ ایک دن جلدی مغرب کی نماز کو گئے اور ایسی جگہ کھڑے ہوئے کہ "بی بی عاتکہ" اُن کو دیکھ نہ سکیں اور پیچھے سے "بی بی" پر حملہ کیا" یہ ڈر گئیں اور جلدی سے واپس ہو گئیں اور پھر کبھی باہر نہیں گئیں"

جب "عمرو بن جرموز" نے "حضرت زبیرؓ" کو شہید کر دیا تو بی بی عاتکہؓ نے "مرثیہ کہا تھا جسے ہم حضرت زبیرؓ کے حالات میں لکھ آئے ہیں سب سے آخر میں" "حضرت علیؓ" نے بی بی عاتکہؓ سے عقد کرنا چاہا تو انہوں نے جواب دیا "اے امیر المومنین تو مسلمانوں کا سردار ہے اور تجھے لوگوں کے لئے باقی رکھنا چاہیئے۔ وہ لوگ جن کو میں نے حاصل کیا تھا۔ مر چکے ہیں اور میں چاہتی ہوں کہ آپ کو موت سے بچاؤں۔ اس پر انہوں نے اس رشتہ کو چھوڑ دیا۔ [1]

حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اُم کلثومؓ بنت عقبہ ابی معیط بن ابی عمرو بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصیؓ" ان کی ماں "اروی بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب عبد شمس بن عبد مناف بن قصی تھیں۔ سرکار دو عالم صلعم کی ہجرت سے پہلے آپ" مکہ ہی میں اسلام لائیں۔ حضور صلعم کے ہجرت کرنے کے بعد۔ عورتوں میں یہ پہلی ہیں جنہوں نے ہجرت کی ہے" مکہ میں آپ کا کوئی شوہر نہ تھا یعنی کنواری تھیں ابن ہشام کہتے ہیں کہ اُم کلثومؓ بنت عقبہ بن ابی معیط نے ابتدائے بعثت ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا مگر ہجرت نبوی صلعم کے بعد بھی یہ "مکہ" ہی میں مقیم رہیں لیکن سنہ ۶ھ میں "حدیبیہ"

نوٹ سلہ یاقوت حموی اور حماسہ نے لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کے بعد حضرت حسینؓ نے بی بی عاتکہؓ کو نکاح کا پیغام دیا ہے انہوں نے منظور کر دیا کر لیا اور یہ ان کا چوتھا نکاح ہوا۔ حضرت عاتکہ ایسی حسین و جمیل تھیں کہ حضرت حسینؓ کی شہادت کے بعد انہیں پھر لوگوں نے نکاح کا پیغام دیا مگر نامنظور اور خاموشی کی زندگی بسر کی۔ مگر ان دونوں کی یہ روائتیں قطعاً غلط ہیں کسی اور نے اسکی طرف ذرا سا بھی اشارہ نہیں کیا۔ بی بی عاتکہؓ کی عمر حضرت زبیرؓ کی شہادت کے وقت چونسٹھ ۶۴ برس کی تھی وہ بوڑھی ہو چکی تھیں اور حضرت حسینؓ جو بعثت نبوی صلعم سے سولہ ۱۶ برس بعد پیدا ہوئے تھے بی بی عاتکہؓ سے اکیس ۲۱ برس چھوٹے تھے پس جب یہ صورت ہے تو حضرت حسینؓ سے ان کا نکاح کرنا کسطرح صحیح ہو سکتا ہے۔ بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ خود انکے والد سے وہ انکار کر چکی ہوں اور اُنکے پاس بنت کسریٰ جیسی نوجوان بیوی موجود ہو صحیح یہ ہی ہے کہ حضرت زبیرؓ کے بعد عاتکہ نے کوئی نکاح نہیں کیا [2] سیرت کربلا حصہ دوم صفحہ ۱۶۱ و ۱۷۰ ترجمہ الحسین جلد دوم تالیف جلال الحسینی مصری مطبوعہ برقی مشین پریس مراد پور)۔

---

[1] ذاتی فیملی الزبیرؓ بحوالہ ابن الاثیر جلد ۵ صفحہ ۲۶۷ و ابن حجر جلد ۲ صفحہ ۶۸۵۔

کے مقام پر جب جناب رسالتمآب صلعم اور "اہل مکہ" میں صلح کی گفت و شنید ہوئی تو آپ تن تنہا مکہ سے چل کھڑی ہوئیں۔ راستہ میں آپ کو قبیلہ "خزاعہ" کا ایک شخص مل گیا جو ہمراہ روانہ ہوا۔ اور خیریت کے ساتھ آپ "مدینہ" پہنچ گئیں۔ چونکہ "صلح حدیبیہ" میں ایک شرط یہ تھی کہ اگر "اہل مکہ" کا کوئی "شخص" آنحضرت صلعم کے پاس چلا جائے تو واپس کر دیا جائے اس لئے ان کے دونوں بھائی "عمارہ اور ولید" مدینہ منورہ پہنچے اور جناب رسالتمآب صلعم سے اُن کی حوالگی کا مطالبہ کیا مگر آپ نے اس سے انکار فرمایا کیونکہ قرآن مجید کی سورۃ ممتحنہ آیت دس میں مسلمان عورتوں کو کافروں کے سپرد کرنے کی ممانعت آئی ہے۔[۱]

طبقات میں "ابن شہاب" سے مروی ہے کہ "صلح حدیبیہ" میں سرکار دوعالم صلعم اور مشرکین مکہ کے درمیان یہ شرط طے پائی تھی کہ "اگر کوئی اہل مکہ" مدینہ جائے تو اُسے "مکہ" واپس کر دیں۔ جب اُم کلثوم رض بنت عقبہ ہجرت کر آئیں تو اُن کے دو بھائی انھیں لیجانے آئے۔" اُسوقت قرآن کریم کی یہ آیت اُتری۔

یا ایھا الذین آمنوا اذا جاءکم المومنات مھاجرات فامتحنوھن اللہ اعلم بایمانھن فان علمتموھن مؤمنات فلا ترجعوھن۔" الخ۔

ترجمہ :- اے ایمان والو۔ "اگر مومن عورتیں ہجرت کر کے تمہارے پاس آجائیں تو تم اُن کے امتحان کر و۔" اللہ اُن کے ایمان سے متعلق خوب جانتا ہے۔ اگر تمہیں یہ معلوم ہو کہ وہ عورتیں مومن ہیں تو اُنہیں واپس مت کرو۔" اس آیت کے نازل ہونے سے عورتیں شرط سے مستثنیٰ ہوگئیں۔[۲]

مدینہ آکر۔ بی بی اُم کلثوم رض نے "زید بن حارثہ" سے نکاح کیا اور جب یہ "موتہ" کی لڑائی میں شہید ہوگئے تو "حضرت زبیر رض" سے نکاح کیا حضرت زبیر رض۔ بی بی سے بہت سختی سے پیش آتے تھے اس لئے وہ اُن سے تفریق چاہتی تھیں۔ جس کو وہ نامنظور کرتے تھے۔ آخر ایک دن جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو انہوں نے پُر زور خواہش کی اور "حضرت زبیر رض" بغیر خواہش کے غصہ میں طلاق کا حکم زبان سے نکال بیٹھے۔" بی بی اُم کلثوم رض" فوراً وہاں سے چلی گئیں اور اپنے خاندان میں پہنچ گئیں یہاں جلد اُن کے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ جس کا نام "زینب" رکھا گیا ایک رشتہ دار نے "حضرت زبیر رض" کو اس کی اطلاع پہنچائی۔ تو انہوں نے چلا کر فرمایا! "اُس عورت نے مجھے سخت دھوکا دیا ہے۔ خدا بھی اُسے دھوکا دے۔" اس کے بعد انہوں نے جناب رسالتمآب صلعم کے پاس شکایت کی حضور صلعم نے فرمایا کہ "خدا نے ایک حکم نازل کر دیا ہے۔ اس سے دوبارہ نکاح کی خواہش کرو۔" حضرت زبیر رض نے اس بارے میں عرض کیا کہ وہ تو نہیں مانے گی اس کے بعد۔ "بی بی" نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رض سے نکاح کیا اور اُن کے صُلب سے علاوہ اور بچوں کے" حُمید و ابراہیم پیدا ہوئے۔ حضرت عبدالرحمن رض کی وفات کے بعد حضرت عمرو بن العاص رض نے اُن سے نکاح کیا مگر مہینہ بھر بعد ہی" بی بی کا انتقال ہوگیا۔"[۳]

اکمال فی اسماء الرجال میں سب واقعات تو وہی ہیں جو اوپر لکھے گئے ہیں لیکن اتنا اور زائد ہے کہ حضرت ابن العاص رض نے ان سے شادی کی تو چھ مہینے ان کے پاس رہ کر اُم کلثوم رض نے وفات پائی۔ (اُسوقت حضرت عمرو بن العاص رض والئی مصر تھے) حضرت اُم کلثوم رض ماں کی طرف سے حضرت عثمان رض کی بہن تھیں آپ سے آپ کے صاحبزادوں حُمید و ابراہیم وغیرہ نے روایت کی ہے۔[۴]

حضرت اَمَہ (اُم خالد) رضی اللہ عنہا

آپ کی والدہ کا نام۔ "ہمینہ بنت خلف بن اسعد بن عامر بن بیاضہ بن سبیع بن جعثمہ بن سعد بن مُلیح بن عمرو از بنی خزاعہ"

---

[۱] تو ائی نیلی الزبیر رض بحوالہ ابن ہشام صفحہ ۷۵۵ [۲] طبقات ابن سعد جز ۸ صفحہ ۱۸۶ [۳] (ذ) ائی نیلی الزبیر رض بحوالہ نووی صفحہ ۸۶۶ و ابن الاثیر جلد ۵ صفحہ ۶۱۲ و ابن حجر جلد ۲ صفحہ ۹۵۳ و طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۱۶۷ و ۱۶۸ [۴] ترجمہ اکمال فی اسماء الرجال صفحہ ۳۰ مؤلفہ محمد بن عبداللہ خطیب مطبوعہ کرزن پریس دہلی۔

تھا۔ انہوں نے ابتدائے اسلام میں "مکہ" میں اسلام قبول کیا اور اپنے شوہر "خالد بن سعید بن عاص بن اُمیہ" کے ساتھ ہجرت ثانیہ حبشہ میں ہجرت کی اُن کی اولاد یہ ہیں: "سعید بن خالد اور امۃ بنت خالد۔"

اُمۃ بنت خالد کی شادی حضرت زبیرؓ بن العوام" سے ہوئی اور یہاں "عمر بن حضرت زبیرؓ اور خالد بن زبیرؓ پیدا ہوئے۔
اکمال فی اسماء الرجال میں ہے کہ "اُم خالد" بنت سعید بن العاص بن اُمیہ کی کنیت انکے نام سے زیادہ مشہور ہے (نام امۃ بنت خالد بن سعید بن عاص بن اُمیہ ہے۔) یہ حبشہ میں پیدا ہوئیں تھیں ... (مدینہ) آئیں حضرت زبیر بن العوام" نے اُن سے شادی کی تھی۔ بہت لوگوں نے ان سے روایتیں ...

ابن ہشام میں ہے کہ امۃ بنت خالد بن سعید" جن کی ماں کا نام ... جب اُن کے والدین ہجرت کر گئے تھے۔ حضرت زبیرؓ کے بطن سے اُن کے دو بیٹے "خالد" اور "عمر" پیدا ہوئے ان کو اکثر اُن کے بیٹے کے نام پر "اُم خالد" کہا جاتا ہے۔

اُم خالدؓ فرماتی ہیں کہ "ایک بار میں اپنے والد کے ہمراہ زرد قمیص پہنے خدمت گرامی میں حاضر ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ سنہ سنہ" عبداللہ بن مبارک" کہتے ہیں۔ حبشی زبان میں سنہ کے معنی "خوب" کے ہیں۔ "اُم خالدؓ" فرماتی ہیں کہ میں جاکر رسول اللہ صلعم کی انگشتری سے کھیلنے لگی۔ میرے والد نے جھڑکا حضور صلعم نے (بطور دعا کے) فرمایا۔ کپڑے کو پرانا کر کہنہ کر پھر پرانا کر کہنہ کر۔ (یعنی خدا کرے تیری عمر دراز ہو)

عبداللہ کہتے ہیں "اُم خالدؓ بہت مدت تک زندہ رہیں یہاں تک کہ لوگوں میں اُنکی (خوب) شہرت پھیل گئی۔" عہ

حضرت اُم خالدؓ کہتی ہیں کہ میں "حبش" سے آئی تو میں چھوٹی سی لڑکی ہی تھی۔ حضور صلعم نے مجھے ایک منقش چادر پہنائی تھی اور چادر کے نقشوں پر ہاتھ پھیر کر فرمایا تھا۔ خوب خوب"۔ عہ

حضرت اُم خالدؓ کہتی ہیں کہ "رسول اللہ صلعم کی خدمت میں کچھ کپڑے پیش کئے گئے۔ جن میں سے ایک چھوٹی سی سیاہ ٹوپی بھی تھی۔ حضور صلعم نے ارشاد فرمایا تمہاری کیا رائے ہے یہ ٹوپی ہم کسکو پہنائیں۔ لوگ خاموش رہے۔ حضور صلعم نے فرمایا "اُم خولد" کو میرے پاس لاؤ مجھے سوار کر کے حضور صلعم کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ حضور صلعم نے ٹوپی اپنے دست مبارک سے لیکر مجھے پہنائی اور دو مرتبہ فرمایا۔ پرانی ہو کر پھٹے۔ اس ٹوپی پر کچھ سبز اور زرد نقش و نگار بھی تھے۔ جن کو دیکھ کر ہاتھ سے میری طرف اشارہ کیا اور فرمانے لگے۔ "اُم خالد" یہ خوبصورت ہے۔ اُم خالد یہ خوبصورت ہے بخاری شریف میں آپ سے احادیث مروی ہیں عہ

حضرت زینبؓ — آپ عرب کے مشہور قبیلہ بکر بن وائل سے تعلق رکھتی تھیں آپ کے بطن سے حضرت زبیرؓ کے یہاں عبیدہ اور جعفر پیدا ہوئے۔ (آغانی جلد ۲ صفحہ ...)

حضرت الرباب — آپ مشہور و معزز قبیلہ بنی کلب کے سردار کی صاحبزادی تھیں اور نہایت حسین و جمیل تھیں حضرت زبیرؓ کے یہاں آپ سے مصعب و حمزہ اور ایک بیٹی رملہ پیدا ہوئی (آغانی جلد ۲ ...)

حضرت حلالؓ — آپ عرب کے نامور قبیلہ اسد بن خزیمہ سے تعلق رکھتی تھیں آپ کے بطن سے حضرت زبیرؓ کے یہاں ایک صاحبزادی خدیجۃ الصغریٰ پیدا ہوئیں (طبقات ابن سعد جلد دوم ...)

نوٹ ۔۵ کتاب المحبر کے صفحہ ... پر ہے کہ "خالد بن سعید کو آنحضرت صلعم نے صنعاء پر امیر مقرر کیا تھا حضور صلعم کی وفات کے وقت آپ وہیں تھے۔ آپکے بھائی الحکم بن سعیدؓ تری عربیہ پر اور دوسرے بھائی عمرو بن سعید کو وادی القریٰ پر اور تیسرے بھائی عمرو بن سعید کو بحرین پر امیر بنایا تھا۔"

نوٹ ۔۵ رسالہ برہان میں ہے کہ "ایک مرتبہ حضور صلعم نے حبشی زبان کے بعض کلمات کا تکلم فرما کر حقیقتاً مخصوص حالات میں غیر زبانوں سے خصوصی تکلم کی اجازت دی ہے۔

عہ طبقات ابن سعد جلد ... ترجمہ اکمال فی اسماء الرجال صفحہ ... ابن ہشام صفحہ ... ابن الاثیر جلد ۵ صفحہ ... و ابن حجر جلد ... عہ ترجمہ بخاری شریف جلد دوم پارہ ... کتاب الجہاد ... ترجمہ صحیح بخاری جلد دوم پارہ ... کتاب الانبیاء ... ترجمہ صحیح بخاری جلد ثالث صفحہ ...

حضرت تماضر رضی اللہ تعالیٰ عنہا

تماضر بنت الأصبغ بن عمرو بن ثعلبہ بن حضر بن ضمضم بن عدی بن جناب بن ہبل - بنی کلب سے تھیں۔ ان کی والدہ ''جویریہ بنت وبرہ بن رومانس کلبی تھیں'' اور ''تماضر بنی کلب'' کے بادشاہ کی بیٹی تھیں۔
حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ تبلیغ کے لئے ''بنی کلب'' کے یہاں گئے - اور وہاں لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے - تب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ نے حسب ایماء سرکار دوعالم صلعم ''تماضر بنت اصبغ'' سے شادی کرلی اور یہاں ''ابوسلمہ بن حضرت عبدالرحمٰن بن عوف پیدا ہوئے''
حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ کے انتقال کے بعد ان کی شادی ''حضرت زبیر بن العوام رضؓ'' سے ہوئی مگر سات دن کے بعد حضرت زبیر رضؓ ابن العوام رضؓ نے انہیں طلاق دیدی - ع[1]

حضرت زبیر رضؓ کی بیویاں جو آپ کی وفات کے بعد زندہ تھیں

حضرت زبیر رضؓ کی بیویوں میں سے ''حضرت اسماء رضؓ عاتکہ'' ''امہ'' ''الرباب'' ''زینب'' اور ام کلثوم آپ کی وفات پر زندہ تھیں'' خاصکر اول الذکر دو کے متعلق تو ہر یقین ہے - ع[2]
حضرت زبیر رضؓ کی ایک یہ بھی خصوصیت ہے کہ باوجود متعدد غزوات اور لڑائیوں میں شرکت فرمانے کے آپ نے نہ تو کسی غیر عرب سے شادی کی اور نہ ہی کسی لونڈی سے تمتع حاصل کیا۔

امیر المومنین عبداللہ بن حضرت زبیر رضؓ

آپ مہاجرین مدینہ منورہ کے مولود اولین ہیں - جن کی وجہ سے مسلمانوں کے نعرۂ تکبیر سے مدینہ منورہ کے دیوار و در گونج اٹھے تھے - آپ مسجد قبا میں پیدا ہوئے - اپنی والدہ ماجدہ حضرت اسماء صدیقہ رضؓ کی گود سے اپنی خالہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کی گود میں اور پھر سرکار دوعالم صلعم کی گود میں پہونچائے گئے - اور سب سے پہلے آپ کے پیٹ میں رسول اکرم صلعم کا لعاب دہن پہونچا - اور عبداللہ کے نام اور اپنے نانا حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی مناسبت سے ابوبکر اسدی قریشی کی کنیت سے سرفراز فرمائے گئے - ام المومنین حضرت عائشہ نے آپ کو بیٹا بنایا اور سرکار دوعالم صلعم نے ام المومنین رضؓ کی کنیت ''ام عبداللہ'' قرار دی -
اس طرح آپ کی پرورش رسول اکرم صلعم کے گھر اور حضرت عائشہ رضؓ کی گود میں ہوئی - اور اس فیضان کا اثر آپ کی پوری زندگی کے ہر ہر واقعہ سے بخوبی آشکارا ہے - حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ ایک جامع صفات خاتون تھیں - آپ کے علم و فضل کا یہ فیضان ہے کہ رہتی دنیا تک دنیا اس سے مستفید ہوتی رہے گی - حضرت عبداللہ رضؓ کو آپ سے بہرہ وافر ملا - اور ہر طرح کی مروجہ تعلیم آپ کے آغوش شفقت و تربیت میں حاصل ہوئی اور اسی وجہ سے آپ نہایت باحوصلہ - باہمت - جری بیباک اور فصاحت و بلاغت و تدبر میں شہرۂ آفاق ہوئے - باپ - ماں - نانا - خالہ - وغیرہ کے جملہ صفات آپ میں موجود تھے۔
تمام علوم اسلامیہ میں قرآن اور اس کے متعلقات راس العلوم ہیں - آپ کو قرأت سے خاص شغف تھا - وہ اسلام کے مشہور قاری تھے - حضرت عبداللہ بن العباس رضؓ آپ کے دوسرے فضائل و کمالات کے ساتھ آپ کی قرأت قرآن کے بھی خاص طور سے معترف تھے - جب امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضؓ نے جمع قرآن شریف کی جانب توجہ مبذول فرمائی

ع[1] طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۲۱۸ و ۱۹۱ ع[2] دو الی فیصلی الزبیر رضؓ تالیف الیف وستن فیلڈ مستشرق جرمنی -

تو آپ اُن چار میں سے ایک ہیں جن کو قرآن شریف کے جمع کرنے اور صحتِ الفاظ کے لئے قریش کے لہجہ کو ملحوظ رکھنے کا ذمہ دار قرار دیا تھا۔ آپ کے ساتھ حضرت سعید بن العاصؓ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن حارثؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ اس کام میں شریک تھے۔ اوّل الذکر تین قریشی اور چوتھے بزرگ غیر قریشی تھے۔ قرآن شریف جو اس وقت مسلمانوں کا دین و ایمان ہے اس کے ترتیب و جمع کے کام میں شرکت آپ کی زندگی کا ایک روشن باب ہے چونکہ قرآن مجید قریش کے محاورہ کے مطابق نازل ہوا ہے اسلئے ان بزرگوں نے اس کو قریش کے محاورہ کے مطابق ہی لکھا۔ اور یہی قرآن رہتی دنیا تک مسلمانوں کا ملجا و ماویٰ رہے گا۔

آپ نے سرکار دو عالم صلعم اور صحابہ کرامؓ سے بھی فیض علم و فضل حاصل کیا تھا۔ اور جس کو بعد والوں نے آپ سے حاصل کرکے اس کی اشاعت کی۔ آپ کا علم و فضل آپ کے معاصرین میں مسلم تھا لیکن باوجود اس کے جو مسائل ایسے آجاتے کہ جن کا آپ کو علم نہ ہوتا تو آپ معاصرین سے استفادہ حاصل فرماتے۔ اور اس طرح کے جو مشورے آپ کو دیئے جاتے اُن کو آپ قبول فرمالیتے۔ اور اس میں کسی طرح کی کوئی کسرِ شان نہ سمجھتے تھے لیکن جس بات کو آپ صحیح جانتے اور بڑے بڑے صحابی اس کے متعلق کوئی استدلال فرماتے تو آپ اُن کو کبھی تسلیم نہ فرماتے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حرمت متعہ کے قائل تھے لیکن آپ نے بڑی سختی کے ساتھ اس کا بطلان فرمایا اور اس کی تکذیب کی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ بھی متعہ کے خلاف تھے۔

آپ عربی کے علاوہ دوسرے ممالک کی زبانوں سے واقفیت رکھتے تھے۔ اور آسانی سے گفتگو فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ کے پاس مختلف اقوام کے بہت سے غلام تھے آپ سب سے اُنکی مادری زبان میں گفتگو فرماتے تھے (مستدرک حاکم جلد ۳)

زبان آوری اور خطابت میں قریش کی فصاحت و بلاغت مشہور تھی۔ اور آپ کو اس میں خدا داد اور فطری ملکہ حاصل تھا۔ عثمان بن حضرت طلحہؓ [illegible] کرتے ہیں کہ بلاغت میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا کوئی حریف نہ تھا۔

جب آپ خطبہ دیتے تھے تو آپ کی آواز کی کڑک سے پہاڑیاں گونج اٹھتی تھیں۔ تاریخ کی کتابوں میں آپ کی تقریریں موجود ہیں۔ جو عربی زبان کی فصاحت و بلاغت کا شاہکار ہیں۔ فتح افریقہ کے بعد جب آپ مدینہ منورہ واپس ہوئے اور امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ کے ارشاد کے بموجب وہاں کے حالات اور فتح و نصرت پر مسجد نبوی میں جو خطبہ دیا وہ اپنی آپ نظیر ہے۔ آپ کے والد حضرت زبیرؓ تقریر سے خوش ہو کر اُٹھے اور بیٹے کی پیشانی چوم لی اور فرمایا کہ "اولاد و ذریت ایک دوسرے سے ہوتے ہیں اور بزرگوں کا اثر چھوٹوں پر ضرور ہوتا ہے۔ اے بیٹے تم نے تو یہ خطبہ ابوبکرؓ کی زبان ہی سے دیا" (عقد الفرید)۔

آپ نے حضرت مصعبؓ کی شہادت پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ "تمام تعریف اُسی خدا کے [illegible] کیا اور جس کے ہاتھ میں حکومت [illegible] جس کو چاہتا ہے سلطنت عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے [illegible] چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔

جان لو حق و صداقت جس کے ساتھ ہے وہ کبھی ذلیل نہیں ہوتا ہے [illegible] اور سید یار و مددگار ہی کیوں نہ ہو اور خدا اُس شخص کو کبھی عزت نہیں دیتا جس کی دوستی شیطان اور اُسکی جماعت [illegible] جماعت کتنی ہی کثیر کیوں نہ ہو۔

ہمیں عراق سے ایک خبر معلوم ہوئی ہے جس نے ہمیں رنجیدہ بھی کیا [illegible] بھی کیا اور وہ خبر یہ ہے کہ مصعبؓ (خدا کی رحمت ان پر نازل ہو) شہید ہوگئے۔ ہمیں خوشی اسلئے ہوئی ہے کہ انہیں درجۂ شہادت نصیب ہوا۔ غم اس لئے ہوا کہ ہمارے رفیق مصعبؓ ہم سے جدا ہوگئے جو مصیبت کے وقت ہمارے مددگار رہتے تھے۔ ایک محب صادق کی جدائی۔ ایک سوزش نہانی ہوتی ہے جو اس کے دوست کو صدمہ پہونچاتی اور ستاتی ہے۔ مگر عقلاء ان تمام [illegible] تے ہیں۔

اس وقت مجھے مصعبؓ کا صدمہ اٹھانا پڑا۔ حالانکہ اس سے پہلے حضرت زبیرؓ کی وفات کا صدمہ سہہ چکا ہوں۔ نیز حضرت عثمانؓ کی وفات کا رنج بھی ایسا نہیں ہے جسے میں نے فراموش کر دیا ہو۔

مصعبؓ بھی اللہ کے ایک بندے اور میرے دست و بازو تھے۔ اور خدا وند [illegible] اور ان کی شہادت کو ہمارے لئے بھلائی کا سبب بنانے والا ہے۔ مگر ملال اس بات کا ہے کہ اہل عراق نے ان [illegible] اور منافقت کی اور دنیا کی قلیل و ذرا سی چیز پر انہیں دشمنوں کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ اور ان کے دشمن کے حوالے ایسے ہی کیا جیسے نشتر لگایا ہوا شتر مرغ کسی کے حوالے کیا جاتا ہے۔ پس اگر مصعبؓ شہید ہو گئے تو یہ ان کے خاندان میں کوئی نئی بات نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے والد۔ چچا۔ بھائی بھی فی سبیل اللہ شہید ہوئے اور یہ سب خیار المسلمین میں سے تھے۔

ہم اپنے بستروں پر پڑ کر مرنے کے عادی نہیں ہیں۔ ہماری موت بزدلوں کی طرح نہیں ہو گی۔ بلکہ جوانمرد۔ مرد میدان کی طرح تلواروں کے سایہ تلے ہم جان دیں گے۔

ہم اس طرح نہیں مریں گے جیسے کہ ابوالعاص (جو عبدالملک کا پردادا تھا) کی اولاد مرا کرتی ہے۔ بخلاف ان کے خاندان کا کوئی شخص بھی زمانہ جاہلیت یا اسلام کی جنگ میں کام نہیں آیا۔ اور ہم ہمیشہ تیروں کا نشانہ بنائے گئے (اور تلواروں کے سایہ میں جان دیتے رہے ہم اب بھی نہیں مریں گے جب تک نیزوں سے ٹکڑے نہ ہو جائیں۔

رہی دنیا۔ یہ اس شہنشاہ اعلیٰ واعظم کی طرف سے کہ صرف اسی کی حکومت کو بقاء و دوام حاصل ہے ایک مستعار شے ہے اگر وہ سامنے آئے گی تو میں اس کو کمینہ وگمراہ اور ذلیل و ناہنجار لوگوں کی طرح نہ لوں گا۔ اور اگر وہ مجھ سے پشت پھیر کر بھاگے گی تو میں اس پر کمزور و ناتوان۔ اور ضعیف و بے اوسان لوگوں کی طرح نہ روؤں گا۔“

اپنی شہادت کے دن حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے خطبہ فرمایا کہ ”اے آل زبیرؓ اگر تم مجھ سے خوش ہوا اور مجھ کو اپنے میں سے تصور کرتے ہو تو یاد رکھو کہ ہم عرب کے ایک ایسے خاندان کے لوگ ہیں جنہوں نے خدا کے لئے اپنی جانیں قربان کی ہیں اور خدا ہی کے لئے صلح کی ہے۔“

اے آل زبیرؓ تم تلواروں کی ضربوں سے خوفزدہ نہ ہونا۔ کیونکہ زخم میں دوا لگانے کی تکلیف زیادہ ہوتی ہے اس تکلیف سے جو زخم کے پیدا ہونے سے ہوتی ہے۔ تم جس طرح اپنے چہروں کو بچاتے ہو اسی طرح تلواروں کی بھی حفاظت کرنا کیونکہ میں کسی ایسے شخص سے واقف نہیں ہوں کہ جس کی تلوار لوٹ گئی ہو۔ اور پھر بھی وہ زندہ باقی رہا ہو۔ مرد کے پاس ہتھیار نہ ہوں تو وہ عورت کی طرح رہتا ہے۔ اپنی اپنی تلواریں تولو تو نظریں نیچی رکھو تاکہ تلواروں کی چمک سے تمہاری آنکھوں میں چکاچوند نہ پیدا ہو جائے۔ ہر شخص اپنے مقابل پر حملہ آور رہو۔ تم مجھے ڈھونڈتے نہ پھرنا۔ اگر کوئی میری تلاش ہی کرے تو میں سب سے آگے دشمنوں سے لڑتا ہوا ملوں گا۔ اللہ کا نام لے کر حملہ کرو۔“

آپ اپنے شجیع باپ کے بہادر بیٹے تھے۔ فتح افریقہ۔ حملہ قسطنطنیہ اور دوسرے محاذوں پر آپ کے کارنامے ضرب المثل ہیں۔ آپ کی بے نظیر شجاعت کا لوہا آپ کے دشمن بھی مانتے تھے۔

اس عہد کے مشہور و معروف سپہ سالار ”مہلب بن ابی صفرہ“ سے اس زمانہ کے بہادروں کے نام پوچھے گئے تو اس نے حضرت مصعب بن زبیرؓ۔ عمر بن عبیداللہ اور عباد بن حصین کے نام بتائے پوچھنے والے نے کہا ”امیر المومنین حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا تم نے نام نہیں لیا“

مہلب نے برجستہ جواب دیا ”ہم انسانوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جنوں کا ذکر نہیں کرتے“ (مستدرک حاکم جلد ۳)

حضرت عبداللہ بن حضرت عمرؓ سے کسی نے پوچھا کہ ”حضرت زبیرؓ کے دونوں بیٹوں حضرت عبداللہؓ اور حضرت مصعبؓ

میں سے کون زیادہ بہادر تھا۔"

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ "دونوں بہادر تھے۔ دونوں موت کو دیکھتے ہوئے اُس کے مُنہ میں گھُس گئے۔" (مستدرک حاکم)

آپ کی جُرأت و بیباکی نے حضرت امیر معاویہؓ جیسے سیاسی بزرگ کو متحیر اور خائف کر دیا تھا۔ اور جو گفتگو ان چچا بھتیجوں میں ہوئی وہ آپ کی نڈرپن اور بیباکی کی مثال کے لئے کافی ہے۔ اور جو اثر حضرت امیر معاویہؓ پر آپ کی گفتگو کا ہوا تھا وہ اُس نصیحت سے ظاہر ہے جو انہوں نے اپنی وفات کے وقت آپ کے بارے میں یزید کو کی تھی کہ۔

"..... مجھے اس کا اندیشہ نہیں ہے کہ امر خلافت جو تیرے لئے مقرر ہو چکا ہے اُس کے متعلق قریش میں چار شخصوں کے سوا اس بارے میں اور کوئی تم سے نزاع کرے گا۔ وہ چار: عبداللہ بن زبیرؓ، حسین بن علیؓ، عبداللہ بن عمرؓ اور عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ ہیں۔ عبداللہ بن عمرؓ کا تو عبادت نے کام تمام کر دیا ہے۔ جب وہ دیکھیں گے کہ اُنکے سوا اب کوئی باقی نہیں رہا تو وہ بھی تجھ سے بیعت کر لیں گے۔ حسین بن علیؓ کو عراق کے لوگ جب تک خروج پر آمادہ نہ کر لیں گے ہرگز نہ چھوڑیں گے۔ اگر وہ تجھ پر خروج کریں اور تو ان پر قابو پا جائے تو درگذر کرنا۔ اُن کو قرابت قریبہ حاصل ہے اور بہت بڑا حق رکھتے ہیں۔

عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ وہ شخص ہیں کہ اپنے اصحاب کو جو کام کرتا دیکھیں گے ویسا ہی خود بھی کریں گے۔ ہاں جو شخص شیر کی طرح تجھ پر حملہ آور ہو گا اور لومڑی کی طرح تجھے دھوکا دے گا۔ جب اُس کو موقع ملے گا وہ عبداللہ بن زبیرؓ ہے اگر ایسی حرکتیں وہ تیرے ساتھ کرے اور تیرے قابو میں آ جائے تو اُس کے ٹکڑے اُڑا دینا۔"

عبادت و ریاضت آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ یہاں تک کہ میدانِ جنگ میں قلعہ والوں کی آنکھوں کے سامنے عبادتِ خداوندی میں مشغول ہو جاتے۔ تواریخ میں ہے کہ جب آپ دُنیاوی اُمور کی طرف راغب ہوتے تو معلوم ہوتا تھا کہ پکّے دُنیا دار ہیں۔ اور جب رجُوع الی اللہ ہوتے تو معلوم ہوتا کہ دُنیا سے آپ کو کوئی واسطہ ہی نہیں۔ آپ کے رکوع و سجود اس قدر طویل ہوتے کہ تمام تمام شب اسی میں گزر جاتی۔ اِس سکون قلب۔ اس اخلاص اور اس استغراق سے آپ نماز ادا فرماتے کہ جس کی مثال ملنی مشکل ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ "اگر تم لوگ رسول اللہ صلعم کی نماز دیکھنا چاہتے ہو تو عبداللہ بن زبیرؓ کی نماز کی نقل کرو۔ (مسند امام احمد حنبل جلد اوّل)۔

روزوں کا بھی یہی حال تھا کبھی مسلسل سات سات دن کا روزہ بھی رکھتے تھے حج بیت اللہ کم ناغہ ہوا۔ عبادت کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں آپ نے سخت سے سخت محنت نہ اٹھائی ہو۔ آپ کی شہادت کے بعد جب حضرت عبداللہ بن عمرؓ آپ کی لاش کی طرف سے گزرے تو نہایت حسرت سے مخاطب ہو کر کہا کہ۔

"ابُو خبیب (حضرت عبداللہؓ کی کنیت ہے) خدا تمھاری مغفرت کرے تم بڑے روزہ دار۔ بڑے نمازی اور بڑی صلہ رحمی کرنے والے تھے۔" بخدا جس خاندان کے تم فرد ہو وہ قوم میں سب سے زیادہ بہتر ہے۔"

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو سرکار دو عالم صلعم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بعد سب سے زیادہ محبت آپ ہی سے تھی۔" خانۂ کعبہ کی دوبارہ تعمیر بھی آپ کا ایک بڑا کارنامہ ہے۔"

خلافت امیر المومنین حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایک نظر

تاریخ اسلام جلد دوم مؤلفہ علاّمہ اکبر شاہ خاں صاحب نجیب آبادی کے [illegible] پر تحریر ہے کہ۔ اُس وقت حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے بہتر کوئی شخص خلافت کے لئے نہ تھا۔ جو مستحق خلافت ہو۔

آپ جرأت و بیباکی میں جو شجاعت کا دوسرا رخ ہے فرد تھے۔" حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کو ولیعہد بنانے کے لئے اپنی پولٹیکل تدبیروں اور زر پاشیوں سے بڑے بڑے لوگوں کی زبانیں بند کر دی تھیں لیکن حضرت عبداللہ بن زبیرؓ

کی تیغ زبان اُن کے مقابلہ میں بھی بے نیام رہی۔ آپ نے اس شدّ و مدّ سے اُن کی مخالفت کی کہ حضرت امیر معاویہؓ جیسے عالی دماغ کو بھی متحیّر کر دیا۔ اور آخر تک یزید کی ولیعہدی تسلیم نہ کی۔ یزید تخت نشین ہونے پر آپ کو قابو میں نہ لا سکا۔

آپ بنو امیہ کے خلاف اس زور سے اُٹھے کہ اُن کی حکومت کی بنیادیں ہلا دیں۔ اور قریب قریب تمام عالم اسلامی سے اپنی خلافت تسلیم کرالی۔ قضاؤ قدر کو کچھ اور ہی منظور تھا ورنہ آج بنو اُمیہ کی تاریخ کا کہیں وجود نہ ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کے صحیح خلافت کے ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ تمام عالم اسلام میں لوگوں نے اپنی آزاد مرضی سے اُن کو خلیفہ تسلیم کیا۔ اور جہاں جہاں لوگوں کو آزادی حاصل تھی کسی نے بھی اُن کی خلافت سے انکار نہیں کیا۔ ہاں بنو امیہ جو خلافت کے معاملہ میں اُن کے رقیب تھے اُن کی مخالفت پر آمادہ ہوئے۔ اور شام و فلسطین و مصر وغیرہ میں جبر و قہر کیساتھ اُنہوں نے اپنی حکومت قایم کی۔ اور پھر اسی جبر و قہر کے ساتھ وہ تمام عالم اسلام پر حکومت قایم کرسکے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کے بالمقابل "مروان بن الحکم" اور عبدالملک کی حکومت کو باغیوں کی حکومت کہا گیا ہے۔ پس عبدالملک بن مروان کی حکومت کا وہ زمانہ ہی جو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد شروع ہوتا ہے باقاعدہ حکومت سمجھا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو اپنے عہد خلافت میں کوئی ایسا موقع نہیں ملا کہ آپ لڑائیوں اور چڑھائیوں کی فکر سے مطمئن بیٹھے ہوں اسلئے آپ کے عہد خلافت میں اگر جدید فتوحات اور اندرونی اصلاحیں ہم کو نظر نہ آئیں تو کوئی تعجب کا مقام نہیں ہے۔

آپ بہت بڑے سپہ سالار اور جنگی شہسوار تھے۔ ساتھ ہی آپ بڑے مدبر اور مُلکدار بھی تھے۔ یہ ایک اتفاقی بات تھی کہ آپ کے حریفوں کی تدبیریں آپ کے خلاف کامیاب ہوئیں اور آپ کو جام شہادت نوش فرمانا پڑا۔ آپ کی زندگی کا عملی نمونہ زہد و عبادت کے اعتبار سے بھی بہت ہی قابلِ تعریف تھا۔

بنو اُمیہ کے حکمرانوں میں یہ بات خصوصیت سے فایق و نمایاں تھی کہ وہ اپنی حکومت کے قیام و استحکام کے لئے روپیہ سے کام لینا خوب جانتے تھے۔ وہ روپیہ کے حاصل کرنے میں بھی خوب مستعد تھے۔ اور اس روپیہ کو حصول مقصد کے لئے خرچ بھی سلیقہ کے ساتھ کرتے تھے۔ اگر لوگوں میں روپیہ کی محبت نہ پیدا ہوگئی ہوتی تو وہ ہرگز ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتے تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو اُن کے مقابلہ میں ہرگز ناکامیابی حاصل نہ ہوتی۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اگر عبدالملک بن مروان کی طرح بیت المال کو اپنے دوستوں اور مددگاروں کے لئے وقف کردیتے اور رکزوروں کا لحاظ نہ رکھتے تو آپ کے گرد بھی بہت سے شمشیر زن جمع ہوجاتے اور بنو امیہ کو نیچا دیکھنا پڑتا۔ لیکن حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اس خلاف تقویٰ راہ عمل کو ہمیشہ ناپسند فرمایا۔ اور آپ کے لئے یہی موزوں بھی تھا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے عہد خلافت میں "مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کا کوفہ میں قتل ہونا ایک بڑا کارنامہ ہے۔" فارس کے فتنہ خوارج کو بھی آپ نے خوب دبایا۔ اور حتی الامکان اُنہیں سر نہیں اُبھارنے دیا۔ ان مختلف عناصر کے انتظامات کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اپنی پوری توجہ اور طاقت بنی اُمیہ کے مقابلہ میں نہیں لا سکے۔ اگر بنو اُمیہ کے ساتھ اندرونی معرکہ آرائی اور زور آزمائی جاری نہ ہوتی تو شریعتِ اسلام کو آپ بہت رواج دیتے اور بہترین خلیفہ ثابت ہوتے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد۔ "صحابہ کرامؓ کی خلافت اور فرمانروائی کا زمانہ ختم ہوگیا۔ آپ سب سے آخری صحابیؓ تھے جنہوں نے بہت سے ملکوں پر حکومت کی۔" آپ کی عابدانہ و زاہدانہ زندگی ایک مشعلِ راہ اور نجم ہدایت تھی۔

آپ ہی ایک ایسے خلیفہ تھے جن کا دارالخلافہ مکہ معظمہ تھا۔ نہ آپ سے پہلے مکہ معظمہ دارالخلافہ تھا اور نہ آپ کے بعد آج تک مکہ معظمہ کو دارالخلافہ بنایا۔

"حضرت عبداللہ بن زبیرؓ۔ آپکے بھائی حضرت مصعب بن زبیرؓ بن العوام۔ کی بہادریوں کے کارنامے پڑھکر اور آپ کی والدہ حضرت اسماؓ بنت حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شجاعت اور حوصلہ مندی دیکھکر انسان کا دل مرغوب ہوجاتا

اور دنیا کے شجاعت پیشہ لوگوں کو بے اختیار اس بہادر خاندان کے ساتھ محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ خاک و خون میں لوٹنا حمایت حق میں سینکڑوں برچھیوں کے زخم کھا کھا کر آگے بڑھنا اور دشمنان حق کو تہ تیغ کرنا جیسا مشکل اور دشوار کام ہے۔ وہ اُن کے لئے مزیدار اور خوشگوار تھا۔"

آپ کی اولاد خوب پھلی پھولی اور اس میں بڑے بڑے محدث، علماء، فضلاء اور فقیہ ہوئے ہیں۔ چنانچہ آپ کی اولاد در اولاد کے حالات سے تاریخ بھری پڑی ہے۔ آپ ہی کی اولاد میں عبداللہ بن مصعب بن ثابت بن حضرت عبداللہ ہوئے آپ حدیث اور فقہ کے ایک بہت بڑے عالم ہونے کے علاوہ مہدی اور ہارون الرشید کے دست و بازو بھی تھے۔ انہی کے صاحبزادہ مشہور عالم ابوبکر بکار ہارون الرشید کے عہد میں والئ مدینہ تھے۔ مدینہ کے گورنر ہونے کے علاوہ آپ وہاں کے قاضی بھی تھے۔ ہارون آپ کو بہت چاہتا تھا۔ آپ ہی نے بیٹر حضرت عروہ بن زبیر رضی کا پانی ہارون الرشید کو مدینہ سے روانہ کیا تھا۔

محمد بن عمر واقدی المتوفی ۲۰۷ھ ہجری جو طبقات ابن سعد کے مؤلف کے استاد تھے اور مغازی میں جن کا بہت بڑا درجہ ہے۔ انہوں نے قاضی ابوبکر بکار ہی کی مدد سے یحییٰ بن خالد اور ہارون الرشید کے دربار میں بار پایا تھا آپ اپنے زمانہ کے علماء کی صف اوّل میں تھے۔ آپ کے صاحبزادہ زبیر بن ابوبکر بکار بھی بڑے عالم اور باپ کے بڑے عالم اور فاضل بیٹے تھے آپ کی تعلیم و تربیت بہت ہی اعلیٰ پیمانہ پر ہوئی تھی۔ آپ بڑے حافظ حدیث، فقیہ، مؤرخ اور بڑے نساب تھے۔ حافظ امام سمعانی نے جو ان کے معاصر بھی تھے اپنی کتاب الانساب میں آپ کے متعلق لکھا ہے کہ آپ ثقہ نسب کے عالم اور متقدمین کے معاصر اور تاریخ کے عالم تھے۔

ابن ابی خیثمہ نے بیان کیا ہے کہ مصعب جن کی کنیت ابوعبداللہ زبیری تھی اہل علم میں سے تھے۔ میں نے ان کو مدینہ میں بارہا کہتے ہوئے سُنا ہے کہ "اگر ہم سے کوئی بڑھا تو میرا بھتیجا زبیر بن ابو بکار بڑھ جائے گا" آپ کے شوق علمی اور کتب بینی میں استغراق کا ایک واقعہ اہل تاریخ نے لکھا ہے جو بہت سبق آموز ہے۔ ایک دن امام زبیر بن بکار کی بھانجی نے اُن کی بیوی سے کہا کہ "میرے ماموں نہایت لائق تعریف ہیں کہ انہوں نے تمہارے سوا کوئی دوسری بیوی نہیں کی" بیوی نے جواب دیا کہ یہ کتابیں مجھ پر سوکنوں سے زیادہ گراں اور بھاری ہیں۔ آپ کے ایک مشہور و معروف مصنف بھی ہیں چنانچہ انساب العرب ایک ایسی مستند کتاب ہے کہ آپ کے بعد علم الانساب کی کوئی ایک بھی کتاب ایسی نہیں کہ جس میں آپ کی اس کتاب کا حوالہ نہ دیا گیا ہو۔ اور جس کو بڑے بڑے عالموں اور فاضلوں نے سبقاً سبقاً نہ پڑھا ہو۔ مگر افسوس ہے کہ اس کتاب کا کوئی نسخہ ہماری معلومات کی حد تک ہندوستان میں موجود نہیں ہے۔ البتہ استنبول کے سرکاری کتب خانہ اور کیمبرج یونیورسٹی کے کتب خانوں میں اس کے نسخے موجود ہیں۔ آپ کی دوسری کتاب "موفقیات" ہے آپ کی تیسری مشہور کتاب "اخبار مدینہ" ہے۔ اس کے علاوہ اور کچھ کتابیں بھی آپ کی تصانیف میں سے ہیں۔ آپ کے شاگردوں کی بڑی تعداد تھی جنہوں نے آپ سے حدیث اور دوسرے موضوعات پر درس لیا تھا۔ ان میں ابن ماجہ قزوینی نے سنن میں اور ابن ابی الدنیا وغیرہ نے حدیث میں روایتیں کی ہیں۔

اسحاق بن ابراہیم موصلی آپ کی بہت عزت کرتے تھے۔ ابن عساکر نے بھی آپ سے روایت کی ہے ایک زمانہ نے آپ سے علم کا فیض حاصل کیا اور آپ مکہ معظمہ اور بغداد کی مسند علم و فضل پر متمکن رہ کر تشنگان علم کو سیراب فرماتے رہے آپ کے تبحر علمی کی بغداد میں شہرت ہو جانے کی وجہ سے مکہ معظمہ کے عہدۂ قضاۃ پر آپ کو ممتاز فرمایا گیا جس پر آپ ۲۵۶ھ تک جبکہ آپ کی وفات ہوئی فائز رہے مکہ میں دفن ہوئے اور چوراسی سال کی عمر پائی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی کی اولاد میں اور بہت صاحب علم و فضل ہوئے ہیں۔
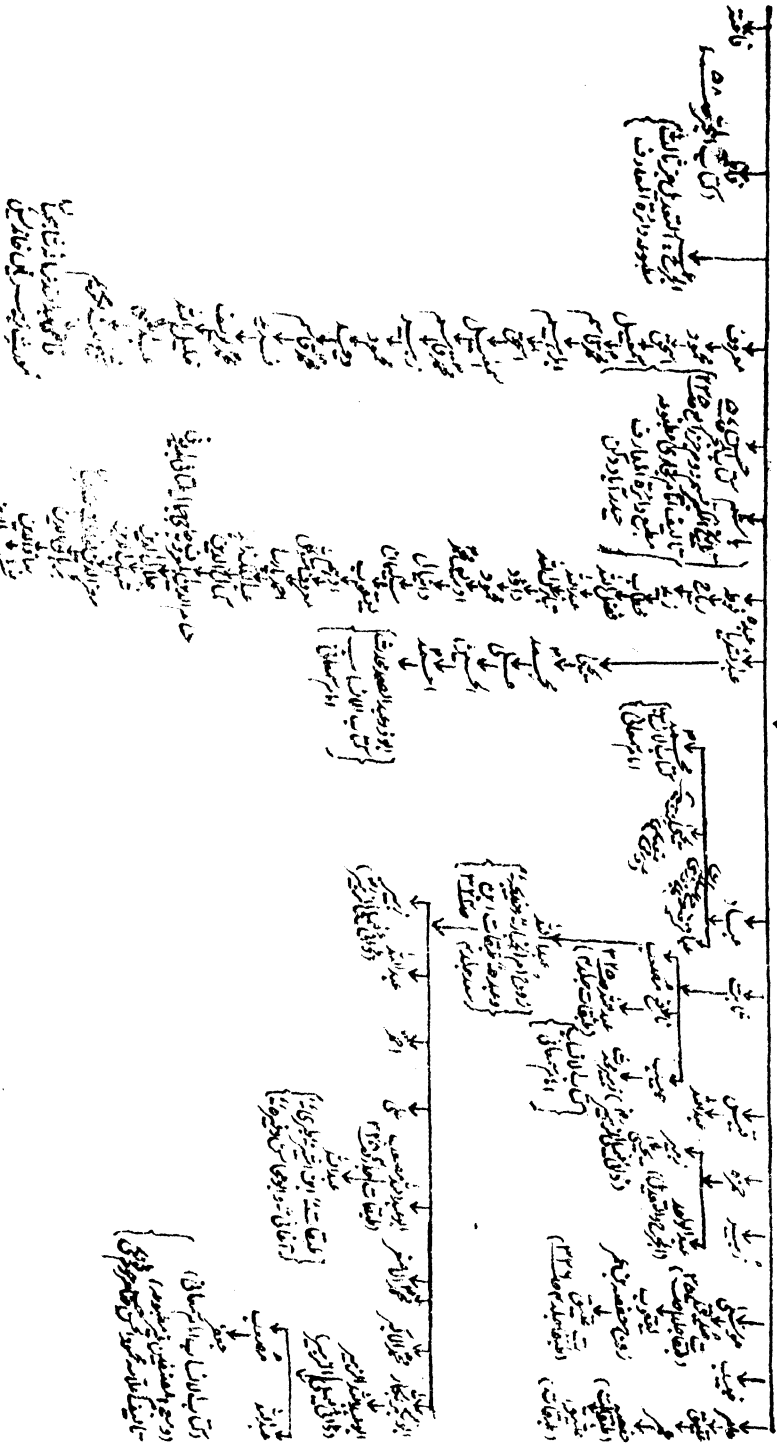
سیدنا حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے حقیقی بھائی تھے۔ ۲۲ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور اپنی خالہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بڑے پیارے تھے۔ آپ نے ان ہی کی آغوش تربیت میں پرورش پائی اور ان ہی کے حلقۂ درس میں تحصیل علم کی۔ اُم المومنینؓ کے حضور میں آپ کے بھائی حضرت مصعب بن زبیرؓ و عائشہ بنت حضرت طلحہؓ، جو بعد میں حضرت مصعبؓ کی بیوی ہوئیں اور اُم المومنین کی بھانجی تھیں۔ اور صفیہؓ بنت شیبہ کو زیادہ تقرب اور اختصاص حاصل تھا۔ حضرت عروہؓ بڑے بڑے مسائل کو حضرت عائشہ سے حل کراتے اور یاد رکھتے۔ انہی مبارک صحبتوں کا اثر تھا کہ جب بڑے ہوئے تو وہ اپنی خالہ حضرت عائشہؓ کے خزانہ علمی کے کلید بردار سمجھے گئے۔ اور فضل و کمال کے تاجدار بنے۔ حضرت عائشہؓ کے مرویات اور فقہ و فتاویٰ کا عالم ان سے بڑھکر کوئی نہ تھا۔

حاجی خلیفہ لکھتے ہیں کہ حضرت عروہؓ اپنی علمیت کے باعث بڑی عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے اور مدینہ منورہ کے سات مشہور فقہا میں ایک آپ بھی تھے۔ ابن شہاب (امام زہری) جو آپ کے مشہور شاگرد ہیں کہتے ہیں کہ حضرت عروہؓ ایک بحر ناپیدا کنار ہیں۔ آپ نے اُم المومنین حضرت عائشہؓ اور والدہ حضرت اسماءؓ اور اپنے والد حضرت زبیرؓ اور اپنے بھائی حضرت عبداللہؓ کے علاوہ بھی بڑے بڑے صحابۂ کرامؓ سے فیض روایت حاصل کیا۔ آپ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال اور اقوال کا بہت بڑا حصہ جو اپنی ماں اور اپنی خالہ۔ باپ اور بھائی سے سنتے روایت کرتے ہیں۔ آپ علم کے بحر ذخار تھے۔ تقویٰ اور پارسائی آپ کی سب سے بڑی خصوصیتیں ہیں۔ صحابیت کی عزت تو آپ کو حاصل نہیں ہوئی مگر اتنے بڑے صاحب علم و فضل اور اس پائے کے محدث اور فقیہ اور ایسے عابد و زاہد اور متقی و پرہیزگار تھے کہ کبار تابعین میں آپ شمار کئے جاتے تھے۔ آپ قریش کے عبادت گذاروں میں سے تھے۔

"سیرت و مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلام میں آپ ہی سب سے پہلے مصنف ہوئے ہیں۔ اور فن مغازی کی سب سے پہلی کتاب بقول صاحب کشف الظنون آپ ہی نے تدوین کی۔ الفاروق میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح حیات میں سب سے پہلی کتاب آپ نے ہی لکھی تھی۔ مگر افسوس کہ ۶۳ھ میں اہل مدینہ اور یزید کی فوجوں میں جنگ حرۃ کے نام سے جو لڑائی مشہور ہے اور جس میں اہل مدینہ بہت تباہ و برباد ہوئے تھے اسی میں آپ کی یہ کتابیں بھی برباد ہوگئیں جس کے بعد وہ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ ان کتابوں کا میرے پاس اس وقت ہونا میری اولاد اور مال سے میرے نزدیک محبوب تر ہوتا لیکن باوجود اس کے آپ کی بہت سی لمبی لمبی تحریرات اس وقت بھی کتب تواریخ کی زینت بنا ہوئی ہیں۔ آپ کے اقوال میں ہے کہ آپ اپنی اولاد سے فرمایا کرتے تھے کہ علم سیکھو۔ اس لئے کہ اگرچہ تم اس وقت اپنی قوم کے چھوٹوں میں ہو مگر عنقریب دوسری قوموں کے بڑے بن جاؤ گے۔ جہالت بہت بُری چیز ہے۔ خصوصاً قوم کے سردار کے لئے۔"

فرماتے تھے " حضرت داؤدؑ ممبر پر بیٹھے ہوئے کھجوروں کی پتیوں کی ٹوکریاں بناتے اور ان کو بیچ کر ان کی قیمت سے زندگی بسر کرتے تھے۔" یہ بھی فرماتے تھے کہ دنیا میں سب سے زیادہ زہد والے میرے گھر کے لوگ ہیں۔

جب آپ نے اپنے محل میں جو وادی عتیق میں تھا گوشہ نشینی اختیار فرمائی۔ اور مسجد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں آنا ترک فرمادیا تو لوگوں نے اس کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ " میں نے دیکھا کہ مسجدیں کھیل کود کے اکھاڑے۔ ہزلیات کی منزلیں اور گذرگاہیں اور ریے حیائیوں کے اڈے بن گئے ہیں۔ اس لئے مجھے گھر پر ہی عافیت معلوم ہوتی ہے۔

آپ اپنے صاحبزادوں کو یہ تفہیم کرنے سے کبھی نہیں چوکتے تھے کہ علم حدیث حاصل کر کے وہ اپنے آپ کو لاثانی ولابدی

بنا سکتے ہیں۔ آپ کی احادیث نہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پورے زمانہ حیات پر محیط ہیں۔ بلکہ خلفاء راشدینؓ کے زمانے کے واقعات پر بھی احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ ابو زیاد کا قول ہے کہ میں نے حضرت عروہؓ سے زیادہ کسی کو شعر پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ شاعری میں آپ بڑے دقیقہ سنج اور ماہر تھے۔ اور اکثر کتب سے ظاہر ہے کہ آپ کو اس کا بڑا ذوق تھا۔ ۹۴ھ ہجری میں آپ نے وفات پائی۔

آپ کی تمام اولاد بھی بڑی صاحب علم وفضل ہوئی۔ اور حدیث وفقہ کی کتابوں میں آپ کی اولاد در اولاد کے نام روایت حدیث میں کثرت کے ساتھ موجود ہیں لیکن ہشام بن حضرت عروہؓ اپنے بھائیوں میں فرد فرید تھے۔ آپ مدینہ کے مشہور تابعین اور زیادہ حدیثیں روایت کرنے والوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ اور اہل مدینہ کے حفاظ اور مقبول اور پرہیز گاروں میں آپ کا شمار تھا۔ آپ کو آپ کے والد سے ورثہ میں علم وفضل حاصل ہوا تھا۔ چنانچہ امام ثوری۔ امام مالک بن انسؒ اور ابن عیینہ بھی آپ کے شاگرد ہیں۔ مدینہ سے آپ بغداد اور وہاں سے کوفہ تشریف لے گئے تھے اور احادیث کی روشنی میں فقہ کی تعلیم کا درس دیتے تھے۔ بغداد میں ۱۴۵ھ ہجری یا ۱۴۶ھ ہجری میں آپ کا انتقال ہوا۔ خلیفہ منصور آپ کا نہایت احترام کرتا تھا اور آپ کے جنازے کی نماز بھی اسی نے پڑھائی تھی۔

حضرت عروہ کے شاگردوں میں حضرت جعفر صادق۔ امام زہری۔ ہشام بن حضرت عروہؓ۔ ابو زناد۔ خلیفہ عمر بن عبد العزیزؒ وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔ اور ان شاگردوں کے شاگردوں میں امام مالک۔ امام اوزاعی۔ امام لیث بن سعد جن کے شاگرد شیخ عبد اللہ بن یوسف اور شاگرد امام بخاری ہوئے۔ موسیٰ بن عقبہ معمر ابن رشید اور کتاب المغازی کے مشہور مؤلف محمد ابن اسحق اور امام ابو حنیفہ۔ امام مسلم۔ امام داؤد۔ امام نسائی۔ امام ترمذی۔ اور ابن ماجہ۔ امام شافعی اور امام احمد حنبل وغیرہ وغیرہ بڑے بڑے امام دین آپ کے صاحبزادے اور آپ کے شاگردوں کے فیض یافتہ تھے۔ اور اس طرح سے آپ کا علم وفضل رہتی دنیا تک سلسلہ بہ سلسلہ جاری رہے گا۔

اولاد عروہ بن حضرت زبیرؓ

سیدنا حضرت مصعب بن حضرت زبیرؓ

آپ اپنے محترم باپ کی شہادت کے وقت بہت چھوٹے اور اپنے برادر بزرگ حضرت عبداللہؓ کے بڑے محبوب تھے اور اُن ہی کے آغوش اور نگرانی میں تعلیم و تربیت حاصل کی۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے اُن شاگردوں میں سے آپ ایک تھے کہ جن کو اُن کی جناب میں اختصاص حاصل تھا۔ حضرت عبداللہؓ کے بعد شجاعت و شہامت اور خطابت و بلاغت میں آپ کا کوئی نظیر نہ تھا۔ اُس زمانہ کے مشہور سپہ سالار مہلب بن ابی صفرہ اور ابراہیم بن الاشتر وغیرہ آپ کی شجاعت و شہامت کے معترف تھے۔ مروت۔ سخاوت۔ شرم و حیا۔ صلہ رحمی۔ اور دینداری وغیرہ میں بھی آپ کو امتیاز حاصل تھا۔ غرضکہ اپنی تعلیم و تربیت اور ذاتی اوصاف کی خوبیوں کی وجہ سے شہزادگانِ قریش میں آپ ایک بہترین نوجوان تھے۔ صورت و سیرت دونوں میں آپ فرد تھے۔ آپ اپنے زمانہ کے بے حد حسین و جمیل شخص تھے۔ اور اسی کے ساتھ بڑے شاندار اور بارعب بھی تھے۔

روایت ہے کہ مصعب بن الزبیرؓ سے زیادہ کوئی خوبصورت امیر آپ سے پیشتر منبر پر کبھی نہیں دیکھا گیا۔ باپ نے کافی دولت چھوڑی تھی۔ بھائیوں کے لاڈلے تھے۔ اس لئے آپ کا لڑکپن اور جوانی کا زمانہ بہت فارغ البالی۔ ناز و نعمت اور شہزادوں کی طرح بسر ہوا۔ نوجوانانِ قریش کی جو بیٹھکیں مسجد نبوی صلعم میں ہوتیں اُن میں آپ مع اپنے بھائی حضرت عروہؓ اور حضرت عبداللہؓ کے بیٹوں یعنی اپنے بھتیجوں کے ساتھ شریک رہتے۔ آپ کی سب سے زیادہ دوستی عبدالملک بن مروان سے تھی جو اُمویوں کا بعد میں بڑا زبردست خلیفہ ہوا۔ اکثر و بیشتر وقت ان دونوں کا ایک ساتھ گذرتا تھا۔

جب آپ کے بڑے بھائی امیرالمومنین حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کی خلافت کا زمانہ آیا تو آپ کو اپنی فطری قابلیتوں کے اظہار کا موقع ملا۔ آپ پہلے مدینہ منورہ کے گورنر بنائے گئے۔ اور بعد ازاں بصرہ و کوفہ کی حکومت سپرد کی گئی جس کے معنی یہ ہیں کہ ایران و خراسان۔ ترکستان۔ اور ہندوستان کی سرحد تک کے علاقے آپ کے زیرنگیں تھے۔ آپ نے فتنۂ مختار کا قلع قمع کر دیا اور مسلمانوں کو ایک بڑی مصیبت سے نجات دے دی۔ اور خوارج کی سرکوبی کی۔ جب عبدالملک کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے کوفیوں اور عراقیوں نے بے وفائی کی اور آپ کا موقف نازک ہوگیا۔ تو آپ کو بصرہ جانے کی صلاح دی گئی۔ مگر آپ کی غیرت اس کو برداشت نہ کرسکی۔ آپ کے صاحبزادہ حضرت عیسیٰ اور آپ جس طرح میدان جنگ میں باوجود دشمنوں کی الحاح وزاری کے میدان سے آپ ہٹ جائیں پروانہ کرکے اور موت کو سامنے دیکھکر بھی ـــ موت کے منہ میں گھس گئے اور ابدالآباد تک اپنا نام روشن کر گئے مولانا اکبر شاہ خاں صاحب نجیب آبادی مرحوم نے اس واقعہ کا مقابلہ حضرت حسینؓ کی شہادت سے اس طرح کیا ہے کہ۔

> "کوفیوں نے مصعب بن حضرت زبیرؓ اور حضرت حسینؓ دونوں کے قتل کرانے میں ایک ہی درجہ کا جرم کیا ہے۔ لیکن یہ دونوں جرم مختلف شکلوں میں ظاہر ہوئے۔
>
> (۱) وہاں حضرت حسینؓ اپنے دشمنوں سے چاہتے تھے کہ وہ اُن کو میدان جنگ سے مکہ یا دمشق یا اور کسی طرف کو بچ کر نکل جانے دیں۔ یہاں حضرت مصعبؓ کے دشمن خود چاہتے تھے کہ حضرت مصعبؓ میدان سے نکل جائیں۔
>
> (۲) وہاں حضرت حسینؓ کے دشمنوں نے اُن کی بات قبول نہیں کی۔ اور یہاں حضرت مصعبؓ بن زبیرؓ نے اپنے دشمنوں کی بات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔"

نتیجہ دونوں کا ایک ہوا کہ دونوں شہید ہوئے اور مسلمانوں کے لئے ایک شاندار عملی نمونہ چھوڑ گئے۔ آپ کی شہادت کا جو اثر خود آپ کے دشمن عبدالملک پر ہوا اور جس طرح اُس نے آپ کو یاد کیا وہ تاریخ میں پڑھنے کے لائق ہے۔ عبدالملک نہیں چاہتا تھا کہ جو صورت پیدا ہوئی وہ ہوتی۔ لیکن حضرت مصعبؓ کی غیرت نے اس کو گوارا نہیں کیا کہ وہ میدان سے پشت پھیر کر نکل جائیں۔ تاریخ کا یہ بھی ایک واقعہ ہے کہ جو درد ناک مرثیے آپ کی شان میں کہے گئے ہیں وہ عربی زبان کے شاہکار ہیں۔ اور آپ سے پیشتر ایسی درد ناک نظمیں نہیں لکھی گئی تھیں۔

تیسری صدی ہجری میں جب دیلمی خاندان کے وزراء نے بغداد کے خلفاء کو بے دست و پا کر دیا تو مجالس ماتم سیدنا حضرت حسینؓ کا رواج ڈالا گیا۔ جو ہند میں اس وقت تک جاری ہے۔ سُنّی اُس کے مقابلہ میں صدہا برس تک ماتم سیدنا حضرت مصعب بن الزبیرؓ برپا کرتے رہے۔ یہ بھی ایک حُسن اتفاق ہے کہ شیعہ حضرات خسر یعنی حضرت حسینؓ کا اور سُنّی آپ کے داماد یعنی حضرت مصعبؓ کے ماتم میں سوگوار رہے

آپ نے اپنے زمانہ کی سب سے زیادہ تعلیم یافتہ۔ مہذّب۔ بزلہ سنج۔ خوددار۔ اور فخر زمان بیٹیوں حضرت سکینہ بنت حضرت حسینؓ اور حضرت عائشہ بنت سیدنا حضرت طلحہؓ (جو امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ کی نواسی اور اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی محبوب شاگرد اور بھانجی بھی تھیں) شادی کی تھی۔ اور یہ دونوں خواتین اپنے زمانہ میں حُسن و جمال۔ ذہن و ذکاوت اور طباعی میں فرد تھیں۔

آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی تعمیل میں ہر وقت مستعد رہے آپ کا تقویٰ بے نظیر۔ تموّل و دولت لاثانی۔ فیاضی ضرب المثل۔ شجاعت بے مثال اور غیرت۔ نفاست پسندی۔ رحمدلی و درگذر۔ شفقت و رعایا پروری وغیرہ آپ کے خاص جوہر تھے۔ خطابت میں آپ کا نام ممتاز تھا۔ مسلمانوں میں سب سے پہلے آپ ہی نے درہم و دینار تیار کرائے تھے اور یہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کا زمانہ تھا۔

آپ کی اولاد میں بھی بڑے بڑے صاحب علم و فضل ہوئے۔ جنہوں نے دنیا کو اس سے فیضیاب کیا۔ اور جہاں گئے علم و عمل کو اپنا شمع راہ بنا کر رکھا ہے۔ اور آپ کی اولاد میں بڑے بڑے فقیہ۔ محدث اور صلحاء پیدا ہوئے۔ چنانچہ تاریخ گزیدہ مؤلفہ حمد اللہ بن ابی بکر بن احمد بن نصر متوفی قزوینی میں جو شروع ساتویں صدی ہجری کی تصنیف ہے۔ قزوین کے مختلف خاندانوں کا حال بیان کرتے ہوئے زبیری خاندان کے متعلق تحریر ہے کہ ”زبیریاں۔ از نسل مصعبؓ بن زبیرؓ بن العوام اند۔ و در ایشاں علماء و صلحاء بودہ اند“ علاوہ ازیں ۱۴۵ھ میں محمد نفس ذکیہ بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن حسن بن حضرت علیؓ کی حمایت میں عیسیٰ بن مصعب (الملقب بہ خنفیر) بن حضرت مصعبؓ اور ابراہیم بن جعفر بن حضرت مصعبؓ صرف تین سو آدمیوں کے ساتھ منصور عباسی کی چالیس ہزار فوج سے مدینہ منورہ کے باہر ایسی مشہورانہ جنگ کر کے شہید ہوئے کہ اُن کے کارنامے تاریخ کا ایک زرّین باب ہیں اس جنگ کی وجہ سے آپکی اولاد کے کچھ افراد نے سندھ کے شہر کنباہ میں آکر سکونت اختیار کر لی مگر جب حضرت زبیرؓ کے چچازاد بھائی حضرت ہبارؓ کی اولاد کی سلطنت منصورہ کا ۳۰۴ھ میں قرامطہ کے ہاتھوں سقوط ہو گیا تو یہ خاندان کنباہ سے ملتان میں منتقل ہو گیا اور وہاں قریشی کنبوی کہلایا پھر مختلف ادوار میں یہ لاہور۔ دہلی۔ میرٹھ سنبھل۔ مارہرہ۔ لکھنؤ۔ پٹنہ وغیرہ وغیرہ میں آباد ہو گیا اس میں بفضل خدا مشائخ طریقت۔ علمائے شریعت۔ اُمرا۔ شعرا و حکام ہوتے چلے آئے ہیں علامہ آزاد بلگرامی المتوفی ۱۲۰۰ھ نے لکھا ہے کہ ”دارالخلافہ دہلی کا منصب قضاء و افتا شروع سلطنت اسلامیہ سے اسی خاندان میں متوارث رہتا آیا ہے اور اب بھی ہے“ ہندوستان کی تاریخ میں اسکا خصوصی درجہ رہا ہے اور ہر زمانے میں اپنے اوصاف حمیدہ۔ جودت طبع۔ علم و فضل اور وجاہت و اثر میں ممتاز رہا ہے اور بقول مولانا عبداللہ العمادیؒ اب تک بھی یہ اپنے خاص امتیاز پر حاوی ہے۔

نوٹ ۱؎ ہم نے اپنی کتاب خاندان زبیری کنبوی میں اس خاندان پر کافی روشنی ڈالی ہے اور حضرت مصعب اور آپ کی اولاد کے حال سیرۃ سیدنا حضرت مصعبؓ میں مفصل تحریر کئے ہیں۔

اولاد مصعب بن حضرت زبیر رضؓ

عکاشہ — مصعب (ابن قتیبہ)
عیسیٰ الاکبر — ہادی — ایوب — یعقوب — داؤد — سلیمان — محمد — نوح — عیسیٰ — شیخ حسن — شیخ کمال الدین — شیخ حسین — ابراہیم — اسمٰعیل — جمال الدین — خواجہ فتح اللہ — رئیس ملتان (شجرہ سہرورد)
عبداللہ
محمد
حمزہ — عمارہ (ابن قتیبہ)؛ حمزہ — ابواسحق ابراہیم محدث (طبقات ابن سعد و کتاب الانساب ام سمعانی)
عاصم
عمر
جعفر — ابراہیم — امۃ الجبار دختر (دوائی فیلی از زبیر بن)
مصعب بن مصعب المعروف مُنقِر — عیسیٰ، عثمان، کثیر، امینہ (تاریخ طبری و تاریخ کامل ابن الاثیر)
سعد
منذر
عیسیٰ الاصغر
طلحہ — اسمٰعیل (تاریخ طبری)
سکینہ
رباب (فاطمہ)
سکینہ زوجہ عثمان بن عروہ بن حضرت زبیر رضؓ

خواجہ فتح اللہ — خواجہ فخر الدین عرف بڈھا رئیس ملتان، فضل اللہ — رئیس ملتان (سیر العارفین)

حافظ اللہ المتوبہ شیخ جمالی قدس ملتانی دہلوی المتوفی ۹۴۲ھ مؤلف سیر العارفین۔

حضرت مخدوم شیخ اسحٰق قدس سرہٗ العزیز ملتانی دہلوی[۱] — حضرت مخدوم شیخ سماؤالدین قدس سرہٗ العزیز ملتانی دہلوی المتولد ۔۔۔ المتوفی ۹۰۱ھ

[۱] حضرت مخدوم شیخ اسحٰق قدس سرہٗ العزیز ملتانی دہلوی
شیخ یحییٰ عبدالسلام المشہور حضرت شیخ ابن دہلوی
شیخ رکن الدین عرف شیخ بڈھ دہلوی کولوی (علیگڑھ)
شیخ جنید المعروف بہ عمر خاں
محمود خاں
محمد سعید خاں شہید
محمد خاں کولوی مارہروی
شیخ ہدایت اللہ
مولوی حافظ محمد نصر اللہ
شیخ فتح اللہ
حکیم عنایت حسین (صاحب سلسلہ عالیہ)
حکیم امداد حسین
حکیم دلدار احمد
حکیم فیض احمد (صاحب المشاہیر)
حسین احمد پسر دوم (مؤلف کتاب ہذا)

نوٹ [۱] حضرت مخدوم شیخ اسحٰق قدس سرہٗ العزیز و حکیم فیض احمد صاحب المشاہیر کی جملہ اولاد کے شجرے ہم نے کتاب خاندان زبیری کمبوہ میں دیئے ہیں۔

مُنذر بن حضرت زبیرؓ

آپ کی کنیت ابوعثمان تھی۔ آپ سردار اور بُردبار تھے۔ اپنے برادر بزرگ حضرت عبداللہ بن زُبیرؓ کے ساتھ یہ بھی شہید ہوئے[1]

مُنذر بن حضرت زبیرؓ کی شرکت بحری جنگ میں

بزمانہ حضرت امیر معاویہؓ ۴۳ھ میں جب کہ قبرس اور روڈس کے جزائر بحر روم میں فتح کئے گئے اُسوقت ان جہادوں میں "اہل مصر" اور "اہل مدینہ بھی ساتھ تھے اہل مدینہ کے رئیس مُنذر بن حضرت زبیرؓ تھے۔ اور امیر اعلیٰ عبدالرحمٰن بن حضرت خالدؓ تھے[2]

مزید حالات

آپ بہت ہوشیار اور وجیہہ آدمی مدینہ کے شمار ہوتے تھے۔ یہ اپنے برادر بزرگ حضرت عبداللہ بن زُبیرؓ کے دعوئ خلافت کی پُرزور حمایت کیا کرتے تھے۔ جب ۶۰ھ میں یزید تخت نشین ہوا تو اس نے عمر بن سعید الأشدق کو مدینہ کا گورنر بنا کر بھیجا۔ جس نے عمرو بن حضرت زبیرؓ کو جو اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے مخالفت رکھتے تھے اپنے باڈی گارڈ کا افسر مقرر کیا۔ اور جن لوگوں کو عمرو نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے موافق خیال کیا اُن کو کوڑے لگوائے۔ ان میں اُن کے بھائی "المنذر بھی تھے۔ ۶۳ھ میں ولید بن عُتبہ حجاز کا گورنر بن کر مدینہ آیا مگر جلدی ہی اُس کی جگہ عثمان بن محمد بن ابی سفیان مامور کر دیا گیا۔ ۶۲ھ میں جب عثمان بن محمد بن ابی سفیان یزید کے چچازاد بھائی نے جو یزید کی طرح گورنر مدینہ تھا اُس نے اشراف شہر کا ایک وفد یزید کے حالات بچشم خود دیکھنے کے لئے دمشق بھیجا تھا۔ اُس وفد میں حضرت مُنذر بن زبیرؓ بھی شریک تھے۔ یزید نے ارکان وفد کی بہت عزت وتکریم کی اور اُن کے ساتھ بہ حسن سلوک کے ساتھ پیش آیا۔ اور وفد کے ارکان کے علاوہ حضرت مُنذرؓ کو یزید نے ایک لاکھ روپیہ دیا تھا۔

وفد کے باقی اراکین تو دمشق سے مدینہ واپس آگئے مگر حضرت منذرؓ اپنے دوست ابن زیاد گورنر عراق سے ملنے کے لئے اُس کے پاس تشریف لے گئے۔

جو اراکین وفد مدینہ منورہ واپس تشریف لائے یزید کے متعلق انہوں نے اہل مدینہ کے سامنے اپنے بُرے خیالات کا اظہار کیا جس کی وجہ جو تنفر یزید کی طرف سے اُن کے دلوں میں بیٹھا ہوا تھا اُس میں اور بھی زیادتی ہوگئی۔

حضرت منذرؓ کی عراق میں اُن کے دوست ابن زیاد نے بہت خاطر و مدارت کی۔ اسی دوران میں یزید کو اُن حالات کا جو ارکان وفد کی واپسی پر مدینہ میں اُس کے خلاف اور بھی شدت سے پیدا ہوگئے تھے۔ علم ہوگیا۔ کیونکہ حضرت منذرؓ عراق میں ابن زیاد کے مہمان تھے۔ اس لئے یزید نے ابن زیاد کو آپ کی گرفتاری کے متعلق فرمان بھیجا۔

عبیداللہ بن زیاد کو یزید کا یہ حکم ناگوار گذرا۔ کیونکہ حضرت مُنذر اُس کے دوست اور مہمان تھے۔ اس لئے اس نے یزید کے حکم سے اُن کو مطلع کر کے یہ مشورہ دیا کہ جب لوگ میرے پاس جمع ہوں تو آپ مجھ سے مدینہ جانے کی اجازت طلب کیجئے جس پر میں یہ کہکر اصرار کروں گا کہ آپ میرے بزرگ اور ہمدرد ہیں ابھی میرے پاس کچھ دنوں اور قیام فرمائیے جس پر آپ یہ جواب دیں کہ مدینہ میں میری جاگیر وغیرہ کے کچھ ایسے ضروری کام درپیش ہیں جن کی وجہ سے میرا وہاں پہنچنا اس وقت بہت ضروری ہے۔

آپ کا یہ اصرار سنکر میں جانے کی اجازت دے دوں گا اس قرارداد کے بموجب عمل کیا گیا اور حضرت مُنذرؓ مدینہ منورہ روانہ ہو گئے۔ اور وہاں پہنچکر یزید کے خلاف لوگوں کو برانگیختہ کرنے والوں میں شامل ہو گئے۔

آپ نے اہل مدینہ سے فرمایا کہ اگرچہ یزید نے مجھے بھی ایک لاکھ روپیہ انعام دیا ہے۔ مگر اس کا یہ احسان

---

[1] ترجمہ المعارف ابن قتیبہ جلد اول صفحہ ۱۳۸ [2] ترجمہ تاریخ کامل ابن الاثیر جلد سوم صفحہ ۲۵۔

مجھے سچی بات کہنے سے نہیں روک سکتا اور انہوں نے علی الاعلان یزید کے عیوب کو آشکارا کیا نیز فرمایا کہ خدا کی قسم وہ شراب پیتا ہے اور اُسے ایسا نشہ ہو جاتا ہے کہ وہ نماز کو ترک کر دیتا ہے۔

یزید کے حالات ان بزرگوں کی زبانی سُن کر اہلِ مدینہ نے گورنر حجاز کو نکال کر وفد کے ایک رکن عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ کو اپنا قائد بنا لیا۔

یہ خبر سُن کر یزید نے مدینہ پر فوج بھیجی اور ۶۳ھ میں جنگ حُرّہ مابین اہل مدینہ اور یزید کی فوج کے واقع ہوئی جس میں اہل مدینہ کو شکست ہوئی اس لڑائی میں سات سو قریشی اشراف مدینہ کے علاوہ اور دس ہزار دوسرے لوگ شہید ہوگئے یزید کی فوج نے بعد فتح مدینہ میں تین روز تک قتل و غارت کا بازار گرم رکھا۔ اس کے بعد اہل مدینہ سے یزید کی غلامی کی بیعت لے کر وہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے لڑنے کے لئے مکہ معظمہ کو روانہ ہوئی۔

حضرت منذرؓ اس واقعہ حُرّہ میں شریک تھے۔ لیکن بچ کر اپنے برادر بزرگ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس مکہ معظمہ چلے گئے تھے یزید کی اس فوج کے مکہ معظمہ پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لینے سے قبل تمام اہل مکہ اور اہل حجاز حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے خلافت کی بیعت کر چکے تھے۔ اور مدینہ منورہ کے تقریباً سب لوگ بھی مکہ معظمہ چلے آئے تھے۔ نجدہ بن عامر بھی خارجیوں کی ایک جماعت ساتھ لے کر خانہ کعبہ کے بچانے کے لئے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس آ گیا تھا جب یزید کی فوج نے مکہ معظمہ کا محاصرہ کر لیا تو حضرت ابن زبیرؓ نے اپنے بھائی حضرت منذر بن زبیرؓ سے جو واقعہ حُرّہ میں شریک تھے اور اب اپنے برادر بزرگ سے آن ملے تھے۔ کہا کہ میرے اور تمہارے سوا شامیوں سے لڑنے کے لئے اور کوئی شخص نہیں ہو سکتا۔ پھر انہوں نے اپنے بھائی منذرؓ کو کچھ لوگوں کے ساتھ قتال کرنے کے لئے روانہ کیا۔

ایک ساعت تک حضرت منذرؓ نے بہت شدید جنگ کی۔ شامیوں کو جو یکے بعد دیگرے اُن کے مقابل آئے قتل کر دیا پھر ایک اور شامی کی طرف جس نے انہیں اپنے مقابلہ کے لئے بلایا تھا بڑھے ایک نے دوسرے پر حملہ کیا۔ دونوں کے وار کاری پڑے اور دونوں بے جان ہو کر گر پڑے۔ [1]

منذر بن حضرت زبیرؓ کی جاگیر

[illegible] مدینہ کے دیہاتوں میں سے ایک دیہات تھا۔ سلیمان بن علی نے اس پر [illegible] اس کے کنارے "المنذر بن الزبیر بن العوام" کا قطیعہ تھا۔ اور یہیں نعمان بن المنذر کی نہر تھی۔ جو کسریٰ کے زمانہ میں اس کو ملی تھی۔ یہاں "نعمان" کا ایک قصر بھی تھا۔ [2]

اولاد و ازواج

ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ "منذر" اپنی کنیت "ابو عثمان" کیا کرتے تھے ان کا ایک لڑکا "محمد بن منذر" ہے جو ابو زید اپنی کنیت کیا کرتے تھے۔ [3]

طبقات میں ہے کہ کہا راوی نے بیان کیا مجھ سے عبدالملک بن عامر العقدی نے ان سے کہا تھا "افلح" نے اور انہوں نے "قاسم" سے اپنی حدیث میں روایت کی ہے کہ "منذرؓ" کی کنیت ابو عثمان تھی بعدہٗ منذرؓ کا لڑکا "محمد" پیدا ہوا جس کی ماں عاتکہ بنت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل تھی۔

منذرؓ کی دوسری اولاد۔ عبدالرحمن۔ ابراہیم۔ اور قریبہ ہیں۔ ان کی ماں حفصہ بنت عبدالرحمن بن حضرت ابوبکر صدیقؓ تھیں۔ عبید اللہ ان کی ماں۔ حسان بن [illegible] کی بیٹی [illegible] تھیں۔ عمرؓ "ابو عبیدہ" معاویہ۔ ہاشم۔ فاطمہ زوجہ ہشام بن عروہ بن حضرت زبیرؓ ان سب کی ماں ام ولد (لونڈی) تھی۔ عمرؓ "عوّن" اور عبد اللہ ان کی مائیں بھی اُم ولد تھیں [3]

---

۱ طبری وابن الاثیر صفحہ ۲۵۶ جلد چہارم ۲ ترجمہ فتوح البلدان بلاذری جزو دوم صفحہ ۶ ۳ طبقات ابن سعد جز ثامن صفحہ ۱۳۵۔

اولاد منذر بن حضرت زبیرؓ

۱ عثمان — ۲ محمد — ۳ عبدالرحمن — ۴ ابراہیم — ۵ عبیداللہ — ۶ عمر — ۷ ابوعبیدہ — ۸ معاویہ — ۹ عاصم — ۱۰ عمر — ۱۱ عبداللہ — ۱۲ عون — ۱ قریبہ — ۲ فاطمہ

- محمد ← زید، فلیح
- عبیداللہ ← منذر
- عاصم ← عبداللہ ← سلیمان ← احمد ← الزبیر ← عبداللہ (کتاب الانساب امام سمعانی)
- فاطمہ: زوجہ ہشام بن عروہ بن حضرت زبیر، طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۳۵۰ ← عروہ، محمد

محمد بن منذر بن حضرت زبیرؓ

آپ قریش کے سردار کہلاتے تھے اور ابو زید اپنی کنیت کیا کرتے تھے جب آپ راستہ چلتے تو لوگ آپ کی تعظیم و تکریم کی وجہ سے آگ بجھا دیا کرتے تھے۔
ایک دن آپ کے ایک جوتہ کا تسمہ ٹوٹ گیا تو اپنے پاؤں پر خفا ہوئے اور دوسرے کو بھی اُتار دیا۔ دونوں کو چھوڑ کر چلے گئے اور پھر نہیں پہنا آپ ہی کا قول ہے۔ "ما قل سفہاء القوم الا ذنوا" آپ کی نسل باقی ہے ع۱
محمد بن منذر کی شادی اپنے تایا حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی صاحبزادی "فاختہ" سے ہوئی تھی"۔ ع۲

عمرو بن المنذر بن حضرت زبیرؓ

آپ حضرت حسن بن حضرت علیؓ کے داماد تھے اُم سلمہ بنت الحسنؓ سے آپ کی شادی ہوئی تھی ع۳

عاصم بن المنذر بن حضرت زبیرؓ

عاصم بن المنذر کی شادی اُم عبد بنت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے ہوئی تھی۔ یہ سعیدؓ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ آپ صالح الحدیث تھے آپ نے اپنی دادی حضرت اسماؓ اور عبید اللہ بن عبد اللہ بن حضرت عمرؓ اور ہشام بن عروہؓ سے حدیثیں سُنکر روایت کی ہیں۔ ع۴

الزُبیر بن احمد بن سلیمان بن عبداللہ بن عاصم بن المنذر بن حضرت زُبیرؓ

آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ آپ کچھ دنوں تک بصرہ کے مشہور ترین شافعی فقیہ تھے۔ آپ بغداد پہنچے جہاں الزُبیر البصری کے نام سے مشہور ہوئے اور ۳۱۷ھ مطابق ۹۲۹ء میں فوت ہوئے۔ آپ کی متعدد قیمتی فقہی "تالیفین" ہیں جن کے ناموں کا ذکر ابن خلکان نے سوانح عمری ۲۴۰ کے تحت اور حاجی خلیفہ نے ع۲۲۲ اور صفحہ ۲۲۵ کے تحت بیان کیا ہے ع۵ اور ابو عبداللہ الزبیر بن احمد بن سلیمان بن عبداللہ بن عاصم بن المنذر بن الزبیر بن العوام الاسدی الزُبیری والبصری تھے۔ مذہب شافعی کے ایک فقیہ تھے۔ فقہ میں صاحب تصانیف تھے۔ اُن میں سے ایک کتاب "الکافی" بھی ہے۔ بغداد آئے اور وہاں داؤد بن سلیمان المودب محمد بن سنان القزاز اور ابراہیم بن الولید الخشاش وغیرہم سے روایت حدیث کی اور اُن سے محمد بن الحسن النقاش۔ عمر بن بشران البکری۔ علی بن ہارون اسماعیل بن محمد بن لولو اور محمد بن عبداللہ بن بخیت الدقاق نے روائتیں کی ہیں وہ ثقہ تھے اور نابینا تھے ع۶

عثمان بن منذر بن حضرت زبیرؓ

القاسم بن محمد الثقفی عن معاویہ روی قاسم بن محمد ثقفی معاویہ سے روایت کرتے ہیں اُن سے ولید بن مسلم روایت کرتے ہیں الولید بن مسلم عن عثمان بن المنذر۔ وقال یحیی بن حماد سمع اسماء بنت ابی بکرؓ ع وہ عثمان بن منذر سے اور یحیی بن حماد نے کہا کہ اُنہوں نے اسماء بنت ابو بکرؓ سے سنا۔

ع۱ ترجمہ المعارف ابن قتیبہ جلد اول صفحہ ۱۳۵ ع۲ کتاب المحبر صفحہ ۵۵ ع۳ کتاب المحبر صفحہ ۵۷ ع۴ الجرح والتعدیل جز ثالث صفحہ ۳۵۰ ع۵ ۱۴۳۲ عبث ۵ ذائی فیلی الزبیر صفحہ ۲۸ ع ۵۶ ع۶ کتاب الانساب امام سمعانی ع۷ جز رابع تاریخ الکبیر صفحہ ۵ امام بخاری مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن۔

فلیح بن محمد بن منذر بن حضرت زبیر رض | عن ابیہ روی عنہ عبد اللہ بن المبارک سمعت ابی یقول ذالک | اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اُن سے عبداللہ بن مبارک نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا۔

ابراہیم بن المنذر | کثیر بن جعفر بن ابی کثیر اخو اسمعیل مولیٰ بنی زریق الانصاری المدنی سمع علاقہ وزیادہ روی عنہ ابراہیم بن المنذر و محمد بن عبید اللہ ۲ | کثیر بن جعفر بن ابی کثیر اسمعیل کے بھائی مولیٰ بنی زریق الانصاری المدنی کو علاقہ اور زیادہ سے روایت کرتے ہوئے سُنا اور ابراہیم بن منذر اور محمد بن عبید اللہ سے بھی۔

منذر بن عبید اللہ بن المنذر بن حضرت زبیر رض | عن ہشام بن عروہ روی عنہ قتیبہ ۳ | آپ نے ہشام بن عروہ رض سے روایت کی ہے اور قتیبہ سے بھی روایت کی ہے۔

فاطمہ بنت المنذر بن حضرت زبیر رض | ان کی ماں ایک اُم ولد تھیں۔ ان کی شادی ہشام بن عروہ بن حضرت زبیر سے ہوئی جن سے ان کے عروہ اور محمد پیدا ہوئے۔ انہوں نے اپنی دادی حضرت اسماء بنت ابو بکر صدیق رض سے روایت کی ہے ۴۔

حفصہ بنت عبد الرحمٰن بن حضرت ابو بکر صدیق رض زوجہ منذر بن حضرت زبیر رض | طبقات میں ہے کہ ان کی والدہ قریبۃ الصغریٰ تھیں اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رض نے "حفصہ" کی شادی منذر بن حضرت زبیر رض بن العوام سے کر دی تھی۔ حفصہ رض نے اپنے والد اور پھوپی اُم المومنین حضرت عائشہ رض اور اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رض سے روایت کی ہے ۵۔

عاتکہ زوجہ منذر بن حضرت زبیر رض | ان کے والد حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ان کے والد بزرگوار نے ان کا نام اپنی بہن حضرت عاتکہ رض کے نام پر رکھا تھا۔

عُبیدہ بن حضرت زبیر رض

ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ "عُبیدہ بن حضرت زبیر رض" وہی ہیں جنہوں نے عمرو بن حضرت زبیر رض کو حضرت عبد اللہ بن زبیر رض کی لڑائی کے وقت کہا تھا کہ تم میرے ساتھ چلو۔ اگر انہوں نے پناہ دی تو فبہا ورنہ ہم تم کو پناہ کی جگہ میں پہنچا دیں گے۔ مگر حضرت عبد اللہ بن زبیر رض نے اُن کی پناہ کی کچھ پروانہ کی اور اُن سے لوگوں کا بدلہ لے لیا یہاں تک کہ وہ مر گئے۔ اُن کی نسل باقی ہے ۶۔

گورنری مدینہ منورہ | طبری میں ہے کہ ۶۲ھ میں حضرت عبد اللہ بن زبیر رض نے عُبیدہ بن حضرت زبیر رض کو عامل و گورنر مدینہ مقرر کیا ۷۔

گورنری سے معزولی | تاریخ کامل ابن الاثیر میں ہے کہ اس سال ۶۵ھ میں "حضرت عبد اللہ بن زبیر رض" نے مدینہ سے اپنے بھائی عُبید اللہ بن حضرت زبیر رض کو معزول کیا اور اپنے ایک اور بھائی مُصعب بن حضرت زبیر رض کو مقرر کیا۔ وجہ یہ ہوئی کہ عُبیدہ بن حضرت زبیر رض نے لوگوں کے سامنے ایک تقریر کی جس میں کہا کہ کیا تم نے دیکھا کہ خدا نے ایک قوم سے اُس کی اُونٹنی کے بارے میں کیا سلوک کیا جس کی قیمت پانچ درہم تھی۔

نوٹ ۵ کتاب المحبر میں ہے کہ حفصہ رض بنت عبد الرحمٰن رض نے الحسین بن علی بن ابی طالب سے نکاح کیا پھر عاصم بن عمر رض بن الخطاب سے اور پھر منذر بن الزبیر سے

۱ الجرح والتعدیل القسم ثانی من المجلد الثالث ص ۸۵ ۲ ص ۲۸۱ ۲ الجزء الرابع تاریخ الکبیر ص ۲۱۷ ۳ الجزء الرابع تاریخ کبیر امام بخاری ص ۲۵۸ ۴ طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۲۵۰ ۵ طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۳۴۴ ۶ ترجمہ المعارف ابن قتیبہ جلد اول ص ۱۳۷ ۷ ترجمہ طبری حصہ اول جلد دوم ص ۴۰۹ -

(طبری نے اونٹنی کی قیمت[1] اپنی روایت میں پانچ سو درہم بتانا لکھی ہے) اس وجہ سے عُبیدہ رض کا نام "مقوّم الناقہ" (اونٹنی کی قیمت لگانے والا) ہوگیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رض کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے فرمایا یہ تکلّف و تصنّع ہے (طبری) عُبیدہ رض بن حضرت زبیر رض کو معزول کر کے مُصعب بن حضرت زُبیر رض کو مقرر کیا۔ [1]

ازواج واولاد

ابن قتیبہ نے آپ کی ازواج و اولاد میں سے کسی کا بھی نام نہیں لکھا۔ صرف اتنا لکھا ہے کہ عُبیدہ کی نسل باقی ہے۔ طبقات میں ہے کہ عُبیدہ بن حضرت زبیر رض کی اولاد صرف دو ہیں۔

(۱) مُنذِر یہ ایک اُم ولد لونڈی کے بطن سے تھے۔

(۲) زینب ان کی ماں اُم عبداللہ بنت مساحق بن عبداللہ بن مخرمہ بن عبدالعزیٰ بن ابی قیس بن عبدوُد بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی تھیں۔ [2]

اولاد عبیدہ بن حضرت زبیر رض

- المنذر
- زینب

مُنذر بن عُبیدہ بن حضرت زبیر رض

آپ کا ذکر آپ کے چچا سیدنا جعفر بن حضرت زبیر رض کے حالات کے ضمن میں آیا ہے کہ حضرت جعفر رض نے ایک شعر لکھ کر آپ کے ہاتھ عمر بن عبدالعزیز بن مروان کے پاس بھیجا تھا۔

ازواج واولاد

فاطمہ بنت حضرت علی رض آپ کی بیوی تھیں۔ طبقات میں ہے کہ فاطمہ بنت حضرت علی رض کی ماں ایک اُم ولد لونڈی تھیں۔ ان کی پہلی شادی محمد بن ابی سعید بن حضرت عقیل رض بن ابی طالب سے ہوئی اور حمیدہ بنت محمد پیدا ہوئیں۔ محمد کے انتقال کے بعد ان کی شادی سعید بن الاسود بن ابی البختری بن حارث بن اسد بن عبدالعزیٰ ابن قصی سے ہوئی۔ برزہ اور خالد ان سے پیدا ہوئے۔

سعید کے انتقال کے بعد ان کی شادی مُنذر بن عُبیدہ بن حضرت زبیر رض بن العوام سے ہوئی اور عثمان و کبریٰ پیدا ہوئے۔ [3]

اولاد منذر بن عُبیدہ بن حضرت زبیر رض

- عثمان
- کبریٰ

نوٹ [1] اس روایت میں اُونٹنی سے مراد حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی ہے۔ جس کے متعلق قرآن شریف میں بیان کیا گیا ہے کہ "ثمود" کو عذاب دیا گیا۔ کیونکہ انہوں نے اپنے پیغمبر "حضرت صالح ع" کی اونٹنی کے پاؤں کاٹ ڈالے تھے جب "عُبیدہ بن حضرت زبیر رض نے حضرت صالح ع کی اونٹنی کی قیمت لگائی تو حاضرین کو بُرا لطف آیا اور وہیں آپ کا نام "مقوّم الناقہ" رکھ دیا۔

---

[1] ترجمہ تاریخ کامل ابن الاثیر جلد چہارم صفحہ ۳۵۲۔

[2] طبقات ابن سعد جزء خامس صفحہ ۱۳۰

[3] طبقات ابن سعد جلد آٹھ صفحہ ۳۲۱۔

عمر بن حضرت زبیرؓ

فتوحاتِ افریقہ[1] میں اِن کا بھی حصّہ ہے۔ وہاں کی لڑائیوں میں اپنے والد بزرگوار اور بڑے بھائی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی طرح یہ بھی شریک تھے۔

فتوحاتِ افریقہ میں ہے کہ ...... ان سب واقعات کے پیش آنے اور صلح کی کارروائی ہونے کے بعد عمرو بن حضرت زبیرؓ شہر مذکور میں تشریف لائے۔ جن کے ساتھ اہلِ اسلام کی ایک جماعت تھی۔ یہاں پہنچکر آپ نے مقام کیا۔ پھر قیس ابن حارث روانہ ہوئے اور طلبندا نامی شہر کے قریب پہنچے اور ایک قصبہ کے پاس آپ نے مقام کیا جو اشنیس کے نام سے مشہور تھا۔ "اُولیاص" وہاں کے بطریق نے دل میں دغابازی رکھ کر جزیہ کی شرط پر صلح کر لی بلکہ اشنیس کی طرف سے بھی اُس کے جزیہ ادا کرنے کا اقرار کر لیا کیونکہ اشنیس بھی اُس کا ماتحت تھا۔ [1]

تاریخ ابن الاثیر میں ہے کہ عمر بن حضرت زبیرؓ سے اچھی خدمت کی بنا پر حضرت امیر معاویہؓ بہت خوش تھے اور اُن کی تعریف کیا کرتے تھے۔"

حضرت امیر معاویہؓ نے عمر بن حضرت زُبیرؓ کو تحریری طور سے "ایک لاکھ درہم کا" پَروانہ دیا تھا جس میں لکھا تھا کہ یہ رقم "خلیفہ" کے بھائی "زیاد" کو جو گورنر تھا ادا کرنی ہوگی۔ عمر نے خط کھولا اور مِندسہ کو دو لاکھ بنا دیا۔ جب "زیاد" نے اس کا حساب بھیجا تو حضرت امیر معاویہؓ پر اُن کا جعل ظاہر ہوگیا اس پر "عمر" کو گرفتار کر کے لایا گیا۔

آخر کار اُن کے بھائی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو یہ رقم ادا کر کے اُنھیں رہائی دلانی پڑی اور "خلیفہ" کو یہ ضرورت پیش آئی کہ وہ مُہر کی حفاظت کے لئے ایک شخص کو مقرر کریں اور کمر بند سے اُسے باندھا کریں اور مُہر لگایا کریں۔ اس لئے اُنہوں نے مُہر کا محافظ مقرر کیا جو اس کام کی نگرانی کرتا تھا۔

پہلا شخص جس نے یہ خدمت انجام دی اُس کا نام عبداللہ بن محصن الحمیری تھا۔ [2]

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے جو قربانی دی تھی اور جو "عمر بن حضرت زبیرؓ" پر بارِ نی ہوئی تھی اُس کا کچھ اچھا اثر نہیں ہوا تھا عمر اپنے آپ کو ہمیشہ بیڑیاں پہنائے رکھتے۔ جب ۶۰ھ میں "یزید" کی حکومت شروع ہوئی اور حضرت عبداللہ بن زُبیرؓ بیعت سے انکار کر کے مدینہ سے "مکہ" چلے گئے تو عمر بن حضرت زبیرؓ نے موقع پایا اور نئے گورنر عمرو بن سعید الاشدق کے پاس جاکر (جس کو "یزید" نے "مدینہ" بھیجا تھا۔) یہ خدمت قبول کی کہ اُس کے باڈی گارڈ کے افسرِ اعلیٰ بنیں۔[3]

طبری میں ہے کہ عمرو بن سعید جب "مدینہ" میں (یزید کی طرف سے گورنر ہوکر) آیا تو اُس نے اس خیال سے کہ عمرو بن حضرت زُبیرؓ کو اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے بُغض و عداوت ہے اُن کو رئیس شُرطہ (کوتوال) مقرر کر دیا تھا۔ (ایک جگہ کوتوال کے بجائے باڈی گارڈ کا افسر لکھا ہے)۔

عمرو بن سعید نے مدینہ کے اُن لوگوں کے پاس جنھیں وہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا ہوا خواہ سمجھتا تھا۔ عمر بن حضرت زبیرؓ کو بھیجا تو اُنہوں نے اُن کو بہت بُری طرح مارا پیٹا جن میں مُنذر بن حضرت زبیرؓ اُن کے صاحبزادے محمد بن مُنذر عبدالرحمٰن بن اسود بن عبد یغوث۔ عثمان بن عبداللہ بن حکیم خبیب بن حضرت عبداللہ بن زبیرؓ محمد بن حضرت عمار بن یاسرؓ میں سے کس کو چالیس اور کس کو پچاس ساٹھ کوڑے لگائے۔

عبدالرحمٰن بن عمرو بن سہل کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر اور عمرو بن حضرت زُبیرؓ کے ہاتھ سے جان بچا کر "مکہ" بھاگ گئے۔

---

[1] فتوحاتِ افریقہ صفحہ ۲۲۱ و ۲۲۲ [2] تاریخ ابن الاثیر جلد ۴ صفحہ ۷ [3] تاریخ ابن الاثیر جلد ۴ صفحہ ۱۱۳۔

عمرو بن سعید عامل مدینہ نے عمرو بن حضرت زبیرؓ سے پوچھا کہ تمہارے بھائی کے مقابلہ میں کون شخص یہاں سے جائیگا انہوں نے کہا کہ ان کے مقابلہ کے لئے مجھ سے زیادہ کوئی شخص موزون نہیں ہوسکتا۔

اہل مدینہ کے غلاموں میں سے ایک انبوہِ کثیر عمرو بن حضرت زبیرؓ کے ساتھ ہوا انیس بن عمرو اسلمی سات سو جنگجوؤں کو ساتھ لے کر شریک ہوا ہے۔ انہوں نے اپنا مقدمۃ الجیش کر کے روانہ کیا اُس نے مقام جرف میں جاکر لشکر ڈالا مروان بن حکم نے اس لشکر کشی کا حال سن کر عمرو بن سعید سے کہا کہ "مکہ" پر حملہ مت کرو اور خانہ کعبہ کی بے حرمتی سے بچو۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بوڑھے ہو گئے ہیں وہ ضدی آدمی ہیں وہ خود ہی مرنے کو ہیں انھیں قتل مت کرو۔

اس پر بھی عمرو بن حضرت زبیرؓ باز نہ آئے اور انہوں نے مقام ابطح میں پہنچ کر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو لکھا کہ خلیفہ (یزید) کی قسم پوری کرو اور اپنی گردن میں چاندی کی زنجیر ایسی کہ جو دکھائی نہ دے ڈال لو۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے لکھا کہ میرا اور تمہارا مقابلہ مسجد الحرام میں ہوگا اور یہ جواب لکھ کر آپ نے عبداللہ بن صفوان جمحی کو ذی طویٰ میں عمر بن حضرت زبیرؓ کے مقدمۃ الجیش سے لڑنے کو روانہ کیا۔

عبداللہ بن صفوان کے ساتھ وہ بھی شریک ہو گئے جو بیرون "مکہ" مقیم تھے۔ عبداللہ بن صفوان نے انیس پر حملہ کیا اور جنگ میں اُسے شکست فاش دی۔

عمر بن حضرت زبیرؓ کے لشکریوں میں سے ایک جماعت نے اُن کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ علقمہ کے گھر چلے گئے جہاں اُن کے بھائی عبیداللہ بن حضرت زبیرؓ اُن سے ملنے گئے اور اُن کو اپنی پناہ میں لے کر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے جاکر کہا کہ میں نے عمرو کو پناہ دیدی ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے فرمایا کیا لوگوں کے مظالم سے تم نے اُسے پناہ دیدی ہے یہ تو کسی طرح مناسب نہیں۔

یہ فرماکر آپ نے عبیداللہ بن حضرت زبیرؓ کے ذمّہ کو توڑ ڈالا اور یہ فرمایا کہ میں نے تم کو کب حکم دیا تھا کہ اس فاسق کو پناہ دو جو خدا کی حرام کی ہوئی باتوں کو حلال سمجھتا ہے۔

اس کے بعد عمرو بن حضرت زبیرؓ نے جن لوگوں کو پٹوایا تھا۔ اُن سب کا بدلہ اُن سے لیا البتہ منذر بن حضرت زبیرؓ اور اُن کے صاحبزادے نے اپنا بدلہ لینے سے انکار کیا اور عمرو بن حضرت زبیرؓ کوڑوں ہی کی مار میں مر گئے[1]

طبقات میں ہے کہ یزید بن حضرت معاویہؓ نے عمرو بن سعید کو جو مدینہ کا عامل تھا لکھا تھا کہ عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف ایک لشکر روانہ کرے۔

پس عمرو بن سعید نے لوگوں سے پوچھا کہ عبداللہ بن زبیرؓ کا سب سے بڑا دشمن کون ہے لوگوں نے عمر بن حضرت زبیرؓ کا نام بتایا تھا اس پر عمرو بن سعید نے عمرو بن حضرت زبیرؓ کو مدینہ منورہ کا کوتوال مقرر کیا۔

عمرو بن حضرت زبیرؓ نے اس عہدے پر مقرر ہو کر مقام "سیاط" میں بہت سے قریش اور انصار کو ہلاک کر دیا اور کہا کہ وہ سب عبداللہ بن زبیرؓ کے شیعہ ہیں۔

اس کے بعد عمرو بن سعید نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف عمر بن حضرت زبیرؓ کو روانہ کیا اور اُن سے لڑنے کو کہا اُن کے ساتھ ایک شامی فوج بھی تھی۔

عمر بن حضرت زبیرؓ نے مکہ آکر مقام ذی طویٰ میں پڑاؤ ڈالا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے مصعب بن عبدالرحمٰن کو ایک جماعت کے ساتھ اور عبداللہ بن صفوان کو دوسری جماعت کے ساتھ عمرو بن حضرت زبیرؓ سے مقابلہ کرنے کیلئے روانہ کیا

---

[1] ترجمہ تاریخ طبری حصہ اوّل جلد دوم ص ۱۶۷ تا ۱۶۹۔

مُصعب اور ابن صفوان کے لشکر اور عمر بن حضرت زبیرؓ کے لشکر میں جنگ ہوئی۔ جس میں اُنیس بن عمرو الاسلمی جو عمر بن حضرت زبیرؓ کے لشکر کا مقدمۃ الجیش تھا مارا گیا اور یہ لشکر شکست کھا کر منتشر ہو گیا۔
عبُیدہ بن حضرت زبیرؓ نے عمر بن حضرت زبیرؓ کو اپنی پناہ میں لے کر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خدمت میں پیش کیا ایسی حالت میں کہ خون اُن کے قدموں پر ٹپکتا تھا۔
یہ دیکھکر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے فرمایا کہ یہ کس چیز کا خون ہے۔ اس پر عمر بن حضرت زبیرؓ نے یہ شعر پڑھا لسنا علی أعقابنا تدمی کلومنا۔ ولکن علی أقدامنا تقطر الدما۔ ترجمہ شعر۔ ہم اُن لوگوں میں سے نہیں ہیں۔ جن کی پیٹھ کے زخم سے خون ٹپکتا ہو بلکہ اُن لوگوں میں ہیں جن کے قدموں پر خون ٹپکتا ہے۔
یہ سُنکر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے فرمایا اے دشمنِ خدا اور خدا کے حرام کو حلال سمجھنے والے تم یہ بات کہتے ہو بعدازاں اُن سے اُن تمام لوگوں کا بدلہ لیا گیا جن کو عمرو نے مارا یا ظلم کیا تھا۔
اس کے بعد مُصعب بن عبدالرحمٰن بول اُٹھے کہ عمرو نے مقام "سیاط" میں میرے سَو کوڑے مارے تھے حالانکہ مجھ سے کسی قسم کی خطا سرزد نہیں ہوئی تھی۔ پس حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے حکم دیا کہ عمرو کو سامنے کھڑا کر دیا جائے اور مصعب بن عبدالرحمٰن کے ہاتھ میں کوڑا دے کر حکم دیا کہ تم بھی اس کے سَو کوڑے لگاؤ چنانچہ مصعب نے حکم کی تعمیل کی۔ لیکن عمرو کوڑے کھانے کے بعد زخموں سے پھر اچھے ہو گئے۔ ایک دن جب جیل سے نکال کر باہر لائے گئے تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے انھیں دیکھ کر فرمایا کہ تم اب تک زندہ ہو بعدازاں اُن کا انتقال قیدخانہ ہی میں ہو گیا۔ ان کی نعش کو مُرداروں کی کھائی میں ڈلوا دیا گیا جہاں بعد میں حضرت عبداللہ بن زبیر کی لاش کو حجاج نے سُولی پر لٹکا دیا تھا۔[1]

عمرو بن حضرت زبیرؓ کا مکان مدینہ میں بعض بڑے بڑے مہاجرین نے حضور صلعم کے زمانہ حیات ہی میں مدینہ منورہ میں اپنے لئے مکانات تعمیر کرائے تھے ازواجِ مطہرات کے لئے حجرے بنائے گئے تھے۔ ان مکانوں کا ایک حصّہ تو مسجد نبوی میں داخل ہو گیا اور دُوسرا حصّہ امرائے بنو اُمیّہ و بنی عباس اور دیگر سلاطین اسلام کے اِن عالیشان مکانوں کی تعمیر کی نذر ہو گیا جو وہ برابر بجذبۂ عقیدت اس مُقدس اور متبرک شہر میں بنواتے رہے۔
سمہودی (متوفی ۹۱۱ھ ہجری) نے بعض ایسے مکانوں کا ذکر کیا ہے جو اسوقت بے پتہ ہیں مثلاً دارِ عباسؓ بن عبدالمطلب۔ دارِ عائشہؓ۔ دارِ اسماءؓ بنت حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ دارِ سکینہ بنت حسینؓ۔ دارِ عبداللہ بن مسعودؓ دارِ انسؓ ابن مالکؓ۔ دارِ عمرو بن العاصؓ۔ دارِ عمرو بن حضرت زبیرؓ وغیرہ وغیرہ۔[2]

حوضِ عمرو حوضِ عمرو۔ عمرو بن حضرت زبیرؓ کی طرف منسوب ہے۔[3]

ازواج و اولاد ابن قتیبہ نے ان کی ازواج و اولاد میں سے کسی کا نام نہیں بتایا صرف اتنا لکھ دینے پر اکتفا کیا ہے کہ عمرو بن حضرت زبیرؓ اپنی کُنیت ابُو الزبیرؓ کیا کرتے تھے۔[4]
طبقات میں ہے کہ عُمر کی اولاد یہ ہیں۔
(۱) محمد (۲) اُم عمرو ان دونوں کی ماں اُم یزید بن عدی ابن نوفل بن عدی بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی تھیں۔

---

[1] طبقات ابن سعد جزء خامس ص ۱۳۶، ۱۳۷ [2] رہنمائے مدینہ مرتبہ مولوی مسعود علی صاحب محوی بی۔ اے سابق سیشن جج [3] فتوح البلدان تالیف احمد بن یحیٰی بن جابر المشہور بالبلاذری المتوفی ۲۷۹ھ جزو اول ص ۲۰ ترجمہ سید ابوالخیر مودودی رکن شعبۂ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ سرکار عالی ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۳۲ء

(۲) عمرو بن عمر اور "حبیبہ" ان دونوں کی ماں ایک اُم ولد لونڈی تھی۔
(۳) اُم عمرو بن عمرو اس کی ماں بنی غفار سے تھی۔ [1]

اولاد عمرو بن حضرت زبیرؓ

محمد — عمرو — اُم عمرو — حبیبہ — اُم عمرو

عمرو بن عمر بن حضرت زبیرؓ المعارف میں ہے کہ عمرو بن حضرت زبیرؓ کا بیٹا عمرو بن عمر ہے جن کے بارے میں الحزین الدیلی نے یہ ہجویہ شعر کہا ہے۔
لوان اللؤم کان مع الثریا۔ تناول راسہ عمرو بن عمرو۔ ترجمہ ملامت اگر ثریا کے ساتھ ہوتی۔ تب بھی عمرو بن عمرو اس کی چوٹی پکڑ لیتا۔ [2]

محمد بن عمرو بن حضرت زبیرؓ امام سمعانی لکھتے ہیں کہ "البنانی" ابو محمد ثابت بن اسلم شام بصرے کے تابعین میں سے تھے محمد بن عمرو بن حضرت زبیرؓ سے روایت کرتے ہیں۔

حمزہ بن حضرت زبیرؓ

ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ حمزہ بن زبیرؓ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھ مکہ میں مقتول ہو گئے۔ ان کے کوئی اولاد نہیں۔ [3]
طبقات میں ہے کہ یہ مصعب بن حضرت زبیرؓ کے بھائی تھے۔ ماں اور باپ دونوں کی طرف سے۔

اولاد حمزہؓ کے صرف ایک لڑکا عمارہ پیدا ہوا تھا جس نے ان کی عین حیات ہی میں وفات پائی۔ [4]
حمزہؓ کی شہادت کے بعد ان کا کوئی پسماندہ نہ تھا لہذا عروہ بن حضرت زبیرؓ اور جعفر بن حضرت زبیرؓ کو ان کا ورثہ ملا۔

عاصم بن حضرت زبیرؓ ابن قتیبہ کا بیان ہے کہ عاصم بن حضرت زبیرؓ لڑکپن ہی میں انتقال کر گئے تھے ان کی نسل باقی نہیں۔ [5]

خالد بن حضرت زبیرؓ

المعارف میں ہے کہ خالد بن حضرت زبیرؓ کو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے یمن کا حاکم بنایا تھا ان کی نسل باقی رہی منجملہ ان کے خالد بن عثمان بن خالد بن حضرت زبیرؓ تھے انہوں نے محمد حسنی کے ساتھ خروج کیا تھا۔ [1]

ازواج و اولاد طبقات میں ہے کہ خالد بن حضرت زبیرؓ کی اولاد یہ ہیں۔
(۱) محمد الاکبر اور رملہ ان کی ماں ام ولد لونڈی تھی۔
(۲) محمد الاصغر۔ موسیٰ۔ ابراہیم اور زینب ان کی ماں حفصہ بنت عبدالرحمن بن ازہر بن عوف تھیں۔

نوٹ [1] محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسنؓ بن حضرت علیؓ بن ابی طالب انہوں نے حضرت زبیرؓ کے خاندان کی مدد سے ابو جعفر منصور عباسی پر جو دوسرا خلیفہ بنی عباس کا ہے ۱۴۵ھ میں خروج کیا تھا۔

---

[1] طبقات ابن سعد جزء خامس ص ۱۳۷ [2] ترجمہ المعارف ابن قتیبہ جلد اول ص ۱۲۷ [3] ترجمہ کتاب المعارف ابن قتیبہ جلد اول ص ۱۳۶ [4] طبقات ابن سعد جزء خامس ص ۱۳۵ و ۱۳۹ [5] ترجمہ المعارف ابن قتیبہ جلد اول ص ۱۳۵ [1] ترجمہ المعارف ابن قتیبہ جلد اول ص ۱۳۶

(۳) سلیمان بن خالد اور ام سلیمان ان کی ماں ام محمد بنت عبد اللہ بن عمرو بن الحصین ذی الفصۃ الحارثی تھیں۔
(۴) بنیہ بن خالد اور ہمینہ ان کی ماں ایک ام ولد لونڈی تھی۔
(۵) خالد بن خالد اور ہند ان کی ماں بھی ام ولد تھی۔
(۶) ام عمرو بن خالد یہ بھی ام ولد لونڈی کے بطن سے تھیں ع۱

اولاد خالد بن حضرت زبیرؓ

1. محمد الاکبر
2. محمد الاصغر
3. موسیٰ
4. ابراہیم
5. سلیمان
6. بنیہ
7. خالد — جعفر (التاریخ الکبیر باب رقم قسم ۲ جلد ۱ ص ۱۸۹ ۲۱۵۴)

1. زملہ
2. زینب
3. ہمینہ
4. ہند
5. ام عمرو
6. عثمان (الجرح والتعدیل جزء ثالث)

محمد الاصغر / موسیٰ: عثمان، جعفر (التاریخ الکبیر ۲۱۵۴)
عثمان: محمد (طبری ابن الاثیر ابن خلدون) اور دیگر تمام کتب سیر و تواریخ۔

عثمان بن خالد بن حضرت زبیرؓ | روی عن محمد بن عمرو بن علقمہ روی عنہ یحییٰ بن ابی اسید سمعت ابی یقول ذلک ع۲ — آپ سے محمد بن عمرو بن علقمہ نے روایت کی یحییٰ بن ابی اسید نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے ایسا کہتے ہوئے سنا۔

جعفر بن خالد بن حضرت زبیرؓ بن العوام بن خویلد | قال لی خالد بن مخلد حدثنا جعفر بن محمد بن خالد بن الزبیر بن العوام۔ سمع عبد اللہ بن عروہ وھشام بن عروہ وقال معن عن جعفر بن خالد — کہا خالد بن مخلد نے کہ ہم سے جعفر بن محمد بن خالد بن زبیرؓ بن عوام نے حدیث بیان کی عبد اللہ بن عروہ اور ہشام بن عروہ سے بھی سنا اور معن نے جعفر بن خالد کہا۔

عثمان بن محمد الاصغر بن خالد بن حضرت زبیرؓ | ۱۴۵ھ میں محمد نفس ذکیہ بن عبد اللہ بن حسن مثنیٰ بن حسنؓ بن حضرت علیؓ نے آپ کے خاندان کی کمک سے خروج کر کے اور مدینہ منورہ کے عباسی گورنر "ریاح" کو گرفتار کر کے وہاں اپنا پورا تسلط کر لیا تو انہوں نے عثمان بن محمد بن خالد بن حضرت زبیرؓ کو مدینہ منورہ کا عامل اور کوتوال بنایا تھا۔ پھر جب ابو جعفر منصور عباسی کی کثیر التعداد فوج سے مدینہ منورہ کے قبضہ کے لئے لڑائی ہوئی تو اس وقت یہ ہی عثمان بن محمد بن خالد بن حضرت زبیرؓ محمد نفس ذکیہ کی فوج کے علمبردار بھی تھے۔ اس لڑائی میں ابراہیم بن جعفر بن مصعب بن حضرت زبیرؓ عیسیٰ بن مصعب (الملقب بہ خضیر) بن مصعب بن حضرت زبیرؓ اور ان کے دوسرے تمام اعزا کے جو سب کے سب محمد نفس ذکیہ کی طرف سے لڑے تھے بڑے بڑے کارنامے ہیں ہم نے اس خروج اور لڑائی کی تفصیل اپنے اس سلسلہ کی چوتھی جلد سیرت مصعب بن حضرت زبیرؓ میں جہاں حضرت مصعبؓ کی اولاد کا حال بیان کیا ہے یکجا لکھی ہے اور وہیں عثمان بن محمد بن خالد بن حضرت زبیرؓ کے مفصل حالات بھی لکھے ہیں۔

محمد بن عثمان بن محمد بن خالد بن حضرت زبیرؓ | آپ کے حالات بھی سیرت حضرت مصعبؓ میں آپ کے والد بزرگوار کے حالات کے ساتھ ہم نے لکھے ہیں آپ اس وقت خورد سال تھے۔ مگر لڑائی میں شریک تھے اور اپنے والد ہی کے ہمراہ گرفتار ہوئے تھے۔

ع۱ طبقات ابن سعد جزء خامس ص ۱۳۷ ع۲ الجرح والتعدیل جزء ثالث ص ۱۲۵ ۱۳/ ۸۱۳ مطبوعہ دار المعارف بار اول ۱۳۶۰ھ

جعفر بن حضرت زبیرؓ

ابن قتیبہ کا بیان ہے کہ جعفر بن حضرت زبیرؓ نوجوانانِ قریش سے تھے اور عاشق مزاج تھے انہیں کا قول ہے

المجلس القرشی حق واجب ÷ فانظرن فی شان الکریم الاروع

ماانا ابن بہ جعفر وسجاحتہ ÷ بیتا مھانی خلوۃ وتفرع ÷ ؏۱

ترجمہ۔ جعفر اور اس کی اس مراد کے بارے میں جس کے لئے وہ خلوت کو پسند کرتا ہے تو کیا حکم کرتی ہے ان کی نسل بڑی بڑی ہے
طبقات میں ہے کہ کہا راوی نے بیان کیا مجھ کو معن بن عیسٰی نے کہ محمد بن ہلال نے ان سے روایت کی ہے کہ جعفر بن
حضرت زبیرؓ مونچھیں چھوڑ نہیں دیتے تھے بلکہ ایک معقول حد تک کترواتے تھے۔
کہا مصعب بن عبداللہ نے کہ جعفر بن حضرت زبیرؓ بہت دنوں تک زندہ رہے اور ان کی وفات سلیمان بن عبدالملک
کی خلافت کے آخری زمانہ میں ہوئی ؏۲
ابن حجر میں ہے کہ جعفر بن حضرت زبیرؓ کی ماں کا نام زینب بنت بشر بن عمرو بن قیس بن ثعلبہ تھا یہ رسالت مآب صلعم کی
وفات کے بعد پیدا ہوئے ؏۳
ابن الاثیر نے لکھا ہے کہ یہی وہ اکیلے شخص ہیں کہ انہوں نے اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا اُس وقت ساتھ دیا
جبکہ وہ جنگ سے مدینہ سے روانہ ہوئے تاکہ یزید کی بیعت پر مجبور نہ کئے جاسکیں ؏۴
آغانی میں ہے کہ یہ مکہ میں بھی اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھ ہی رہے اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ
کی شہادت کے دن بھی انہوں نے اس قدر بے جگری اور بہادری سے جنگ کی کہ بہنے والا خون ان کے ہاتھ پر جم گیا تھا
اس جنگ کے بعد یہ مدینہ آن کر مقیم ہوگئے ایک دفعہ ان کے صاحبزادے شعیب بن جعفر۔ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک
سے (جو ۹۶ تا ۹۹ھ برسرِ حکومت رہے) ملے تو انہوں نے ان کے والد جعفر بن حضرت زبیرؓ کا حال اُن سے دریافت کیا
حضرت عمر بن عبدالعزیز جو اُس وقت وہاں موجود تھے انہوں نے قبل شعیب کے جواب دینے کے کہا کہ جعفر معمر ہوئے
اور گھر کی حالت کے باعث فکرمند ہیں۔
خلیفہ نے فرمایا کہ اُن سے کہو ایک بار میرے پاس تشریف لائیں۔
شعیب نے خلیفہ کا پیغام اپنے والد بزرگوار کو پہنچا دیا اگرچہ وہ خلیفہ سے نہیں ملے لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس اپنے
بھتیجے المنذر بن عبید بن حضرت زبیرؓ کے ذریعہ ایک شعر لکھ کر بھیج دیا۔
انہوں نے اس شعر کو پڑھ کر خلیفہ سلیمان عبدالملک سے سفارش کی جس پر جعفر بن حضرت زبیرؓ کے قرضوں کی ادائی
کے لئے ایک ہزار دینار منظور کئے اور اتنی ہی مزید رقم ان کے گھر والوں کی پرورش کے لئے نیز سیاہ و سفید غلاموں اور
غلہ کی ایک بڑی مقدار کا بھی حکم دیا۔
وظیفہ اور غلہ جو جعفر بن حضرت زبیرؓ کو خلیفہ کے پاس سے وصول ہوتا تھا اُس سب کو اور مزید ایک ہزار دینار کو یہ
یتیموں اور غربا میں باقاعدگی کے ساتھ تقسیم فرما دیتے تھے۔
یہ اپنے بھائی حضرت عروہؓ کے ساتھ رہا کرتے تھے آپ بہت اچھے شاعر تھے آپ کے بہت سے اشعار غلطی سے عمر
بن ابی ربیعہ کی طرف منسوب ہوگئے ہیں آپ نے جب قبیلہ خزاعہ کی ایک لڑکی سے شادی کی تو یہ مشہور اشعار کہے۔

؏۱ ترجمہ المعارف ابن قتیبہ جلد اول ص۱۳۶ و ۱۳۷ ؏۲ طبقات ابن سعد جزء خامس ص۱۳۶ و ۱۳۷ ؏۳ ابن حجر جلد ۱ ص۲۴۵ ؏۴ ابن الاثیر جلد ۴ ص۱۱

ترجمہ۔ کیا محبوبہ کو یاد کرنا کوئی عہد شکنی ہے ۔ کیا رنج سے بھرا ہوا دل بھی کوئی خوشی حاصل کر سکتا ہے ۔
میں نے دوپہر کے بعد سے گئے ہوئے اپنے سفر کو نہیں بھلایا ہے جب ہم "آبخ" کے کنارے اترے اور جب بیام رساں نے کہا کہ وہ راضی ہو چکی ہے بغیر دیر کئے ہوئے آ اور اندر داخل ہو میں اُن کے گھروں کے پاس تکلیفیں بھرتا رہا تاکہ اُس کے خوشبودار سانس کا جھونکا پا سکوں ۔

وفات

ایک جماعت قریش میں جو مدینہ منورہ سے کچھ فاصلہ پر ٹھہری ہوئی تھی شہر سے ایک بدوی آیا انہوں نے اُس سے پوچھا کیا "مدینہ" کی کوئی نئی خبر ہے ۔ جواب دیا۔ ہاں لوگوں کا باپ مر چکا ہے۔ پوچھا یہ کیسے کہا پورا شہر اُن کے پیچھے آیا اور تمام لوگ گھروں سے روتے ہوئے نکلے انہوں نے کہا یہ حضرت جعفر بن حضرت زبیرؓ ہو سکتے ہیں اور جلد ہی ان لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ جعفرؓ کا انتقال ہو چکا ہے ع[1]
جعفر بن حضرت زبیرؓ کی زمانہ وفات سے متعلق لکھا ہے کہ سلیمان بن عبدالملک کی خلافت کے آخری زمانے میں ہوئی[1]
اس بیان سے آپ کی وفات اواخر ۹۸ھ یا اوائل ۹۹ھ میں ہوئی معلوم ہوتی ہے) ع[2]

ازواج و اولاد ابن قتیبہ نے آپ کی ازواج و اولاد کے نام نہ لکھ کر صرف اسی قدر لکھنے پر اکتفا کیا ہے کہ انکی نسل بدینہ منورہ ہے طبقات میں ہے کہ جعفر بن الزبیرؓ کی اولاد یہ ہیں ۔
(۱) محمد۔ اُم حسن اور حمادہ ان تینوں کی ماں ایک اُم ولد تھی ۔
(۲) ثابت اور یحییٰ ان دونوں کی ماں بسامہ بنت عمارہ بن زید بن ثابت بن ضحاک بن زید ابن لوذان بن عمرو بن عبید بن عوف بن غنم بن مالک ابن نجار ہے ۔
(۳) صالح۔ ہند اور اُم سلمہ یہ تینوں ایک اُم ولد کے بطن سے ہیں ۔
(۴) شعیب آدم۔ عمر اور نوح یہ تینوں بھی ایک اُم ولد کے بطن سے تھے ۔
(۵) یعقوب۔ فاطمہ اور اُم عبیدہ یہ بھی اُم ولد کے بطن سے تھے ۔
(۶) اُم صالح۔ عائشہ اور اُم حمزہ یہ تینوں بھی ایک اُم ولد کے بطن سے تھے ۔
(۷) اُم عبداللہ۔ اُم الزبیر اور سودہ یہ بھی ایک اُم ولد کے بطن سے تھے ۔
(۸) مریم ان کی ماں ایک اُم ولد لونڈی تھی ۔
(۹) اُم عروہ یہ بھی اُم ولد کے بطن سے تھی ۔
(۱۰) عائشہ یہ بھی اُم ولد لونڈی کے بطن سے تھی ۔ ع[3]

اولاد جعفر بن حضرت زبیرؓ

۱ محمد ۔ ۲ یحییٰ ۔ ۳ ثابت ۔ ۴ شعیب ۔ ۵ صالح ۔ ۶ آدم ۔ ۷ عمر ۔ ۸ نوح ۔ ۹ یعقوب ۔ ۱ اُم حسن ۔ ۲ حمادہ ۔ ۳ ہند ۔ ۴ اُم سلمہ ۔ ۵ اُم صالح ۔ ۶ عائشہ ۔ ۷ اُم حمزہ ۔ ۸ فاطمہ ۔ ۹ اُم عبیدہ ۔ اُم عبداللہ ۔ ۱۰ اُم الزبیر ۔ ۱۱ سودہ ۔ ۱۲ مریم ۔ ۱۴ اُم عروہ ۔ ۱۵ عائشہ

نوٹ[1] علامہ مسعودی نے اپنی کتاب تنبیہ و اشراف کے صفحہ ۱۹۰ پر لکھا ہے کہ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کی مدت حکومت دو سال آٹھ ماہ پانچ روز رہی ۔ ۲۰ صفر ۹۹ھ میں "سلیمان" کا انتقال ہوا ۔

ع[1] طبقات ابن سعد جزء خامس صفحہ ۱۳۶ و ۱۳۷ ع[2] ترجمہ المعارف ابن قتیبہ جلد اوّل صفحہ ۱۳۶ و ۱۳۵ ع[3] طبقات ابن سعد جزء خامس صفحہ ۱۳۶ و ۱۳۷ ۔

محمدؒ بن جعفر بن حضرت زبیرؓ آپ بحیثیت راوی کے بہت مشہور ہیں۔ محمدؒ بن جعفر بن زبیرؓ سے مروی ہے کہ جب ابو حذیفہؓ بن عتبہ اور سالم مولائے ابی حذیفہؓ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو دونوں عباد بن بشر کے یہاں اُترے اور دونوں یمامہ میں قتل ہوئے [1][2]

صالح بن جعفر بن حضرت زُبیرؓ یونانیوں سے لڑنے کے لئے جو فوج بھیجی گئی تھی اُس میں آپ بھی شریک تھے۔ آپ کی یاد میں آپ کے والد بزرگوار نے ایک نظم لکھی ہے [3]

عُروہ بن اُم عروہ بنت جعفر بن حضرت زبیرؓ اُم عروہ کے صاحبزادے "عروہ" سے جعفر بن حضرت زُبیرؓ کو بہت محبت تھی جعفرؓ نے اپنے نواسے "عروہ" کو اُن کے بچپن میں ایک نظم یاد کرائی تھی۔ جس وقت جعفر بن حضرت زبیرؓ یہ شعر پڑھا کرتے کہ۔ اُو ہو میرے سب سے زیادہ پیارے بچے "عروہ" کو ہاتھ پر لو جو تمام اندر اور باہر والوں سے زیادہ پیارا ہے تو عروہ اس کو سُنکر خوشی سے ناچنے لگتے [4]

مہاجر و ریاح ابنائے حضرت زبیرؓ ان دونوں صاحبزادوں کے حالات ہمیں کسی کتاب میں نہیں ملے۔

خدیجۃ الکبریٰؓ بنت حضرت زُبیرؓ کے شوہر

خدیجۃ الکبریٰ کی شادی عبداللہ بن ابی ربیعہ بن المغیرہؓ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم سے ہوئی پھر جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف کے ساتھ نکاح ہوا بعد ازاں عبداللہ بن ابی ربیعہ کے نکاح میں بار دوم آئیں پھر عبداللہ بن السائب بن ابی حبیش بن المطلب بن اسد سے خدیجہ بیاہی گئیں [5]

اُم الحسن بنت حضرت زُبیرؓ کے شوہر اور اولاد

آپ کے شوہر عبدالرحمٰن ابن الحارث بن ہشام بن مغیرہؓ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ تھے۔ عیاش بن عبدالرحمٰن و عبداللہ جن کا کوئی پسماندہ نہ تھا اور ابوسلمہ جو بچپن ہی میں بغیر پسماندہ چھوڑے مرگئے حارث جو بغیر پسماندہ چھوڑے مرگئے۔ اسماء۔ عائشہ جن سے حضرت معاویہؓ بن ابی سفیان نے نکاح کیا۔ ام سعید و ام کلثوم و اُم الزبیر ان سب کی والدہ۔ اُم الحسن بنت حضرت زُبیرؓ بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی تھیں۔ اُم الحسن کی والدہ حضرت اسماءؓ بنت حضرت ابی بکر صدیقؓ تھیں [6]

اولاد اُم الحسن بنت حضرت زُبیرؓ

- اسماء
- عائشہ
- اُم سعید
- اُم کلثوم
- اُم الزبیر
- عیاش
- عبداللہ
- ابوسلمہ
- حارث

خدیجۃ الصغریٰ بنت حضرت زُبیرؓ کے شوہر

خدیجۃ الصغریٰ کی شادی ابویسار عمر بن عبدالرحمٰن بن عبیداللہ بن شیبہ بن ربیعہ بن عبد شمس سے ہوئی [7]

---

[1] ابن ہشام صفحہ ۹۰ [2] طبقات ابن سعد اردو حصہ دوم جزخامس صفحہ ۲ [3] آغانی جلد ۱۳ صفحہ ۱۰۶ [4] آغانی جلد ۱۳ صفحہ ۱۰۱ [5] کتاب المحبر صفحہ ۶۵ [6] ابن سعد اردو جز ثامن صفحہ ۳ [7] کتاب المحبر صفحہ ۶۱

رملہ بنت حضرت زبیرؓ کے شوہر اور اولاد

رملہ کی پہلی شادی عثمان بن عبداللہ (بن حکیم بن حزام بن خویلد) سے ہوئی تھی اُن کے بطن سے عبداللہ بن عثمان پیدا ہوئے جب رملہ کے بھائی حضرت عبداللہ بن حضرت زبیرؓ ۷۳ھ میں شہید ہوئے تو خالد بن یزید بن حضرت معاویہؓ نے حج کا سفر اختیار کیا اور رملہؓ سے نکاح کرنا چاہا جو اُس وقت بیوہ تھیں جوں ہی حجاج کو اس کی اطلاع ہوئی تو اُس نے اپنے درباری عبیداللہ بن موہب کو خالد کے پاس بھیجا اور کہلوایا میں نے سُنا ہے کہ تم خاندان زبیرؓ کی ایک بی بی سے شادی کرنا چاہتے ہو بغیر اس کے کہ مجھ سے مشورہ کرتے تم ان لوگوں کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کا خیال بھی کس طرح کر سکتے ہو جو ٹھیک نسب کے بھی نہیں ہیں اور یہ ہی کام تمہارے دادا[۱] نے بھی کیا تھا۔

یہ وہ ہی لوگ ہیں جو تمہارے باپ کے ساتھ خلافت کے لئے لڑ جھگڑ چکے ہیں اور اُن کے خلاف ہر قسم کے توہین آمیز الزامات لگا چکے ہیں نیز تمہارے باپ اور دادا کے ایمان میں کیڑے نکال چکے ہیں۔

خالد بن یزید نے دیر تک اس پیام رسان کو دیکھا۔ پھر کہا اگر تو پیام رسان نہ ہوتا اور اس بنا پر نقصان سے اَمن میں نہ ہوتا تو میں تیرا ایک ایک عضو کٹوا دیتا اور تجھے تیرے آقا کے دروازے کے سامنے ڈلوا دیتا اُس سے کہہ کہ میں نہیں مانتا کہ وہ اُس رتبہ کو پہنچ چکا ہو کہ میں اُس کا مشورہ لینے کا پابند ہو جاؤں کہ میں کس عورت سے شادی کروں اور جب وہ مجھ سے کہلوانا چاہتا ہے کہ ان لوگوں نے میرے باپ سے جھگڑا کیا تھا اور اُس کی ہر طرح توہین کی تھی تو سُن یہ قریشی لوگ ہیں جو آپس میں جھگڑتے[۲] رہے ہیں اور جب وہ یہ کہنے کی جرأت کرتا ہے کہ یہ لوگ ٹھیک نسل کے نہیں ہیں تو کس قدر حیرت کی بات ہے کہ حجاج کو انساب قریش کا کس قدر کم علم ہے کیا العوامؓ عبدالمطلب بن ہاشم کے برابر کے نہ تھے جب انہوں نے صفیہؓ (والدہ ماجدہ حضرت زبیرؓ) سے اور رسول خدا صلعم سے اُم المومنین بی بی خدیجہؓ (حضرت زبیرؓ کی پھوپھی) سے نکاح کیا[۱]

خالد[۲] نے حجاج کی باتوں کی پرواہ نہیں کی اور "رملہ" سے نکاح کر لیا اور اس جانب کے اشعار ذیل اشارہ کرتے ہیں۔

تجول خلاخیل النساء ولا اری ❊ لرملة خلخالا یجول ولا قلبا

احب بنی العوام من اجل حبھا ❊ ومن اجلھا احببت اخوالھا کلبا

ترجمہ:- سب عورتوں کے پازیب یا خلخال جھنکارتے یا گردش کرتے ہیں مگر میں "رملہ" کے پازیب یا خلخال کو جھنکارتے اور دل کو گردش کرتے ہوئے نہیں دیکھتا۔ میں اُس کی محبت کی وجہ سے تمام اولاد عوامؓ کو دوست رکھتا ہوں اور قبیلہ بنی کلب کو بھی جو اُس کے ماموں ہیں[۲]۔

نوٹ [۱] عائشہ بنت اُم الحسن بنت حضرت زبیرؓ حضرت امیر معاویہؓ کی بیوی تھیں جن کی طرف حجاج کا اشارہ ہے۔

نوٹ [۲] یزید کے انتقال کے بعد اُس کے بیٹے معاویہ تخت نشین ہوئے جو تین ماہ کے بعد مر گئے جانشینی کا حق اب خالد بن یزید کا تھا لیکن سلطنت کی پیچیدگیوں نے ان کو تخت و تاج سے محروم کر دیا اور عبدالملک کا باپ مروان بن حکم تخت نشین ہو گیا اس لئے خالد نے اپنی توجہ علم و حکمت کی طرف مبذول کر لی ان کی تعلیم اعلیٰ پایہ کی ہوئی تھی انہوں نے مصر و یونان سے کتابیں فراہم کر کے اور وہاں کے علما کو بلا کر حکمت و کیمیا کی کتابوں کے تراجم کرائے اور خود بھی ان فنون پر کتابیں لکھیں اور یہ درحقیقت مسلمانوں میں علم کیمیا کے پہلے عالم اور کتب خانہ قائم کرنے والے ہیں یہ اچھے ادیب اور قادر الکلام بقیہ صفحہ ۳۰۹ پر

---

[۱] کتاب المحبر صفحہ ۶۷ و آغانی جلد ۱۶ صفحہ ۸۳ [۲] وفیات الاعیان جلد ا صفحہ ۲۱۱ و ترجمہ معارف ابن قتیبہ جلد اول صفحہ ۱۳۶ ۔

سودہ بنت حضرت زبیرؓ کے شوہر اور اولاد

سودہ بنت حضرت زبیرؓ عمرو بن سعید الأشدق بن ابی العیص بن عاص بن اُمیّہ بن عبد شمس سے بیاہی گئی تھیں۔

سودہؓ کے بطن سے عمرو کے تین اولادیں عبد الملک۔ عبد العزیز اور رملہ تھیں۔

عمرو بن سعید قریشی تھے یزید بن حضرت معاویہؓ نے ان کو "مدینہ منورہ" کا والی (گورنر) بنایا تھا۔ حضرت حسینؓ کی شہادت کے وقت یہ "مدینہ منورہ" کے والی تھے۔

دمشق سے حضرت حسینؓ کا سر عمرو بن سعید کے پاس ارسال کیا گیا تو عمرو بن سعید نے اُس کو کفن پہنا کر جنت البقیع میں حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلعم کے بازو میں دفن کر دیا۔

اس کے بعد یزید بن حضرت معاویہؓ نے عمرو بن سعید کو لکھا کر (حضرت) عبد اللہ بن زبیرؓ سے لڑنے کے لئے ایک لشکر روانہ کریں عمرو بن سعید نے ایک فوج عمرو بن حضرت زبیرؓ کی قیادت میں "مکہ معظمہ" روانہ کی تاکہ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ سے جنگ کرے عمرو بن سعید نے لوگوں کو ایسے کر ایک سال حج بھی کیا تھا۔ "اہل شام" میں محبوب تھے شام کے لوگ اُن کی باتوں کو سنا کرتے اور اُن کی اطاعت کرتے تھے [1]۔

عمرو بن سعید کی شہادت

معاویہ بن یزید بن حضرت معاویہؓ کی وفات کے بعد خالد بن یزید کی (نو عمر) سالی کی وجہ سے مروان بن الحکم کی خلافت پر اجماع کر کے بنو کلب اور بنو اُمیّہ نے ملک شام میں یہ طے کیا تھا کہ مروان کے بعد خالد بن یزید اور خالد کے بعد عمرو بن سعید الأشدق ابن العاص بن اُمیّہ خلیفہ بنائے جائیں گے۔ لیکن اس معاہدے کے خلاف "مروان" نے اپنے بعد اپنے دو بیٹوں عبد الملک اور عبد العزیز کے لئے خلافت کی بیعت لے لی تھی۔

شاعر بھی تھے محدثین بھی اُنہوں نے روایت کی ہیں زہری۔ بیہقی خلیب بغدادی عسکری اور حافظ ابن عساکر وغیرہ نے ان کی سند بیہ محدثین روایت کی ہیں ان کے علاوہ مشہور امام حدیث ابوداؤد نے اپنی سنن اور قاضی ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں بھی ان کا ذکر کیا ہے یہ ایک پُر لطف بات ہے کہ اُنہوں نے کیمیا میں سب سے پہلی تصنیف نظم ہی میں کی تھی اس فن میں ان کے تین رسالوں کا حال معلوم ہوا ہے جن میں سے ایک میں مریانس راہب سے اپنی ملاقات اور تعلیم کا حال بیان کیا ہے انکی کیمیا میں ایک کتاب الحرارت ہے جس میں تیم (؟) کی شناخت اور ان کے بیان عبر کرنے بیان اور خاصیتوں کے بیان ہیں ان کی تصنیفات میں سے اسوقت کوئی کتاب موجود نہیں صرف اُن کے نام کتابوں میں آتے ہیں۔

یہ اپنے فن میں سر (؟) ممتاز ہونے کی وجہ سے حکیم کے لقب سے ملقب تھے اور نیک صفات سے متصف تھے عابد و زاہد تھے اور حدیث کی روایت میں خاص درجہ رکھتے تھے۔ ائمہ فن رجال نے ان کو صدوق (سچا) کہا ہے یہ اپنی حق گوئی اور بیباک بیانی میں بھی مشہور تھے حضرت علامہ شبلی نے ان کے متعلق مقالات شبلی (تاریخی حصہ دوم) جلد ششم ص ۵۱-۵۲ میں فہرست ابن الندیم ص ۲۴۲ و ابن خلکان کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اب تک اہل عرب نے غیر قوموں کے علوم و فنون حاصل کرنے کی طرف توجہ نہیں کی تھی (حضرت) امیر معاویہؓ کا پوتا خالد جو اسلامی علوم و فنون میں یکتا تھا اُس نے فن طب اور کیمیا میں کمال پیدا کرنا چاہا اور چونکہ اسوقت علمی طور سے اس فن کے ماہر عیسائی یا یہودی تھے خالد کو عیسائی طبیبوں کی شاگردی کرنی پڑی اس تعلق سے خالد نے غیر قوموں کے اور علوم سے بھی واقفیت حاصل کی ایک یونانی راہب سے جس کا نام "مریانس" تھا علم کیمیا سیکھا اور خود اس فن میں تین مختصر کتابیں لکھیں ایک کتاب میں انہوں نے "مریانس" سے تعلیم پانے کا ذکر تفصیل سے لکھا ہے (؟) ہے کہ انہوں نے بڑے حوصلے کے ساتھ علمی (؟) کے ترجمہ پر توجہ کی۔ (؟) زمانہ میں فلسفہ وغیرہ کی تعلیم یونانی زبان سے منتقل ہو کر مصر میں آ گئی تھی اور یونانی نسل کے لوگ بڑے بڑے

بقیہ صفحہ

---

[1] طبقات ابن سعد جزء خامس ص ۱۶۹ و کتاب المحبر۔

اس وقت عمرو بن سعید مصلحت دیکھکر خاموش ہو رہے تھے مگر جب ۶۹ھ میں عبدالملک کو چھوڑکر اور دمشق واپس آکر اس پر قبضہ کر لیا تو دوسرے دن عبدالملک نے دمشق آکر عمرو سے لڑائی چھیڑ دی لیکن بعد میں خط و کتابت ہو کر ان دونوں میں صلح ہوگئی اور عمرو بن سعید کو عبدالملک نے امان دیدی جس کے چند روز بعد عبدالملک نے عمرو بن سعید کی خوب خاطر و مدارت کی پھر ایک روز دھوکہ سے انھیں بلا کر قتل کر دیا اور بنو امیہ میں سے عمرو بن سعید کے بہت سے ساتھیوں کو بھی قتل کروا ڈالا اور عمرو بن سعید کے بھائی یحییٰ بن سعید اور عمرو بن سعید کے لڑکوں کو تھوڑے دنوں قید رکھکر پھر اس خیال سے حضرت مصعب بن زبیرؓ کے مقابلہ پر روانہ کر دیا کہ اگر یہ وہاں لڑائی میں کام آگئے تو عبدالملک ان کے قتل کی ذمہ داری سے بچ جائے گا اور اگر وہ صحیح و سالم رہے تو پھر جیسا مناسب سمجھا جائے گا ان کے ساتھ کیا جائے گا مگر یہ خاندان بجائے اپنے ماموں حضرت مصعب بن زبیرؓ سے لڑنے کے ان کے پاس چلا گیا ہے[1]

اولاد سودہ بنت حضرت زبیرؓ
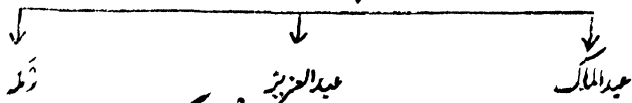
ہند بنت حضرت زبیرؓ کے شوہر

ہند کی شادی عبدالملک بن عبداللہ بن عامر بن کریز سے ہوئی اور بعد ازاں عباس بن عبداللہ بن حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب سے بیاہی گئیں۔[2]

حبیبہ دختر حضرت زبیرؓ کے شوہر اور اولاد

ام حبیبہ کے شوہر عباس بن عبداللہ بن حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب ابن ہاشم بن عبد مناف بن قصی تھے جن کی ماں زرعہ بنت مشرح بن معدی کرب بن ولیعہ قبیلہ بنی کندہ سے تھیں یہ علی بن عبداللہ بن حضرت عباسؓ کی ماں بھی تھیں۔

عباس بن عبداللہ بن حضرت عباسؓ حضرت ابن عباسؓ کے بڑے صاحبزادے تھے اور ان ہی سے ابن عباسؓ کی کنیت ابوالعباس تھی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۹)

حکما اور اہل فن یہاں کے مدرسوں میں پڑھتے پڑھاتے تھے اور چونکہ مصر جس دن سے اسلام کے قبضہ میں آیا تھا اسی وقت سے وہاں عربی زبان رواج پانے لگی تھی یہاں تک کہ تھوڑے دن کے بعد کل مصر کی زبان قبطی کے بجائے عربی ہوگئی اس لئے ان حکما میں بہت سے ایسے بھی تھے جو عربی زبان لکھ پڑھ سکتے تھے خالد نے ان لوگوں کو بلا کر یونانی اور قبطی زبان کی کتابوں کے ترجمہ پر مامور کیا۔ علامہ ابن الندیم نے کتاب الفہرست میں لکھا ہے کہ اسلام میں یہ پہلا موقع ہے کہ ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کیا گیا خالد کے عہد کا مشہور مترجم "اصطفن" تھا معلوم ہوتا ہے کہ خالد کی اس کوشش کا اور لوگوں پر بھی اثر ہوا اور خود سلطنت کو اس کام کی طرف توجہ ہوئی اور مضمون کتب خانہ اسکندریہ بہ مقالات شبلی (تاریخی حصہ دوم) جلد ششم کے صفحہ ۱۵۵ میں لکھا ہے کہ یہ ثابت ہو جانے کے بعد کہ دولت امویہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ سے پہلے شاہی کتب خانہ قائم ہو چکا تھا اور یہ کہ خاندان امیہ میں اول جس شخص نے قدیم تصنیفات کی جستجو اور تلاش کی وہ خالد بن یزید تھے یہ قیاس یقین کے قریب پہنچ جاتا ہے کہ کتب خانہ کی اول جس نے بنیاد ڈالی شاید یہی خالد تھے۔

نوٹ [2] طبقات ابن سعد جزء خامس کے صفحہ ۲۳۱ پر تحریر ہے کہ حبیبہ بنت حضرت زبیرؓ کے شوہر عباس بن عبداللہ بن حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب تھے نہ کہ ہند بنت حضرت زبیرؓ کے۔

---

[1] ترجمہ تاریخ کامل ابن الاثیر جلد چہارم صفحہ ۴۴۵ تا ۴۵۷ و تاریخ طبری حصہ دوم جلد دوم صفحہ ۶۵۵ تا ۶۶۴ و طبقات کبیر جزء ثامن۔

• عباس بن عبداللہ بن عباس رضؓ سے حدیث مروی ہے کہ عباس بن عبداللہ رضؓ کے بیٹے عون کی ماں ام حبیبہ بنت الزبیر رضؓ بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی تھیں یہ عون لا ولد مر گئے اور عباس بن عبداللہ بن عباس ؓ کی دوسری بیبیوں سے جو اولاد تھی وہ تمام اولاد بھی بے اولاد گئی اس لئے حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ کی کوئی اولاد باقی نہیں رہی بجز علی بن عبداللہ بن عباس ؓ کی اولاد کے جن کے ہاتھوں میں خلافت اسلامیہ آئی ہے عہ۱

زینب بنت حضرت زبیر رضؓ

کتاب المحبر کے صفحہ ۲۶۲ پر اس سرخی کے تحت کہ وہ دو اشخاص جن کے چچا اور ماموں دونوں خلیفہ ہوئے تحریر ہے کہ (۱) پہلا شخص عثمان بن عنبسہ بن ابی سفیان بن حرب اور دوسرا یحییٰ بن عروہ بن الزبیر رضؓ ہے عثمان کی والدہ زینب بنت الزبیر رضؓ ہیں اس لئے عبداللہ بن الزبیر رضؓ اُن کے ماموں ہوئے اور معاویہؓ بن ابی سفیانؓ اُن کے چچا ہوئے اور یحییٰ بن عروہ بن الزبیر رضؓ کی ماں کا نام بنت الحکم بن العاص ہے۔ بنا بریں عبداللہ بن الزبیرؓ اُن کے چچا تھے اور مروان بن الحکم ماموں ان کے سوا اسلام میں اور کوئی ایسی نظیر نہیں ہے

عائشہ بنت حضرت زبیر | ان کا حال کسی کتاب میں نظر سے نہیں گزرا۔

مختلف ممالک میں جن ناموں سے خاندان حضرت زبیر رضؓ موسوم ہوا

سبائک الذہب میں ہے کہ:-

(۱) **بنو رمضان** - یہ قبیلہ حضرت زبیر رضؓ بن العوام کا بطن ہے حمدانی نے ان کا ذکر کیا ہے۔

(۲) **بنو بدر** - یہ قبیلہ حضرت زبیر رضؓ بن عوام کا بطن ہے - حمدانی نے ان کا ذکر کیا ہے

(۳) **الزبیریون** - یہ قبیلہ بنی اسد بن عبدالعزیٰ کا بطن ہے یہ بنو زبیر رضؓ بن العوام مذکور ہیں۔

(۴) **بنو مصلح** - یہ قبیلہ بنو عبداللہ ابن حضرت زبیر رضؓ کا بطن ہے۔

(۵) **بنو مصعب** رضؓ زبیریین قبیلہ اسد بن عبدالعزیٰ کا بطن ہے۔

(۶) **زبیریین** یہ قبیلہ اسد بن عبدالعزیٰ کا بطن ہے۔

(۷) **بنو غنی** - یہ بنی عروہ ابن حضرت زبیر رضؓ کا بطن ہے جوہری نے اِن کا ذکر کیا ہے۔

(۸) **جماعت ذوق** - یہ لوگ "مصر" میں آباد ہیں اور جماعت ذوق کے نام سے مشہور ہیں یہ عروہ بن حضرت زبیر رضؓ کا بطن ہے

(۹) **بنو ھلال** - یہ بنی غنی کا بطن ہے یعنی بنو ھلال ابن غنی ابن عبداللہ بن عقبہ [illegible] عہ۲

بصرہ، معقل اور قصبہ زبیریوں اس وقت تک بھی یہ خاندان موجود ہے بصرہ کے محلہ [illegible] میں حضرت خاندان آل الزبیر رضؓ رہتے ہیں اُن میں شیخ احمد اور شیخ سلیمان مشہور و معروف ہیں عہ۳

ہندوستان میں خاندان حضرت زبیرؓ جن ناموں سے مشہور ہے

ہندوستان میں یہ خاندان قریشی و زبیری اور شہر کنباؤ کی سکونت کی مناسبت سے کنبوی کہلایا پھر امتداد زمانہ سے بہ غلط عام کنبو یا کنبوہ بھی کہا جانے لگا۔ چنانچہ اس وقت تک یہ خاندان ممالک متحدہ آگرہ و اودھ کے مختلف مقامات پر نام دکنبوہ کے ساتھ مشہور چلا آتا ہے اور جس طرح ان کے بزرگ محمود زمانہ رہے ہیں اسی طرح بفضل خدا یہ آج بھی محمود ہیں۔

ہم نے اپنی کتاب خاندان زبیری کنبوی جلد اوّل و دوم میں جو طبع ہو چکی ہے اس خاندان پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔

عہ۱ طبقات ابن سعد جزء خامس صفحہ ۲۳ وجزء ثامن صفحہ ۳۶۲ عہ۲ انساب الخلفاء حاشیہ ۶۵ ترجمہ اردو سبائک الذہب عربی عہ۳ [illegible] صفحہ ۳۰۵ –

شانِ خداوندی

حضرت زبیرؓ جملہ سات بھائی تھے آپ کے چھ بھائیوں میں سے کسی کی اولاد کا سلسلہ نہیں چلا آپ اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ جب آپ کے والد العوام بن خویلد چوتھی اور آخری جنگِ فجار میں قریش کی جانب سے بہادرانہ جنگ کرتے ہوئے قتل ہوگئے اُس وقت یا تو آپ شکمِ مادر میں تھے یا پیدا ہو چکے تھے اس لئے اپنے باپ کی شفقتوں سے بالکل محروم رہے یہ خدا کی شان ہے کہ اُس نے اپنی نعمتیں ایسی آپ کو عطا فرمائیں کہ شروع ہی سے آپ نیک اطوار اور بہادرانہ اوصاف سے بہرہ ور ہوئے آپ نے ان اوصاف سے جس طرح کام لیا اور جو کارنامے شجاعت۔ امانت۔ دیانت۔ معیشت۔ فیاضی۔ خوفِ خدا وغیرہ اور محبتِ رسول اللہ صلعم کے انجام دیئے وہ تاریخ کے صفحات پر زریں حروف سے مزین ہیں اور رہتی دنیا تک شمعِ ہدایت کا کام دیتے رہیں گے۔ العوام کی اولاد کا سلسلہ صرف آپ ہی سے چلا ہے اور آپ کی اولاد بہت پھلی پھولی اُس میں خدا نے ایسی برکت عطا فرمائی کہ دنیا کے دور دراز حصوں میں پھیل گئی اور جہاں گئی اپنے خاص اوصاف کی حامل رہی اور اب تک بفضلِ خدا دین و دنیا کی بزرگیوں سے فیض یاب چلی آرہی ہے۔

حضرت زبیرؓ کا مکان مکہ معظمہ میں

ازرقی نے خاندانِ اسد کے مکہ کے مکانوں کا کچھ حال بیان کیا ہے جس میں حضرت زبیرؓ کے مکان کا ذکر اس طرح تحریر کیا ہے کہ مکہ معظمہ میں حزام بن خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ کے نام سے ایک سڑک کا نام الحزامیہ رکھا گیا تھا۔

الف۔ حکیم بن حزام کا گھر اسی سڑک پر واقع تھا۔

ب۔ اور وہیں حضرت زبیرؓ بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ کا مکان بھی واقع تھا۔

ج۔ اور اسی احاطہ میں ام المومنین بی بی خدیجہؓ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ کا رہائشی حصہ تھا جس میں آپ کی شادی کے بعد آنحضرت صلعم بھی رہا کرتے تھے ۱۔

حضرت زبیرؓ کے غلام

حضرت زبیرؓ کے پاس ایک ہزار غلام تھے جن میں سے اکثر بڑے اور نامور محدث ہیں اُن میں سے چند کے حالات مختصراً حسبِ ذیل ہیں۔

نافع | یہ حضرت زبیرؓ کے بعد زندہ رہے اُن سے مصعب بن ثابت بن عبد اللہ بن حضرت زبیرؓ نے روایت کی ہے قلیل الحدیث تھے ۲۔

بُرد | عبد اللہ بن محمد سے وہب بن جریر نے کہا کہ جویریہ بن اسماء نے بُرد سے حدیث سنی ۳۔

جلیب | حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ اور علیا سے انہوں نے حدیثیں سنیں ۴۔

مروان بن رنیع | آپ بھی گروہ محدثین میں سے ہیں ۵۔

مرزوق الثقفی | یہ بھی حضرت زبیرؓ کے غلام اور خادم تھے اور گروہ محدثین میں سے ہیں ۶۔

ابو البکری | مالک بن اسمٰعیل نے کہا کہ ابو البکری (حضرت) زبیرؓ کے آزاد کردہ غلام ہیں اُن سے مروی ہے کہ میں مصعب بن (حضرت) زبیرؓ کے ہمراہ اس مکان میں داخل ہوا جس میں رسول اللہ صلعم اور (حضرت) ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی قبریں ہیں میں نے اُن کی قبر کو مستطیل (لمبا) پایا ۷۔

وہب بن کیسان | آپ سے بہت سی احادیث مروی ہیں جنہیں انہوں نے حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ سے سنکر بیان کیا ہے اور اُن سے دوسروں نے روایتیں کی ہیں ۸۔

---

۱ کتاب المکہ علامہ ازرقی صفحہ ۲۶۳۔ ۲۔ طبقات ابن سعد حصہ ششم صفحہ ۲۱۲ الجزء الاول تاریخ الکبیر القسم (۲) امام بخاری صفحہ ۲۱۵/۱۳۷ ۵۔ الجزء الرابع تاریخ الکبیر امام بخاری صفحہ ۳۵۲ ۶۔ الجزء الرابع تاریخ الکبیر امام بخاری صفحہ ۳۸۲ ۷۔ طبقات کبیر ابن سعد جزء رابع صفحہ ۱۳۶ ۸۔ سیرت ابن ہشام جلد (۱) صفحہ ۱۵۱

بہیؒ | نام عبداللہ بن یسار تھا حضرت زبیرؓ بن العوام کے مولیٰ تھے کنیت ابو محمد تھی کوفہ میں رہنے لگے تھے اُن سے کوفیوں نے روایت کی ہے۔ مجھے اُن کے نام اور کنیت کے متعلق اُن کی اولاد میں سے ایک شخص نے خبر دی جس کا نام محمد بن یحییٰ بن محمد بن عبداللہ البہی تھا۔ ؎۱

ابو حبیبہ مولائے حضرت زبیرؓ بن العوام | یہ موسیٰ بن عقبہؒ کے دادا تھے ؎۲

حُمید بن قیس الاعرج | حضرت زبیرؓ بن العوام کے گھر کے غلام تھے اہل مکہ کے قاری تھے ثقہ اور قلیل الحدیث تھے وہیب بن الورد سے مروی ہے کہ اعرج مسجد حرام میں قرات کرتے تھے جب وہ قرآن ختم کرتے تو لوگ اُن کے پاس جمع ہوتے جس شب کو انہوں نے قرآن ختم کیا عطا اُن کے پاس آئے تھے سفیان بن عیینہ نے کہا کہ حمید الاعرج اہل مکہ میں سب سے زیادہ علم حساب اور فرائض جانتے تھے اہل مکہ سوا اُن کی قرات کے اور کسی کی قرات پر جمع نہیں ہوتے تھے انہوں نے مجاہد سے قرات حاصل کی تھی مکہ میں اُن سے اور عبداللہ بن کثیر سے اچھا کوئی قاری نہ تھا ؎۳

نوٹ ؎ موسیٰ بن عقبہ بھی خاندان حضرت زبیرؓ کے غلام تھے یہ بہت بڑے محدث ہیں اور ایسے معتبر ہیں کہ بڑے بڑے ائمہ نے ان سے حدیثیں روایت کی ہیں بلکہ اُن سب کی حدیثوں کی بنیاد یہی ہیں مولانا شبلیؒ نے اپنی کتاب الفاروق کے صفحہ ۱۴۳ پر لکھا ہے کہ جب تفسیر حدیث اور فقہ کی تدوین شروع ہوئی تو اور علوم کے ساتھ تاریخ و رجال میں بھی کتابیں لکھی گئیں چنانچہ محمد بن اسحٰق المتوفی ۱۵۱ھ نے منصور عباسی کے لئے خاص سیرت نبوی میں ایک کتاب لکھی جو آج بھی موجود ہے ہمارے مؤرخین کا دعویٰ ہے کہ فن تاریخ کی یہ پہلی کتاب ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اس سے پہلے موسیٰ بن عقبہ المتوفی ۱۴۱ھ نے آنحضرت صلعم کے مغازی تحریر کئے تھے موسیٰ بہت ثقہ اور محتاط شخص تھے صحابہؓ کا زمانہ پایا تھا اس لئے اُن کی یہ کتابیں محدثین کے دائرے میں بھی عزت کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں۔

اور سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد اول مطبوعہ معارف پریس اعظم گڑھ کے صفحہ ۲۸ پر بھی علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے موسیٰ بن عقبہ کا حال لکھا ہے وہ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ امام زہری المتوفی ۱۲۴ھ کے تلامذہ میں سے تھے موسیٰ بن عقبہ اور محمد بن اسحٰق پر اس فن کا سلسلہ ختم ہوتا ہے موسیٰ بن عقبہ خاندان زبیرؓ کے غلام تھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا فن حدیث میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ان کے شاگرد ہیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ان کے نہایت مداح تھے اور لوگوں کو ترغیب دیتے تھے کہ فن مغازی سیکھنا ہو تو موسیٰ سے سیکھو اُن کی مغازی کے جو خصوصیات ہیں یہ ہیں۔

(۱) مصنفین اب تک روایات میں صحت کا التزام نہیں رکھتے تھے انہوں نے زیادہ تر اس کا التزام کیا۔

(۲) عام مصنفین کا یہ مذاق تھا کہ کثرت سے واقعات نقل کئے جائیں اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ ہر قسم کے رطب و یابس روایتیں آجاتی تھیں موسیٰ نے احتیاط کی یہی وجہ ہے کہ ان کی کتاب بہ نسبت اور کتب مغازی کے مختصر ہے۔

(۳) چونکہ روایت حدیث کے لئے کسی عمر کی قید نہ تھی اس لئے اکثر لوگ بچپن اور آغاز شباب ہی سے درس میں شریک ہو جاتے تھے اور حدیثیں سن کر لوگوں سے روایت کرتے تھے لیکن چونکہ اس عمر تک واقعات کا صحیح طور سے سمجھنا اور محفوظ رکھنا ممکن نہ تھا اس لئے اکثر روایتوں میں تغیر اور اختلاط ہو جاتا تھا۔

موسیٰ نے بخلاف اور لوگوں کے بڑی عمر میں اس فن کو سیکھا تھا موسیٰ کی کتاب آج موجود نہیں لیکن ایک مدت تک شائع و ذائع رہی اور سیرت کی تمام کتابوں میں کثرت سے اس کے حوالے آتے ہیں موسیٰ نے ۱۴۲ھ میں انتقال کیا۔ طبقات کبیر جز ثانی مصنفہ محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کے صفحہ ۸۸ پر ہے کہ۔

بقیہ نوٹ صفحہ ۳۴۴

نوٹ ؎ اسلام میں سب سے پہلے مغازی آنحضرت صلعم پر عروہ بن حضرت زبیرؓ المتوفی ۹۴ھ نے کتاب لکھی تھی جس کا تفصیلی حال ہم اپنی کتاب سیرۃ سیدنا عروہ بن حضرت زبیرؓ میں تحریر کیا ہے۔

نوٹ ؎ امام زہری حضرت عروہ بن حضرت زبیرؓ کے شاگردوں میں سے ایک تھے۔

؎۱ ترجمہ طبقات کبیر محمد بن سعد جز خامس حصہ صفحہ ۳۵۵ ؎۲ ترجمہ طبقات کبیر جز ... صفحہ ۲۴۸ ؎۳ ترجمہ طبقات کبیر ... عبداللہ عمادی۔

حضرت زُبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلاموں میں سے چند سے ہم نے تعارف کرایا ہے اسی طرح آپ کے صاحبزادوں کے بھی بہت غلام تھے جن میں سے اکثر بڑے بڑے مُحدِّث اور عالم ہوئے ہیں طوالت کے خیال سے صرف اُن میں سے یہاں دو کے حالات لکھنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

اسمٰعیل بن حکیم — یہ مولیٰ آلِ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تھے ان سے بہت سی احادیث مروی ہیں [1]۔

زُبیل بن عباس — یہ مولیٰ عروہ بن حضرت زُبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تھے انہوں نے اپنے آقا عروہ بن حضرت زُبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے اور ان سے یزید بن ہادنے روایت کی ہے [2]۔

خاتمۂ کتاب

خدا کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ رسُول اللہ صلی علیہ وسلم کے حواری اور جلیل القدر عَلَمبردارِ اسلام کی سیرت مبارکہ لکھنے کی مجھے سعادت نصیب ہوئی کسی جلیل القدر کے حالات لکھنا اور وہ بھی حضرت زُبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے عالی مرتبہ کے حالات لکھنے کے لئے قرآن۔ حدیث اور تاریخِ اسلام کی پوری چھان بین اور تحقیق و کاوش درکار ہے مجھ جیسے کم مایہ اور تہی دستِ علم کے لئے بڑی جسارت تھی۔ مگر رُوحِ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان تمام مراحل کو اتنی آسانی سے حل کر دیا کہ خود راقم کو حیرت ہوتی ہے کہ اتنی بڑی اور اتنی جامع کتاب کیونکر پوری ہوئی میں تو کچھ نہیں گر۔ ؎ چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم۔
بس حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کا تصرّف ہے اور میرے لئے یہ نسبت بس کرتی ہے۔ فقط والسلام

حسین احمد زُبیری

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۱۳) اسمٰعیل بن ابراہیم بن عقبہ موسیٰ بن عقبہ کے بھتیجے تھے کُنیت ابو اسحٰق تھی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عائشہ رضی اللہ عنہا بنت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا اور دونوں سے صحیح حدیث روایت کی ہیں مغازی (واقعات جنگ) کے متعلق اپنے چچا موسیٰ بن عقبہ سے روایت کرتے ہیں جن سے محمد بن عمرو اسمٰعیل بن ابی اُویس وغیرہ نے سُنا وفات مہدی کی خلافت کے شروع میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔

---

[1] سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۱۵۴ [2] اکمال فی اسماء الرجال صفحہ ۵

فہرست ماخذ کتاب

نمبر شمار	نام کتاب	مطبوعہ یا قلمی	نام مصنف	زمانہ تالیف	ولادت و وفات مصنف
۱	طبقات ابن سعد	جرمنی و دار الطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن	محمد ابن سعد	.	المتوفی سنہ ۲۳۰ھ
۲	عقد الفرید	مطبوعہ	ابو عمر احمد بن محمد بن عبداللہ بن حبیب بن خفیف سالم القرطبی		ولادت ۲۴۶ھ وفات سنہ ۳۲۸ھ
۳	ڈائی فیلی النسیر	مطبوعہ جرمنی	ایف دسٹن فیلڈ مستشرق جرمنی	سنہ ۱۸۷۸ء	
۴	آغانی	مطبوعہ	ابو الفرج اصفہانی	.	المتوفی سنہ ۳۵۶ھ
۵	خصائص الکبریٰ	″	جلال الدین سیوطی	.	المتوفی سنہ ۹۱۱ھ
۶	اکمال فی اسماء الرجال	مطبوعہ کرزن پریس دہلی	محمد بن عبداللہ خطیب بن محمد عرف شیخ ولی الدین	.	۷۴۳ھ میں زندہ تھے
۷	شمس التواریخ	مطبوعہ مطبع منبع النور آگرہ سنہ ۱۳۱۸ھ	محمد وارث علی سابق ایڈیٹر اخبار اسلام	.	.
۸	یعقوبی	مطبوعہ	احمد بن یعقوب واضح کاتب عباسی	سنہ ۲۷۷ھ	.
۹	تنبیہ و اشراف	مطبوعہ دار الطبع جامعہ عثمانیہ مترجمہ مولانا عبداللہ العلوی	قطب الدین ابو الحسن علی بن حسین بن علی مسعودی	.	المتوفی سنہ ۳۴۶ھ
۱۰	المعارف ابن قتیبہ	مطبوعہ	ابو عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ	.	المتولد سنہ ۲۱۳ھ المتوفی ۲۷۶ھ
۱۱	صحیح بخاری	مطبوعہ حمیدیہ پریس دہلی و کرزن گزٹ پریس دہلی	محمد بن اسمٰعیل بخاری	.	المتوفی سنہ ۲۵۶ھ
۱۲	موفقیات	مترجمہ سید داؤد جالی و مرزا حیرت دہلوی	ابو عبداللہ کاتب الدمشقی	.	.
۱۳	مراصد تلخیص معجم البلدان	مطبوعہ لیدن جرمن شائع کردہ ایف دسٹن فیلڈ	صفی الدین	.	زمانہ چودھویں صدی ہجری
۱۴	سفر نامہ ابن جبیر اندلسی	مطبوعہ	ابو الحسن محمد بن جبیر اندلسی	.	المتوفی سنہ ۶۱۴ھ
۱۵	حجۃ البالغہ	″	شاہ ولی اللہ دہلوی	.	المتولد ۱۱۱۴ھ المتوفی ۱۱۷۶ھ
۱۶	کتاب المغازی	″	محمد بن عمر واقدی	.	المتوفی سنہ ۲۰۷ھ
۱۷	تاریخ الکبیر امام طبری	مطبوعہ مطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن	امام جریر طبری		المتوفی سنہ ۳۱۰ھ
۱۸	کتاب المحبر	مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن	ابی جعفر محمد بن حبیب بن امیہ بن عمرو الہاشمی البغدادی	.	المتوفی سنہ ۲۴۵ھ
۱۹	ترجمہ سیرۃ ابن ہشام	مطبوعہ مطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن	عبدالملک ابن ہشام بن ایوب حمیری معافری	.	المتوفی سنہ ۲۱۳ھ
۲۰	دُر المنثور	مطبوعہ مصر سنہ ۱۳۱۲ھ	سیدہ زینب بنت علی بن حسین بن عبداللہ	.	.
۲۱	القول الجمیل مع شرح شفاء العلیل	مطبوعہ	شاہ ولی اللہ	.	المتوفی سنہ ۱۱۷۶ھ
۲۲	المصابیح ترجمہ مشکوٰۃ شریف	حمیدیہ پریس دہلی	محمد بن عبداللہ خطیب بن محمد عرف شیخ ولی الدین		سنہ ۷۴۰ھ
۲۳	فتوح البلدان	مطبوعہ دار الطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن	امام ابو العباس احمد بن یحییٰ بن جابر الشہیر بغدادی البلاذری		المتوفی سنہ ۲۷۹ھ
۲۴	آئینہ حقیقت نما	مطبوعہ یونائیٹڈ انڈیا پریس لکھنو	علامہ اکبر شاہ خاں نجیب آبادی	سنہ ۱۹۲۲ء	سنہ ۱۳۵۸ھ
۲۵	مروج الذہب و معادن الجواہر	مطبوعہ دار الطبع جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن	قطب الدین ابو الحسن علی بن الحسین بن علی مسعودی	.	المتوفی سنہ ۳۴۶ھ
۲۶	سیر الصحابہ	مطبوعہ مطبع معارف دار المصنفین اعظم گڑھ	شاہ معین الدین احمد ندوی	.	حیات

نمبر شمار	نام کتاب	مطبوعہ یا قلمی	نام مصنف	زمانہ تالیف	ولادت و وفات مصنف
۲۷	اسد الغابہ ترجمہ اردو	مطبوعہ عمدۃ المطابع لکھنؤ ترجمہ مولوی عبد الشکور	محمد بن محمد بن عبد الکریم بن عبد الواحد شیبانی المعروف ابن الاثیر		المتوفی سنہ ۶۳۰
۲۸	التمدن الاسلامی	مطبوعہ نظام المطابع حیدر آباد دکن سنہ ۱۳۴۷	سید محمد یوسف الدین سابق صدر وارنگل	سنہ ۱۳۲۷ھ	فوت
۲۹	مسند امام احمد حنبل	مطبوعہ	ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن اسد		ولادت سنہ ۱۶۴ھ وفات سنہ ۲۴۱ھ
۳۰	شاہنامہ اسلام	"	مولانا ابو الحفیظ جالندھری		حیات
۳۱	عہد نبوی صلعم کے میدان جنگ	"	ڈاکٹر حمید اللہ پی ایچ ڈی		حیات
۳۲	فتح الباری	"	حافظ ابن حجر عسقلانی		المتوفی سنہ ۸۵۲ھ
۳۳	مستدرک حاکم	"	امام عبداللہ الحاکم		المتوفی سنہ ۴۰۵ھ
۳۴	تاریخ ابن خلدون	مطبوعہ تیسیر حسن پریس الہ آباد سنہ ۱۳۱۹	ولی الدین ابن ابی زید عبدالرحمن بن محمد بن خلدون حضرمی	سنہ ۷۹۷	المتوفی سنہ ۸۰۸
۳۵	رسول اللہ صلعم کی سیاسی زندگی	مطبوعہ ادارہ اسلامیات انار کلی لاہور	ڈاکٹر حمید اللہ پی ایچ ڈی		حیات
۳۶	کتاب الانساب امام سمعانی	قلمی موجود در کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن	حافظ ابو سعد عبدالکریم بن محمد المروزی الشافعی		سنہ ۵۶۳
۳۷	ابن درید	مطبوعہ	علامہ ابی بکر ابن درید		المتوفی سنہ ۳۲۱ھ
۳۸	تاریخ کامل ابن اثیر	مطبوعہ مطبع مفید عام آگرہ دفعہ ثانیہ	محمد بن محمد بن عبدالکریم بن عبدالواحد المعروف ابن اثیر		المتوفی سنہ ۶۳۰
۳۹	طبقات الحفاظ	مطبوعہ	حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت بغدادی معروف بخطیب		المتوفی سنہ ۴۶۳ھ
۴۰	سیرت ام المومنین حضرت عائشہ رض	مطبوعہ مطبع معارف اعظم گڑھ	سید سلیمان ندوی		حیات
۴۱	کتاب المسالک و الممالک	مطبوعہ مطبع بریل لیڈن سنہ ۱۸۷۳ء	ابو القاسم ابن حوقل	سنہ ۳۵۹ھ	سنہ ۳۶۷ میں زندہ تھے
۴۲	عجائب الہند	مطبوعہ لیڈن یورپ	بزرگ بن شہریار	سنہ ۳۰۴ھ	
۴۳	ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء	مطبوعہ	شاہ ولی اللہ		سنہ ۱۱۱۴ھ سنہ ۱۱۷۶ھ المتوفی
۴۴	صحاح جوہری	مطبوعہ مصر	ابو نصر اسمٰعیل بن حماد الجوہری		وفات سنہ ۳۹۳ھ
۴۵	اصابہ ابن حجر	مطبوعہ	علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی		المتوفی سنہ ۸۵۲ھ
۴۶	سیرۃ النبی صلعم	مطبوعہ مطبع معارف دار المصنفین اعظم گڑھ	علامہ شبلی	سنہ ۱۳۳۲ھ	سنہ ۱۹۱۴ء
۴۷	کنز العمال	مطبوعہ	علی متقی بن حسام الدین		المتوفی سنہ ۹۷۵ھ
۴۸	صحیح مسلم ترجمہ اردو	مطبوعہ حمیدیہ پریس دہلی	ابو الحسین مسلم بن حجاج بن مسلم بن ورد بن کوشاذ قشیری		ولادت سنہ ۲۰۴ھ وفات سنہ ۲۶۱ھ
۴۹	کشف الظنون	مطبوعہ	حاجی خلیفہ		المتوفی سنہ ۱۰۶۷
۵۰	الفاروق	مطبوعہ نامی پریس کانپور	علامہ شبلی		المتوفی سنہ ۱۹۱۴ء
۵۱	کتاب الاکلیل	مطبوعہ	احمد الہمدانی	سنہ ۹۵	
۵۲	تحفہ اثنا عشری	مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی	مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی		المتوفی سنہ ۱۲۳۹ھ
۵۳	تذکرہ حضرت زبیر رض	مطبوعہ	مولوی مقبول احمد سیوہاروی		حیات
۵۴	مجموعۃ الوثائق السیاسیہ	"	ڈاکٹر حمید اللہ پی ایچ ڈی		"

نمبر شمار	نام کتاب	مطبوعہ یا قلمی	نام مصنف	زمانۂ تالیف	ولادت و وفات مصنف
۵۵	تاریخ الفقہ	مطبوعہ شمس الاسلام پریس حیدرآباد دکن	قاضی ظہور الحسن سیوہاروی	۔	۔
۵۶	تاریخ الفدا	مطبوعہ مطبع افغانی امرتسر	سلطان الملک المؤید عماد الدین اسمٰعیل بن علی عزیز قریبی سلطان صلاح الدین ایوبی	سنہ ۱۳۲۱ء	المتوفی سنہ ۱۳۳۱ء
۵۷	تاریخ اسلام	مطبوعہ رفیق عام پریس لاہور	علامہ اکبر شاہ خان نجیب آبادی		وفات سنہ ۱۳۵۹ھ
۵۸	عبرت نامہ اندلس	مطبوعہ	[illegible]		۔
۵۹	معجم البلدان یاقوت	مہرو لائپزگ سنہ ۱۸۶۶ء	امام شہاب الدین [illegible]	۔	المتوفی سنہ ۶۲۶ھ
۶۰	تاریخ الامت	مطبع ملیہ علیگڑھ [illegible]	مولانا [illegible]		حیات
۶۱	فتوحات بہنسا	مطبوعہ مطبع نامی لکھنؤ [illegible]	مولانا محمد [illegible]	۔	المتوفی سنہ
۶۲	سیر حامدی (سفرنامہ)	مطبوعہ مطبع مفید عام آگرہ	حامد علی خاں نواب رامپور	۔	فوت
۶۳	رہنمائے مدینہ	مطبوعہ اعظم اسٹیم پریس حیدرآباد دکن سنہ ۱۳۵۹ھ	مسعود علی محوی بی۔ اے سشن جج سابق حیدرآباد دکن۔	سنہ ۱۳۵۸ھ	〃
۶۴	فتنہ ابن سبا	مطبوعہ لکھنؤ	انجمن ہدایت المسلمین لکھنؤ		حیات
۶۵	سیرۃ معاویہ رضی اللہ عنہ	مطبوعہ مطبع حمیدیہ پریس دہلی درسنہ ۱۹۳۶ء	شریف احمد [illegible]		فوت
۶۶	سیر المہاجرین خلفائے راشدین	مطبوعہ مطبع معارف دار المصنفین اعظم گڑھ	سید سلیمان ندوی		حیات
۶۷	تذکرہ عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ	مطبوعہ مطبع عہد آفرین حیدرآباد دکن	مولوی فضل اللہ		حیات
۶۸	ابن عساکر	مطبوعہ سنہ ۱۳۲۹ھ	ابوالقاسم علی بن الحسن بن عساکر الدمشقی		المتوفی سنہ ۵۷۱ھ
۶۹	رسالۃ الالویہ	قلمی محفوظ خدا بخش لائبریری پٹنہ	جاء اللہ	۔	۔
۷۰	مؤطا	〃	امام مالک رحمۃ اللہ علیہ	۔	سنہ ۱۷۹ھ
۷۱	جامع ترمذی	مطبوعہ نولکشور پریس	محمد بن عیسٰی ترمذی		المتوفی سنہ ۲۷۹ھ
۷۲	تاریخ اسلام	مطبوعہ	جسٹس امیر علی	۔	فوت
۷۳	الریاض النضرہ	〃		۔	
۷۴	استیعاب فی معرفۃ الاصحاب	〃	حافظ ابوعمر یوسف بن عبد اللہ المعروف بہ ابن البر القرطبی	۔	المتوفی سنہ ۴۶۲ھ
۷۵	عراق وایران سفرنامہ مقامات مقدسہ	〃 درسنہ ۱۹۳۱ء	نواب میر اسد علیخاں بہادر بیگن پلی علاقہ مدراس		
۷۶	تاریخ خمیس	〃	قاضی حسین بن محمد الدیار البکری	۔	۹۶۶ھ
۷۷	صواعق محرقہ	〃	شیخ شہاب الدین احمد بن حجر الہیثمی	۔	ولادت سنہ ۹۰۳ھ وفات سنہ ۱۰۸۱ھ
۷۸	سنن ابن ماجہ	اصح المطابع لکھنؤ	ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی	۔	ولادت سنہ ۲۰۹ھ وفات سنہ ۲۷۳ھ
۷۹	سیرۃ الصدیق رضی اللہ عنہ	〃	حبیب الرحمٰن خاں شروانی		فوت

ہماری مؤلفہ مطبوعہ کتابوں کے متعلق چند آرا

ہماری کتاب خاندان زبیری کنبوی حصہ اول و دوم اور ان کا ایک ضمیمہ اسوقت تک شائع ہو چکا ہے اُن پر جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے اُن میں سے چند حسب ذیل ہیں۔

(۱) رسالہ معارف اعظم گڈھ بابتہ ماہ اگست ۱۹۵۱ء نے تبصرہ کیا ہے کہ

صوبہ متحدہ کے مغربی اضلاع اٹاوہ۔ مارہرہ۔ امروہہ۔ مراد آباد اور بریلی وغیرہ میں زبیری کنبوی خاندان مشہور و معروف خانوادہ ہے اس خاندان میں ہر زمانہ میں بڑے بڑے نامور اصحاب کمال پیدا ہوتے رہے نواب وقار الملک۔ ڈاکٹر ضیاء الدین۔ مولوی بشیر الدین صاحب ایڈیٹر البشیر اسی خاندان کی یادگاریں ہیں اس خاندان کے نسب کے متعلق دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ اسکا تعلق ہندوستان کی غیر مسلم قوم کمبو یا کمبوج سے ہے دوسری یہ کہ اس کا سلسلۂ نسب مشہور صحابی حواری رسولؐ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے اسی نسبت سے یہ لوگ اپنے کو زبیری کہتے ہیں اور کنبوی کی وجہ تسمیہ یہ بیان کیجاتی ہے کہ حضرت زبیر بن العوام کی اولاد دوسری صدی ہجری میں سندھ کے مقام کنباہ میں آکر آباد ہوئی تھی جسکی نسبت سے وہ کنبوی کہلائی جس نے بعد میں کنبو کی شکل اختیار کر لی پھر یہ خاندان کنباہ سے دہلی میں منتقل ہو کر اسکے نواح میں پھیل گیا جہاں وہ اب تک آباد ہے۔ حسین احمد صاحب زبیری نے جو اس خاندان کے ممتاز فرد ہیں اپنے خاندان اور قبیلہ کی تاریخ اور اسکے نسب کی تحقیق اور اس کی عربیت اور قریشیت کے ثبوت اور اسکی مخالف روایات کی تردید میں یہ ضخیم کتاب لکھی ہے اس میں انہوں نے عہد صحابہ سے لیکر موجودہ زمانہ تک اس خاندان کی تاریخ پر نگاہ ڈالی ہے اس سلسلہ میں انہوں نے بے شمار کتابوں کی ورق گردانی کی ہے اور اسلامی ہند کی پوری تاریخ کھنگال ڈالی ہے اور جہاں جہاں سے انکو زبیری خاندان کے متعلق بیان ملا ہے اس سے انہوں نے فائدہ اٹھایا ہے اور قریشیت کی روایت کو اپنے دعوے کے ثبوت اور دلیل میں پیش کیا ہے اور مخالف بیانات و روایات کی تردید کی ہے اس سلسلہ میں ہندوستان کے بہت سے علماء فضلاء صلحاء اولیاء اور امراء اور عمائد کے حالات اسلامی ہند کے مختلف تاریخی واقعات اور مختلف النوع متفرق معلومات معرض تحریر میں آگئے ہیں جس سے اس کتاب کی افادی حیثیت بہت بڑھ گئی ہے مصنف کی یہ تحقیق و تلاش اور محنت لائق ستائش ہے کہ انہوں نے ایک محدود موضوع پر معلومات کا اتنا متنوع۔ دلچسپ اور مفید ذخیرہ فراہم کر دیا ہے جس سے یہ کتاب زبیری خاندان کی تاریخ کیساتھ اسلامی ہند سے متعلق متفرق معلومات کا گنجینہ بن گئی ہے کتاب کے تینوں حصوں کا مقصد ایک ہی ہے لیکن پہلی جلد میں خصوصیت کیساتھ زبیری خاندان کے نسب کے متعلق محمود احمد صاحب امروہوی مؤلف تاریخ امروہہ اور دوسری جلد میں چودھری وہاب الدین صاحب امرتسری مؤلف تاریخ کمبوہان اور ضمیمہ میں مولوی عبید اللہ صاحب فرحتی امروہوی کے مضامین اور بیانات کی تردید کیگئی ہے ہمارے نزدیک اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت اسکی معلومات کا تنوع اور اسکی کثرت ہے جس میں ہر مذاق کی دلچسپی کا کچھ نہ کچھ سامان موجود ہے اس میں شبہ نہیں کہ نجابت نسبی کا بھی ایک درجہ ہے لیکن اسلام میں معیار شرافت انسان کے اعمال و اخلاق ہیں زبیری خاندان کیلئے یہ فخر کیا کم ہے کہ اس میں ہر دور میں بڑے بڑے اصحاب کمال پیدا ہوئے جسکا ایک نمونہ خود مصنف بھی ہیں اور وہ معترضین سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ

المنۃ للہ نیازم بہ نسب نیست ٭ اینک بہ شہادت قلمم فضل نسب را

(۲) روزنامہ سیاست حیدر آباد دکن بابتہ ماہ دسمبر ۱۹۵۱ء نے اظہار خیال کیا ہے کہ

یہ ایک بڑی تحقیقی محققانہ اور پُر از معلومات تالیف ہے فاضل مؤلف نے اسکے لکھنے میں عربی۔ فارسی۔ اردو۔ جرمنی۔ انگریزی وغیرہ کے [illegible] ماخذات سے مدد لیکر معلومات کا بڑا ذخیرہ جمع کر دیا ہے اس خاندان کے متعلق شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ صاحب مرحوم نے اپنی مشہور تاریخ [illegible] لکھا ہے کہ یہ خاندان ہمیشہ سے حفاظت دین کیلئے مشہور رہا ہے اور بقول مولوی سید طفیل احمد صاحب مرحوم سابق آنریری اسسٹنٹ سکریٹری [illegible] سر سید احمد خاں کی تعلیمی اسکیم کو اگر کسی نے کامیاب کر کے دکھایا تو وہ یہی خاندان ہے لیکن اس خاندان کا [illegible] ایک اہم موضوع بنا رہا ہے جس کو اسوقت تک تحقیق و تلاش کے ذریعہ حل نہیں کیا جا سکا تھا اسلئے اردو زبان [illegible] اور مسلم دور کے وہ واقعات اور رجال کار روشنی میں آجاتے ہیں جن پر تاریکی کا پردہ پڑا ہوا تھا اور یہ پورے وثوق [illegible] زبان کی یہ سب سے بڑی تحقیقی کتاب ہے اس کتاب کی افادیت کا اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ علامہ [illegible] مرحوم [illegible] بڑا کہ ہماری علمی [illegible] تو انکی کیا قدر کریں گے مستشرقین یورپ اگر اس عظیم الشان محققانہ کارنامہ سے آگاہ ہو سکے تو وہ البتہ [illegible] شناس ہونگے اسلئے تاریخی [illegible]

اور اہل علم حضرات کیلئے معلومات کا یہ [illegible] ایسا نادر تحفہ ہے جو اپنی آپ نظیر ہے اور جناب مولوی حسین احمد صاحب زبیری اپنے اس اہم علمی خدمت کیلئے لائق تحسین ہیں۔

(۳) مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی مشہور ادیب و مصنف و مورخ حیدرآباد دکن نے تنقید فرمائی ہے کہ

خاندان زبیری کنبوی کے نام سے تین جلدیں مولوی حسین احمد صاحب زبیری کنبوی نے شائع فرمائی ہیں ذیل میں ہم ان پر ایک تنقیدی نظر ڈالتے ہیں۔

(۱) جلد اول رائل سائز کے (۸۰) صفحات پر مشتمل ہے اس میں تحقیق الانساب تاریخ امروہہ کی تحقیقات کا تجزیہ کیا گیا ہے اگرچہ (۶۶) عنوانات کے تحت تفصیل ہے مگر ہر عنوان کے تحت ذیلی عنوان بھی ہیں اس لحاظ سے کئی سو مباحث زیر بحث آگئے ہیں ہر عنوان پر مکمل روشنی ڈال کر تحقیق کی داد دیگئی ہے اس میں نہ صرف تاریخی حقائق اور صحیح واقعات کو ثبوت کیساتھ تاریخ امروہہ کے بیانات کو غلط ثابت کیا گیا ہے بلکہ خاندان کنبوی کے چالیس افراد کے حالات زندگی بھی لکھ دیئے گئے ہیں اس ضمن میں خاندان زبیری کنبوی کی صحیح تاریخ آگئی ہے۔ اسطرح تین اہم امور کے متعلق اس ضخیم کتاب میں معلومات جمع کئے گئے ہیں تاریخ امروہہ کے بیانات کو غلط ثابت کرنے میں پورے انصاف کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور اپنے دعووں میں تاریخی ثبوت بھی بہم پہنچا دیا ہے اسکی وجہ سے ایک غیر جانبدار شخص کو صحیح نتیجہ اخذ کرنے میں پوری مدد مل سکتی ہے اور وہ اصلیت کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے جن لوگوں کے حالات لکھے گئے ہیں وہ بھی بڑی تحقیق سے لکھے گئے ہیں جو دلچسپ بھی ہیں اور سبق آموز بھی خاندان زبیری کی مکمل تاریخ کا علم بھی اس سے ہو جاتا ہے اگرچہ عنوان کے لحاظ سے مولف صاحب کو صرف تاریخ امروہہ کے بیانات کا تجزیہ کرنا مقصود تھا مگر اس ضمن میں مولف صاحب نے نہایت تفصیل اور صراحت کیساتھ پورے خاندان زبیری کنبوی کی تاریخ اور سوانح حیات بھی درج کر دی ہے اس سے نہ صرف مولف کے وسیع معلومات اور تحقیقات کے عمق کا پتہ چلتا ہے بلکہ اہل علم کو زبیری کنبوی خاندان کے متعلق بیشمار حالات اور صحیح واقعات کا بھی اچھی طرح علم ہو جاتا ہے کتاب کے آخر پر مولف نے اپنے ماخذوں کی فہرست بھی دیدی ہے جو (۲۱۲) سے زیادہ کتابوں کے علاوہ (۳۰-۴۰) اخبارات و رسائل پر مشتمل ہے اس سے بھی مولف کے وسیع مطالعہ اور جانکاہی کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔ (۲) جلد دوم رائل سائز کتاب (۴۹۴) صفحات پر مشتمل ہے یہ کتاب (۳۵) باب پر منقسم ہے اور (۲۸۰) عنوانات قائم کئے گئے ہیں زبیری خاندان اور قوم کمبوہ کے حالات لکھنے میں مولف تاریخ کمبوہان کی غلطیوں، خامیوں اور فروگذاشتوں کی صحت کیگئی ہے اور ساتھ ساتھ معتبر تاریخوں اور دیگر کتابوں سے بیش بہا معلومات اور دلچسپ امور کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے یوروپین مصنفین کی غلطیوں کا ازالہ بھی ہے ہندوستان کی تاریخ تہذیب اور کلچر وغیرہ کو بھی مولف نے اپنی اس کتاب میں سمو دیا ہے اور ان پر سیر حاصل بحث کی ہے اور زبیری کنبوی خاندان کے مشاہیر سلف کا تذکرہ کر کے انکی خدمات کو اجاگر کیا گیا ہے اس تفصیل میں تاریخ اسلام کا تذکرہ بھی آگیا ہے اسکے ذیل میں حضرت زبیرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کی سیرت پر نہایت تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے اسطرح اس کتاب کا مقصد صرف تجزیہ تاریخ کمبوہان نہیں رہا ہے بلکہ اسکو ہمہ گیر کر کے خاندان زبیری کنبوی اور قوم کمبوہ کی مکمل تاریخ بھی قلمبند کر دیگئی ہے اس کتاب کی تیاری اور تدوین میں مولف کو جسقدر محنت اور جانکاہی کرنی پڑی ہے اس کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ (۱۶۴) عربی، فارسی، انگریزی، قلمی اور مطبوعہ کتابوں سے مدد لیگئی ہے اور انکے سوا اخبارات و رسائل علیحدہ رہے — اس کتاب کے مطالعہ سے اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ تاریخ کمبوہان کے مولف نے اپنی کتاب میں کیسی کیسی فاش غلطیاں کی ہیں اور اصل واقعات کو کس طرح نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ (۳) اس سلسلہ کی تیسری کتاب ایک ضمیمہ کی صورت رکھتی ہے جو رائل سائز کے (۳۶) صفحوں پر مشتمل ہے اس میں مولوی عبیداللہ صاحب فرحتی امروہوی کے مضامین پر تنقید کیگئی ہے اس رسالہ کے تین باب ہیں پہلے باب میں عباسی خلیفوں اور زبیری خاندان پر بحث کیگئی ہے دوسرے باب میں عبداللہ بن حضرت زبیرؓ کے واقعات و حالات کے ضمن میں روایتوں کی تنقید کی ہے تیسرے باب میں مولوی عبیداللہ کی بعض دیگر غلطیوں خصوصاً مولوی شبلی کی نظم بیان کے بیجا اور بے پناہ غصہ کا ازالہ کیا ہے۔

ان تینوں کتابوں کے مطالعہ سے خاندان زبیری کنبوی کی پوری تاریخ مشاہیر کے حالات اور کارگزاریوں کی تفصیل ہی نہیں ملتی بلکہ تاریخ ہند اور تاریخ اسلام کے کئی گوشے اس میں زیر بحث آجاتے ہیں جن پر مولف نے نہایت محنت اور جانکاہی سے روشنی ڈالی ہے اور بتایا ہے کہ زبیری خاندان نے کہاں کہاں اور کیا کیا کام کئے ہیں اور کس طرح تاریخ اسلام اور تاریخ ہند میں ان کے کارنامے درخشان ہیں۔

اسکے قطع نظر جو دیگر امور اور حالات اس سلسلہ کی تینوں کتابوں میں آگئے ہیں انکے لحاظ سے اگر انکو خاندان زبیری کی انسائیکلوپیڈیا Encyclopedia کہا جائے تو بیجا نہیں ہے مولوی حسین احمد صاحب زبیری کنبوی قابل مبارکباد ہیں کہ انہوں نے شائقین تاریخ کے لئے محنت شاقہ برداشت کر کے ایسے بیش بہا اور مفصل معلومات جمع کر دیئے ہیں جو برسوں کی محنت اور جانکاہی کے بعد بھی معلوم نہیں ہو سکتے تھے اور جو بیش قیمت ذخیرہ اور دلچسپ معلومات کو ان کتابوں میں مرتب کیا گیا ہے وہ دنیائے اردو میں قابل قدر اضافہ ہے اس لئے ارباب اردو کی جانب سے بھی مولف لائق ستایش قرار پاتے ہیں۔

دستخط ——— نصیر الدین ہاشمی ۔ ۵ر فروری ۱۹۵۲ء